

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ملفوظات حکیم الامت

ادارہ تالیفات اشرفیہ

ہنگ فوارہ امت پاکستان
(061-4540513-4519240)

سلسلہ — الافاضات الیومیہ من الافادات القومیة

لمفوطا لکچریم الاسلام

جلد نمبر ۳

از

محکم الدین دہلوی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

عنوانات

حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہ

استاذ الحدیث دارالعلوم کراچی

ناشر:

ادارۃ تالیفات اشرفیہ
061-540513
061-519240

چوک خوارہ ملتان پاکستان

E-MAIL: lshaq90@hotmail.com // Website : www.Taleefat-e-Ashrafia.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اس کی غلطی کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔

تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان موجود ہے۔

لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)

نام کتاب..... "المفونات حکیم الامت" جلد ۳
 باہتمام..... محمد اعلیٰ عفی عنہ
 تاریخ اشاعت..... جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
 مطبع..... سلامت اقبال پریس ملتان



ملنے کے پتے

- ☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
- ☆ دارالعلوم رحیمہ پورکالونی نمبر ۱ فیضی علی روڈ ملتان
- ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- ☆ یونیورسٹی بک انجمنی خیبر بازار پشاور
- ☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
- ☆ صدیقی ڈسٹ لیبیل چوک کراچی نمبر ۵

فہرست مضامین جلد ۳

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷	نظری مبادیات میں کمی زیادتی شیخ کے	۱۷	آزادی کی وہ باور اصلاح کا طریقہ
۳۴	مشورہ سے ہونی چاہئے	۱۸	انسان ہونے کے معنی
۳۵	برکام طریقہ اور قاعدہ سے ہونا چاہئے	۱۸	بندہ کی طلب اور اس کی مثال
۳۵	دین کے آسان ہونے کا مطلب	۱۹	اعتماد بڑی چیز ہے
۳۵	اور چند بزرگوں کی حکایات	۱۹	راہ سلوک میں تدقیق کی ممانعت
۳۶	صحبت کا اثر تابع پر ہوتا ہے متبوع پر نہیں	۲۱	دھن اور زہیان
۳۶	مرید ایسے کو کرے جسے کچھ کہہ سکے	۲۲	طالب کے لئے طریق نفع
۳۷	ہر چیز میں انتظام و سلیقہ کی ضرورت ہے		ہمیں اسلام کی ضرورت ہے اسلام
	خرق کے انتظام کے لئے تھوڑے	۲۳	کوہاری نہیں
۳۸	سے بخل کی ضرورت ہے	۲۴	دامن اسلام کی وسعت
۳۸	مضمون خود لکھنا آسان املاء کرانا مشکل		محبت حق کی لذت اور اس کے حصول
۳۸	عالم بونیکے لئے مصنف ہونا ضروری نہیں	۲۴	کا طریقہ
۳۸	بعض آیات پر جنت کے درختوں کا حال	۲۶	قوت کی مدار حق پر ہے شخصیت پر نہیں
۳۹	اولیاء اللہ کے نام پر نذر نیا ز کا حکم	۲۷	ایک صاحب کی بے قاعدگی پر مواخذہ
۳۹	اور اس کی علمی تحقیق	۲۸	بھوک ہر تال کا شرعی حکم
۴۱	مصنوع مصیبت میں رہتا ہے	۲۹	وقت اور موقع ضائع کر دینا نقصان دہ ہے
۴۱	محبوب کی حالت جذب کا سبب	۲۹	سیاسی لوگوں کے مشورے
۴۱	جنون کے بعد نہ ایمان کا اعتبار نہ کفر کا	۳۰	کافروں کا ذکر و غفل تجویز کرنا غلط ہے
	عقل کی فضیلت اور سالک اور مجذوب	۳۲	شریعت کو عقلی مصالح پر مقدم رکھنا
۴۱	میں فرق مراتب	۳۳	وہم بری بنا ہے
۴۲	کفایت فی الزکاح میں اصل حالت	۳۳	حصول بصیرت کے لئے فضول کام کا ترک

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	اصلاح کے کام میں عرفی خوش امتیازی	۴۲	اصل و جد تو ملام پر آنا چاہئے
۵۵	کام نہیں آتی		حسین انن منسور کے لقب حلاق کا مطلب
۵۷	تجدید دین کے کام پر اللہ کا شکر	۴۲	اور پیشہ کا بیان
	استفسار پر اپنی رائے کا اظہار کر دینا	۴۲	عقل کی بھدھ اور انسان مکلف ہے
۵۷	سی اوب ہے	۴۳	الاف صاب لہا عجاب یعنی عجب کا علاج
۵۸	حضرت کی تواضع	۴۵	جاہل صوفیوں کی باتیں
۵۸	امام فن حضرت حاجی صاحب کے وہ منظوم		شرط و ذول الطریق یعنی راہ سلوک
۵۹	دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے	۴۶	میں داخل ہونے کے آداب
۵۹	استغناء کا واقعہ	۵۱	پیر و مرید اور استاد و شاگرد کے درمیان فرق
۶۰	بے عقل لوگوں کا عہدہ پر آ جانا	۵۱	وحدة الوجود اور وحدة الشیوہ
۶۰	اپنے دینی کارناموں کی تفصیل میں نفس کا کید فنی		نصرف جواب کافی نہیں معقول ہونا
	بڑی مجلس میں ہر ایک سے مصافحہ	۵۱	بھی ضروری ہے
۶۱	کرنے کا مواخذہ	۵۲	مدارس عربیہ کی خدمات
۶۱	اصل ادب راحت رسائی ہے	۵۲	علماء اور فقراء کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے
۶۱	ایک ہی بیانی کا حضرت گنگوہی کے پاؤں دبانے	۵۲	مذہب فنی کے متعلق حضرت گنگوہی کا قول
۶۲	سب کے ساتھ مساوی برتاؤ ضروری نہیں	۵۲	مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے
۶۲	قبض بھی نافع ہوتا ہے	۵۳	اصول ضوابط سے لوگوں کو گھبراہٹ
۶۲	اصل خدمت کا وجود	۵۳	نختی اور مضبوطی میں فرق
۶۲	سماح سے متعلق ایک جاہل صوفی	۵۳	جواب میں اختصار ضروری ہے
۶۲	کا سوال اور اس کا جواب	۵۳	طلباء کے بارے میں حضرت کا ایک معمول
۶۳	ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے		عوام الناس کے لئے حضرت کے
۶۳	سبب بننا اور اس میں ایک مغالطہ	۵۵	کچھ اور اصول
۶۳	وہ میں جی نہ لگنا	۵۵	استغناء میں دستخط کو ضروری نہ سمجھنا
۶۳	راہی تو خلوت و وحدت میں سے		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۱	طریق کی وضاحت	۶۴	حضرت حقیقہ حسب کے یہاں جمعیت
۹۱	غیر متکفلوں میں بھی عقل ہوتی ہے	۶۴	قلب و اجتہاد
۸۲	جہاں جاتے ہاں کے معمولات معنوم کرتے	۶۴	محبت زبانی مع خرقہ نہیں ملے سے ہوتی ہے
۸۲	توکل کی صورت بھی بڑی دولت ہے	۶۴	حضرت حاجی صاحب کی ایک عجیب تعلیم
۸۳	انعامات خداوندی کا مشاہدہ	۶۵	حضرت شیخ الہند کا ذکر
۸۳	تبادلہ خیالات مہمل لفظ ہے	۶۵	تدبیر الفلاح یعنی کامیابی کا راستہ
۸۳	بیعت پر بے جا اصرار سے تکدر ہو جاتا	۶۶	حضرت والا کا جواب
۸۳	ماٹکنا بے عزتی ہے	۷۵	حضرت کو دہلی منتقل ہونے کا مشورہ
۸۴	اجتناب اور اعتماد	۷۵	اصول اسلامیہ کی خاصیت
۸۴	چاپلوسی کی مذمت	۷۶	مکاتبت میں تاخیر دلیل ہے ضعف طب کی
۸۴	تعویذ کے بارے میں ایک اصول	۷۶	خالی مشورہ: سینے والوں کا علاج
۸۴	انسان کی حقیقت	۷۶	حالات کے تغیر تبدل میں حکمتیں ہیں
۸۵	حسب و نیا کا علاج	۷۷	ایک صاحب کے خط کے جواب
۸۵	جوش اور بہادری میں فرق ہے	۷۷	خط صحیح طریقہ سے بند کرنا
۸۵	آنویاؤں کی خدمت کو ذریعہ نجات جانتا	۷۷	کسی چہرہ پر نظر نہ رکھنا
۸۵	اجتناب سے انکار اور خود سبزی	۷۷	فضولیات میں مبتلا ہونے کا نقصان
۸۶	احلیہ سے محبت اور اس کی حدود	۷۷	حضرت کا کمال استغناء
۸۷	ذاتی طمع کے بغیر تصدیق نہ کرنا چاہئے	۷۸	متکبروں کے ساتھ حضرت کا برتاؤ
۸۷	لفظ "خاتقاہ" کی اصل	۷۸	حفظ مراتب کا خیال نہ رکھنا
	دوسروں کی مصلحت کو اپنی نیک نامی	۷۸	انتظام اوقات کی برکت
۸۷	پر مقدم رکھنا	۷۸	ایک خطبہ کا خواب میں القاء
۸۸	تکمیل العفتہ یعنی پردہ کے احکام	۷۹	حضرت کے ماموں کے کچھ اقوال
۸۸	اور اس کے ذہنی ہونے کا بیان	۸۰	ہور حاضر کے مفسرین کا حال
۹۱	ایک ہندو اور مسیحی ایمان پر کی آمد		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۳	مسلمانوں کی کمزوری کا سبب بد نظمی	۹۱	شامی کا جواز اور اس کی حدود
۱۰۳	مخالف کے بے حسی پر اہل حق کا طریقہ	۹۲	پشتہ کا تتبع سنت ہونا
۱۰۳	تمدن کی ترقی	۹۲	ایمان کے لالے پڑ گئے ہیں
۱۰۳	بیعت میں مصلحت کا درجہ	۹۳	جامل صوفیہ اور دنیا دار پیروں کی حالت
۱۰۳	معاصی سے نفرت	۹۳	خالی مشورہ دے کر کاموں سے گریز
۱۰۴	تدریس کے وقت غیر متعلق شخص کو نہ بھنانا	۹۴	تحریکات میں عوام کو بہکایا جاتا ہے
	سفارش سے خطر ملیہ السلام کے واقعہ	۹۴	دینی شبہات کا علاج ہیبت اور محبت
۱۰۴	سے ایک نکتہ	۹۴	اور ان دونوں کے حصول کا طریقہ
۱۰۵	دیہاتیوں کا کلہ حکمت	۹۵	عمل کے بعد خواص معلوم ہوتے ہیں
۱۰۵	نئی جگہ پر جا کر تین باتوں کی وضاحت کرنا	۹۵	دوسروں کو برا کہنے کی کیا پرواہ؟
۱۰۵	قبور سے استفادہ میں اذن ضروری نہیں	۹۷	زمین دار یا آسمان دار
۱۰۵	حضرت کا کمال استغناء	۹۷	خلائی تحقیقات سے معراج کا ثبوت
۱۰۵	شریعت کا مخالف یا مجتہد ہے یا دجال	۹۷	معافی کا مطلب تعاقبات کی معافی نہیں
۱۰۶	اسلام میں شورائیت اور مشورہ کی حدود	۹۸	ایک دن ایک مہینہ کا ہونے کی صورت
۱۰۶	ہندو مسلم اتحاد کی مذمت	۹۸	میں پانچ نمازوں کا حکم
۱۰۷	جمہوریت بچوں کا کھیل ہے	۹۹	تذبیہ اور تقدیر کا مسئلہ
	دعاسب کی قبول ہوتی ہے یا نہیں	۱۰۰	موت کی تیاری اور وحشت
۱۰۷	تک کہ شیطان کی بھی	۱۰۱	نری کتابیں کافی نہیں
۱۰۷	دین و فطیوں سے آسان نہیں ہوتا	۱۰۱	طریق سے بے خبری کی وجہ
۱۰۸	بھکاری کے مانگنے اور اسے دینے کا شرعی حکم	۱۰۲	ناگوار واقعات کی حکمت
۱۰۸	دین اور اہل دین کی عظمت		روایت واقعہ میں علماء تک بے احتیاطی
۱۰۸	ایک صاحب پر مواظفہ اور حضرت کی مشکل	۱۰۲	کرہ تہیں
۱۰۹	ایک صاحب کا خط اور حضرت کا جواب	۱۰۲	شبہات کے معتبر ہونے کی شرط
۱۰۹	مسلمانوں کے افلاس کا علاج		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۴	نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل بالغم	۱۰۹	ایک پیر صاحب کی غذا
۱۲۴	نہ ذمیلا نہ نہ ذھیلا	۱۱۰	حضرت کی ہر چیز خصوصاً سوال میں بھی احتیاط
	متکبرین کا تھانہ بھون میں علاج اور	۱۱۰	بے طریقہ ایک بیسہ بھی خرچ ہو تو دکھ ہوتا ہے
۱۲۵	حضرت شیخ الہند کا واقع	۱۱۰	مسلمان و ہندو اور غیرت مند ہونا چاہئے
۱۲۵	صرف بیعت ہو جانا کافی نہیں	۱۱۰	اولاد اور بیوی کے نفقہ کا فرق
۱۲۶	خالی رائے دینے والوں کا علاج	۱۱۰	محقق ہمیشہ مقلد ہوگا
	بزرگوں کی عظمت سے نور ایمان	۱۱۱	یعنی تحریف دین کی مذمت
۱۲۶	قوی ہوتا ہے	۱۱۳	استاد کے بغیر علم اور شیخ کے بغیر عمل نہیں آتا
۱۲۶	سماع اور خوبہ نقشبندی		ملقب بہ تنبیہ الاحزاب علی ضرورۃ الحجاب
۱۲۶	چشتیہ کا مذہب	۱۱۳	(یعنی پردہ کی ضرورت)
۱۲۷	علوم نقشبندیہ کے اور جانبازی چشتیہ کی	۱۱۵	چندہ لینے میں احتیاط
۱۲۷	سچا آدمی محبوب ہوتا ہے	۱۱۶	میلان الی الامرو کے علاج کا نفع
۱۲۷	دنیا و آخرت کی پریشانی سے نجات		عوام کی بے استقلالی اور چندہ کی
۱۲۷	حضرت شیخ الہند کی حالت گریہ	۱۱۷	داؤں پر گرائی
۱۲۷	عند اللہ محبوب ہونے کا مراقبہ	۱۱۸	دین میں نظر آنے والی دشواریوں کی مثال
۱۲۸	کسی مسلمان کے انتقال پر حالت خوف ہونا	۱۱۹	طالب کی اصلاح میں کمی کرنا خیانت ہے
۱۲۸	صرف وعظ اور نیکوچر کافی نہیں		زیادہ غلطیاں فکر کی کمی سے ہوتی ہیں
۱۲۸	غیر مسلموں کو علم سے مناسبت	۱۲۰	فہم کی کمی سے نہیں
۱۲۹	ایک صاحب کے سکوت پر مواخذہ	۱۲۱	ہدیہ رد کرنے کا فائدہ
۱۲۹	گائے کا گوشت کھانا	۱۲۱	بزرگوں کی ہر بات میں برکت ہوتی ہے
۱۲۹	ایک ہندو کے اطمینان قلب کیلئے علاج	۱۲۱	انگریزی پڑھ کر دین کی حفاظت کا طریقہ
۱۳۰	تمہید	۱۲۳	شاہجہان اور تخت طاؤس
۱۳۰	اسلام اور ترقی	۱۲۳	سربسید کا ایک وعدہ
۱۳۹	عرب عیسائی قوم کی اصلاح چند بنوں میں		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	شہنشاہ کا ہر جزو ضائع کر کے آگے	۱۴۰	دوسروں پر ہونے کی وقت حضرت پر غلبہ خرف
۱۴۸	چلنا چاہئے	۱۴۰	ابتداءئے سلوک میں قلت کا اہم کی نسبت
۱۴۹	کامل، عوام کا مشاہدہ ہونا	۱۴۱	لوگوں کی شکایت اپنے دکھ کا اظہار
	شیخ تو وہ ہے جس کا فیض سارے	۱۴۱	اپنے مصلحت سے متعلق شبہ کے حل میں احتیاط
۱۴۹	عالم پر محیط ہو	۱۴۲	ادب میں اعتدال
۱۴۹	انماں مقصود کی کیفیات بہت چلتے ہوئی ہیں		حکم شرعی کے اسرار اور حکمتیں معلوم
۱۵۰	کیفیت نفسانی و روحانی میں فرق	۱۴۲	کرنے کا مرض
۱۵۰	درویشی اور مولویت میں ایک فرق	۱۴۲	کسی کی اصلاح عین خوش اخلاقی ہے
۱۵۱	بد فہمی کے متعدد دلچسپ واقعات	۱۴۳	اخبارات کی عزمت
۱۵۲	تقلید کی تعریف اور اس کی فطری ضرورت	۱۴۳	معذرت کر لینے پر دل صاف ہو جانا
۱۵۳	ایک عیسائی سے مناظرہ	۱۴۳	جاہ کے اثر سے کام نہ لینا
۱۵۴	متعدد مہمانوں کو کھانا کھلانے کا اصول	۱۴۳	ایک صاحب کا دس سال بعد اپنی
۱۵۴	صوفیہ کے کشمکشیات کا حکم	۱۴۳	کو تابی سے رجوع
۱۵۵	کھانا کھاتے وقت کس قسم کی بات کی جائے	۱۴۳	فاسق فاجر کے دل میں بھی خدا کی محبت ہونا
۱۵۵	اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسروں سے رعایت نہ کرنا	۱۴۳	بہندوؤں کا اذیان سے بد کرنا
۱۵۵	خوش اخلاقی کا مطلب نرم بات کرنا نہیں	۱۴۴	''نہ ستانہ الوں کا خادم ہوں''
۱۵۶	وجود مسالغ پر فطرت خود دلیل ہے	۱۴۴	اسراف اور بخل کا علاج
	حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی	۱۴۶	اپنی بیماری کی اخباری اطلاع سے انقباض
۱۵۷	کے چند واقعات		غلبہ کیفیات اور موت کے وقت دنیا
۱۵۹	شریعت کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں	۱۴۶	سے بے التفاتی
۱۵۹	اکرام اور تعظیم میں فرق ہے		حق تعالیٰ کی رضا اور انکی یاد
۱۵۹	تمام کو ضروری سمجھنے پر ایک صاحب سے بحث	۱۴۷	مقصود بالذات ہیں
	ریل میں قانون سے زیادہ وزن		صرف تصانیف اور وعظ سے معتقد
۱۶۰	لیجانے سے احتیاط	۱۴۸	نہ ہونا چاہئے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۴	شمسیہ و سنس اول	۱۶۱	خوش لباسی کی مدد
۱۷۴	ایک طابع عام کی طلب سہ راش پنہ نیست	۱۶۱	عظمت وین کی کی
۱۷۵	بچوں کی شوخی شجارت محبوب ہوتی ہے		بے عی کے باوجود وہ مے مے الفاظ
	اپنی غلطی کی تاویل نہ کرنا سچی محبت	۱۶۱	بولنے کا نتیجہ
۱۷۵	کی دلیل ہے	۱۶۲	شرکت والے کام پورے نہیں ہوتے
۱۷۶	عشق عجیب چیز ہے	۱۶۲	سیاست اور اسلام
۱۷۸	قصبات میں عورتوں کی عفت	۱۶۳	آق کل کی تصانیف
۱۷۸	حقیقہ میں حدود کی قید مستحب ہے	۱۶۳	آداب المصلح یعنی شیخ کے آداب
۱۷۸	اب مولوی ہونا بھی جرم ہو گیا ہے	۱۶۵	حضور کے چند لفظی لطائف
۱۷۹	بزرگوں اور امراء کے خدام میں فرق	۱۶۶	سیرت النبی ﷺ کی کتاب میں ایک گستاخی
	کتابوں سے پیدا ہونے والی بزرگی	۱۶۷	اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے
۱۷۹	میں غلو ہوتا ہے	۱۶۷	تصوف آسان یا فقہ مشکل
	اسلامی قانون کی خوبی اور	۱۶۷	اعلا السنن کا کام
۱۷۹	حضرت عمرؓ کا کمال عقل	۱۶۸	چشتیہ کے یہاں فنا اول قدم ہے
۱۸۰	ذوقیات کا بیان کرنا مشکل ہے	۱۶۸	ہندو مسلم اتحاد کی شرائط
۱۸۰	حضور کی صحبت کا صحابہ کرام پر اثر	۱۶۹	ظاہری اتھوی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے
۱۸۱	عورتوں کے سر منڈانے سے ڈاڑھی نکل آتا ہے	۱۶۹	محبین مال ظاہر امتقی دوتے ہیں
۱۸۱	آکل کی متانت کبر سے ناشی ہے	۱۶۹	غیروں میں شادی کرنے کا نقصان
۱۸۱	ہرمول میں تاخیر حکمت کی بنا پر ہوتی ہے		آمدنی اختیار میں نہیں مخرج
۱۸۲	زیادہ محبت سے زیادہ رعب پیدا ہوتا ہے	۱۶۹	اختیار میں ہے
	سلسلہ مقبولیت اور حضرت میاں جی	۱۷۰	ایک گائے کے آٹھ حصے
۱۸۲	کا ذکر مبارک	۱۷۰	اصلاح ضروری ہے بیعت ضروری نہیں
۱۸۳	نروج کی حدود اور انعامات الہیہ کا احترام	۱۷۳	قبول ہدیہ سے انکار
۱۸۶	تحریکات میں شرکت سے اجتناب		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۷	بالغ ہونے کے بعد ختمہ کا حکم	۱۸۷	اسلام کا طریقہ اور شیخ کی تشخیص
۱۹۷	تسوف کا مطہ، خوف، رجا اور محبت ہیں	۱۸۸	تجربہ پر اعتماد
۱۹۸	چشتیہ کا خاص رنگ	۱۸۸	حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی کا وعظ
۱۹۸	دین کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے پھر آسان ہے	۱۸۸	امتیوں کی محبت حضور کی محبت کا نتیجہ ہے
۱۹۸	شکایت سے متاثر نہ ہونا اور عدل کرنا	۱۸۹	کسی بھی صاحب کے آنے نہ آنے
۱۹۹	اجنبی شخص کا ہدیہ اور حضرت کا کمال ادب	۱۹۰	سے حضرت کا خالی ذہن ہونا
۲۰۰	اخلاق کے دو درجہ ہیں ایک فطری دوسرا کسی	۱۹۰	طریق کا احیاء اور حق تعالیٰ کا فضل
۲۰۱	اصول کے خلاف کرنے سے محبت کا ختم ہو جانا	۱۹۱	مشائخ طریق سے کسی کے ساتھ
۲۰۱	حضرات چشتیہ کی خاص دولت فنا	۱۹۱	بدگمانی نہ ہونا
۲۰۱	مولانا اسماعیل شہید کی ایک عبارت پر	۱۹۱	صاحب نسبت میں شبہ ہو تو صالح
۲۰۱	شبہ کا حکیمانہ جواب	۱۹۱	ہونا یقینی ہے
۲۰۲	احل باطل کی کوششیں اور مسلمانوں کی حفاظت	۱۹۱	آج کل الگ الگ رہنا مصلحت ہے
۲۰۳	فضول گوئی اس طریق میں زہر قاتل ہے	۱۹۱	تعویذات میں عامل کے خیال کا
۲۰۴	کشف میں بڑی مصیبتیں ہیں	۱۹۱	اثر ہوتا ہے
۲۰۵	آج کل کی تہذیب تعذیب ہے	۱۹۲	دینی تعلقات رکھنا ہو تو میرے طرز پر رہو
۲۰۵	بدعتی اور حضور ﷺ کی تنقیص	۱۹۲	سائل کے لئے چندہ کرنا صحیح نہیں
۲۰۵	چشتیہ کی مسکنت اور انکساری	۱۹۳	ادب المعذہر یعنی بعض صاحب عذر
۲۰۶	مالی خسارہ سے مجاہدہ	۱۹۳	مشائخ کا ادب
۲۰۶	نفس قید میں ہو تو اس کا کید نہیں چلتا	۱۹۶	شورش و غلبہ کمال نہیں
۲۰۶	دُشمن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا	۱۹۶	آج کل کے کامل ناقص ہو کر اپنا
۲۰۶	ذلت اور تواضع کے درمیان فرق	۱۹۶	نقص چھپاتے ہیں
۲۰۶	پیغمبروں کا بکریوں کا چرانا ثابت ہے	۱۹۶	یورپ میں خودکشی کا بازار گرم ہونے کی وجہ
۲۰۷	پوری عبارت بیان یہ کرنے پر مہم اخذہ	۱۹۷	زبد کی حقیقت اور اس کا صحیح مطلب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۱۷	تخریبات کا دینی نقصان	۲۰۷	تکبیر ممنوع ہے کتاب جائز ہے
۲۱۸	حضرت حاجی صاحب سے سامنے کی درخواست	۲۰۷	مسلمانوں میں اتحاد و کمزوری
۲۱۸	حضرت حاجی صاحب اور تقریر کا اعادہ	۲۰۷	مولویوں کو چندہ جمع کرنا نہیں چاہئے
۲۱۸	بزرگوں کا مالی معاملات میں دخل نہ دینا	۲۰۸	کیفیات مقصود نہیں رضا حق مقصود ہے
۲۱۹	مدارس میں ضروری علوم کا اضافہ	۲۰۸	تعلق مع اللہ میں استغناء کی خاصیت ہے
۲۲۰	اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے	۲۰۹	حضرت گنگوہی اور حضرت حاجی صاحب
۲۲۰	سلف کا زہنی الدنیا کا حال	۲۰۹	مولویوں کو مالیات میں نہ پڑنا چاہئے
۲۲۰	تعویذات کے سلسلہ میں حضرت کا واقعہ	۲۱۰	حضرت تھانوی پر حضرت گنگوہی کی شفقت
۲۲۱	چشتیہ کے یہاں فنا اول قدم ہے	۲۱۰	توسل کی حقیقت کا انکشاف
۲۲۱	امراء کی طرف رغبت ٹھیک نہیں گونیت صحیح ہو	۲۱۰	رزائل کے از الہ کی نہیں مالہ کی ضرورت ہے
۲۲۲	بے تکلفی اور بے ادبی میں حفظ حدود	۲۱۱	غیر مقلدوں کے مشرب کیا مثال
۲۲۲	بدیہ لینے میں حضرت کا معمول	۲۱۱	اصلاح کرنے والا نشانہ ملامت بنتا ہے
۲۲۲	ادب الیاست یعنی اصلاح کے آداب	۲۱۱	کھانے کے ذریعہ مناسبت کی پہچان
	حضرت حاجی صاحب کا ملازمت	۲۱۱	تعویذ کے سلسلے میں کچھ حکایات
۲۲۵	چھوڑنے سے منع کرنا		بزرگان اسلام کے یہاں اتباع
۲۲۶	حضرت گنگوہی کی انتظامی شان	۲۱۳	سنت کا اہتمام
۲۲۶	حضرت حاجی صاحب اور ایک غیر مقلد	۲۱۳	اس طریق میں فنا و انقیاد ہے
۲۲۷	تصرف سے اعمال میں اثر ہونا	۲۱۳	مرہی کی تعلیمات اہل خصوصیت کیلئے
۲۲۷	حضرت پر گھروالوں کا اعتقاد		کشف صحیح کے بھی حجت نہ ہونے پر
۲۲۷	بعض اوقات تواضع کبر سے پیدا ہوتی ہے	۲۱۴	ایک عملی تمثیل
۲۲۷	خادم قوم اور تادم قوم	۲۱۵	محبت کے حقوق
		۲۱۵	بعض متعین کا اختلاف اور حضرت کا طریقہ عمل

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	حضرت نانوٹومی کے انتقال پر		نہد و زونے کے متعلق ایک صاحب
۲۲۵	حضرت گنگوہی کا مقبولہ	۲۲۸	کے سوال کا جواب
۲۲۵	حضرت قطب صاحب اور حضرت سلطان جی		ایک بدعتی پیر کا واقعہ اور عیدیت
۲۲۵	حب عقلی اور حب عشقی میں ترجیح	۲۲۸	وفائیت کی ضرورت
۲۲۵	اتباع سنت اور شہرت	۲۳۰	پڑھ لکھ کر بھی روزگاری کمی
۲۳۶	کام شروع کرنے سے قبل مقصود کو سمجھئے	۲۳۰	خاندان کو مضمر کرنے والا تعویذ
۲۳۷	حضرت کے معمولات میں نہ تو وضع نہ کبر	۲۳۱	احکام وین جدیدہ تحقیقات کے محتاج نہیں
۲۳۷	شریعت میں دشمنی کی حدود مقرر ہیں	۲۳۱	ظہور و جال کے وقت طویل دن کی تحقیق
۲۳۷	حدود شریعہ کا اتباع اور چند بزرگوں کے واقعات		انگریزوں اور ہندوؤں کا
۲۴۰	حضرت کی صاف گوئی	۲۳۲	اختلاف محض سیاسی ہے
۲۴۰	دن میں کئی بار لباس بدلنا	۲۳۲	ظہور و جال کے وقت نمازوں کی تحقیق
۲۴۱	حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسماعیل شہید	۲۳۲	گانڈھی و جال سے کم نہیں
۲۴۱	تفسیر اور تصوف سے حضرت کی مناسبت		تحریکات میں عدم شرکت پر ایک
	بزرگوں کے یہاں مواخذہ سے بچنے	۲۳۳	صاحب کے اعتراض کا جواب
۲۴۱	کی آسان صورت		حضرت گنگوہی اور حضرت نانوٹومی کا علمی
	بزرگوں کا استغناء اور سلطان شمس الدین	۲۳۳	اختلاف اور حضرت حاجی صاحب کا فیصلہ
۲۴۳	التمش کا واقعہ		طریق کی غیر مقصود اشیاء بعض
۲۴۳	بلانیت کے بھی ثواب ملتا ہے	۲۴۳	کے لئے خطرناک ہیں
۲۴۴	آقاؤ الزکوۃ سے مالدار بننے پر استدلال فاسد		مسائل کا ایسے میں متکلمین کے
۲۴۴	ترقی کی حقیقت	۲۴۴	موقف کی وضاحت
	ہند میں اسلام سو فیہ اور تاجروں کے	۲۴۴	کعمل اور واضح افکار کو کرنا چاہئے
۲۴۵	ذرا عید پھیلا ہے	۲۴۵	بزرگوں کے بارے میں فاسد اعتقاد

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵۶	اصول صحیحہ پر عمل کرنا راحت ہے	۲۵۷	مولوی احمد رضا خاں صاحب اور
۲۵۷	تکثیر سواد یا تکثیر بیاض	۲۵۸	چند بدعتی حضرات کا اہتمام
۲۵۸	کثرت مشاغل سے قیام کی ضرورت پڑتی ہے	۲۵۹	خال صاحب بریلوی کے ایک معتقد کا بیان
۲۵۹	نجس اپنے معدن میں نجس نہیں	۲۶۰	صفائی اور زینت میں فرق
۲۶۰	صاف اور رقع بات کرنا آسان ہوتا ہے	۲۶۱	تہجد کے لئے آنکھ نہ کھلنے کا علاج
۲۶۱	امراض کی تشخیص صرف مصلح کر سکتا ہے	۲۶۲	انسان کی خواہش
۲۶۲	ذکر میں یکسوئی نہ ہونا مسخر نہیں	۲۶۳	سامع میں اختلاف
۲۶۳	مناسبت معلوم کرنے کا ایک طریقہ	۲۶۴	آج کل کے صدیقیوں کا وجد
۲۶۴	از حضرت حاجی صاحب	۲۶۵	آواز میں غضب کی خاصیت ہے
۲۶۵	مدارس میں ترغیب کا مرض	۲۶۶	محقق کی نظر اور سنت رسول کی تحقیق
۲۶۶	آج کل کے لیڈر	۲۶۷	علماء میں سلاطین کی سیاست ہونی چاہئے
۲۶۷	مسلمانوں کی حالت کا غم اور	۲۶۸	بیعت سے قبل تعلیم کی شرط لگانے کی وجہ
۲۶۸	حیۃ المسلمین کی تصنیف	۲۶۹	حسن معاشرت کی اہمیت اور اصول کی پابندی
۲۶۹	شیخ سے فضول سوالات	۲۷۰	علمی کاموں کے لئے خلوت و رکاربے
۲۷۰	موال بلا ضرورت نہیں کرنا چاہئے	۲۷۱	بعض معصیت و قایہ کفر ہوتی ہے
۲۷۱	عوام کا مساجد کے اندر کو تحفہ مشق بنانا	۲۷۲	حضرت شیخ الہند کا حضرت تھانوی
۲۷۲	بزرگی سے پہلے آدمیت مقصود ہے	۲۷۳	کے بارے میں ایک قول
۲۷۳	طالب کے لئے تجویزوں کا فنا	۲۷۴	ندامت سے دل صاف ہو جاتا ہے
۲۷۴	کشف بلا تلخیص بھی حجت نہیں	۲۷۵	عوام کے اعتقاد کے لئے کمالات کا اظہار فضول
۲۷۵	خوش اخلاقی اور اصول کی بنی	۲۷۶	شیخ کامل کی سب شتوں پر نظر ہوتی ہے
۲۷۶	یہاں بزرگی تقسیم نہیں ہوتی	۲۷۷	اصلاح چاہئے سے اصلاح ہوتی ہے
۲۷۷	انسانیت مکھائی جاتی ہے	۲۷۸	حضرت گنگوہی کا نظم و ضبط
۲۷۸	نیت سے توبہ	۲۷۹	بالفہرست سفر کرنے پر حجاب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۷۴	بیٹے کے سامنے باپ کی عزت کرنا	۲۶۶	شیخ کا پرانی تدبیر بدلتا
۲۷۵	نفع کا مدار شیخ کی رشاقت پر ہے	۲۶۶	انسان کا کام صرف طلب ہے
۲۷۵	یہاں دلجوئی نہیں دیشوئی ہے	۲۶۶	ازالہ شبہات کا طریقہ عظمت و محبت
	کامیابی تعلیم شیخ پر عمل	۲۶۷	اہل اللہ کی صحبت حاصل کرنے کا طریقہ
۲۷۵	کرنے سے حاصل ہوتی ہے	۲۶۷	مشائخِ چشت کے حالات پر غصے کا نقد فائدہ
۲۷۶	حضرت کا طریق اصلاح اور تجدید تصوف	۲۶۷	کون سے تعلقات مفید ہیں؟
۲۷۷	سلاطین کے اہل اللہ سے مشورہ لینا	۲۶۷	بزرگوں کے تبرکات سے متعلق ایک فقہی غلطی
۲۷۸	دوسروں کی فکر وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو	۲۶۸	حضرت شاہ عبدالعزیز کا ایک واقعہ
	حضرت حاجی صاحب کی اپنے	۲۶۹	گنگوڑ + زچین + بیہودہ
۲۷۸	بارے میں ایک مثال	۲۶۹	آجکل کے پیر جیوں کی حالت
۲۷۸	حقیقی ادب کیا ہے؟	۲۶۹	دنیا کی ترقی کا انجام تنزل ہے
۲۷۸	قرآن میں عورتوں کی صفات	۲۷۰	بعض بزرگوں کے غلبہ عشق کے حالات
۲۷۹	جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کفار سے سرعوبیت	۲۷۱	طبعی پریشانی مضمحل نہیں
۲۷۹	شریعت و طریقت کے اتحاد کا مطلب	۲۷۲	سنت کی تعریف اور اسکی وضاحت
۲۷۹	وہ عورتوں کے معاملات میں دخل نہ دینا	۲۷۳	مشائخِ چشت کی سادگی اور حضرت کا طرز عمل
۲۸۰	عورت کو مرد سے مشورہ کرنا ضروری ہے	۲۷۳	سماع کے بارے میں مذاہب
۲۸۰	آج کل کی تعلیم کا اثر	۲۷۳	نور نہیں بلکہ نار ہے
۲۸۰	رزق میں تدبیر کا مل طور پر موثر نہیں	۲۷۳	تقویٰ سے علوم میں ترقی
۲۸۰	صوفی کا سب سے بڑا کمال	۲۷۴	غیر مقلدین اور بدگمانی
۲۸۰	تحریکاتِ حاضرہ میں ظلمت	۲۷۴	برکت کی حقیقت
	خلوص کے لئے اہل اللہ کی	۲۷۴	ترک اسباب میں احتیاط لازم ہے
۱۸۱	جو تیاں سیدھی کرنا ضروری ہیں	۲۷۴	گمبھگ روں پر حرم چاہیئے
۱۸۱	آجکل کے تعلیم یافتہ		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۸۸	فتویٰات سے قلب میں فہمیت پیدا ہوتی ہے	۱۸۱	سچا پکرام کی فضیلت
۲۸۸	محبت اور مشق کے ساتھ صحبت حاصل	۱۸۱	بعض جگہ تپتی کی بی ضرورت ہوتی ہے
۲۸۸	ضروری ہوتی ہے	۲۸۲	تجدید بیعت سے متعلق ایک سوال کا جواب
۲۸۹	اہل مدرسہ کو توکل کرنا چاہیے	۲۸۲	دوسروں کے کہنے پر کسی سے شکایت نہ ہونا
۲۸۹	عقل اور ذہانت میں فرق ہے	۲۸۲	آجکل کے مصنف
۲۸۹	علماء کا اصلاح باطن کی طرف متوجہ نہ ہونا	۲۸۲	مہر کم کرنے کا مطلب
۲۸۹	وہستوں کے ساتھ مہر و تحمل نہ کرنا	۲۸۳	اپنے عیب نظر نہ آنا بہت بڑا عیب ہے
۲۸۹	آیت کا ایک نکتہ	۲۸۳	اختیاری اور غیر اختیاری کا فرق
۲۹۰	کثرت مکاتبت کا فائدہ	۲۸۳	بیعت میں جلدی نہ کرنے کی نصیحت
۲۹۰	نیل اور قصائی کی تمثیل	۲۸۴	اہل تدین میں بدعت کا سبب دو چیزیں ہیں
۲۹۰	حضرت نانوتوی کا طریقہ اصلاح	۲۸۴	بازار میں تجارت کئے لئے
۲۹۱	نامعقول سوال پر حضرت حاجی صاحب کا جواب	۲۸۴	احکام فقہ سے واقف ہونا
۲۹۱	مولانا احمد حسن امروہی اور ختم قرآن کی تقریب	۲۸۴	بزرگوں کی غلطی
۲۹۱	راحت کا اہتمام ضروری ہے تعظیم ضروری نہیں	۲۸۴	آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد نہ کرے
۲۹۲	اللہ کے معنی اور دعوت کی تین قسمیں	۲۸۴	نہ دوستی نہ دشمنی
۲۹۲	راستے میں چیز کھالینا	۲۸۴	شکستہ خط سے متفر
۲۹۳	مجلس میں صحیح طریقہ سے بیٹھنا	۲۸۵	اہل علم کا شان بے تکلفی اور تواضع
۲۹۳	تجدید کے وقت کبھی آنکھ کھلنا اور کبھی نہ کھلنا	۲۸۵	غیر مسلم لیڈر اور مسلمان لیڈر
۲۹۳	بات صاف کہنا اور آج کل کے محاورے	۲۸۶	ایک صاحب کے مشورہ گفتے پر حضرت کا جواب
۲۹۳	انگریزوں کا غرض پر مبنی ظاہری اخلاق	۲۸۶	کام اصول اور مناجات سے ہونے چاہیے
۲۹۳	طریق تصوف کی تکمیل اور اس کا احیاء	۲۸۷	اہل حاجت کی فوری ضرورت فوراً پوری کرنا
۲۹۳	علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم	۲۸۷	دوسروں کے پیچھے بالکل نہ چلنا چاہیے
۲۹۳	حافظ شیرازی شاعر اور مفسر	۲۸۸	اللہ تعالیٰ کا کاموں میں سہولت پیدا فرمانا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۰۵	ایوبؑ پر عمر	۲۹۵	بزرگوار کی سادہ باتوں میں اثر ہونا
۳۰۶	شش حید کے نبیوں قضاے روزہ	۲۹۵	بزرگوں کے ساتھ متعلق رنگ لاتا ہے
۳۰۶	نابالغ کا ایصال ثواب معتبر ہے		اور بزرگوں کے موہم کلمات
۳۰۶	تقلید شخصی کی ضروری ہونے کی وجہ	۲۹۵	بزرگوں کا محل علم پر غالب تھا
۳۰۷	کافر بنانے اور کافر بنانے میں فرق ہے		حضرت حاجی صاحب کی حضرت تھانوی
۳۰۷	ایمان میں خوف عقلی کافی ہے	۲۹۷	سے محبت
۳۰۷	قبر پر پھول چڑھانا	۲۹۸	تعزیر مالی کی صورت
۳۰۸	داڑھی سے متعلق دندان شکن جواب	۲۹۸	اہل سلسلہ کا ایک مرض
۳۰۸	جبرک چیز کے نقش کا جواز و شبہ کا عدم جواز	۲۹۸	بچوں پر حکومت چلانے والے میاں جی
۳۰۸	ربا قرائن سے معلوم ہو سکتی ہے	۲۹۸	الفت کا تقاضا بے تکلفی ہے
	معراج جسمانی پر ایک صاحب	۲۹۹	اسلام کسی کا محتاج نہیں
۳۰۹	کئے شبہات کے جواب	۲۹۹	نماز اشراق کے لئے ایک جگہ بیٹھ کر سجدے کی حکمت
۳۰۹	واقعہ قرطاس اور حضرت عمرؓ	۲۹۹	آج کل کے نیچری اور نیچری عقل
۳۱۰	حضرت غوث پاک کا جنتی ہونا	۳۰۲	دنیا کی چیزیں شیخ علی کا خیال ہیں
۳۱۱	حیات نبوی ﷺ پر ایک نکتہ	۳۰۳	رسول کے قوم کے ہم زبان ہونے سے
۳۱۱	بندہ کا ارادہ کچھ نہیں	۳۰۳	عموم رسالت میں کمی نہیں آتی
۳۱۱	اولاد کی موت پر رونا	۳۰۳	روح جلدک خلا فہدیٰ کا ترجمہ
۳۱۲	رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کا مطلب	۳۰۴	بروں کی صحبت سے اجتناب دیتو
۳۱۲	کھانے کے بعض مسنون آداب کی تحقیق	۳۰۴	ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟
۳۱۳	سلطنت شخصی یا جمہوری؟		والا علی الساجر پر شبہ
۳۱۳	اسلام تلوار سے نہیں بچھلا	۳۰۴	سورۃ یسین پڑھنے سے دس قرآن
۳۱۴	کنہار کے لئے دائمی نماز کی وجہ	۳۰۵	پڑھنے کا ثواب
		۳۰۵	حدیث سید اشباب اہل البیت پر ایک شبہ کا حل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

آزادی کی وبا اور اصلاح کا طریقہ

(ملفوظ ۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل آزادی ہو گئی ہے یہ مرض نیجریوں میں ہے جو منہ میں آیا بک دیا جو جی میں آیا کر لیا حالانکہ دین بدون وحی کی اتباع کے سلامت نہیں رہ سکتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب کے بھی آزاد خیالات ہیں حضرت کے یہاں آ کر امید ہے کہ ان کے خیالات درست ہو جائیں اگر اجازت ہو تو ان کو مشورہ دیا جائے فرمایا کہ ایسا مشورہ دینا مفید نہیں اگر دوسرے کے مشورے سے آئیں گے تو شاید نکال دیئے جائیں اصلاح ہوتی ہے جبکہ خود طلب ہو بدون اپنی طلب کے اصلاح نہیں ہوا کرتی یہ مسئلہ مجربہ مسئلہ ہے آپ ہرگز مشورہ نہ دیں اگر وہ خود آنا چاہیں آئیں میں چند شرائط کے ساتھ اجازت دید ونگا اس وقت امید ہے کہ شاید اصلاح ہو جائے ان کے دماغوں میں جو فرعونیت بھری ہوئی ہے۔ اس کا علاج ضابطہ ہی کے برتاتے سے ہوتا ہے میں ایک مرتبہ ضلع مراد آباد کے ایک قصبہ میں مدعو کیا گیا وہاں پر ایک وعظ بھی ہوا قبل وعظ ایک جنٹلمین صاحب علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ تشریف لائے اور آ کر فرمایا کہ میں آپ سے کچھ عرض کر سکتا ہوں میں نے کہا کہ ضرور کر سکتے ہیں کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو علی گڑھ والوں سے نفرت ہے میں نے سوچا کہ اگر کہتا ہوں کہ ہاں تب تو تعصب کا شبہ ہوگا اور اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک طرح کی چالوسی ہے جو واقع کے بھی خلاف ہے حق تعالیٰ نے دل میں ایک بات ڈالی میں نے کہا ان کی ذات سے تو نفرت نہیں افعال سے نفرت ہے کہا کہ وہ کیا افعال ہیں میں نے کہا کہ ہر فاعل کے افعال جدا ہیں کہنے لگے مثلاً میرے کیا

افعال ہیں میں نے کہا کہ بعض تو ہیں (ان کی داڑھی منڈی ہوئی تھی جن کے اظہار کی ضرورت نہیں کہنے لگے کہ وہ میں کو نے افعال ہیں میں نے کہا کہ مجمع میں ظاہر کرنا مناسب نہیں اور تنہائی میں بھی بدون باہمی مناسبت کے ظاہر کرنا نافع نہیں اور مناسبت کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز میرے پاس رہنے تاکہ آپ کو مجھ پر اعتماد ہو جاوے کہ یہ خیر خواہی اور ہمدردی سے کہہ رہا ہے اور مجھ کو یہ اطمینان ہو جاوے کہ آپ خلوص سے پوچھ رہے ہیں سمجھ گئے پھر سوال نہیں کیا۔ غرض ان متکبروں کی رعایت کی ضرورت نہیں تجربہ کی بات ہے کہ رعایتی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہر بات اصول کے ماتحت ہونا چاہیے ان ہی اصول میں سے ایک یہ ہے کہ اول یہ دیکھا جائے کہ مخالف کو اپنی رائے فاسد پر جزم ہے یا تردد ہے اگر جزم ہے تو ہم گفتگو نہ کریں گے کہ محض فضول ہے اور اگر تردد ہے تو بیشک گفتگو کریں گے لیکن اس صورت میں بھی گفتگو سے پہلے قدر موانست کی ضرورت ہے تاکہ باہمی اعتماد ہو ورنہ سب کیا کرایا بیکار جاوے گا اس کی مثال طیب کی سی ہے کہ ایک نسخہ لکھا اگر مریض کو اعتماد نہیں تو کہہ دے گا کہ ٹھیک نہیں پھر دوسرا لکھا اس کو بھی کہہ دیا کہ ٹھیک نہیں تو طیب ان کا غلام ہے کہ بیٹھا ہوا نسخے کو استعمال کر کے دیکھے پھر آگے چلے (اس طرح نفع ہوتا ہے اور اگر یہ نہیں تو کیوں وقت بھی بیکار کھویا موانست ہی امتحان کی ضرورت کو فرماتے ہیں۔

سالبا تو سنگ بودی دل خراش آزموں را یک زمانے خاک باش
یہ تو طالب میں شرطیں ہیں نیز مصلح میں بھی بڑی شرط ہے کہ حکیم ہو طالب کی حالت کے موافق علاج کرے ایک رئیس کا واقعہ ہے کہ ان کو داڑھی چڑھانے کا مرض تھا تو شخص اس خیال سے کہ پانچ وقت وضو میں داڑھی کھولنی چڑھانی پڑے گی نماز نہ پڑھتے تھے ایک حکیم بزرگ نے ان سے کہا کہ تم نماز پڑھا کر خواہ بلا وضو ہی پڑھ لیا کرو یہ نماز نہ بھی تشبہ بالمصلی تھا دو چار وقت تو انہوں نے ایسے ہی پڑھی پھر خیال ہوا کہ کیا وہامیات ہے کہ نماز پڑھی بھی اور بلا وضو بس وضو بھی کرنے لگے۔ یہ ہیں حکیمانہ تدابیر۔

انسان ہونے کے معنی:

(مفہوم ۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا اگر انسان انسان ہو جائے تو پھر یہ سب کچھ ہے اور انسان کے معنی یہ ہیں کہ صحیح تعلق پیدا ہو جائے حق تعالیٰ کے ساتھ یہ ہی جڑ ہے سب کی۔

بندہ کی طلب اور اس کی مثال:

(مفہوم ۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا عادیۃ اللہ یہی ہے کہ بدون طلب کے کچھ

نہ ہوتا اس طرف سے طلب ہو پھر اس طرف سے سب ہی کچھ ہوتا ہے اس پر میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ بچے کو باپ بچاس قدم کے فاصلے پر کھڑا کر کے اس کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اس بچے نے اچھی کھڑا ہونا سیکھا ہے چل نہیں سکتا مگر باپ کے ہاتھ پھیلانے پر وہ اس طرف آنے کے لئے حرکت کرتا ہے مگر گر جاتا ہے اب باپ دوڑ کر آغوش میں لے ایگا جو مسافت یہ بچہ سال بھر میں بھی قطع نہ کر سکتا وہ باپ کی حرکت سے ایک منٹ میں طے ہو گئی خلاصہ یہ ہے کہ طلب شرط ہے پھر کام تو سب اسی طرف کے چاہنے سے ہوگا اور اگر طلب نہیں تو عدم طلب پر تو یہ فرماتے ہیں کہ اَنْلِزْ مَكْمُوْهُا وَاَنْتُمْ لَهَا كِرْهُوْنَ .

اعتماد بڑی چیز ہے

(ملفوظ ۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سب کام اعتماد پر ہوتے ہیں اگر اعتماد نہ ہو تو کوئی کام بھی نہ ہو مثلاً اگر مریض کو طبیب پر اعتماد نہ ہو کبھی کام نہیں چل سکتا اعتماد بڑی چیز ہے عدم اعتماد سے ہمیشہ پریشانی ہی رہے گی مثلاً طبیب مریض سے کہے کہ تم نعت یا ب ہو گئے یہ کہے کہ نہیں یا طبیب کہے کہ مرض باقی ہے مریض کہے کہ نہیں ایسی حالت میں سوائے پریشانی کے اور کیا ہوگا۔

راہ سلوک میں تدقیق کی ممانعت

(ملفوظ ۵) ملقب بہ منشی الطریق مع نفی اللہ قیق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کام میں لگنا چاہیئے اس کی ضرورت نہیں کہ نفع کا ہونا بھی اس کو معلوم ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ بچہ کم سن ہے اور باپ اس کی طرف سے بنک میں روپیہ جمع کر دے تو وہ بچہ مالک ہو جاوے گا۔ مگر مالک ہونے کے لئے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں جب آمدنی تقسیم ہونے لگے گی اس وقت معلوم ہو جاوے گا اس طرح عمل کا نفع یہاں اگر سمجھ میں نہیں آیا وہاں آخرت میں سمجھ لو گے یہاں تو کام میں لگے رہو نفع برابر واقع ہو رہا ہے وہاں دیکھو گے اور تم یہاں ہی نفع کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو کیا دنیا کے نفع کے واسطے کام کر رہے ہو جو دنیا میں نفع کے طالب ہو جہاں کے لئے کام کر رہے ہو وہاں اس کا نفع دیکھنا انشاء اللہ تعالیٰ فرزند بھرپور ملے گا یہاں کے نفع کے متلاشی تو کفار ہوتے ہیں جن کو آخرت میں کوئی امید نہیں ان کی مطلوبہ اور محبوب محض دنیا ہی ہے ان کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا اسی لئے کفار کی کوشش دنیا کے لئے ہے اور آخرت کے لئے محض معطل اور مومن اس کے برعکس مولانا اسی کو فرماتے ہیں ۔

انبیاء درکار دنیا جبری اند کافران درکار عقبی جبری اند

انبیاء را کار عقبی اختیار کافران را کار دنیا اختیار

(حضرت انبیاء علیہم السلام دنیا کے کاموں میں جبری ہوتے ہیں اور کافر لوگ آخرت سے کاموں میں جبری ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آخرت کے کاموں میں اپنے کو مختار سمجھ کر ان کاموں کی کوشش فرماتے ہیں اور کافر لوگ دنیا کے کاموں کو اپنے اختیار میں سمجھ کر اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔) ان کی مرغوب آخرت ہے ان کی مرغوب دنیا ہے اپنی اپنی مرغوب پر زور لگا رہے ہیں بس اپنے مقصود کے لئے کام کرتے رہو شمرہ کو نہ دیکھو ورنہ اگر ساتھ کی ساتھ اسکو بھی دیکھو گے کہ کچھ شمرہ مرتب ہوا یا نہیں تو بس کام ہو چکا پھر تو وہ مثال ہوگی جیسے چکی پیسنے والی ہر چکر گھمانے کے بعد یہ دیکھا کرنے کہ کس قدر آٹا نکلا تو بس ہو چکا کام اور بس چکا آٹا کام کرنے والوں کی تو شان ہی اور ہوتی ہے ان کو تو والہانہ کام ہی کرنا چاہیے اسی کو فرماتے ہیں۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار سے باید دود

(اگرچہ ظاہر میں کوئی راستہ معلوم نہیں ہوتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھانگنا چاہئے)

یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں دیکھا کہ دروازہ بھی کھلا ہے یا نہیں ٹھکڑہ ڈر پڑنے اپنا کام کیا بس اس ارادہ اور نیت کی برکت سے دروازہ خود بخود کھل گئے اور آپ صاف باہر نکل آئے اسی طرح تم چلو تو جو کچھ برے بھلے ہو آگے تو بڑھو خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائے گا اور وہاں خریدار نام کا بھی محروم نہیں رہتا ایک بڑھیا سوت کی انٹی لے کر یوسف علیہ السلام کو خریدنے چلی کسی نے پوچھا کہاں جا رہی ہو کہا کہ یوسف علیہ السلام کو خریدنے اس نے کہا کہ ان کی قیمت کے لئے تو شاید عزیز مضر کا خزانہ بھی کافی نہ ہو تم کیا ایک سوت کی انٹی لے کر چلی ہو بڑھیا کہتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں تو نام لکھا ہی جائے گا آپ ہی بتائیے کہ کونسا زرخشن اس کے پاس تھا مگر نیت اور ارادہ تو تھا تو تم بھی نیت اور ارادہ کیساتھ کام لگو سوال جواب میں مست پرزور یا وہ مدقیق و تعمق کی ضرورت نہیں اتباع کی ضرورت ہے افسوس ہے کہ وہ وقت کھانا کھانے میں باورچی پر تو اعتماد کریں کہ اس نے کھانے میں زہر نہیں ملا یا اور اپنے خیر خواہوں پر اعتماد نہ ہو ان سے قیل وقال کی جانے اس مدقیق میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو دیکھا جاوے کہ ہمارا عمل کامل ہے یا ناقص اگر ناقص ہوا تو بدل ہو کر بہت ہار دی صاحبو معلوم بھی ہے کہ عمل میں جس کمال کے تم منتظر ہو کہ کوئی نقص نہ ہو وہ کمال تو صیرف ذات پاک ہی کے ساتھ خاص ہے ورنہ اس ذات کے سامنے تو انبیاء بھی کامل نہیں اور تمہی کا تو کیا منہ ہے کہ کامل ہونے کا دعویٰ کرے یا منتظر ہو اس کے سامنے تو جو کامل بھی ہو گا وہ ناقص ہی ہو گا یہ ہی بڑی رحمت ہے کہ ہم ناقص ہی ہیں محروم تو نہیں اور اگر کمال

کے درپے ہو گئے اور وہ ممکن نہیں تو کیا نتیجہ ہو گا اس آدمی روٹی سے بھی محروم ہو جائے گا جس سے یہ ہو گا کمال کی بوس کا نتیجہ کہ پہنچنے والے پہنچ گئے یہ ابھی اس میں ہیں کہ سڑک کیسی ہے اس میں گڑھے ہیں یا صاف ہے سڑک پر درخت آم کے ہیں یا سیب کے ارے تھے کیا کہیں کے ہوں تو اپنے کام میں لگ تو اپنی راہ طے کرتا کہ منزل مقصود پر پہنچے ہم تو ہر حال میں ناقص ہی رہیں گے ہمارا علم بھی ناقص عمل بھی ناقص نظر بھی ناقص ان تحقیقات میں کیا رکھا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

کارکن کار بگذراز گفتار اندریں راہ کار باید کار

(کام کرو قیل و قال کو چھوڑ دو۔ کس راستہ میں عمل ہی مقصود ہے)

کیا نہ کروں مگر شے کی تقلید شرط ہے اس طریق میں بدون تقلید کے کام چل نہیں سکتا قیل و قال و فکر تحقیق سے کچھ کام نہیں چلتا تقلید محض کی ضرورت ہے، اسی کی برکت سے کسی وقت تحقیق بھی نصیب ہو جاتی ہے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کئے جاؤ سب سمجھ میں آ جائے گا سب تسلی ہو جائے گی کیسی عجیب اور جامع تعلیم ہے حضرت حاجی صاحب کے یہاں بڑی لمبی چوڑی تعلیم نہ ہوتی تھی مگر تعلیم ہوئی تھی۔

وہن اور وہیان:

(ملفوظ ۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیہاتی لوگوں کو دیکھ لیجئے کہ ان لوگوں کی گفتگو ناقص ہوتی ہے مگر سادگی کی وجہ سے ناگوار نہیں ہوتی اسی طرح ہمارے اعمال ہماری یاد سب ناقص ہے لیکن اس میں اگر خلوص ہو حق تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اسی کو قبول فرما لیتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

ایں قبول ذکر تو از رحمت است چوں نماز مستحاضہ رخصت است

(تمہارے ذکر کا قبول ہو جانا صرف رحمت کی وجہ سے ہے۔ جیسے استحاضہ والی عورت

کی نماز۔ کہ ناقص ہے مگر نماز ہو جاتی ہے)

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیر و فضل شاہ،

ہر کجا پستی است آب آنجا رود ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا رودے دوا آنجا رود ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

(اپنی عقل اور سمجھ کو تیز کرنا سلوک نہیں ہے حق تعالیٰ کا فضل تو اناسی کی دشگیری فرماتا ہے

جو شکستگی پیدا کرے۔ جہاں پستی ہوتی ہے پانی دینا جاتا ہے۔ جہاں اشکال ہوتا ہے جواب دینا

جاتا ہے۔ جہاں درد ہوتا ہے۔ دوا وہیں جاتی ہے۔ جہاں مرض ہوتا ہے شفا وہیں جاتی ہے (اہل تحقیق یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر عمل کا بھی زیادہ حصہ نہ ہو مگر اس طرف کی دھن ہی لگائے رکھو نہ معلوم کس وقت فضل ہو جائے۔

ایک چشم زون غافل ازاں شاہ نہ باش
 شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باش
 (ایک لمبے کے لئے اس شاہ سے غافل مت ہو ممکن ہے کہ وہ توجہ فرمادیں اور غفلت کی وجہ سے تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اور اگر اس میں بھی کوتاہی ہو جائے تب بھی اس فکر میں نہ پڑے کہ کوتاہی کیوں ہوئی اس کے تذکر کے لئے اللھم اغفر لی پڑھ کر کام میں لگ جائے اگر اسی کے افسوس میں رہا تو وقت ہی بیکار کھویا کیونکہ ماضی کی فکر بھی تو اپنی ہی یاد ہے ان کی یاد نہ ہوئی اسی کو فرماتے ہیں۔

ماضی و مستقبل پر دہ خداست

(گزشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے)

یہ فکر تو اپنا ہی مطالعہ ہوا اپنے ہی طواف میں لگ گئے کماتال العارف الروی۔

چوں بطوف خود بدی خود مرتدی چوں نجانہ آمدی ہم باخودی،

(جب تک اپنے طواف اور اپنی فکر میں لگے رہو گے۔ اس راہ کے مرتد رہو گے اور

جب مقصود کو پہنچ جاؤ گے تو خود ہی باخود ہو جاؤ گے۔)

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

طالب کے لئے طریق نفع

(ملفوظ ۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طالب کے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس کو کسی پر اعتماد ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ جو تدبیر بتائے اس پر عمل کرے خاموش رہے دن میں جو سنا کرے رات کو دل میں جمانے کے لئے اس کو سوچا کرے یہ طرز تو نافع ہے اور یہ طرز مریبانہ ہے اور ایک طرز ہے مناظرانہ تو مناظرانہ میں تو مولوی صاحب جنہوں نے سائل کو یہاں بھیجا تھا مجھ سے زیادہ ماہر ہیں وہاں جاؤ اور اگر مریبانہ طرز سے استفادہ مقصود ہے تو جو ہم کہیں وہ کرو باقی چن چن بق بق سے کچھ حاصل نہیں۔

ہمیں اسلام کی ضرورت ہے اسلام کو ہماری نہیں:

(ملفوظ ۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی مسلمان ہو تو اسلام کو کیا فخر ہاں خود اس کو فخر ہو کہ ہمیں اسلام میں قبول کر لیا گیا تو مضائقہ نہیں جلد۱ بن اہم غسانی حضرت عمرؓ خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا جسکے پاس تعم کا اتنا سامان تھا کہ ہر قیل کے پاس بھی نہ تھا۔ ایک بار طواف کر رہا تھا لنگی کا پلہ لٹک رہا تھا وہ کسی غریب آدمی کے پیر کے نیچے دب گیا جلد۱ جو آگے بڑھا لنگی کھل گئی اس کو غصہ آیا اور اس کے ایک طمانچہ مارا اس نے حضرت عمرؓ کے اجلاس میں فریاد کی آپ نے بدلہ کا حکم دیا اس نے مہلت مانگی اور شب کو مرثد ہو کر چلا گیا مگر حضرت عمر فاروقؓ کو افسوس نہیں ہوا کیونکہ وہ حق پر تھے بلکہ ایک مدت کے بعد اس کو افسوس ہوا اور ظاہر بھی کیا کہ کاش میں حضرت عمرؓ کے فرمانے پر قصاص پر راضی ہو جاتا تو کیا اچھا ہوتا ایک قاصد اسامی سے یہ بھی کہا کہ میں پھر مسلمان ہو کر آ سکتا ہوں بشرطیکہ ایک تو اپنے بعد مجھ کو خلافت دیدیں اور اپنی بیٹی سے شادی کر دیں قاصد اسلامی نے کہا کہ خلافت مل جانے کا تو میں وعدہ کرتا ہوں مگر بیٹی دینے کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ پیام پہنچا دوں گا جب آپ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا بھی کیوں نہ وعدہ کر لیا مگر جس وقت جواب دینے کے لئے وہاں آدمی پہنچا سامنے سے اس کا جنازہ آ رہا تھا اسلام کے فخر نہ کرنے پر ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس کے ہزاروں عاشق ہوں اور ایک سے ایک حسین ہوا اگر ان عاشقوں میں سے ایک بد شکل بوڑھا نکل جاوے تو کیا محبوب کو افسوس ہو گا مگر آجکل کم سمجھ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر باوجود جاہت شخص کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کو لئے لئے پھرتے ہیں ارے کیوں اس کا دماغ خراب کیا اس کے مسلمان ہونے پر فخر کرنے سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے انتظار میں منہ کھولے بیٹھے تھے ورنہ اس میں فخر کی کیا بات ہے اور ابھی تو جب تک ایک معتد بہ زمانہ نہ گزر جائے بڑ جانے کا بھی اندیشہ ہے کیوں اس قدر اچھلتے پھرتے ہو حق تعالیٰ ایسے ہی تاز کے باب میں فرماتے ہیں لا تفسر ح ان الله لا یحب الفر حین کیونکہ اب تو اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلمان ہوئے اور پھر مرثد ہو گئے تو ایسی حالت میں تم کس خطبہ میں پڑے اسلام تو زبان حال کہتا ہے۔

ہر کہ خواہد گو یآو ہر کہ خواہد گو برو دارو گیر و حاجب و در ہاں دریں در گاہ نیست

(اس مال و شمشت پر) اتر امت و فی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس کا

دل چاہے آوے اور جس کا دل چاہے چلا جاوے اس دربار میں کوئی پکڑ دھکڑ نہیں ہے) اور ایسے

ہی موقع کے لئے فرماتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت بدشتت
(بادشاہ کی خدمت کر کے احسان نہ جتلاؤ کہ ہم نے خدمت کی اور اس کے
احسان مند ہو کہ اس نے تم سے خدمت لے لی۔ ۱۶)

ایک پادری کا واقعہ ہے کہ وہ میرے پاس کانپور میں مسلمان ہونے آیا اور یہ کہا کہ کچھ
روپیہ جمع کر دیا جائے تاکہ میں اس سے کوئی تجارت کر سکوں اور کسی سے احتیاج ظاہر نہ کرنا پڑے میں
نے کہا سنئے اگر اسلام کو حق سمجھ کر قبول کرتے ہو تو الٹا تم سے فیس لینے کا حق ہے اور اگر یہ نہیں تو ہم نے
روپیہ دے کر کیوں خراب کیا پچھرا تھا مخلص گو مفلس تھا کہنے لگا کہ وہ ایک مستقل درخواست تھی شرط نہ
تھی اور اسلام قبول کر لیا اور پھر روپیہ کا نام بھی نہ لیا ایسی درخواست کے جواب کا یہی طرز ہونا چاہیئے۔

دامن اسلام کی وسعت

(ملفوظ ۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص قادیانی ہونا چاہتا تھا یہ پہلے مسلمان تھا پھر آریہ
ہوا پھر عیسائی پھر مسلمان ہوا اب قادیانی بننا چاہتا تھا مگر ان لوگوں نے اس کو لینے سے انکار کر دیا
اس خیال سے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر یہ پھر پھر گیا تو لوگوں کو قادیانی مشن میں شبہات پیدا ہو
جاویں گے دیکھئے اس سے حق و باطل کے تفاوت کا پتہ چلتا ہے اسلام میں اگر ہزار بار آجائے لے
لیں گے اس کو ایسی بیہودہ بدنامی کی پرواہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

باز آ باز آ ہر انچہ، ہستی باز آ گر کافرو مہربت پرستی باز آ

ایں درگہ مادر گہ نومیدی نیست صدار اگر توبہ شکستی باز آ،

(تو اگر کافر طغہ۔ بت پرست بھی ہے تب بھی توبہ کر لے تو ہماری درگاہ سے ناامید نہیں

ہونا چاہیئے اگر سو مرتبہ بھی توبہ توڑ چکا ہے تو پھر دل سے توبہ کر لے ہم قبول کر لیں گے ۱۷)

محبت حق کی لذت اور اس کے حصول کا طریقہ

(ملفوظ ۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں بستی کا ایک شخص حج کو گیا واپسی پر وطن کے لوگوں نے
وہاں کے حالات دریافت کرنا چاہے اس پر کہا کہ خلاصہ بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا کسی
مسلمان کو وہاں نہ لے جائے کجنت بد نصیب نے یہ خلاصہ بیان کیا اسی سلسلہ میں حج کے متعلق
ایک حکایت بیان کی کہ ایک غریب اور ایک امیر میں حج کے متعلق گفتگو ہوئی امیر صاحب چونکہ

بڑی خوش بختی سے گئے تھے۔ اور غریب پیتاروں کو ٹوٹی پھوٹی حالت میں دیکھا تھا اس کے متعلق امیر صاحب کہنے لگے کہ تم لوگ بے بلائے جاتے ہو کیونکہ تم پر حج فرض نہیں اس لئے تمھاری بے قدری ہوتی ہے اور ہم بلائے ہوئے جاتے ہیں اس لئے ہماری قدر ہوتی ہے اس غریب نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ وجہ یہ ہے کہ تم تو مہمان ہو اس لئے تمھارے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے اور ہم گھر کے آدمی ہیں گھر والوں کے ساتھ اسی طرح بے تکلفی کا معاملہ کیا جاتا ہے بات تو بڑے کام کی کہی ایسا کلام اہل محبت ہی کا ہو سکتا ہے وہ ہر حالت میں خوش رہتے ہیں بخلاف غیر اہل محبت کے وہ ذرا ذرہ مصائب اور تکالیف پر چیخ پکار مچا دیتے ہیں حضرت لقمان کی حکایت ہے ان کی نبوت میں علماء کا اختلاف ہے مگر ولایت متفق علیہ ہے یہ ایک کسی رئیس کے باغ میں ملازم ہو گئے ایک روز وہ رئیس اپنے باغ کی سیر کو گیا دیکھا کہ باغ میں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے پھل لگے ہوئے ہیں حضرت لقمان سے کہا کہ ایک لکڑی توڑ لاؤ یہ تو زائے رئیس نے تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا جب آقا نے منہ میں رکھا تمام منہ کڑوا ہو گیا آقا نے کہا کہ بندہ خدا اس قدر تلخ چیز کو جو شل زہر کے معلوم ہوئی تو کھا گیا اور تیوری سے بھی محسوس نہ ہو۔ کا کہ یہ تلخ ہے حضرت لقمان نے جواب دیا کہ جس آقا کے ہاتھ سے ہزار ہا قسم کی نعمتیں قسم قسم کے ذائقوں کی کھائیں ہوں اگر آج اس کے ہاتھ سے ایک تلخ چیز کھالی تو کیا اس پر منہ بناتا اس کو منہ پر لاتا اسی طرح خدا کے ساتھ جو مسلمان کا تعلق ہے اس کی یہی شان ہو نا چاہیے اور صاحب اللہ کی تو بڑی شان ہے ایک آوارہ عورت سے کسی کو تعیش ہو جائے اس میں گوارہ نا گوار سب کچھ۔ جتنا ہے اور زبان پر حرف شکایت نہیں لاتا۔ جان مال جاہ سب ہی کچھ فدا کر دیتا ہے۔ یہ سب محبت کے کرشمے ہیں اسی ہی لئے کہا کرتا ہوں خصوص جدید تعلیم یافتوں کو جاکو دوسری اصطلاح میں نئی روشنی والے کہا جاتا ہے کہ تمھارے تمام اعتراضات اور شبہات کا پہاڑ محض محبت حق کے نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے سامنے ہے محبت پیدا کر وہ تمام شبہات اور اعتراضات خود بخود ایک دم میں کافور ہو جائیں گے رہا محبت کے پیدا کرنے کا طریق سودہ اہل محبت کی صحبت ہے بدون اس کے کام بننا مشکل ہے اور گوان شبہات کے ازالہ کا دوسرا طریق ہے تحقیق قالی گراس میں اور محبت میں جو تفاوت ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک جنگل میں بہت ہی کچھ جھاڑ جھکاڑ کھڑے ہیں ایک شخص ان کو صاف کر کے زراعت کرنا چاہتا ہے اب اس کے صاف کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ درخت لے کر جائے اور ایک ایک درخت خار دار کوکانے اس پر جو مشکلات کا سامنا ہو گا ظاہر ہے

اور پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ممکن ہے اس صاف کرنے ہی میں اتنا وقت لگ جائے کہ زراعت کی فصل ہی ختم ہو جاوے۔ یہ حالت تو قاتل و قیل کی ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ دیا سلائی لے جا کر ہوا کے رخ کھڑے ہو کر اس کو گھس کر چھاڑ کر دکھلائے اور گھر آ کر سو رہے صبح کو دیکھے گا کہ جنگل صاف ہے بلکہ وہی جلا ہوا کھا دکھا کا کام دیگا یہ حال آتش محبت کی ہے اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ ان شبہات اور اعتراضات سے جو قلب لبریز ہے انہیں حضرت حق کی محبت کی آگ پیدا کر لو اور پیدا کرنے کا طریق بھی ابھی بتا چکا ہوں کہ اہل محبت کی صحبت ہے وہ دیا سلائی ان کے پاس ہے اس کے مل جانے کے بعد تم کو محض گھس کر لگا دینا ہو گا پھر اس کے سامنے کسی خس و خاشاک کا ٹھیرنا مشکل ہو گا پھر تو یہ حالت ہوگی جیسے مولانا ربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
(عشق وہ شعلہ ہے کہ جب یہ روشن ہوتا ہے۔ تو جز معشوق کے اور سب کو آگ لگا دیتا ہے)

تق لا در قتل غیر حق براند در گمر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت مر جا۔ عشق شرکت سوز رفت

لا کی تلوار غیر حق کو قتل کرنے کے لئے چلا اور پھر دیکھ کر لا کے بعد کیا رہا (ظاہر ہے کہ الا اللہ

رہ گیا) اور یہی مقصود تھا (عشق کو مبارک باد دیتا ہوں۔ جو شرکت غیر حق کو بالکل جلا دینے والا ہے۔ ۱۶)

قوت کی مدار حق پر ہے شخصیت پر نہیں

(ملفوظ ۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بھائی اکبر علی مرحوم ایک زمانہ میں بسلسلہ ملازمت بریلی میں تھے وہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر مسلمان تھے ان ڈپٹی صاحب نے چند آریو کی جو ایک مناظرہ کے جلسہ میں آئے تھے اظہار بے تعصبی کی غرض سے دعوت کی شہر میں شور مچ گیا کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے ایک شخص بھائی کے پاس آئے اور کہا کہ آج ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا بھائی نے دریافت کیا کہا کہ فلاں ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے بھائی نے جواب دیا کہ یہ تو کوئی حادثہ نہیں اگر یہ صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اندر خمیٹ مادہ پہلے سے موجود تھا سو ایسے خمیٹ کا اسلام سے نکل جانا ہی اچھا ہے آپ کو کیا فکر ہوئی اور آپ کو دوسروں کی تو فکر ہے اپنے اسلام کی تو خبر لیجئے ان کی داڑھی بھی کٹی تھی اور بھائی نے یہ بھی کہا کہ تم اپنے کو بڑا مسلمان سمجھتے ہو یا دیکھو اگر بریلی میں ایک بھی حقیقی مسلمان ہوتا تو آج تمام بریلی مسلمان ہوتی اس پر وہ شخص گھبرا کر کہنے لگا کہ کیا فلاں مولوی صاحب بھی مسلمان نہیں بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو ایسے مسلمان ہیں کہ اگر اس وقت سحابہ میں

سے کوئی آجاویں تو سب سے پہلے ان پر جہاد کریں خیر یہ تو اس شخص کو جواب دینا یا مگر فرصت کے وقت بھائی ان ڈپٹی صاحب سے ملے اور واقعہ کی حقیقت دریافت کی انہوں نے کہا کہ کیا وہ ایات ہے محض لغو بات ہے کہ میں آریہ ہو گیا ویسے ہی اخلافاً اس دعوت کے قصہ کا تو البتہ مجھ سے صدور ہو گیا پھر ان ڈپٹی صاحب نے بھائی سے مشورہ کیا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے یہ بات تو بڑی بدنامی کا سبب بن گئی۔ یہ خبر اور مقامات میں بھی شہرت پائے گی (مزا حاضرت والا نے فرمایا کہ بریلی سے یہ ریل دور دور جائے گی) بھائی نے کہا العلاج باضداد مولویوں کی دعوت کرو اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے اور مولویوں کی دعوت کی اور مجمع میں کھڑے ہو کر تو یہ کی تب شہر میں اس کا چرچا بند ہوا اور مسلمانوں کو طمینان ہوا اس واقعہ سے لوگوں کا یہ مذاق بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی قوت کا مدار لوگوں کی شخصیتوں پر سمجھتے ہیں اسی لئے ڈپٹی صاحب کے انقلاب کی کس قدر فکر ہوئی حالانکہ اسلام کی قوت کا مدار حق پر ہے نہ کہ کسی مخلوق پر اسلام کی قوت خارج سے نہیں داخل سے ہے اور عوام کا تو یہ مذاق ہے ہی غضب تو یہ ہے کہ خواص بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ اپنے ایک معمول کے متعلق ایک مولوی صاحب کا مشورہ عرض کرتا ہوں وہ معمول ہے کہ میں عورت کو اور مرایض کو تو سفر میں بھی مرید کر لیتا ہوں محض اس خیال سے کہ عورت اہل الرائے نہیں اور مرایض قابل رحم سے مگر تندرست کو اور مرد کو انکار کر دیتا ہوں سفر ختم ہونے پر یا تو وطن میں آ دیا خط و کتابت کرو اسکے متعلق ایک مولوی صاحب نے مجھ کو مشورہ دیا کہ کسی سے انکار نہ کیا کرو سب کو مرید کر لیا کرو اس سے جماعت بڑھے گی میں نے کہا کہ مولانا کیا حق ان چیزوں کی قوت کا محتاج ہے کچھ معلوم بھی ہے کہ حق میں وہ قوت ہے کہ اگر ایک شخص حق پر ہو اور سارا عالم اس کا مخالف ہو تو وہ ضعیف نہیں اور اگر یہ شخص حق پر نہیں سارا عالم اس کا معتقد ہو وہ شخص ضعیف ہے اس میں کچھ بھی قوت نہیں۔

ایک صاحب کی بے قاعدگی پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۳) ایک مولوی صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں خادم تو ہوں مگر غلام نہیں طریقہ اور سلیقہ سے اگر مجھ سے خدمت لی جائے آدھی رات بھی خدمت کے لئے موجود ہوں گی مگر بے ڈھنگے پن اور بے قاعدگی سے میں خدمت کرنے سے معذور ہوں دوسرے بہت مشائخ کی دکانیں کھلی ہیں وہاں جاؤ آخر وہ کیا میں کیوں غلامی کروں خود خاد میرٹ ہی کا نام کیا تھوڑا ہے اسی کے حقوق کا ادا ہونا کوئی معمولی بات نہیں سو غلامی کی کہاں فرصت فلاں مولوی صاحب کے متعلق میں نے غم نہ کر لیا تھا۔ کہ اگر انہوں نے اپنے خیال کی اصلاح کر لی تو خیر ورنہ ان سے کوئی

تعلق نہ رکھوں گا مگر خیر انہوں نے معذرت کر لی میں نے درگزر کیا بہر حال میں تو اپنی طرف سے کسی کو الجھانا نہیں چاہتا میری جو حالت ہے وہ کھلی ہوئی ہے اور جو بات ہے وہ صاف ہے یہ بی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی سلیقہ اور طریقہ سے خدمت لیں ایچ بیج نہ کریں پھر مجھ کو خدمت سے کوئی عذر نہیں۔

بھوک ہڑتال کا شرعی حکم

(ملفوظ ۱۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ بھوک ہڑتال نئی ایجاد ہے فرمایا کہ یہ خود کشی کے مترادف ہے۔ اگر موت واقع ہو جائے گی تو وہ موت حرام ہوگی اور بزدلی پر بھی دال ہے کہ آئندہ آنے والے مصائب سے گھبرا کر ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ (مزاخرا فرمایا نہیں رہتے مادہ بن جاتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بھوکے مر گئے تو کسی کا کیا حرج ہوا اور کسی کو کیا نقصان پہنچا جو سوچتی ہے الٹی سی سوچتی ہے ایک فائر اعلیٰ لیڈر گاندھی نے اپنے اتباع کو یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ بیویوں کے پاس جانا چھوڑ دو آئندہ نسل بند ہو جاوے گی اور جو موجود ہیں یہ مر جائیں گے پھر اہل حکومت کس پر حکومت کریں گے یہ عاقل بے بد فہم بد عقل اسی پر لوگ اس کی بیدار مغزی کے قائل ہیں بات یہ ہے کہ ان معتقدین کی جماعت بھی ان امور میں اس سے کم نہیں اس مشورہ کی تو بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کی بھینس چور لے گئے جا کر دیکھا کہ رسامو جو تھا تو پکار کر کہتا ہے کہ لے جاؤ مگر باندھو گے کا ہے میں یہ ہی حالت ان عقلاء کی ہے حکومت کا مدار خاص نسل پر سمجھتے ہیں جیسے اس شخص نے بھینس باندھنے کا مدار خاص رے پر سمجھا ایسے بیدار مغزوں سے تو وہ گنوار ہی اچھے جو اپنا مطلب اور مقصد تو مفید طریقہ پر نکال لیتے ہیں ایک گنوار کا قصہ ہے کہ ایک تحصیلدار کو ایک تحصیل میں کئی برس کا عرصہ تعینات ہوئے ہو گیا تھا عام برتاؤ اہل معاملہ سے ان کا اچھا نہ تھا مگر حکام کو انہوں نے مسخر کر رکھا تھا اس لئے کسی کی شکایت کا اثر نہ ہوتا تھا اس گنوار نے اس کا تبادلہ کرنا چاہا صاحب کلکٹر کے جٹکے پر پہنچا کلکٹر نے پوچھا کیسے آئے کہا کہ ایک بات پوچھوں ہو کہ موروثی کسے کہیں ہیں صاحب نے کہا کہ اگر بارہ سال تک کسی کے قبضہ میں زمین رہے وہ موروثی ہو جاتی ہے پھر اس کو کوئی چھوڑا نہیں سکتا کہا کہ ہوں بڑے غضب ہو گئے کلکٹر نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہا کہ فلاں تحصیلدار کو تحصیل میں گیارہ سال تو ہو گئے ایک سال اور باقی ہے موروثی ہونے میں اگر یہ بھی پورا ہو گیا تو پھر نہ تیرے باپو سے جا اور نہ میرے باپو سے جا کیسی ترکیب سے کام لیا کلکٹر سمجھ گیا اور تحصیلدار کا تبادلہ کر دیا۔

وقت اور موقع ضائع کر دینا نقصان دہ ہے

(ملفوظ ۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ دوسروں پر الزام لگاتے ہیں اپنی حالت کو نہیں دیکھتے رات دن کے معاملات میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ موقع کو خود ضائع کر دیتے ہیں پھر ان کے بس کا کام نہیں رہتا یہاں ہی پر قصبہ میں بار بار میں چوک ہے حکام نے مسلمانوں سے کہا تھا اس کو بنوالبقرہ بنوایا بندوں نے بنوالبقرہ قبضہ کر لیا۔

سیاسی لوگوں کے مشورے

(ملفوظ ۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کام تو کام ہی کے طریق سے ہوتا ہے نرے مشوروں سے کام نہیں چلتا جو اہل علم سیاسیات میں کھڑے ہوئے ہیں اس میں ایک بڑا ضعف تو یہی ہے کہ عوام سے امید اطاعت نہیں دوسرے اگر یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اب انکا کہنا مانیں گے اور مخاطبین اور اطاعت کا مادہ ہے تب بھی اہل علم کا یہ راہ راست یہ کام نہیں بلکہ اس وقت بھی دنیا کے جو بڑے ہیں اہل مال اہل جاہ وہی ان کاموں کو انجام دیں البتہ اہل علم سے جائز ناجائز کو پوچھ لیا کریں فرض اہل علم کا جو اصلی کام ہے جائز ناجائز کا بتانا وہ ان سے لیا جائے یہ اصلی بات ہے اور حکام کے مقابلہ میں جہاں ناکامی ہوئی اس کا اصلی سبب بے اصولی سے کام کرنا ہے امیر شاہ خان صاحب نے ایک بات بہت اچھی بیان کی کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کا مقابلہ سلطنت ہی کر سکتی ہے امام حسینؑ کا کیا تقدس ہے کہ حضورؐ کے نور سے ان کو خاص تلبیس مگر یزید کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک جنٹلمین صاحب یہاں پر آئے تھے مجھ سے کہا کہ تم تحریکات میں شریک کیوں نہیں ہوئے میں نے کہا کہ اس میں ایک کسر ہے کہا کیا میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی امیر المؤمنین نہیں کہا کہ ہم آپ ہی کو امیر المؤمنین بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بنتا ہوں مگر چند شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مشاہیر علماء ائید میرے امیر المؤمنین ہونے پر دستخط کر دیں اور ایک یہ کہ سب مسلمان اپنی تمام املاک میرے نام ہیہ کر دیں خواہ وہ روپیہ ہو یا زریور ہو باغات ہوں یا جائیداد کیونکہ میں اگر مالک اموال کا نہ ہوا تو ہر کام کے لئے چندہ مانگنا پڑے گا سو میں بھیک مانگنے والا امیر المؤمنین نہیں ہونگا اور بھی چند شرائط بیان کئے گئے یہ شرائط اس لئے ہیں کہ بدون قوت کے محض کاغذی امیر المؤمنین ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج امیر المؤمنین ہوں کل کو امیر اکافرین بس رہ گئے اپنا سامنہ لے کر بڑے دعوے کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ کہ پانچ منٹ میں اپنا ہم خیال بنا لوں گا۔

کافروں کا ذکر و شغل تجویز کرنا غلط ہے

(ملفوظ ۱۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض بزرگ بعض مہوم مصلحتوں سے ہندو کو بھی ذکر و شغل کی تعلیم کر دیتے ہیں کہ اس سے اسلام سے قرب ہو جاوے گا مگر یہ خیال محض غلط ہے بلکہ اس میں اور بعد ہو جائے گا اس لئے کہ کیفیات کے لئے اسلام شرط نہیں وہ غیر مسلم کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں اگر ایسا ہو گیا تو اس کو یہ دھوکا ہو جاوے گا کہ وہ کیفیات کو قرب سمجھ کر قرب کے لئے اسلام کو شرط نہ سمجھے گا اچھا خاصہ الحاد راسخ ہو جائے گا جلال آباد میں ایک ہندو رئیس میرے وعظ میں شریک ہو ابعدہ وعظ تصوف کی تعلیم حاصل کرنا چاہی میں نے صاف کہہ دیا کہ اس کے لئے پہلی شرط اسلام ہے پھر وہ اس طرف رجوع نہیں ہوا مگر آج کل ایسے بھی پیر پیدا ہو گئے ہیں کہ مسلمان ہو کر بھی وہ طریق کے لئے اسلام کو شرط نہیں سمجھتے انا اللہ وانا الیہ راجعون ایسا طریق شیطانی طریق ہے جس میں اسلام شرط نہیں اس پر بڑا فخر ہے کہ فلاں ہندو ہمارا مرید ہے اگر یہی بات ہے کہ مقبولیت کے لئے اسلام شرط نہیں تو خود پیر صاحب ہی کیوں داخل اسلام ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں کیا عجب فلسفہ حقیقت میں نراسفہ ہے یقیناً بدون اسلام قبول کئے ہرگز واصل الی المقصود نہیں ہو سکتا اور اصل غلطی یہی ہے کہ مقصود ہی کے سمجھنے میں گڑبڑ ہو رہی ہے بہت لوگوں نے محض کیفیات و کشف و کرامات ہی کو مقصود بنا رکھا ہے یہی سرے سے غلط ہے طریق تو اعمال ہیں اور مقصود رضائے حق ہے اب بتائیے کہ اس کے لئے اسلام شرط ہے یا نہیں یہ بے طریق کی حقیقت جو میں نے اس وقت بیان کی اس کے علاوہ سب شیطانی راہ ہے جس میں مخلوق کو پھنسا کر گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اور یہ طریق تو دقیق چیز ہے جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں خواہ ہندو ہو یا عیسائی ان کو ظاہری علوم سے بھی اصلاً مناسبت نہیں میرا مشاہدہ ہے تجربہ مختلف لوگوں سے گفتگو ہوئی سفر میں حضر میں کافی رکی علوم سے بھی کورے میں قطعاً مناسبت نہیں یہ تو مسلمانوں ہی کا حصہ ہے بات یہ ہے کہ علم بدون نور فہم کے حاصل نہیں ہو سکتا اور نور فہم بدون اسلام اور تقویٰ کے حاصل ہونا محال ہے۔ ایک ہندو بہت بڑا سرکاری افسر ہے اس نے ایک مسلمان کے ہاتھ میرے پاس کہلا کر بھیجا کہ میں اپنے مذہب کے طریق پر بہت کچھ پوچھا پت کر چکا مگر کسی طرح اطمینان میسر نہیں ہوتا مجھ کو حق کی تلاش ہے میں نے کہلا بھیجا ہے کہ کثرت سے ابدان الصراط المستقیم پڑھا اور دعا کیا کروا اثناء اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جائے گا اور ایک یہ بات کہلا کر بھیجواں گا کہ جیسے تم نے اپنے مذہب کے طریق پر پوچھا پت کر کے دیکھا اور اطمینان میسر نہیں ہوا اسی طرح اسلامی تعلیم کے طریق پر عبادت کر کے دیکھو خواہ

امتحان ہی کے طور پر سہی اگر اطمینان نہ ہو تو پھر ہم سے کہنا مولانا رومی اسی کو فرماتے ہیں۔

سالمہا تو سنگ بودی و لخر اش آزمون را یک زمانے خاک پاش

برسوں تک تو سخت پتھر رہا ہے امتحان کے لئے چند روز کے لئے خاک بن کر دیکھ لے۔ (۱۲)

گو اس صورت میں محض صورت ہی صورت ہوگی مگر اس میں بھی برکت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ صاحب صورت تو پھر معنی سے قریب ہے خود نام میں بھی برکت ہے دیکھئے کھٹائی میں تو یہ اثر ہو کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کے نام میں اثر نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

از صفت و زمان چہ زاید خیال و اں خیالت ہست دلال وصال

(کسی چیز کے اوصاف بیان کرنے اور اس کا نام لینے سے کیا پیدا ہوتا ہے یہی کہ اس چیز کا خیال پیدا ہو جائے مگر یہ خیال ہی اکثر موجب وصال ہو جاتا ہے) (۱۳)

غرض کبھی صورت پر بھی اس قدر فضل ہو جاتا ہے کہ کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور وہ تو حقیقی کریم ہیں مجازی کریموں کو دیکھ لیجئے اگر ان کے پاس کنجز اصلی خربوزہ لیجاتا تو چار آنے ملتے لیکن اگر مٹی کا بنا کر لیجا لے تو دور رہ پیہل جاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ چاہئے صورت ہی ہو مگر نیت بجز و نیاز ہو اس پر بھی فضل ہوتا ہے۔ دعویٰ و ناز نہ ہو بلکہ بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ مشتبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو کیونکہ اس نے طریق کو معظم تو سمجھا تب ہی تو شبہ اختیار کیا اور یہ ہی راز ہے تشبہ بالکفار کے مذہب ہونے کا کہ وہ علامت ہے کفر اور کفار کی عظمت کی اس لئے حدیث جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبه بقوم فهو منهم کیونکہ بغیر اعتقاد عظمت کے تشبہ نہیں ہو سکتا اور کفار کی عظمت کا اعتقاد ہے حرام۔ اسی طرح حضرات صوفیہ کا یہ فرمانا کہ مشتبہ بالصوفی کی بھی قدر کرو اس کی بناء یہ ہی ہے کہ اس تشبہ کے قلب میں اس جماعت کی عظمت ہے اس لئے اس کی بھی قدر کرو کیا ٹھکانہ ہے ان حضرات کی عمیق نظر کا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مقبول بندوں کی وضع اختیار کرو شکل بناؤ دوسری ایک اور بات اسی وقت ذہن میں آئی کیا جناب رسول اللہ ﷺ کا جی نہیں چاہے گا کہ میری امت میرے طرز پر رہے اہل محبت کے لئے تو یہی کافی ہے خواہ کچھ بھی فائدہ نہ ہوتا لیکن اگر یہ درجہ حاصل نہ دوا اور فائدہ ہی مطلوب ہو تو یہی نیت سے اختیار کر لو تب معلوم ہو کہ کیا برکت ہوتی ہے قبل عمل محض عقل سے حقیقت کا ذہن میں آنا مشکل ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شرائع کی مصلحتیں عمل اختیار کرنے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے طبیب کامل کے نسخہ کی خاصیتیں بعد (استعمال ہی کے معلوم ہوتی ہیں۔

شریعت کو عقلی مصالح پر مقدم رکھنا

(ملفوظ ۱۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کا کوئی طرز ہو میرا تو یہ مسلک ہے کہ شریعت کو مصالح پر مقدم رکھتا ہوں میرے یہاں مصالح میں دئیے جاتے ہیں کیونکہ مصالح کو جتنا پیسا جائے سالن زیادہ لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو دیکھئے جب حضور اقدس آپ ﷺ کی وفات ہوئی طرح طرح کے فتنے کھڑے ہوئے ان میں ایک جماعت مانعین زکوٰۃ کی پیدا ہو گئی کہ باوجود دعویٰ اسلام کے زکوٰۃ سے انکار کرنے لگے ایسے وقت میں مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا اعلان فرمادیا ایسے خطرناک وقت میں کسی مصالح پر بھی عمل نہ فرمایا بلکہ حضرت عمرؓ کے عرض کرنے پر بھی کہ اس وقت ان سے جنگ مصلحت نہیں یہ ہی فرمایا کہ میں ضرور ان سے قتال کروں گا حتیٰ کہ اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو تنہا مانعین زکوٰۃ سے جہاد کروں گا جو چیز جناب رسول ﷺ کے زمانہ میں جاری تھی اس کو بند ہوتے دیکھ کر میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا کہ کیا ٹھکانا ہے اس قوت قلبی کا اس واقعہ کی یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ تمام عرب پر ہیبت چھا گئی کہ کوئی بڑی قوت ضرور ان کی پشت پر ہے باوجود اس کے کہ مدینہ لشکر اسلامی سے اس وقت خالی تھا کیونکہ کچھ لشکر مدین کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا گیا کچھ شام کو روانہ کر دیا گیا تھا یہ ہے ان حضرات کی قوت ایمانیہ اب یہ مصلحت رعب عام کی قبل وقوع کیسے معلوم ہوتی غرض دین کے مقابلہ میں مصلحتیں کوئی چیز نہیں حقیقت میں وہ دین کی مصلحت نہیں بلکہ اپنی مصلحتیں ہیں سو یہ مصلحت پرستی ہوئی خدا پرستی نہ ہوئی چھوڑو ان مصلحتوں کو ان میں کیا رکھا ہے خصوصاً اہل علم کو تو ہرگز اس طرف نظر نہ کرنا چاہیے ان کا مذہب تو یہ ہونا چاہیے۔

مصلحت دیدن آنت کہ باران ہمہ کار بگذازد و غم طرہ یارے گیرند

(میری تو یہ رائے ہے۔ کہ سب لوگ سارے (غیر ضروری) کام چھوڑ کر ایک محبوب

سے تعلق پیدا کر لیں) یعنی واعصموا بحبل اللہ جمیعاً

اور دنیوی مصالح تو کیا چیز ہیں ان کا تتبع اور اتباع تو بالکل ہوا پرستی ہے بزرگوں نے تو دینی حکم و اسرار میں خوش کرنے اور ان کو تقصیر کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں اسرار اور مصالح کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ نبی کا اتباع نہیں مصالح کا اتباع ہے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ فلاں مسئلہ اس طرح کیوں ہے میں نے جواب دیا کہ تم تو ہم سے خدائی احکام کی حکمتیں پوچھتے ہو جہاں رسائی بھی مشکل ہے ہم تم سے تمہاری ہی

ترکیب بدنی کے متعلق پوچھتے ہیں آسان ہے کہ یہ ناک سانسے ہی کیوں ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ اس سوال میں الحکمت ہے کہ خود تمہاری کیا حکمت اسی طرح ایک شخص نے لکھا کہ کافر سے سو لینا کیوں حرام ہے میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے اس پر انہوں نے غیر جوابی خط لکھا اور لکھا کہ علماء کو اس قدر شک نہ ہونا چاہئے اگر جوابی خط ہوتا تو میں جواب لکھتا کہ جاہلوں کو اس قدر تر نہ ہونا چاہئے کہ جس سے بالکل ذوب ہی جائیں متکبروں کے ساتھ یونہی پیش آنا چاہئے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خرد ماغ ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کو یہ معلوم کرا دیا جائے کہ علماء بھی اسب ناغ ہیں جزاء سینۃ سینۃ مثلھا۔

۱۳ ذی الحج ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

بدون اعمال صالحہ کے فضل کی امید رکھنا حماقت ہے

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ فضل و رحمت کے نصوص سکر معصیت پر دلیر ہو گئے ہیں بیشک نجات کا مدار تو فضل ہی پر ہے مگر یہ اعمال بھی تو فضل ہیں بدون اعمال کے تو توقع رکھنا بالکل ایسا ہے جیسے یہ سکر کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے اور ان سے حوالیہ السلام پیدا ہوئیں اور حضرت مریم علیہ السلام سے بدون شوہر عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے یہ سکر کج نہ کرنے اور اولاد کا متوقع رہے۔

وہم بری بلا ہے

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ وہم خود ایک مستقل مرض ہے مومن خان شاعر رمضان شریف میں جس مسجد میں تراویح پڑھتے تھے ایک ڈوم بھی نماز پڑھنے آتا تھا اس نے خان صاحب سے کہا کہ جس سورت کا نام نہیں لیا کرتے (مراد سورہ یسین) وہ جس روز آوے تلاوت نہ کرے میں اس روز نہ آؤں گا یہ وہم اس پر سوار تھا کہ مرنے کے وقت ہی اس کو سناتے ہیں اور اس کے بعد مر جاتا ہے خان صاحب نے ایک روز اس سے کہا ارے مجھ کو کہنا یا نہیں رہا وہ تو رات پڑھی گئی بس اس نے سب سے ملنا جلنا اور خطا قصور معاف کرنا شروع کر دیا دوسرے تیسرے روز مر گیا۔

حصول بصیرت کے لئے فضول کلام کا ترک

(ملفوظ ۲۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کو بیٹھے بیٹھے کچھ زیادہ بولنے کا شوق معلوم ہوتا ہے سوال چاہے ضروری ہو یا غیر ضروری اس کی پروا ہی نہیں مولوی صاحب اب تو ضرورت اس کی ہے کہ قیل و قال چھوڑ کر مولانا روی کے قول پر یا شاید اور کا قول ہو عمل کرو فرماتے ہیں۔

جملہ اوراق و کتب دربار کن سینہ راز نور حق گلزار نبین
(ساری کتابوں کو آگ لگا دو سینہ کو نور حق سے گلزار بنا لو) یعنی صرف علوم ظاہری بغیر

نور باطن کے کار آمد نہیں ہیں)

اہل علم کو دوسرے حلے طے کرنے پڑتے ہیں ایک تو کتابوں کا ختم کرنا پھر دوسری معنی کو ختم کرنا یعنی بھلا دینا میں آپ کو ایک نہایت مفید اور کارآمد مشورہ دیتا ہوں جو تجربہ کی بنا پر ہے وہ یہ کہ چند روز اگر آدمی خاموش رہے تو بصیرت پیدا ہو جاتی ہے بدون چند روز خاموشی اختیار کئے بصیرت نہ ہوگی اور اپنی اصلاح کے لئے کسی کو تجویز کرنے میں کسی طرف رائے قائم نہیں کر سکتا اگر کی بھی تو وہ قابل اعتماد نہ ہوگی یہ اس وقت میں نے آپ کو نہایت مفید مشورہ دیا ہے بشرطیکہ آپ اس کی قدر کریں اور اسکو آپ اپنا دستور العمل بنائیں۔

نقلی عبادات میں کمی زیادتی شیخ کے مشورہ سے ہونی چاہئے

(ملاحظہ ۲۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تلاوت قرآن اور کثرت نوافل سب سے افضل عبادت ہے اور یہ مقاصد ہیں ان میں دو چیزوں کی صلاحیت کے لئے طریق میں ذکر و شغل کی تعلیم ہوتی ہے اور وہ سب مقدمات ہیں اور ان میں شیخ کی بھی ضرورت ہے اس لئے کہ اس میں بعض اوقات کچھ خطرات بھی پیش آتے ہیں اور مقاصد میں کوئی خطرہ نہیں پھر یہ دونوں بکرا اللہ پر بھی مشتمل ہیں ان دونوں کی بھی روح اعظم ذکر ہے وہ خود ان میں مضمر ہے باقی مستقل از کار مثلاً سبحان اللہ، یا لا الہ الا اللہ ان مرتبہ تلاوت قرآن و نماز افضل ہے نماز اور قرآن کی آجکل کے اکثر مشائخ کے دل میں وقعت و عظمت نہیں تمام زور ذکر پر دیا جاتا ہے حالانکہ ان میں ایک اور لطیف فرق بھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی ذکر زیادہ کرتا ہے اسکی عجب پیدا ہو جاتا ہے اور نماز اور تلاوت قرآن سے عجب کم پیدا ہوتا ہے اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ اکثر عوام ذکر کو خواص کا فعل سمجھتے ہیں اور نماز و تلاوت قرآن کو عوام کا فعل سمجھتے ہیں تھوڑی سی دیر بیٹھ کر ذکر کر لیا الا اللہ الا اللہ یا اللہ بس خواص میں داخل ہو گئے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا ایسی حالت میں ذکر و شغل چھوڑ دینا چاہئے مگر یہ سب امور شیخ کی تجویز پر موقوف ہیں کہ کس وقت کیا مناسب ہے چنانچہ بعض اوقات وہ یہ مشورہ دے گا۔ کہ خاص ہیبت سے بیٹھ کر ذکر کیا جاوے چلتے پھرتے پڑھ لیا کر دیکھو تک اس طور سے تمکو کوئی ذکر نہ سمجھے گا یہ گردن جھکا کر بیٹھنا اور ادھر ادھر گردن بلانا اس سے لوگ ذکر سمجھتے ہیں غرض کہ ہر حالت میں شیخ کامل کی ضرورت ہے اپنے کو اس کے سپرد کر دینے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہئے۔

ہر کام طریقہ اور قاعدہ سے ہونا چاہئے

(ملفوظ ۲۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ طریقہ درخواست کا تلاء یا گیا ہے جس وقت قاعدہ اور سلیقہ سے درخواست کی جائے گی فوراً سلسلہ تعلیم جاری کر دیا جائے گا اور اگر اس طریقہ اور قاعدہ پر کوئی اعتراض ہے جیسے بعض بد فہم قانون سے گھبراتے ہیں تو نماز میں بھی قاعدہ اور طریقہ ہے مثلاً وضو ہے قبلہ رخ ہونا ہے طہارت ہے وغیرہ وغیرہ اب اگر اسپر کوئی کہے کہ بس جی اللہ قیود کا مقصود تو یہ ہے کہ نماز ہی نہ پڑھو جیسے استفادہ طریق کے قوانین کے متعلق تاواقف یہی شبہ کرتے ہیں کہ انکا حاصل تو طریق کا تنگ کرنا ہے تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔

دین کے آسان ہونے کا مطلب اور چند بزرگوں کی حکایات

(ملفوظ ۲۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دین کے آسان ہونے میں کوئی شبہ نہیں اگر کسی کو شبہ ہوتا ہے حقیقت کہ نہ سمجھنے سے ہوتا ہے ایک شخص نے مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے عرض کیا کہ حضرت مفتوہ کے مسئلہ میں تو بڑا حرج ہے فرمایا کہ بڑا حرج لئے پھرتا ہے جہاد میں بھی تو حرج ہے جان دینی پڑتی ہے اس کو بھی قرآن شریف سے نکال دو۔ مولانا پر جذب کا غلبہ رہتا تھا اسی رنگ کا جواب دیا جذب کے مناسب ایک واقعہ مولانا کا بیان فرمایا کہ وقار الامراء حیدر آبادی ملاقات کو آئے مولانا نے حکم دیا نکال دو صاحب زادہ نے غدارش کی فرمایا اچھا دو بجے رات تک اجازت ہے وہ بھی نہایت ہی باادب سلیم الطبع تھے دو بجے چلے گئے بعض لوگوں نے کہا بھی کہ صبح کو چلے جائیں مگر انہوں نے جواب دیا کہ خلاف ادب ہے یہاں پر قیام کرنا مولانا کا اس کے بعد ٹھہرنے کا حکم نہیں یہ اس زمانہ کے امراء کی حالت تھی خصوصاً حیدر آباد کے امراء نہایت ہی مخلص اور فقراء سے نہایت خوش اعتقاد تھے ہمارے ماموں صاحب کا فرمانا یاد آیا کہ حیدر آباد کے فقراء تو دوزخی ہیں اور امراء جنتی اس لئے کہ امراء کا تعلق تو فقراء سے دین کی وجہ سے ہے اور فقر کا تعلق امراء سے دنیا کی وجہ سے ہے ان کی دنیا پرستی کی بناء پر نظام دکن کا ایک مقولہ نقل کیا کہ ان سے کہا کہ مرید ہو جاؤ دریافت کیا کس سے کہا کہ آپ کے شہر میں بہت سے مشائخ ہیں کہا کہ وہ تو خود میرے مرید ہیں کہ بارادہ دنیا میرے پاس آتے ہیں میں انکا کیا مرید ہوتا کہی تو سمجھو اور کام کی بات میں جو حیدر آباد گیا وہاں پر چند روز قیام رہا اور چند وعظ بھی ہوئے میرے چلے آنے کے بعد حفظ الایمان کی عبارت لکھ کر اور اس پر ایک فتویٰ بنا کر وہاں کے مشائخ کے دستخط کرا کر نظام کے سامنے پیش کیا کہ آئندہ کے لئے اس شخص کا حدود ریاست میں

داخلہ بند کر دیا جائے اگر یہ شخص ایک دو بار آیا سب کو گمراہ کر دے گا نظام نے کہا کہ جس شخص کی یہ عبارت ہے وہ زندہ ہے اس سے اس کا مفہوم دریافت کرو اور جب وہاں سے جواب آ جاوے ہمسکو دکھلاؤ ہم اس وقت رائے قائم کریں گے اب کون لکھتا وہ تو شرارت تھی نظام بڑے دانشمند ہیں اسی سلسلہ میں یہ بیان کیا کہ میں جب حیدر آوا تھا تو بعض احباب نے چاہا کہ نظام سے ملاقات ہو مگر میں دعا کرتا تھا کہ سامنا نہ ہو نظام کو بھی کوئی دلچسپی نہ ہوتی اور مجھ کو بھی الجھن ہوتی دوسرے عوام کا نقصان ہوتا ان کو خیال ہوتا کہ یہ بھی دنیا کے لئے آیا تھا تو اب جو وعظوں سے اثر ہوتا وہ جاتا رہتا رہا کچھ وظیفہ وغیرہ اگر ہو جاتا تو غریب تو ہدایا اس لئے بند کر دیتے کہ اب پیر کو کیا پرواہ رہی اور وہ بھی کسی بات پر بد اعتماد ہو کر اگر وظیفہ بند کر دیتے ہیں بس ہم تو کسی طرف کے بھی نہ رہتے اس لئے ہمارے یہی جحان جو ہیں آٹھ آنہ چار رو آنہ والے وہی ٹھیک ہیں اور الجھن پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا مقولہ نقل کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ امراء کے پاس جب تک بیٹھا رہتا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے قید خانہ میں بند کر دیا۔

صحبت کا اثر تابع پر ہوتا ہے متبوع پر نہیں

(ملفوظ ۲۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ امراء کے پاس بیٹھ کر قلب میں دین کا اثر کمزور ہو جاتا ہے اور دنیا کا اثر قوی ہو جاتا ہے اور یہ اثر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے پاس تابع بن کر جاتے ہیں اور جو شخص کسی کے پاس قصد کر کے جائے گا اس پر اسی کا اثر ہوگا چنانچہ اگر امراء قصد کر کے اہل دین کے پاس آئیں تو ان پر دین کا اثر ہوگا اور اگر اہل دین امراء کے پاس قصد کر کے جائیں گے ان پر دنیا کا اثر ہوگا غرض تابع پر ہوا کرتا ہے متبوع پر اثر نہیں ہوا کرتا یہی قاعدہ صحبت بد نیک کا ہے اگر بد آدمی نیک آدمی کی بد صحبت اختیار کرے اور تابع بن کر اس کے پاس رہے تو اس پر اثر ہوگا اور دین پیدا ہوگا اگر نیک آدمی بد صحبت اختیار کرے اور اس کے پاس رہے تو اس پر اثر بدی کا ہوگا۔

مرید ایسے کو کرے جسے کچھ کہہ سکے

(ملفوظ ۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مرید ایسے شخص کو کرے کہ پیر کم از کم اس کو نالائق گدھا حاتم تو کہہ سکے اور ان امراء و سلاطین کو مرید کر کے ایسا نہیں کر سکتے اس لئے مرید کر کے ان کی اصلاح کرنا بھی دشوار ہے بلکہ ان امراء کا تو پیر بننا بھی خطرہ سے خالی نہیں سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے پیر کا واقعہ سنا ہے کہ یہی منجر نے سلطان کو ایک پرچہ سے جس کو اس وقت کمرہ خاص کے لیٹر بکس میں ڈالا جاتا تھا خبر دی کہ پیر صاحب اس وقت سفیر روس کے پاس بیٹھے ہیں اور یہ وہ

وقت تھا کہ پیر صاحب سلطان کے پاس موجود تھے اس لئے واقعہ کا جھوٹ ہونا ثابت ہو گیا اور بیچ گئے ورنہ بیچاروں کی خیر نہ تھی البتہ بعض امراء باطناً فقیر ہوتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے نواب ٹونک کا واقعہ ہے یہ سید صاحب سے بیعت تھے حضرت سید صاحب کی بیوی آئیں نواب صاحب نے ایک منزل پر پہنچ کر پیرانی صاحبہ کا استقبال کیا اور ایک طرف سے کہا رکوپا لگی میں سے بٹنا کر خود پا لگی کو کندھا دے کر لائے ان ہی نواب صاحب کے ایک خان صاحب پیر بھائی تھے۔ انہوں نے کسی شخص کی سردار کو کوئی سفارش کی نواب صاحب نے سفارش قبول کرنے سے کچھ عذر کیا انہوں نے نواب صاحب کے ایک دھول رسید کی بیچاروں کی دھول بھی اڑ گئی مگر کچھ نہیں بولے جب دربار حتم ہو چکا تو تنہائی میں پیر بھائی سے یہ بات کہی کہ ویسے تو اگر سر بازار میرے جوتے بھی لگا دو تو تم کو حق ہے مگر دربار میں ایسا کرنا مناسب نہیں اس لئے کہ خدمت خلق میرے سپرد ہے اور اس کے لئے ہیبت کی ضرورت ہے اور ایسی بات ہیبت میں مضرب ہوگی کیا ٹھکانا ہے اس کسر نفسی کا سوا ایسے لوگ امراء کب ہیں یہ کامل مکمل فقراء ہیں میں ایک مرتبہ بھوپال گیا ہوا تھا بیگم صاحبہ سے ملاقات کرانے کی بعض احباب نے کوشش کرنا چاہا مجھ کو پسند نہ تھا مگر انکار موہم کبر تھا بس میں نے صرف ایک شرط لگائی وہ یہ کہ بیگم صاحبہ کو خود بولنے کی اجازت نہ ہوگی اپنے بیٹے کے ذریعے سے گفتگو کریں یہ شرط ملاقات کے لئے ایسی تھی جیسے حَسَنی يَلِجُ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ان کی نظر میں تو یہ شرط اچھی خاصی بدتمیز ہی کی دلیل تھی مگر ان امراء کی نظر میں مردود ہی رہنا چاہیے اسی میں خیر ہے۔

۱۲ ذی الحج ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ہر چیز میں انتظام و سلیقہ کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام و سلیقہ کی ہر چیز میں ضرورت ہے جو شخص انتظام پر قادر نہ ہوگا وہ فتح انتظام میں بھی گڑبڑ کرے گا یہ تجربہ کی بات ہے کہ پھوہڑ عورت کی حکایت ہے ایک روز خاوند سے کہا میاں لاؤ گلے پکالوں خاوند نے جواب دیا کہ تیرے بس کا کام نہیں تو رہنے ہی دے کہا کہ کیا میں بالکل ہی پھوہڑ ہوں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتی غرض اس نے آنا اور منہائی لے کر پانی ڈالکر ملانا شروع کیا پانی زیادہ پڑ گیا پتلا ہو گیا آنا کڑا ہی میں پھیل گیا خاوند نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تیرے بس کا نہیں کہا کہ میں چلے پکالوں گی اس نے کہا تجھ سے یہ بھی نہ ہوگا کہادادہ ایسی کیا بات ہے غرض چلے بنانے بیٹھی آنا تو پرے سے ٹپکنے لگا اس کی اطلاع خاوند کو دی اس نے کہا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تیرے بس کا کام نہیں ہے کہا کہ میں لپسی بنا لوں گی اس نے

کہا یہ بھی تیرے بس کا کام نہیں غرض ہنڈیا چڑھا کر پکانا شروع کیا ہنڈیا جل گئی اس کی اطلاع خاوند کو دی اس نے کہا کہ میں پہلے ہی کہ چکا ہوں کہ تیرے بس کا کچھ بھی نہیں کہا میں پھینک آدگی اس نے کہا کہ تجھ سے یہ بھی نہ ہوگا غرض چھت پر جا کر راستہ میں پھینک دیا کوئی معزز آدمی جارہا تھا ہنڈیا اس کے سر پر پڑی اس نے گالیاں دیں اور لٹھے لے کر چڑھ گیا تب خاوند نے کہا کہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ تیرے بس کا نہیں پڑا نیک انتظام کر دیا دیکھتے ہر انتظام کی فسخ میں بھی بے انتظامی ظاہر ہوئی۔

خرچ کے انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خرچ کے انتظام کے لئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے مگر وہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں بدون اس کے انتظام ہونا دشوار ہے یہ تجربہ کی بات ہے کہ اس سے حضرت حاجی صاحب کے ایک قول کی تائید ہوتی ہے کہ افعال رذیلہ بھی اپنی ذات میں مذموم نہیں اس کو اگر صحیح محل میں صرف کیا جاوے تو محمود ہے۔

مولانا ارشاد فرماتے ہیں

شہوت دنیا مثال گلخن ست، کہ از وحام تقویٰ روشن ست

(دنیا کی شہوت مثل بھٹی کے ہے کہ اس سے تقویٰ کا حمام روشن ہے ۱۲)

مضمون خود لکھنا آسان املاء کرانا مشکل

(ملفوظ ۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری طبیعت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ مضمون خود تو لکھنا آسان ہے مگر دوسرے کو نہیں لکھا سکتا۔

عالم ہونیکے لئے مصنف ہونا ضروری نہیں

(ملفوظ ۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم ہیں مگر صاحب تصانیف نہیں۔ ہر صاحب کمال کا رنگ جدا ہے۔

بعض روایات پر جنت کے درختوں کا حال

(ملفوظ ۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں لکھا دیکھا تھا جنت کے درختوں کی جڑ اوپر ہوگی اور شاخیں نیچے مجھ کو بڑا تعجب ہوا کہ اس کی کیا صورت ہو گئی کیا یہ صورت ہوگی کہ جڑ کسی چھت میں الٹی لگی ہو مگر یہ صورت تو بہت مستبعد ہے پھر کوئی کامساعد بھی نہیں پھر یہ سمجھ میں آیا کہ کسی اونچے پست پر جڑ قائم کی جائے اور اس کے اطراف میں شاخیں نیچے کو آجائیں جیسے سنا

ہے میں نے خود نہیں دیکھا کہ بعض آم بیلدارہوتے ہیں ان کو اونچے پر لگایا جاتا ہے اور انکی شاخیں نیچے پھیل جاتی ہیں شاید ایسا ہو۔

اولیاء اللہ کے نام پر نذر نیاز کا حکم اور اس کی علمی تحقیق

(ملفوظ ۳۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ اولیاء اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کرتے ہیں یا ان کے مزار پر نذر و نیاز کی منجائی وغیرہ چڑھاتے ہیں اس میں دو قسم کے عقائد کے لوگ ہیں ایک تو یہ کہ ان کو حاجت روا سمجھ کر ایسے کرتے ہیں اس کے تو شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ایک صورت یہ ہے کہ ذبح تو کرتے ہیں اللہ ہی کے نام پر مگر اولیاء کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور انکو مقبول سمجھ کر ان سے دعا، کے طالب ہوتے ہیں اس میں کیا حکم ہے فرمایا کہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں مگر عوام کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے اس میں بھی احتیاط ضروری ہے سو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہے حکم میں اختلاف نہیں وہ کہتے ہیں کہ سب عوام کی نیت شرک نہیں ہوتی اور ہم کہتے ہیں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کی نیت شرک کی ہوتی ہے تو یہ ایک واقعہ میں اختلاف ہوا حکم میں اختلاف نہیں باقی غالب واقعہ یہی ہے کہ نیت عوام کی یہ بی ہوتی ہے کہ وہ راضی ہو کر خوش ہو کر ہماری حاجت کو پورا کر دیں گے بس یہی شرک ہے اور بعض اہل کی تفسیر ذبح سے کر کے اس مذہب کو بوجہ نیت تقرب الی غیر اللہ و علی اسم اللہ کو حلال کہتے ہیں سو یہ ان کی غلطی ہے اور اگر ان کی تفسیر کو مان لیا جاوے اور ما اہل لغیر اللہ (اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو) میں داخل نہ مانا جاوے تب بھی وہ ذبح علی الصوب (اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے) میں داخل ہونا تو قطعی ہے اس لئے کہ وہ عام ہے ہر منوی لغیر اللہ جس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کے تقرب کی نیت کی گئی ہو) کو گوشت بوجہ باسم اللہ (اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو) ہی ہوا اس لئے سب ایک ہی حکم میں داخل ہیں البتہ قرآن سے یہ عموم حیوانات کو شامل ہوگا غیر حیوان کو جیسے شیرینی وغیرہ کو شامل نہ ہوگا یعنی لفظ اس کو عام نہ ہوگا اشتراک علت سے حکم عام ہوا اور گو لفظ ما اہل ظاہر اس کو بھی عام ہے مگر عموم وہی معتبر ہے جو مراد شکم سے متجاہز نہ ہو حدیث یس من البر الصیام فی السفر (سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں) اس کی دلیل ہے چنانچہ جمہور فقہا کا مذہب ہے کہ سفر میں روزہ افطار کرنا واجب نہیں کیونکہ قرآن سے مراد شکم کی حدیث میں وہی مومن ہے جو سب وارد یعنی مشقت شدید تک مضنی ہو بہر حال اس عموم لفظی میں ایک حد ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ قرآن میں کام ہو مراد آباء کے ایک وعظ میں میں نے یہ مسئلہ عموم کے محدود ہونے کا بیان کیا

تھا جسمیں مولانا نور شاہ صاحب بھی شریک تھے انہوں نے بہت پسند کیا۔

ف۔ احقر اشرف علی کہتا ہے کہ ضابطہ ملفوظات اس مضمون کو کافی طور پر ضبط نہیں کر سکتے اس لئے میں خلاصہ لکھے دیتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ **مَا أَهْلَ بِهِ لِبَغْيِ اللَّهِ** کو بعض نے خاص کیا ہے اس جانور کے ساتھ جس کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاوے اور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاوے گواصل نیتہ تقرب الی غیر اللہ کی ہو اس کو حلال کہا ہے اور منشا اس کا یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اس میں عند الذبح (ذبح کے وقت) کی قید لگا دی ہے مگر یہ قول محض غلط ہے دوسری آیت **مَنْ ذَنَحَ عَلَى النَّصَبِ** میں ماعام ہے اور وہاں کوئی قید نہیں اور مذبح باسم اللہ کو بھی شامل ہے سو اس کی حرمت کی علت بجز نیت تقرب کے کیا ہے پس اسی طرح ما اھل بہ بغیر اللہ بھی عام ہوگا اور دونوں کے مفہوم میں اتنا فرق ہوگا کہ ما اھل بہ بغیر اللہ میں غیر اللہ کے لئے نامزد ہونا قرینہ ہوگا قصد تقرب بغیر اللہ کا اگرچہ انصاب بتول پر ذبح نہ کیا جاوے اور ما ذبح علی النصب میں ذبح علی الانصاب اس مقصد کا قرینہ ہوگا اگرچہ غیر اللہ کے نامزد نہ کیا گیا ہو پس دونوں میں عموم و خصوص من وجہ ہوگا اور یہی تغاثر معنی ہوگا ایک کے دوسرے پر معطوف ہونے کا سورہ مائدہ میں پس علت حرمت کی قصد مذکور ہوگا یہ تو قرآن مجید سے استدلال ہے ما اھل بہ بغیر اللہ میں عند الذبح کی قید نہ ہونے کی اور فقہاء نے مذبح بوجہ تقدوم الامیر (جو امیر کے آنے کے وقت اس کے تقرب کے لئے ذبح کیا ہو) کی حرمت میں اس کی تصریح کی ہے وان ذبح علی اسم اللہ تعالیٰ (اگرچہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو) اور یہ علت بیان کی ہے۔ **لانه ما اھل بہ لغیر اللہ**

بس معلوم ہوا کہ عند الذبح کی قید التفاتی جزاً علی العادة ہے یا اس قید سے یہ مقصود ہے کہ ذبح کے وقت تک وہ نیت تقرب کی رہی ہو یعنی اگر ذبح کے قبل توبہ کر لی تو پھر حرمت نہ رہے گی اور تفسیر احمدی میں جو بقرہ من ذرة الاولیاء (اولیاء اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے جو جانور ذبح کیا جاوے) کو حلال کہا ہے وہ اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے کیونکہ منہیہ میں یہ تاویل کی ہے کہ ذبح اللہ ہے اور منذر سے مقصود ان کو ایصال ثواب ہے تو یہ اختلاف واقعہ کی تحقیق میں ہوا کہ ان کے نزدیک عوام کی نیت تقرب کی نہیں نہ کہ منوی للتقرب (جس میں تقرب کی نیت کی گئی ہو) کی حرمت میں اس تاویل سے خود ظاہر ہے کہ منوی للتقرب کو وہ بھی حرام سمجھتے ہیں اور بعض نے ما اھل بہ کو ایسا عام کہا ہے کہ حیوان وغیر حیوان دونوں کو شامل ہے یعنی طعام و شیرینی بھی اس میں داخل ہے مگر تاویل و قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مقصود بیان کرنا احکام حیوان کا ہے رہا ما کے عام ہونے سے استدلال ہو

محقق یہ ہے کہ اس عموم میں ایک قید بھی ہے وہ یہ کہ مراد تکلم سے متجاوز نہ ہوا اور یہاں مجاوز ہو جاؤ گی مگر اس سے حلت لازم نہیں آتی بلکہ اشتراک علت سے حکم بھی مشترک ہوگا حیوان میں نفس قطعی سے اور غیر حیوان میں قیاس ظنی سے واللہ اعلم۔
متصنع مصیبت میں رہتا ہے:

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصنع ہمیشہ مصیبت میں رہتا ہے چنانچہ ہر سوال کے جواب میں اس کو تعب برداشت کرنا پڑتا ہے لا اداری کہنے کی اس کی ہمت ہی نہیں ہوتی حالانکہ لا اداری میں بڑی راحت ہے۔

مجبذوب کی حالت جذب کا سبب:

(ملفوظ ۳۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجبذوب پر وارد اس قدر قوی ہوتا ہے کہ جو اس کی مجنونانہ حالت بنا دیتا ہے۔

جنون کے بعد نہ ایمان کا اعتبار نہ کفر کا

(ملفوظ ۳۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر حالت کفر میں مجنون ہو جائے تو اس حالت کا ایمان معتبر نہیں اور اگر حالت اسلام میں مجنون ہو جائے تو اس حالت کا کفر معتبر نہیں غرض جس حالت پر جنون ہو وہ قانون شرع سے بدل نہیں سکتا جیسے موت جس حالت پر ہو اس ہی کے موافق حکم ہوتا ہے مثلاً جس طرح موت کے بعد ولایت سلب نہیں ہوتی اسی طرح جنون سے بھی ولایت سلب نہیں ہوتی اگر ولایت کی حالت میں جنون ہو گیا وہ ولی ہے اور اگر عامی ہونے کی حالت میں ہو گیا وہ عامی ہے اگر مسلم ہونے کی حالت میں ہو گیا وہ مسلم ہے اگر کافر ہونے کی حالت میں ہو گیا وہ کافر ہے۔

عقل کی فضیلت اور سالک اور مجبذوب میں فرق مراتب

(ملفوظ ۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقل حق تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے مگر اس کے استعمال کے بھی کچھ حدود ہیں حد سے تجاوز کرنے میں بجائے نعمت کے زحمت ہو جاتی ہے اور اس عقل ہی کی بدولت مجبذوب سے سالک کا مرتبہ بڑا ہے میرے سامنے ایک مرید نے اپنے بدعتی جاہل پیر سے مسئلہ پوچھا تھا کہ مجبذوب افضل ہے یا سالک پیر نے جواب دیا کہ اس کا جواب اسی سے معلوم کرو کہ شریعت نے شراب کو اس لئے حرام کر دیا ہے کہ وہ عقل کو زائل کرتی ہے ثواب عقل کے شرف کے اور سالک و مجبذوب کے عاقل و غیر عاقل ہونے کو سوچ لو بیچارے پیر تھے تو بدعتی جاہل مگر بات کام کی کہی۔

کفأت فی الزکاح میں اصل علت

(ملفوظ ۳۷) کفأت کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کفأت کی قید معلل ہے علت کے ساتھ اور وہ علت عرفی عزت و ذلت ہے مثلاً شیخ زادہ چاہے فاروقی ہو یا صدیقی ہو یا انصاری ہو یا عثمانی ہو ان کے آپس میں تنازع عرفاً موجب استنکاف نہیں پس یہ سب باہم کفو ہوں گے۔ ان میں اس کی بھی قید نہیں ہوگی کہ ماں عربی النسل ہو کیونکہ عزت میں یہ سب برابر سمجھے جاتے ہیں حدیث کا انکار نہیں۔

اصل وجد تو علوم پر آنا چاہئے

(ملفوظ ۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیوں کو تو الی اور ذہولک سارنگی پر بڑا وجد ہوتا ہے جو مطلق نفسانی ہے درحقیقت وجد کے قابل تو یہ صورت ہے (کہ جس وقت علوم مبارکہ کا بیان ہوتا ہے اور تحقیق ہوتی ہے اس وقت ایک عجیب لطف اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب علم میں یہ لطف ہے تو عمل میں کیا کچھ ہوگا اور پھر حال میں کیا ہوگا اور پھر مقام میں کیا ہوگا۔

حسین ابن منصور کے لقب حلاج کا مطلب اور پیشہ کا بیان

(ملفوظ ۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان کا منصور نام مشہور ہو گیا یہ ابن منصور ہیں نام حسین تھا حلاج لقب ہے ان کا یہ پیشہ نہ تھا بلکہ ایک کرامت کی بناء پر یہ لقب ہو گیا مگر اس کی بناء پر دھنیہ اپنے کو ان کی طرف نسبت کرنے لگے یہ بالکل غلط ہے اور خواہ مخواہ لوگ اپنے نسب کو چھپاتے اور بدلتے پھرتے ہیں عالی نسب نہ ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اختیاری نہیں وہ حقیقتاً نقص نہیں مثلاً سقہ ہونا جواا ہہ ہونا قصائی ہونا دھنیا ہونا جو چیز اختیاری نہیں اس لئے اس میں کوئی نقص نہیں۔

عقل کی بمقدار انسان مکلف ہے

(ملفوظ ۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں میں بہت ہی سادگی ہوتی ہے یہاں پر ایک عورت عابدہ زائدہ تھیں وہ مجھے اپنے افلاس کے واقعات بیان کرنے لگیں جس میں کسی قدر تطویل ہو گئی پھر دفعتاً گھبرا کر کہنے لگیں کہ مولوی جی میں زیادہ کبھی بھی نہیں سمجھی اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھلتی پھرے ہے ایک اور عورت ضعیفہ نے مجھ سے سوال کیا کہ مولوی جی تمہیں تو اللہ میاں کے گھر کی سب خبر ہے میں یوں پوچھوں کیا اللہ میاں زندہ ہیں میں نے سوچا کہ اگر علمی مضمون بیان کیا تو یہ بیچاری کیا سمجھے گی بے علمی تو اس سوال کا سبب ہی ہے میں نے اس کے فہم کی

رعایت کرتے ہوئے کہا کہ اچھا یہ بتلا کہ مینکون برساتا ہے اولاد کون دیتا ہے کہا کہ اللہ میاں میں نے کہا کہ بھلا مر کر بھی کوئی کام کر سکتا ہے کہا کہ نہیں میں نے کہا کہ بس تو اب تم خود ہی سمجھ لو بہت خوش ہوئی اور دعائیں دیں ایک عورت نے بنت میں ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ ایک وقت ایسا ہوگا کہ سوائے اللہ کی ذات کے کوئی نہ ہوگا اس پر نہایت حسرت سے بولی کہ اکیسے اللہ میاں کا جی نہیں گھبرائے گا نعوذ باللہ ایسے لوگوں کی باتیں ایسی ہیں کہ جیسے ایک شخص کا واقعہ حدیث میں آیا ہے کہ نہایت گنہگار تھا موت کے قریب بیٹوں کو وصیت کی کہ میرے مر جانے کے بعد مجھ کو قبر میں دفن نہ کیا جاوے بلکہ میری لاش کو ککڑی جمع کر کے اکسین جلا دیا جاوے اور جو کچھ میری لاش کی راکھ ہو اس کو نصف دریا میں چھوڑ دی جاوے اور نصف آندھی میں اڑا دی جاوے اس کے بعد بھی اگر میں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں آ گیا تو خوب ہی سزا دیں گے اس کے مر جانے کے بعد بیٹوں نے ایسا ہی کیا حق تعالیٰ نے حکم فرمایا سب مٹی جمع ہو گئی اس میں روح پھونک کر سامنے حاضر کر دیا گیا حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ایسا کیوں کیا عرض کیا کہ اے اللہ آپ کے خوف سے ایسا کیا اس پر حق تعالیٰ نے مغفرت فرمادی اب دیکھنا یہ ہے کہ عقیدہ اس شخص کا قدرت کے متعلق کامل نہ تھا بلکہ ناقص تھا مگر اس پر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا گیا کیونکہ اس کی عقل اتنی ہی تھی اس لئے معذور قرار دیا گیا ایک اور واقعہ ہے ایک گنوار نے وعظ میں سنا کہ حق تعالیٰ ہاتھ پیر منہ وغیرہ سب سے مبرا اور منزہ ہیں اس نے داعظ کو جواب دیا کہ (نعوذ باللہ) تیرا خدا بطن شامی ہوگا ہمارے خدا کے تو ہاتھ پیر سب کچھ ہیں ہمارے تو ہاتھ پیر ہوں ان کے نہ ہوں بس اے کافرم اس سے زیادہ نہ تھا مدار تکلیف کا عقل ہی ہے بس جتنی عقل اتنی تکلیف۔

الاذہاب للاعجاب یعنی عجب کا علاج

(ملفوظ ۴۱) (ملقب بہ الاذہاب للاعجاب) ایک سلسلہ گفتگو میں چند امور فرمائے جو علاج ہیں عجب کے ایک یہ کہ اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتیب یہ محض فضل ہے ورنہ خود ائمال میں یہ قوت نہیں کہ ان پر اتنی بڑی جزا مرتب ہو سکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرنے بلکہ اعمال کو بیچ سمجھ کر اس نعمت کا مستحق سوال کرتا رہے اسی مراقبہ سے علاج ہو جاؤ گا عجب کا کہ عمل طاعات سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہو کر رضاء حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے عشاق کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ جنت کو وہ دوست کی ملاقات کا مقام سمجھتے ہیں اور اسی طرح ووزخ کو دوست کے فراق کی جگہ تصور کرتے ہیں اور دوسرا امر یہ فرمایا کہ استعداد کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے قصہ آدم علیہ السلام اور ان کی تعلیم اسماء میں اور فرشتوں کے معجز عن الجباب کی بناءً یہی استعداد ہے ان علوم اسماء کے اخذ کرنے کی استعداد آدم

واپس تشریف لے چلے اور مکان پر تشریف لے آئے اور نماز تہجد میں مشغول ہو گئے شب گذر جانے کے بعد مرید نے صبح کے وقت حضرت سے سوال کیا کہ رات کیا معاملہ تھا حضرت نے فرمایا کہ وہ مقام شہر موصل تھا اور وہ جماعت ابدال کی تھی اور وہ بیمار بھی اسی جماعت کا ایک فرد تھا اس جماعت نے باطنی طور پر مجھ کو اطلاع دی تھی کہ یہ قریب مرگ ہیں ان کی جگہ کسی کو معین فرما دیجئے اس لئے میں وہاں گیا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا میں نے جناب باری تعالیٰ سے ان کی جگہ کسی کو مقرر کرنے کے لئے عرض کیا حکم ہوا کہ روم میں ایک نصرانی کنیہ میں صلیب پرستی میں مشغول ہے اس کو ان کی جگہ کر دیا جاوے میں نے عرض کیا کہ اس کو کیسے حاضر کیا جاوے سودہ خرق عادت کے طور پر حاضر ہو گیا اور اسی وقت مسلمان کر کے ابدال کے رتبہ پر فائز کر دیا گیا اور یہ بتلادیا گیا کہ کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے اور اپنے کمال پر تاز نہ کرے سب کچھ ہمارے فضل پر موقوف ہے۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاتَّقِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔

عبادت ہی کیا اور کمال ہی کیا۔

جاہل صوفیوں کی باتیں

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہل صوفیوں کے علوم بھی عجیب و غریب ہیں جو جی میں آیا کر لیا جو منہ میں آیا بک دیا چنانچہ نفس کی نسبت اکثر کہتے ہیں کہ نفس کا فر ہے مگر معلوم بھی ہے کہ نفس کون ہے تم ہی تو ہو اگر وہ کا فر ہے تو تم کون ہوئے اسی طرح بہت سی باتیں دہی بتا ہی گئیں کبھی ہیں جن کے سر ہے نہ پیر ہے یہ علوم ہیں یہ اسرار ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایسے ہی ایک پیر کی دکایت ہے کہ ان کے ایک مرید نے اس سے ایک خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ آپ کی انگلیاں شہد میں بھری ہیں اور میری پاخانہ میں حیر صاحب نے مرید کا خواب سن کر فرمایا کہ کیوں نہ ہو تو دنیا کا کتابہ اور ہم بزرگ اللہ والے ہیں مرید نے کہا کہ حضرت ابھی خواب پورا بیان نہیں ہوا کچھ باقی ہے وہ یہ ہے کہ یہ بھی دیکھا کہ تمہاری انگلیاں میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں آپ چاٹ رہے ہیں یہ سن کر حیر صاحب بہت اچھلے کودے۔ داعی مرید نے حقیقت کا اظہار کیا خواہ خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو وہ حقیقت یہ تھی کہ پیر کا تعلق تو مرید سے دنیا کی وجہ سے تھا جو مثل پاخانہ کے ہے اور مرید کا تعلق پیر سے دین کی وجہ سے تھا جو مثل شہد کے ہے ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فلاں جگہ کے امراء تو جنتی اور فقراء دوزخی ہیں مطلب یہ کہ امراء جو فقراء سے تعلق رکھتے ہیں دین کی وجہ سے اور فقراء جو امراء سے تعلق رکھتے ہیں دنیا کی

وجہ سے بات تو بڑے کام کی فرمائی بس ایسے پیروں کے یہ علوم اور معارف ہیں ان جاہلوں نے حقائق اور معارف کو بالکل مستور کر دیا مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ہمارے اکابر کی برکت سے ان کے جہل کی حقیقت لوگوں پر منکشف ہو گئی۔

شرط دخول الطریق۔ یعنی راہ سلوک میں داخل ہونے کے آداب

(ملفوظ ۴۳) (مکتب بشرط دخول الطریق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسم پرست اور مدعیان طریق اور گمراہوں اور ڈاکوؤں سے بجائے دینی نفع کے بہت مخلوق گمراہ ہو چکی ہے اور نفع کیا ہوتا بقول شخصے جب تھادہ ہی میں پانی نہ ہو تو بدھنی میں کیا آدے یہ لوگ فیض فیض گاتے پھرتے ہیں ہاں مرید سے ایسے پیر کو فیض ضرور ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دنیا حاصل ہو جاتی ہے ان لوگوں نے بیچارے مریدوں کا دین تو خراب کیا ہی تھا لوٹ لوٹ کر ان کی دنیا بھی برباد کر دی انکی آمدنیوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں مرید خواہ پیوی کو کچھ دے یا نہ دے خواہ اس کے بچے بھوکوں مریں مگر پیر صاحب کی خدمت فرض و واجب ہے جس کے نہ کچھ حد دین نہ اصول نہ حرام کی خبر نہ حلال کی نہ جائز کی تمیز نہ ناجائز کی غرض نہایت گڑ بڑ چار کھی ہے اور یہ اندھ مرید بھی ایسی ہی جگہ خوش رہتے ہیں سیدھی سادی باتیں ان کو بھی پسند نہیں بس علاج بھی ایسے بد فہموں کا بھی ہے اور تمام خرابی رسوم کی پابندی کی ہے ہم نے تو اپنے بزرگوں کو ہمیشہ ہر معاملہ میں مصالح پر شریعت کو مقدم رکھتے دیکھا اور رسوم مرہبہ سے ہمیشہ ان کو طبعی نفرت رہی ان ہی رسوم میں سے آج کل اس پیری مریدی کا سلسلہ ہے اس میں بھی بالکل رسم کا اتباع کیا جاتا ہے چنانچہ اصل مقصد کو چھوڑ بیٹھے اور محض مطلق بیعت کو مقصود بنا لیا جس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض کو دیکھا کہ پہلے تو جوش کے ماتحت ہو کر مرید ہو گئے ہیں اور پھر بدولت و ذکر پریشان پھر رہے ہیں اسی لئے میں لوگوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ بیعت میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ جو شخص قرآن سے کامل بھی سمجھا جاتا ہو اس سے بھی بیعت کرنے میں جلدی نہ چاہئے کیونکہ پہلے پیر کو بھی تو کامل ہی سمجھ کر بیعت کی تھی پہلے عقلا جو نکاحوں میں کاوش کرتے تھے اس ہی لئے کہ کوئی بات بعد از نکاح عدم مناسبت کی ظاہر نہ ہو جس سے تعلقات میں بے لطفی پیدا ہو کیونکہ آخر زیست تک کا تعلق ہے سو بیعت کا قصہ تو اس سے بھی زیادہ نازک ہے اسلم یہ ہے کہ بیعت کا تعلق تو پیدا نہ کرے اور کام شروع کر دے اس صورت میں سہولت ہے کہ جس روز اعتقاد بدلے سلسلہ تعلیم کا ختم کر دے جس میں ضرورت اطلاع کی بھی نہیں اس طرز میں جانہن کو کتنی راحت ہے اسی طرح شیخ کو بھی چاہئے کہ اگر مرید سے عدم مناسبت کا علم ہو جاوے اس کو

اطلاع کر دے کہ تم کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا کہیں اور جا کر تعلق پیدا کر لو اس طرز میں کوئی الجھن نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر شروع ہی میں بیعت کا تعلق کر لیا اور بعد میں طرفین میں سے کسی کو عدم مناسبت محسوس ہوئی تو کلفت اور الجھن کا سبب ہوگا اور تمام تر یہ خرابی ثبوت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد ہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو غلبت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتی ہے اور واقع میں اعتقاد ہی معتبر ہے جو ہوش کے ماتحت ہو اور جو غلبت کی ہے جو جوش سے پیدا ہوتا ہے اور اسی لئے میں بیعت جلدی نہیں کرتا کیونکہ اگر میں بیعت کر بھی لوں تو عدم مناسبت کی بناء پر پھر تھوڑے دنوں کے بعد بیعت تو زنا پرے گی اب اس احتیاط میں چاہئے میرا نقص ہو یا اس کا یہ دوسری بات ہے اور اس عدم مناسبت کی مثال ایسی ہے کہ بعض مرتبہ میاں بیوی میں باوجود صحت مزاج کے بوجہ عدم توافقی انزالین کے اولاد نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی باوجود صلاحیت شیخ و طالب کے بوجہ عدم تناسب کے نفع نہیں ہوتا جب یہ حالت ہے تو پھر بیعت پر اصرار کیوں کیا جاتا ہے اگر میری مریدی میں یہ بھی اطمینان ہو جائے کہ ہمارا کبھی اعتقاد نہ بدلیگا تب بھی ہمیں کیا حرج ہے کہ بدون بیعت ہوتے پہلے تعلیم شروع کر دے پھر اس تعلیم میں اگر دیکھتے کہ نفع ہے اور روز افزوں محبت ہے جو دلیل ہے مناسبت کی پس اب اطف ہے بیعت کا رد نہ بیکار طریق کو بدنام کرنا ہے یہ ہے راز اس مشورہ کا اور ایک خرابی تعمیل میں یہ ہے کہ عقیدہ اکثر عوام کا یہ ہے کہ بدون بیعت نفع نہیں ہوتا اور بیعت ہوتے ہی ولی کامل ہو جائیں گے ان وجوہ سے میں اس میں احتیاط کرتا ہوں اس پر لوگ مجھ کو بھی کہتے ہیں مگر جب بعد میں وہ احتمالات صحیح نکلتے ہیں تو اب یہ دہم کی باتیں ہوتیں یا فہم کی اور میرے احتمالات کا باوجود ظاہر ان کے بعید ہونے کے صحیح نکلتا میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں اس لئے ایک کے ساتھ کچھ معاملہ ہوتا ہے دوسرے کے ساتھ دوسرا معاملہ تیسرے کے ساتھ تیسرا معاملہ اور یہ فرق محض وجدانی ہے سب ان میں نہیں آ سکتا اس بیان میں نہ آنے پر میں ایک شعر پڑھا کرتا ہوں مجھ کو تو بہت ہی پسند ہے۔

گر مصور صورت آل دستان خواہد کشید لیک حیرانم نازش را چہاں خواہد کشید

(اگر چہ مصور اس محبوب کی تصویر تو کھینچ دے گا مگر میں حیران ہوں کہ مجھ کو بے نیاز وادار

کی تصویر کس طرح کھینچے گا ۱۲۔)

حاصل یہ ہے کہ اسور ذوقہ بیان میں نہیں آ سکتے ان میں محض دلائل ظاہرہ پر زیادہ مدار نہیں اصل مدار ذوق پر ہے خواہ وہ دلائل ہی سے پیدا ہوا ہو صحابہ کے مناظرہ کا یہی رنگ تھا جس

کے متعلق ممکن ہے کہ آجکل یہ شبہ ہو کہ یہ کیسا مناظرہ نہ دلیل کا زیادہ اہتمام نہ اس کا کافی جواب اور مناظرہ ختم دیکھتے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مناظرہ مانعین زکوٰۃ سے قتال کے بارہ میں کس شان کا ہوا یہ اپنی کہتے رہے اور وہ اپنی مگر اسی سے حضرت عمر فاروقؓ کو شرح صدر ہو گیا جمع قرآن کے مشورہ میں بھی یہی ہوا کہ ایک فرما رہے ہیں۔ واللہ ہو خیر۔ اور یہ ہی کہتے رہنے سے دوسری جانب شرح صدر ہو گیا ظاہراً کیا یہ کوئی مناظرہ تھا مگر درحقیقت علوم اصلی وہی تھے اصلی مناظرہ وہی تھا کہ واللہ ہو خیر۔ کہنے ہی سے مناظرہ ختم ہو گیا یہ اثر طلب حق کی نیت کا تھا وعدہ ہے حق تعالیٰ کا وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا مناظرے اب بھی ہوتے ہیں مگر حق واضح نہیں ہوتا اس کا اصلی سبب یہ ہی ہے کہ طلب حق کا قصد نہیں ہوتا بلکہ حق کو قلب میں آنے سے دفع کرتے ہیں آجکل کے مناظرہ کا اصل مقصد غلبہ ہوتا ہے بیٹی نہ ہو سکی نہ ہونی چاہیے آخرت میں ذلت اور سبکی ہو حضرت امام صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مناظرہ سے منع فرمایا تھا صاحبزادہ نے عرض کیا آپ بھی تو مناظرہ کرتے تھے امام صاحب نے عجیب بات فرمائی کہ بھائی ہمارے تمہارے مناظرہ میں فرق ہے ہم دل سے یہ چاہتے ہیں کہ خصم کے منہ سے حق بات نکلے اور ہم اس کو قبول کر لیں اور مناظرہ بند کر دیں گو ہم ہار ہی جائیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ خصم کے منہ سے حق بات نہ نکلے کہ ہم کو قبول کرنا پڑے اس لئے ہم کو مناظرہ جائز تھا اور تم کو ناجائز اور اس وقت تو نہ وہ صورت رہی نہ یہ صرف یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ بیٹی نہ ہو خواہ حق کو رد ہی کرنا پڑے اور اسی نیت کی درستی کے لئے مناظرہ میں میں ایک اور شرط لگایا کرتا ہوں کہ جس سے گفتگو ہو اس سے بے تکلفی ہو اس میں یہ مصلحت ہے کہ بے تکلف دوست کی بات مان کر عادتاً میں نہ ہارتا ہوا شرماؤں اور نہ عجز کا اقرار کرتے شرماؤں اور ایسی بے تکلفی دوستوں میں ہوتی ہے یا استاد شاگرد میں ہوتی ہے باقی یہ آجکل جو اہل باطل سے مناظرہ کرتے پھرتے ہیں اگر اہل باطل کے اسکات کی ضرورت ہوتا کہ دیکھنے والوں پر ان کا عجز ظاہر جاوے اس کو میں منع نہیں کرتا باقی قبول کی توقع سے بیکار ہے لیکن میرا جو طرز خاص اعتراض کے جواب میں ہے میں اس کو ایک واقعہ کے پیرایہ میں بیان کرتا ہوں تحریکات کا زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے مکاتبت ہوئی وہ یہاں پر اسی میں گفتگو کرنے کے لئے آنا چاہتے تھے میں نے ان کو جواب لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ گفتگو کی کئی قسمیں ہیں ایک افادہ اور ایک استفادہ اور ایک مناظرہ اب اگر افادہ مقصود ہے تو اجازت ہے مگر میرے ذمہ اس کا جواب نہ ہو گا بس سن لوں گا یہ تو آپ کی طرف سے تبلیغ ہوگی جب فرض ادا کر دیا

تو جائیے اور اگر استفادہ مقصود ہے تو اس کے لئے تردد شرط ہے اور تردد آپ کو ہے نہیں اس لئے کہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے تھے تو وہی حالت میں اعلان نہیں ہوا کرتا اور اگر آپ تردد ہو گیا تو اب اعلان کر دیجئے کہ اب مجھ کو تردد ہو گیا میری رائے سابق پر عمل نہ کیا جائے اس طرح جب یہاں پر آئیں تقریر کروں گا اور اگر مناظرہ مقصود ہے تو اس کے نافع ہونیکے لئے بے تکلفی شرط ہے اور آپ کی مجھ سے بے تکلفی ہے نہیں ایسی حالت میں گفتگو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کو اپنی بات کی سچ ہو گئی مجھ کو اپنی بات کی بے تکلفی یہ ہونے کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی بات قبول کرتے ہوئے شرم و امن گیر ہوگی کہ اگر قبول کر لیا تو یہی ہوگی سکی ہوگی ایسی حالت میں گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا میرا اور آپ کا وقت فضول بیکار جائے گا اس کا جواب آیا کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آتا حاضری کی اجازت دے دی جائے بجائے میں نے لکھا کہ آجائے سو وہ تو نہیں آئے دوسرے مولوی صاحب آئے مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں نے خلوت میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور وجہ اس کی میں نے یہ بیان کی کہ مجمع میں گفتگو کرنے میں تو آپ کو خطرہ ہے کہ حکومت کے خلاف گفتگو ہوگی مگر اس خطرہ کے لئے آپ تیار ہیں کیونکہ آپ اپنی رائے کا اعلان کر چکے ہیں آپ کو نہ جیلاخانہ کا ڈر نہ مشینکوں کا ڈر نہ توپوں اور فوجوں کا ڈر خلوت میں گفتگو کرنے میں مجھ کو خطرہ ہے کہ مجھ پر اشتباہ ہوگا اور میں اس کے لئے تیار نہیں غرض خلوت میں گفتگو کرنے میں آپ کی کوئی نصیحت نہیں اور جلوت میں گفتگو کرنے میں میری مصلحت ہے اس لئے آپ مجمع میں گفتگو کریں یہی مناسب ہے مولوی صاحب نے بکراہت جلوت میں گفتگو کرنے کو قبول کر لیا اور وقت گفتگو کا بعد نماز مغرب طے ہوا میں نے ملفوظات ضبط کرنے والوں سے کہا کہ تم پینل کا غذا لے کر بیٹھ جانا اور مولوی صاحب جو فرمائیں اس کو ضبط کر لینا مصلحت اس ضبط میں یہ ہے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر میں بعد میں غور کر سکوں کیونکہ خدا انکو استہ کوئی ضد یا ہت تھوڑا ہی ہے یہ تو دین کا معاملہ ہے اور بیان کے وقت آدمی پورے طریق پر غور نہیں کر سکتا اور بعد میں اگر غور کرے تو کل تقریر کا دماغ ہیں محفوظ رہنا مشکل ہے اس لئے ضبط کا انتظام کیا گیا غرضیکہ بعد نماز مغرب میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور مولوی صاحب سے عرض کیا کہ میں اس وقت فارغ ہوں آپ تقریر شروع فرمادیں اس وقت ایک مجمع خانقاہ میں موجود تھا یہ رنگ و دیکھ کہ مولوی صاحب سمجھے کہ اس نے تو اچھا خاصہ حکمہ قائم کر لیا خاموش رہے تقریر شرع نہیں فرمائی مجھے قرآن سے محسوس ہوا کہ اس وقت انہیں گرانی ہے میں نے رعایت کی اور یہ رعایت تعلق قدیم کی بنا پر تھی مجھے ان کا

ادب بھی ہے اور ان کو بھی مجھ سے محبت ہے تعلقات کے حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ اس وقت ایک اور بات سمجھ میں آئی وہ یہ کہ جسے میں نے اپنی مصلحت کی وجہ سے تقریر کے ضبط کا انتظام کیا ہے کہ کوئی بات غور کرنے سے نہ رہ جاوے ایسے ہی آپ کی مصلحت پر بھی نظر ہے تاکہ بعد میں آپ کو بھی افسوس نہ ہو کہ فلاں بات بیان سے رہ گئی اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت گفتگو ملتوی کیجئے اور اپنے مستقر پر واپس تشریف لے جائیئے کتابیں دیکھ کر علماء لائبریریوں سے مشورہ کیجئے اس کے بعد تقریر لکھئے وہ تقریر جامع ہوگی اور وہ تحریر بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیج دیجئے اس میں آپ کی اور میری دونوں کی مصلحت محفوظ رہے گی آپ کو ضبط تقریر کا بہترین موقع ملے گا۔

اور مجھ کو فوراً کرنے کا اس لئے کہ اس وقت کے ضبط کرنے میں کوئی نہ کوئی بات رہ جائے گی۔ سب ضبط نہیں ہوگی غرض یہ صورت اس سے بہتر ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کی تحریر کو دل نے قبول کر لیا تو میں رجوع کر لوں گا۔ بلکہ اخباروں میں چھپوا دوں گا اور اگر دیکھنے اور غور کرنے کے بعد دل نے قبول نہ کیا تو خاموشی اختیار کروں گا۔ جس سے محض آپ ہی سمجھ سکیں گے کہ قبول نہیں کیا۔ عام لوگوں کو اس کا علم بھی نہ ہوگا۔ میں نے یہ رعایتیں اس لئے کیں کہ میں ہمیشہ اہل علم کی عزت کو برقرار رکھنے کی تدبیر اختیار کرتا ہوں۔ اس کی بجائی اور ذلت کبھی گوارا نہیں ہوتی۔ غرض واپس تشریف لے گئے مگر آج تک بھی وہ تبلیغ نہ آئی۔ اس کے بعد پھر میرا اشتہار دیکھ لیا کہ یہ تحریک فتنہ ہے اس لئے پھر نہ خود آئے اور نہ مکاتبت ہوئی اور اسی واقعہ میں اگر بے تکلفی ہوتی تو مناظرہ کا بھی مضائقہ نہ تھا۔ ٹھنڈے دل سے گفتگو ہو سکتی تھی۔ یہ اصولی بات ہے جو میں اس وقت بیان کر رہا ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے مجھے اپنے ایک مناظرہ کی کتاب سے ایک دلیل بیان کی میں نے کہا کہ مولانا میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اس استدلال کو آپ اپنی ضمیر سے صحیح سمجھتے ہیں کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر کیوں ایسا استدلال کیا کہا کہ اجماعی مناظرہ میں یوں ہی کام چلا کرتا ہے۔ بس آج کل یہ مناظرہ کی حقیقت ہے اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان اصول صحیحہ کے موافق بھی مناظرہ استاد اور شاگرد میں تو نامناسب نہیں مگر پیر مرید میں اس طرح بھی مناسب نہیں اگر شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آوے دوسرے وقت پر چھوڑ دو اس سے معارضہ نہیں کرنا چاہئے اگر ایسا کرے گا فیض نہ ہوگا۔ مناظرہ کی طرح ایک بے اعتدالی یہ بھی ہے کہ شیخ کے متعلق اگر کوئی شبہ ہو تو اسی سے پوچھتے ہیں ایسا نہ چاہئے اول تو شبہ ہی کو جگہ نہ دے اور جو بہت ہی غلبہ ہو تو کسی دوسرے متفق سے شبہ رفع کر لے۔ البتہ اگر اس سے تعلق قطع کر لے تو پھر اس

سے پوچھنے کا بھی مضاائقہ نہیں۔ غرض یہ تعلق باطنی اور قیل وقال جمع نہیں ہو سکتے۔ اس کو ظاہری تلمذ کے تعلق پر قیاس نہ کرنا چاہیئے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر طالب علم کہ چوں و چرا نہ کند، بردویشے کہ چوں چرا نہ کند ہر دور اور چراگاہ بایہ فرستاد (جو طالب علم چوں و چرا نہ کرے اور جو مرید چوں و چرا کرے دونوں کو چراگاہ میں بھیج دیا جائے) یہ مسئلہ کہ حیر پر شبہ نہ کرے عوام میں بھی یہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ حیر کی حیر کی سے کام اس کے افعال سے کیا کام ہے۔ اس میں ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسی باتیں شبہ کی زیادہ ہیں یا کم اگر زیادہ ہوں تو ایسے شیخ کو چھوڑ دے تاویل ضرورت کی جاتی ہے اور یہاں ضرورت نہیں اور اگر کم ہیں تو اس وقت یہ تعلیم ہے کہ اس کو نہ چھوڑ و تاویل کرو اور تاویل بھی سمجھ میں نہ آوے اس کے درپے نہ ہو یہ کیا ضرور ہے کہ ہر بات سمجھ ہی میں آجایا کرے گو اس کی نظر میں وہ بظاہر لغزش ہی ہو تب بھی اس سے خلاف نہ کرے۔ بدگمانی نہ کرے اور اگر اس پر بھی دین کی ضرورت سے چھوڑے تو بدگمانی نہ ہو صرف یہ نیت ہو کہ وسوسہ میں اجتماع خاطر نہ ہوگا اور جب اجتماع نہ ہوگا تو فیض نہ ہوگا۔ یہ ہیں آداب اس طریق کے۔

پیر و مرید اور استاد و شاگرد کے درمیان فرق

(ملفوظ نمبر ۴۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حیر کو مرید پر ایسا اعتماد نہیں ہوتا جیسا استاد کو شاگرد کے تعلق پر اعتماد ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ استاد سے علم حاصل ہوتا اور وہ جاتا نہیں تو اس کا فیض ہر وقت شاگرد کو نظر آتا ہے۔ اور حیر سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہ جاسکتا ہے۔ اس لئے اس کا فیض پیش نظر نہیں ہوتا۔

وحدة الوجود اور وحدة الشہود

(ملفوظ نمبر ۴۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجدد صاحب کے وقت تک وحدة الشہود ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس کو ظاہر کیا مجدد صاحب نے اور وحدة الوجود کو ظاہر کیا شیخ محی الدین ابن عربی مجدد صاحب کے ان کے اقوال کو باطل کہتے ہیں مگر خود شیخ کو مقبول مانتے ہیں اور باطل کہنے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ مجدد صاحب کے سامنے شیخ کے نا تمام اقوال پیش کئے گئے۔

صرف جواب کافی نہیں معقول ہونا بھی ضروری ہے

(ملفوظ نمبر ۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جواب تو ہر بات کا ہوتا ہے مگر قابل دیکھنے کے یہ بات ہوتی ہے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول ایک غیر مقلد نے میرا رسالہ التبیہ الطربانی فی تنزیہ ابن

العربی دیکھ کر ایک شخص سے کہا کہ اگر میرا فلاں رسالہ دیکھ لیتے تو وہ اپنے اس رسالہ سے رجوع کر لیتے میں نے جواب دیا اگر وہ میرا یہ رسالہ دیکھ لیتے تو وہ اپنے رسالہ سے رجوع کر لیتے اور یہ خاص مسائل تو سب علمی تحقیقات ہیں اور تحقیقات بھی غیر ضروری جن کا نہ جاننا ذرا بھی مضر نہیں اصل چیز عمل ہے اور اس میں اخلاص مضر بدون عمل سب بیکار ہے۔ خواہ علم ظاہر ہو یا علم باطن اصل فضیلت عمل ہی کو ہے۔ عمل ہی سے دین کی تکمیل ہوتی ہے۔ دیکھئے صحابہ کو کتابی علم کہاں تھا مگر مقبولیت اظہر من الشمس ہے وجہ کیا کہ علم سے زیادہ ان کے پاس عمل تھا۔

مدارس عربیہ کی خدمات

(ملفوظ ۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس سے بڑھ کر دین کی دنیا خدمت ہوگی خدا میں دین کو پیدا کرنا اور شریعت مقدسہ کی حفاظت کرنا سوا اس کو مدارس عربیہ مجتہدین عربی کی تعلیم دے کر اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔ شریعت عربی میں ہے۔ بدون عربی کے شریعت کا تحفظ مشکل ہے۔

علماء اور فقراء کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے

(ملفوظ نمبر ۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو ضرورت ہے فقراء کی اور فقراء کو ضرورت ہے علماء کی خواہ خواہ جماعت بندی کر رکھی ہے۔ ان دونوں فرقوں کی ضرورت کی ایک مثال ہے وہ یہ کہ بدون علم ظاہر کے ایسا ہے کہ جیسے حسین مگر بیگا اور بدون باطن کے ایسا ہے جیسے لکڑی کو قیمتی کپڑے پہنا دیئے جائیں سو دونوں کی ضرورت ہے مگر فقراء سے مراد وہ اہل فن ہیں جو بقدر ضرورت اہل علم بھی ہیں۔ جہاں فقراء نہیں۔

۱۲ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

مذہب حنفی کے متعلق حضرت گنگوہی کا قول:

(ملفوظ ۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو امام صاحب کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب۔ بات یہ ہی ہے معرفت کے لئے فہم کی ضرورت ہے۔ بد فہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں۔ بیانی تو اپنی خراب اور آفتاب پر اعتراض۔

مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے

(ملفوظ ۵۰) ایک صاحب نے مدرسہ دیوبند کے فتنہ حاضرہ کا ذکر کیا اور اپنی رائے کا بھی اظہار کیا

کہ اگر ایسا ہو جاوے فتنہ بند ہو جائے۔ حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ اگر آپ یہ مشورہ کارکنان مدرسہ کو دیں تو مناسب ہے۔ میرے سنانے سے کیا فائدہ مگر اتنا بتلائے دیتا ہوں کہ یہ مدرسہ دیوبند میں نیا فتنہ نہیں ہے۔ اس سے پیشتر بھی متعدد بار ایسا ہو چکا ہے گردنغ ہو گیا اور وہ فتنہ اہل قصبہ کی طرف سے تھا۔ اہل قصبہ اپنا ایک ممبر بڑھانا چاہتے تھے۔ اس پر میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اگر بڑھ جائے تو ضرر ہی کیا ہے کثرت تو آپ کے خدام ہی کی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے جواب لکھا کہ مدرسہ مقصود نہیں۔ مقصود رضاء حق ہے اور نا اہل ممبر بنانا اور کام سپرد کرنا دین کے خلاف ہے۔ سو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ کہ مدرسہ کیوں ٹوٹ گیا۔ اسکے ذمہ دار اہل فتنہ ہوں گے مگر اس پر باز پرس ہوگی کہ نا اہل کو کام کیوں سپرد کیا گیا۔

اصول ضوابط سے لوگوں کی گھبراہٹ

(ملفوظ ۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اصول اور قواعد سے لوگ گھبراتے ہیں۔ ایک محنتی ولایتی طالب علم مراد آباد سے یہاں پر آئے تھے انہوں نے واپس جا کر یہاں کے ضوابط کے متعلق غیر جوابی خط لکھا کہ قرون اولیٰ میں ایسے قواعد اور ضوابط نہ تھے۔ اسی لئے یہ بدعت ہیں۔ اول تو یہ ہی صحیح نہیں کہ قواعد اور ضوابط نہ تھے۔ ضروری قواعد ہمیشہ رہے ہیں۔ دوسرے میں پوچھتا ہوں کہ جس مدرسہ میں ان طالب علم صاحب نے کتابیں ختم کی ہیں۔ خود وہاں ایسے قواعد تھے کہ صبح ۶ بجے فلاں سبق اور سات بجے فلاں سبق تو انہوں نے خود علم بطریق بدعت حاصل کیا ہے۔ کیا خرافات اعتراض ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے کہا تھا کہ فلاں چیز حضور کے زمانہ میں نہ تھی۔ اس لئے بدعت ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہی مدار ہے بدعت کا تو تم بھی حضور کے سامنے نہ تھے۔ لہذا تم خود بھی بدعت ہو۔

ختی اور مضبوطی میں فرق

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ مجھ کو سخت بھی بتلاتے ہیں حالانکہ ختی اور مضبوطی میں بہت بڑا فرق ہے۔ میں سخت نہیں ہوں بھگتہ اصول صحیحہ میں مضبوط ہوں۔ جیسے ریشم کا رسا کہ نرم تو اس قدر کہ جس طرح چاہو موڑ لو اور مضبوط اس قدر کہ اگر اس سے ہاتھی کو بھی باندھو تو وہ بھی کچھ نہیں بنا سکتا۔ مضبوطی کو لوگ ختی سے تعبیر کرتے ہیں اگر اصول صحیحہ پر عمل کرے یا نہ کرے تو اس میں ختی کی کیا بات ہے۔ خیر یہ تو لطیفہ ہیں۔ اصل یہ ہے کہ بدون قواعد اور ضوابط کے کام نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ بدفہم دنیا میں بھرے پڑے ہیں اور ان لوگوں کو تو ہر

دل عزیز ہی خوش رکھ سکتا ہے مگر اس خوشی کا انجام وہ ہوگا جیسے ایک حکایت ہے۔ کہ ایک شخص ہر دل عزیز تھے کسی دریا کے کنارے پہنچ گئے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارے بیٹھا رو رہا ہے۔ وہ دوسرے کنارہ پر جانا چاہتا ہے اور ایک اس کنارے رو رہا ہے۔ وہ اس کنارے آنا چاہتا ہے۔ ان کے دل میں آیا کہ دونوں کو پار کروں اپنے قریب والے کر لیکر چلا جب نصف دریا میں پہنچا تو دل میں خیال ہوا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ اب اتنا ہی اس کا کام کروں۔ یعنی اس کو یہیں چھوڑ کر اتنی ہی دور اس کو لانا چاہیے تاکہ اس کی بھی دل آزاری نہ ہو۔ پس اس کو بچ دریا میں چھوڑ اس کو لیے گیا یہ یہاں پر ڈوبنے لگا جب اس کو لے کر اس طرف چلا اس ڈوبتے دیکھ کر اس کو چھوڑ کر اس کی طرف چلا اس کے پاس نہ پہنچا تھا کہ یہ ڈوب کر مر گیا۔ اب اس طرف لوٹا تو وہاں تک نہ پہنچا تھا کہ وہ بھی ختم ہوا۔ سو ہر دل عزیز کی کا یہ نتیجہ ہے مجھ سے ایسی ہر دل عزیز کی کوئی امید نہ رکھے میں ہرگز اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری غلامی کینچائے مگر جب میں خود ہی دوسروں سے غلامی نہیں چاہتا پھر ہی ان کی کیوں غلامی کروں۔ البتہ اصول صحیحہ کے تم بھی غلام بناؤں میں بھی۔ ان ہی اصول میں سے میرا ایک یہ معمول بھی ہے کہ ایک خط میں صرف ایک مضمون ہوا البتہ اگر اس ایک ہی کے چند اجزاء ہوں تو دوسری بات ہے ورنہ اگر سب مستقل مضمون ہوں تو میں واپس کر دیتا ہوں کہ ایک خط میں ایک ہی سوال آنا چاہیے۔

جواب میں اختصار ضروری ہے

(ملفوظ ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جواب میں اگر اختصار نہ ہو تو یہ کام ڈاک کا روز کے روز کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ میں زمانہ طالب علمی میں مدرسہ دیوبند میں فتاویٰ لکھا کرتا تھا۔ ایک سوال آیا بہت طویل تھا میں نے بھی اس پر بہت طویل جواب لکھا۔ حالانکہ مختصر جواب بھی کافی ہو سکتا تھا اور لکھ کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دستخط کے لئے پیش کیا۔ دیکھ کر اور دستخط فرما کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو فرصت بہت ہے، تم کو جب دیکھیں گے کہ جب سامنے کا غزات کا انبار ہوگا کہ اس وقت بھی ایسے ہی طویل مضمون لکھتے ہو یا نہیں۔ اب حضرت کا فرمانا یاد آ جاتا ہے۔

طلباء کے بارے میں حضرت کا ایک معمول

(ملفوظ ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر کوئی طالب علم کوئی بات پوچھتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اپنے استاد سے پوچھو مگر طالب علموں کا طبقہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے۔ جواب میں لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی۔ میں لکھتا ہوں کہ اپنا شبہ ابران کا جواب نقل کرو اور تسلی نہ ہونے کی وجہ لکھو بس اس کے بعد ان کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔

عوام الناس کے لئے حضرت کے کچھ اور اصول

(ملفوظ ۵۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگ قادیانی شیعوں کی کتاب بھیج دیتے ہیں کہ اس کا جواب لکھ دو انکی تو ایک سطر ہو گئی۔ یہاں ایک پہاڑ لد گیا چونکہ میرے یہاں اصول ہیں میں لکھ دیتا ہوں کہ کتاب خود دیکھ کر ایک ایک شبہ کا جواب لیتے رہو خواہ کتنی ہی مدت لگے مگر اتنا کام کون کرے۔ اس جواب سے ان کا وضو شکست ہو جاتا ہے۔ مگر مدرسہ والے ایسا ضابطہ کا برتاؤ نہیں کر سکتے اس لئے کہ کہیں لوگوں کو بد دلی نہ ہو جائے اور ان کو ضرورت ہے۔ خوش دلی کی تاکہ مدرسہ کی اعانت میں خلل نہ ہو اور اہل مدارس کو اکثر امور میں ایسی رعایتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ چندہ لیکر شکر یہ ادا کرنا یہ بھی اسی کی رعایت کی ایک فرد ہے۔ میں نے اس شکر یہ کے متعلق ایک مضمون بیان کیا تھا۔ میرٹھ میں مؤتمر الانصار کا جلسہ تھا۔ وہاں چندہ کی بھی تحریک کی گئی۔ میں نے اس تحریک کے ساتھ اپنے بیان میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہم چندہ والوں کا شکر یہ ادا نہ کریں گے خواہ وہ یا نہ دے اس لئے کہ شکر یہ وہ ادا کرے جو خود منتفع ہو۔ جب یہ نہیں تو کیسا شکر یہ۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ مضمون چندہ کے لئے مغز ہو گا، مگر بہت مفید ہوا خوب روپیہ برسا۔

استفتاء میں دستخط کو ضروری نہ سمجھنا

(ملفوظ ۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر جو استفتاء آتے ہیں میں جواب لکھ کر دستخط کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اس پر لوگ لکھتے ہیں کہ آپ نے جواب تو دیا مگر دستخط نہ کئے میں لکھتا ہوں کہ دو صورتیں ہیں یا تو میرا خط پہچانتے ہو یا نہیں۔ اگر پہچانتے ہو تو لکھو ہوئے جواب ہی سے پہچان لو اور اگر نہیں پہچانتے تو دستخط کس طرح پہچانو گے۔

اصلاح کے کام میں عرفی خوش اخلاقی کام نہیں آتی

(ملفوظ ۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ملائوں کو لوگ بیگاری مٹو سمجھتے ہیں کہ پالان کسا سواری لیٹکا ری دی چلے دیئے اور یہاں پر یہ بات ہے نہیں۔ اسی وجہ سے خفا ہیں سو خفا ہوا کریں۔ میں ان منکبہروں کی وجہ سے اصول صحیح کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا ایسے لوگوں کے لئے بھی یہی معمول ہے کہ میں واسطہ سے گفتگو کرتا ہوں۔ اس لئے کہ واسطے سے جو بات چیت ہوگی اس میں مخاطب سامنے نہ ہوگا۔ تو طبیعت میں اتنا تغیر نہ ہوگا جتنا کہ سامنے ہونے سے ہوتا یہ سب تجربہ کے بعد اصول قائم کیئے ہیں ایک ایسے ہی شخص کی کسی غلطی پر میں نے مواخذہ کیا تھا اور وہ بھی بالواسطہ اس

نے یہاں۔ سے جا کر گھر سے خط لکھا کہ علم کا ادب تھا۔ ورنہ میں انتقام لیتا اور اگر باواسطہ گفتگو ہوتی تو معلوم نہیں وہ شخص کہاں پہنچتا۔ درحقیقت یہ کام ہی ایسا ہے۔ اصلاح خلق کا اس کے ساتھ خوش خلق مشہور ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر یہ ناگواری لوگوں کی اسی وقت تک ہے جب تک کہ بصارت نہیں۔ بصارت ہو جانے کے بعد ہزار جان سے قربان ہونے کو تیار ہوں گے۔ اس کی تائید میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ یہاں ایک شخص تھے۔ وہ آنکھیں بناتے تھے۔ ان سے ایک رئیس نے فرمائش کی کہ میں اس علاج کو دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ ایک شخص آنکھیں بنوانے آیا انہوں نے رئیس کو مطلع کیا ان کے سامنے سامان رکھا گیا۔ جب آپریشن ہونے لگا۔ مریض نے اس معالج کو گالیاں دینا شروع کیا مگر وہ اپنا کام کرتے رہے رئیس کو تعجب ہوا کہ تم کو ناگواری نہیں ہوتی وہ کہنے لگے یہ معذور ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اب تھوڑی دیر میں یہ دعائیں دے گا۔ چنانچہ جب آپریشن ہو چکا اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے دعائیں دیں۔ خطا معاف کرائی اور فیس پیش کی۔ یہ ہی صورت یہاں پر سمجھ لیجئے اور اگر یہ صورت نہ بھی ہو تو انتظار کس کو ہے۔ اگر بد اعتقاد ہوں تو ہوں اللہ تعالیٰ نیت خالص عطا فرمائے، لوگوں کے حسن اعتقاد و اعتقاد سے ہوتا ہی کیا ہے۔ لوگ تو ایسوں سے خوش ہیں جیسے آج کل کے شاہ صاحب ہوتے ہیں کسی کو باوا کہہ دیا۔ کسی کو بیٹا بنالیا۔ بس یہ ان سے خوش اور وہ ان سے خوش اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے ترشی اہلکار سے سب خوش ہیں اور جو رشوت نہ لے اس سے ناخوش یوں سمجھتے ہیں کہ جب اسے لیا ہے تو کام ضرور کرے گا۔ چاہے نہ بھی کرے سو ہم سے تو ایسا نہیں بنا جاتا۔ چنانچہ یہاں پر جو لوگ آتے ہیں ان سے بڑی چھان بین ہوتی ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون طالب دنیا ہے اور کون طالب دین۔ اس چھان بین پر دہلی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مجھ کو مدرسہ عبدالرب کے جلسہ میں مدعو کیا گیا۔ ایک صاحب یہاں سے میرے ساتھ ریل میں سوار ہوئے۔ مجھ کو کچھ شبہ ہوا۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جلسہ میں جا رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ میرے پاس نہ ٹھہریں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں اور جگہ ٹھہروں گا۔ بلا غاہری سب کے یہ بات میرے دل میں آ گئی۔ اس لئے میں نے صاف کہہ دیا اب دہلی پہنچے تو وہ بزرگ اسٹیشن سے میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر مدرسہ آ گئے۔ وہاں پر شربت وغیرہ پلایا گیا۔ وہ بھی شریک رہے۔ میں نے ان کی اس حرکت پر صبر کیا اور سمجھا کہ عام چیز ہے۔ کوئی حرج نہیں پھر شام کو کھانے پر موجود ہو گئے۔ مولانا عبدالعلی صاحب اپنے پاس سے مہمانوں

کے کھانے کا انتظام فرماتے تھے مدرسے سے نہیں کرتے تھے اور مجھ کو اس کی اطلاع بھی فرمادی تھی کیونکہ سمجھتے تھے یہ شکی آدمی ہے۔ بڑی ہی رعایت فرماتے تھے۔ ان صاحب کو دسترخواں پر دیکھ کر بہت ناگواری ہوئی مگر مولانا کے سامنے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر ان سے کہا کہ آپ سے ایک بات کہنا ہے اور الگ لیجا کر ڈانٹا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے۔ تم کو بدوین دعوت کے کھانا کب جائز ہے۔ خاص کر تصریحا کہہ دینے کے بعد جب ان کا پاپ کتاب فکر ہوئی کہ اگر مولانا پوچھ بیٹھے کیا کہوں گا۔ مگر مولانا کچھ بولے نہیں سمجھ گئے کہ گئے تھے دو۔ اور واپس آیا ایک تو اسی واسطے گیا ہوگا۔ ایسے واقعات اکثر مجھ کو سفر میں پیش آتے تھے۔ اب تو مدت سے سفر ہی بند ہو گیا۔ سو سب قواعد ایسی ضرورتوں سے تجویز کئے گئے۔ ضرورت سب کچھ کراتی ہے جو ضرورتیں پیش آتی رہیں۔ ویسے ہی ویسے قواعد و ضوابط مقرر ہوتے گئے۔ اب دو تین روز سے بعض مہمانوں کے لئے استثناء ہو رہا ہے۔ اور یہ استثناء تو قواعد کے خلاف مگر ان لوگوں کی محبت کی وجہ سے ان کو معافی قرار دے رکھا ہے۔ (مراد ان مہمانوں سے طلبہ مدرسہ دیوبند و مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہیں ۱۲ جامع) ان لوگوں سے تو خاص تعلق اور بے تکلفی ہے۔ بوجہ طالب علم ہونے کی اور اس قسم کے بہت سے استثناء ہیں۔

تجدید دین کے کام پر اللہ کا شکر

(ملفوظ ۵۸): ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا۔ لوگ بیحد غلطیوں میں مبتلا تھے۔ بھگتداس سو برس تک تو تجدید کی ضرورت نہیں رہی اگر پھر خلط ہو جائے گا تو پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو جائے گا ہر صدی پر ضرورت ہوتی ہے۔ تجدید کی اس لئے مدت کے بعد نئی کتابیں ہی کتابیں رہ جاتی ہیں۔ اب تو خدا کا فضل ہے کہ وضوح ہو گیا اور کتابیں فی نفسہ تو کافی ہیں مگر لوگ اس میں تحریفیں کر لیتے ہیں اور کتابیں تو درکنار قرآن پاک کو ہندی اور چنات فرمایا گیا ہے مگر اس میں بھی دیکھ لیجئے کہ لوگ معانی اور مطالب میں کس قدر گڑبڑ مچا دیتے ہیں۔

استفسار پر اپنی رائے کا اظہار کر دینا ہی ادب ہے

(ملفوظ ۵۹): ایک نو وارد صاحب نے درخواست بیعت کی۔ حضرت والا نے بیعت کے متعلق اصول اور قواعد بیان کر کے فرمایا کہ اب ان اصول اور قواعد کو سن لینے کے بعد جو رائے قائم کی ہو وہ بتا دو۔ اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ جو حضرت کی رائے ہو فرمایا کہ قواعد بتلانے کے بعد

استفسار کے جواب میں یہ کہنا کہ جیسے رائے ہونہایت بدتہذیبی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ استفسار لغو ہے کیا کلام کی معاشرت کا کوئی ادب نہیں۔ استفسار پر اپنی رائے کو ظاہر کرنا چاہئے۔ دوسرے پر بوجھ ڈالنا خلاف تہذیب ہے۔ کام تو اپنا اور بوجھ دوسرے پر یہ کیا لغو حرکت ہے۔ مجھے کیا خبر کسی کی مصلحت کی اور جب خبر نہیں۔ میں کیا رائے دے سکتا ہوں۔ آدمی کو فہم سے کام لینا چاہئے۔ دوسرے پر بوجھ ڈالنا یا ستانا یہ کوئی عقلمندی کی بات ہے لوگوں میں فہم کا اس قدر قحط ہو گیا ہے کہ موٹی موٹی باتوں کو نہیں سمجھتے۔ یہ کوئی باریک بات تھی۔ جس کا جواب خود نہیں دے سکے۔ مجھ پر بار ڈالنا چاہتے ہیں۔ خود تجویز کر کے مجھ کو بتلانا چاہئے۔ اس پر بھی وہ صاحب خاموش رہے۔ حضرت والا کے مکرر رسد مکرر فرمانے پر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ فرمایا کہ اس وقت آپ یہاں سے اٹھ جائیے۔ آپ تکلیف پر تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ جس وقت جواب سمجھ میں آ جائے۔ اس وقت آئیے اور آکر مجھ کو اطلاع کر دیجئے وہ صاحب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

۱۵۔ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

حضرت کی تواضع

(ملفوظ ۲۰) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خود ان آنے والے حضرات کی برکت سے مستفیض ہونے کا متمنی رہتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھ کو اپنی حالت خود معلوم ہے۔ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوا اور نہ آتا ہے۔ کہ مجھ سے انکو کوئی نفع پہنچ رہا ہے۔ حتیٰ کہ عین مواخذہ کی حالت میں بھی میں اپنے مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ اللہ کالا کھلا کھلا شکر ہے۔ مگر اصلاح کی ضرورت سے تادیب کرنا پڑتی ہے۔

امام فن حضرت حاجی صاحب کے دو ملفوظ

(ملفوظ ۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی نیک عمل کر لینے کے بعد پھر جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرمایا گیا۔ تب ہی تو پھر جب کسی دن یک عمل کی توفیق ہو تو یہ اسکی علامت ہے کہ پہلا عمل قبول فرمایا گیا۔ تب ہی تو پھر عمل کی توفیق نصیب ہوئی ورنہ مطرود و مخذول ہوتا۔ حضرت اپنے فن کے امام تھے۔ مجتہد تھے۔ مجدد تھے۔ عجیب و غریب تحقیقات ہوتی تھیں۔ ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل کرتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ بھائی ذکر میں مشغول ہو اللہ اللہ کر نیکی کی توفیق دے دی گئی۔ یہ کیا تھوڑا نفع ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے استعفاء کا واقعہ

(ملفوظ ۶۲) ایک مدرسہ عربیہ کا ذکر تھا۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ علماء کو تو اپنے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنا چاہئے۔ (دیکھئے جس قدر مستند اور سیاسی قویں ہیں ان میں بھی تقسیم عمل معمول ہے اگر سب ایک ہی طرف اور ایک ہی کام پر لگ جائیں تو ملک کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس مدرسہ کی سرپرستی میرے سر تھوپ دی گئی تھی مگر وہاں سیاسیات کا زور ہو گیا۔ اس لئے میں یہ چاہتا رہا کہ کس طرح اس سے سبکدوش ہو جاؤں مگر اب موقع ہاتھ لگ گیا۔ اس لئے مستعفی ہو گیا اور یہ استعفیٰ بعض ممبروں کی ایک تحریر کی بنا پر تھا۔ اس تحریر کے الفاظ ایسے دل آزار اور دل شکن تھے جو تہذیب سے بھی گریے ہوئے تھے۔ آخر تہذیب اور شائستگی بھی کوئی چیز ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس چیز کا قتل نہ ہو اس سے علیحدہ ہونا ہی مناسب ہے۔ مجھے ایسی چیزوں سے مناسبت بھی نہیں۔ اس لئے ایسی چیز گراں ہوتی ہے۔ اس تحریر کے بعد یہاں مدرسہ کے ممبران وفد کی صورت میں آئے تھے۔ ان میں وہ صاحب بھی تھے جن کی وجہ تحریر تھی۔ میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ مجھ کو اس آپ کی تحریر سے رنج پہنچا اور ہے اور رہے گا۔ آپ سے اس کی شکایت ہوئی ہے اور رہے گی۔ جب تک کہ اس کا تدارک نہ ہو گا اس پر معافی چاہی میں نے کہا کہ جس درجہ کی غلطی ہے اسی درجہ کی معذرت ہو تب اس کا تدارک ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ تحریری غلطی ہے تحریری معذرت ہو اور چونکہ اس تحریر کا اعلان ہو چکا ہے۔ لہذا معذرت کا بھی اعلان ہونا چاہئے میں نے یہ بھی کہا کہ اگر کسی سرپرست پر اعتماد نہ ہو تو ایسے شخص کو سرپرست بنایا جائے۔ جس پر اعتماد ہو وہ کوئی بھی ہو پھر اختیارات اس کے وہی ہوں گے جو سابق سرپرستوں کے رہ چکے ہیں۔ اس پر ایک صاحب بولے کہ سرپرست کے تدبیر پر فہم پر اعتماد ہے مگر اہل غرض سرپرست کی رائے کو بدل دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ شبہ تو مجلس عاملہ اور کارکنان مدرسہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ آخر میں میں نے کہہ دیا کہ میں نے اس غلطی کے اعلان کا مختصر ہوں نہ مستدعی ہوں نہ مشتاق ہوں اگر ساری عمر بھی آپ ایسا نہ کریں تو مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ صرف اپنی رضا کی شرط بتلائی ہے اور حضرت واقعہ تو یہ ہے کہ اب نہ سرپرستی کا وقت ہے نہ پاپرستی کا اب تو لطیفہ وقت اس کا ہے کہ ایک گوشہ میں خاموش گننام ہو کر بیٹھ جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

بیچ کنبے بیدار و بے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

(دنیا کا کوئی گوشہ بغیر خطرات کے نہیں ہے۔ راحت خلوت گاہ حق کے سوا کہیں نہیں ہے) (۱۲)

بے عقل لوگوں کا عہدہ پر آ جانا

(ملفوظ ۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو اکثر بد فہم بد عقل ہی لوگ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ ایک شخص کہتے تھے کہ لکھنؤ میں میونسپل بورڈ کے قوانین بدلے گئے تھے۔ ان میں قبرستان کے متعلق بھی کچھ قوانین تھے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ وارثوں نے قبر کی جگہ کے لئے درخواست کی تو حکم ہوتا ہے کہ تین دن قبل درخواست دینا چاہئے تھی۔ عجیب بات ہے کہ مرا تو آج اور درخواست دی جائے تین روز قبل۔ جنازہ کی مناسبت سے ایک قصہ بیان کیا کہ ایک گاؤں میں میں نے ایک حافظ صاحب کو امامت کے لئے بھیج دیا تھا۔ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ ان سے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا۔ اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ مجھ کو نماز جنازہ کی دعاء میں کچھ شبہ ہے۔ میں اس کو صحیح کر لوں تب پڑھاؤں گا۔ گاؤں والوں نے نماز جنازہ کسی دوسرے شخص سے پڑھوا کر فن کر دیا اور وہ حافظ صاحب دعاء صحیح کر کے اگلے روز فرماتے ہیں کہ اب لے آؤ۔ جنازہ میں نماز پڑھا دوں گا۔ میں نے جب یہ واقعہ سنا تو میں نے ان حافظ صاحب کا نام حافظ جنازہ رکھ دیا تھا تو بعض باتیں ایسی بے ڈھنگی ہوتی ہیں۔

اپنے دینی کارناموں کی تفصیل میں نفس کا کید خفی

(ملفوظ ۶۴) ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میں نے فلاں مقام پر ایک مدرسہ کا افتتاح کیا ہے۔ اس کے یہ انتظامات ہیں اور ایک جلسہ مدرسہ کا کیا گیا اور بڑی دیر تک اس کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت والا نے سن کر فرمایا کہ جتنا تے کیوں ہو کہ میں نے مدرسہ جاری کیا۔ جلسہ کیا کچھ خبر بھی ہے۔ اکیس نفس کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ عرض کیا کہ بیان سے یہ مقصود نہیں فرمایا کہ تم کو کیا خبر اپنے مرض کی نفس وہ چیز ہے کہ اس کا کید خفی اہل نظر کو بھی بعض اوقات محسوس نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ کسی درویش کے مہمان ہوئے۔ اس درویش نے خادم سے کہا کہ اس صراحی میں سے پانی لاؤ جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بندہ خدا تو نے دونوں جوں کا تو اب برباد کیا تو کام کر کے جتنا یا نہیں کرتے اور اگر دعاء مقصود تھی تو اس تفصیل کی ضرورت نہیں۔ بعض اوقات اپنے مرض کی خبر نہیں ہوا کرتی اور جگہ تم لوگوں کو روک ٹوک نہیں کی جاتی میں کرتا ہوں اس وجہ سے بدنام ہوں دوسرے لوگ عرفی اخلاق کی وجہ سے کچھ نہیں بولتے مجھ سے ایسے عرفی اخلاق اختیار نہیں کئے جاتے۔ میں مکر رہتا ہوں کہ یہ بھی نفس کی شرارت ہے کہ دعاء کے بہانے سے اپنی روئداد سنا دی۔ حضرت نفس کے کید نہایت ہی خفی ہیں۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ اتنی سختی کے بعد آپ نے تسلیم کیا۔

بڑی مجلس میں ہر ایک سے مصافحہ کرنے کا مواخذہ

(ملفوظ ۶۵) ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے اور حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے بعد تمام مجلس سے مصافحہ شروع کر دیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ طریقہ کس نے سکھا یا ہے۔ اگر مجلس میں پچاس آدمی ہوں تو اچھا خاصہ مشغلہ ہو جائے گا۔ اپنے اپنے کام چھوڑ کر تمھاری طرف متوجہ ہوں۔ ایک شخص سے مصافحہ کر لیا۔ سب کی طرف سے ہو گیا۔ آخر سلام سب کو الگ الگ کیوں نہیں کیا۔ معاشرت تو لوگوں کی برباد ہی ہو گئی۔ غرض ہر چیز کے اصول ہیں۔ ادنیٰ سی بات ہے۔ پٹکھا کھینچنا اس کے بھی آداب ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ٹکھے کے قریب آنے لگے یا جانے لگے اس وقت پٹکھا روک دینا چاہیے۔ ورنہ دشمن میں اور آدمی میں فرق بنی کیا رہا۔ ایسی باتوں پر لوگ مجھ سے خفا ہیں۔ ایک شخص نے بطور اعتراض کہا کہ آپ کے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ میں نے کہا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ انگریزوں میں ہمارا سا انتظام ہے۔ انگریزوں نے بھی اسلام ہی سے یہ سبق سیکھا ہے۔ وہ اور کہاں سے لائے تھے۔ حیدر آباد وکن میں ایک بہت بڑے عہدہ دار کے ساتھ نکسال دیکھنے گیا۔ ایک انگریز سیر کرانے والا تھا۔ ان کی خاطر سے بہت اہتمام کے ساتھ اس نے سیر کرائی۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے اس انگریز سے کہا کہ تمھارے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا۔ تم بے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں۔ وہ عہدہ دار باہر آ کر مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے عجیب طرز سے شکر یہ ادا کیا کہ اس کی تعریف بھی کرو اور اس کو گھٹا بھی دیا۔ میں نے کہا کہ واقعہ ہے کہ یہ ہمارے گھر کی چیز ہے جو انہوں نے اختیار کر لی اس لئے ان کو ہمارے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے نہ کہ برعکس۔

اصل ادب راحت رسانی ہے

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اصل چیز راحت رسانی ہے۔ خواہ اس کا نام ادب رکھئے۔ یا تعظیم رکھئے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔ کیا مناجات کا جی نہ چاہتا ہو گا مگر جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کو اس میں راحت ہے۔ اس کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ یہ ہے اصل ادب اور تعظیم۔

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

ایک دیہاتی کا حضرت گنگوہی کے پاؤں دبانا ۔

(ملفوظ ۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک گاؤں والے نے جو ویندار تھا اور بے تکلف حضرت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پاؤں دہاتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگا کہ مولوی جی، جی تو بڑا خوش ہوتا ہوگا کہ میں پاؤں دہوار ہا ہوں۔ فرمایا کہ ہاں خوش تو ہوتا مگر نہ اس وجہ سے کہ میں بڑا ہوں۔ بلکہ راحت کی وجہ سے تو وہ کہتا ہے کہ بس تو تم کو پاؤں دہوانے جائز ہے کیا ٹھکانا ہے اس فہم کا۔ سب کے ساتھ مساوی برتاؤ ضروری نہیں:

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں خود ایک زمانہ تک اس غلطی میں مبتلا رہا کہ سب کے ساتھ مساوی برتاؤ رکھنا چاہئے اب تو میں غلطی ہی کہوں گا چونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور بھی سب کے ساتھ مساوات نہ فرماتے تھے خود مجالس میں بھی جیسی توجہ اور بے تکلفی حضرات شیخین کے ساتھ فرمائی جاتی تھی کسی کے ساتھ بھی نہ تھی۔ قبض بھی نافع ہوتا ہے:

(ملفوظ ۶۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قبض بھی تربیت میں نافع ہوتا ہے۔

اہل خدمت کا وجود

(ملفوظ ۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل خدمت اکثر مجازیب ہوتے ہیں۔ اور ان کے اسرار اکثر سمجھ میں نہیں آتے۔ اس قسم کے مضامین میں نے ایک وعظ میں بیان کئے۔ ایک عالم خشک نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کہ اہل خدمت بھی کوئی چیز ہوتے ہیں میں نے راوی سے کہا کہ ان سے پوچھنا چاہئے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو کیا کہو گے گو یہ اصطلاح قرآن میں نہ آئی ہو مگر عنوانات تو مقصود نہیں ہوتے۔ معنوں مقصود ہوتا ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں واقعات خضر یہ کہ توجیہ میں فرمایا کہ غالباً پہلے شرائع میں کشف والہام حجت ہوگا اور ہماری شریعت میں وہ حجت نہیں پھر اگر کسی بزرگ سے کوئی امر قوی یا فعلی جو ظاہر منکر ہو سادہ و اس میں دوسری تاویل کریں گے۔ بدگمانی کر کے ان حضرات کو طہر اور دہری کہنا بڑے ظلم اور غضب کی بات ہے۔ پھر بطور تفریح کے فرمایا کہ ہم لوگوں کو وہابی کہتے ہیں کسی وہابی کے کلام میں تو صوفی کی حمایت دکھلا دو۔

سماع سے متعلق ایک جاہل صوفی کا سوال اور اس کا جواب

(ملفوظ ۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان جاہل صوفیوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا ورنہ طریق بالکل بے غبار اور واضح ہے۔ اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص صوفی الہ آباد میں ملے صاحب تصنیف تھے۔ انہوں نے مجھ سے سماع کے متعلق سوال کیا میں نے سوچا کہ یہ بتلائیے

اس طریق کی روح کیا ہے جو حاصل ہے سلوک کا کہا کہ مجاہدہ میں نے کہا کہ مجاہدہ کی کیا حقیقت ہے کہا کہ نفس کی مخالفت میں نے کہا کہ اب یہ تہلاؤ کہ تمہارا نفس سماع کو چاہتا ہے یا نہیں کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا نفس بھی چاہتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ تم نفس کا چاہا ہوا کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اس حالت میں صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم صوفی تم ہوئے یا ہم چپ رہ گئے اور کچھ سکوت کے بعد کہا کہ آج غلطی پر متنبہ ہوا اور سمجھ میں آگئی پھر تائب ہو گئے۔

ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے سبب بننا اور اس میں ایک مغالطہ:

(ملفوظ ۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ مجھ پر اکثر منایت فرماتے رہے ہیں (یعنی اعتراض) کہتے ہیں کہ یہ جو بعض دفعہ بدایا وغیرہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ بہت سارے پائے لینے کی حکمت بیان کی خیر یہ تو خواہ حکمت ہو یا نہ ہو مگر اس سے ایک مسئلہ نکل آیا کہ ایک ضد کبھی دوسری ضد کا سبب بن جاتی ہے جیسے صورتہ نہ لینا اور حقیقتاً زیادہ لینا اسی طرح تکبر کبھی بصورت تواضع ظاہر ہوتا ہے اور ریا کبھی بصورت خلوص ظاہر ہوتی ہے اب اس کو سنکر بعض لوگ دوسرے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے تمام افعال میں ان کی ضد کا شبہ اور وسوسہ ہو جاتا ہے یعنی اخلاص میں دوسرے وسوسہ ہوتا ہے کہ شاید اس میں مخفی ریا ہو سو اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ ان اوہام کی طرف التفات نہ کرو یہ وسوسے ہیں اگر آویں آنے دو انکی فکر ہی میں نہ پڑو پس ان کا قصد نہ کرو اور ان کے اتھنہاء پر عمل نہ کرو ان کی فکر میں پڑنا یہ بھی شیطان اور نفس کی شرارت ہے کہ اس میں مشغول کر کے اللہ کی مشغولی سے باز رکھنا چاہتے ہیں پس کام میں لگو انشاء اللہ تعالیٰ کشتی پار لگ جائے گی۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

دعا میں جی نہ لگنا

(ملفوظ ۷۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دعا میں جی نہیں لگتا فرمایا کہ جی نہ لگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا اثر فوراً نظر نہیں آتا مثلاً کوئی دعا میں روپیہ مانگے اور فوراً جھنجھن ہونے لگے یا سیب مانگے اور فوراً پڑے پھر دیکھیں کیسے جی نہ لگے بس جی نہ لگنا مترادف اس خیال کا ہے کہ اس کو کچھ ملے گا نہیں سو یہ خیال خود محرومی کی دلیل ہے مانگنے کے وقت تو یہ استحضار ہونا چاہیئے کہ ضرور دیں گے باقی دینے کی حقیقت یہ ہے کہ انکی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ہم سے جو کوئی خیر طلب کرتا ہے ہماری رحمت خاص اس طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو دعا کا اثر رحمت خاصہ ہے نہ کہ خاص قیود مطلوبہ مثلاً کسی سائل نے کسی سے روپیہ مانگا اور اس نے اشرافی دیدی جسکی وہ قیمت نہیں جانتا تو

اسکو غلطی ہوگی کہ روپیہ ہی کیوں نہ ملا تو جیسے وہاں حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے نہیں سمجھا کہ روپیہ کے بجائے اس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اشرفی مل گئی ایسے ہی یہاں حقیقت نہ سمجھنے کی بدولت اپنے کو محروم سمجھتا ہے مثلاً مانگے تھے سو روپے مگر دو فلوں کی توفیق ہو گئی تو یہ کیا کچھ کم رحمت ہے مگر یہ سمجھتا ہے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔

رواقی تو خلوت و وحدت میں ہے

(ملفوظ ۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس زمانے میں اہل علم اور طلبہ کا کافی مجمع رہا بڑی رونق رہی فرمایا کہ یہ بھی کوئی رونق ہے کہ مجمع رہا تھا اس سے بڑھ کر یہ رونق ہے کہ اب کوئی نہیں سوائے ایک کے مگر ایک بات اس جماعت کی قابل قدر ہے کہ باوجود کثرت کے کوئی بات کلفت کی پیش نہیں آئی نہایت ادب اور تہذیب سے کئی روز گزار گئے مگر یہاں پر رہ کر جانے والوں پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہتے ہیں کہ خشک ہو گئے کوئی کہتا ہے صوفی بن گئے غرض بیچاروں کو قسم قسم کے اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس قدر اجنبیت ہو گئی ہے طریق سے۔

حضرت حاجی صاحب کے یہاں جمعیت قلب کا اہتمام

(ملفوظ ۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہر معاملہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ حضرت یہ چاہتے ہیں کہ جو غیر ضروری بات جمعیت قلب کے خلاف ہو اسکو ترک کر دو اور ایسی چیزوں سے اکثر منع فرماتے تھے۔

محبت زبانی جمع خرچ نہیں عمل سے ہوتی ہے

(ملفوظ ۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت خاص تو عمل ہی سے معلوم ہو سکتی ہے محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہاں کے ایک بزرگ بڑوت میں رہتے تھے محبت کے جوش میں مولد شریف بہت کرتے تھے انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی ارشاد فرمایا کہ ہم اس سے زیادہ خوش نہیں جو ہماری بہت تعریف کرے ہم تو اس سے خوش ہوتے ہیں جو ہمارا اتباع کرے۔

حضرت حاجی صاحب کی ایک عجیب تعلیم

(ملفوظ ۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی عجیب و غریب تحقیقات اور حکمتیں ہوتی تھیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے کیسی حکمت کی بات فرمائی کہ جب کسی معاملہ میں تم سے کوئی قیل و قال و بحث و جدال کرے تم سب رطب و یابس اس کے سپرد کر کے خاموش الگ ہو جاؤ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

حضرت شیخ الہند کا ذکر

(ملفوظ ۷۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریکات کے ست ہو جانے پر فرمایا کہ اب تو وہ قصہ بھی ختم ہو گیا مگر حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے پچانا ہی نہیں اگر مولانا کو یہ مدعیال اعتقاد لوگ پہچان لیتے تو سب سے پہلے یہی لوگ مولانا کے مخالف ہوتے یہ لوگ یہ سمجھے کہ مولانا ہمارے جیسے ہیں مگر یہ سمجھنا ایسا ہے جیسے شعروں نے حضرت علیؑ کی نسبت یہ سمجھا کہ حضرت علیؑ ہم جیسے ہیں اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت علیؑ ان جیسے نہیں تو سب سے پہلے یہ شیعہ ہی حضرت علیؑ کے مخالف ہوتے۔

مدبیر الفلاح، یعنی کامیابی کا راستہ

(ملفوظ ۷۹) ملقب مدبیر الفلاح ایک صاحب نووارد متول نے چند ضروری باتیں مسلمانوں کی دینی فلاح و بہبود کے متعلق بصورت سوال حضرت والا کی خدمت میں برائے مشورہ پیش کیں وہ اور اس پر حضرت والا کا جواب حسب ذیل ملاحظہ ہو۔ ایک نووارد متول صاحب کلکتہ سے دیوبند اور دیوبند سے ایک مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر تھانہ بھون حاضر ہوئے مولوی صاحب موصوف نے ان صاحب کی غیبت میں حضرت والا سے بیشتر ملاقات کی اور عرض کیا کہ یہ بہت بڑے شخص ہیں باعتبار متول کے کلکتہ میں مسلمانوں کے اندران کی ایک ممتاز ہستی ہے حضرت والا سے بعض ضروری باتوں کے متعلق بغرض مشورہ کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اگر حضرت والا اجازت فرمائیں اور کوئی وقت گفتگو کو متعین فرمادیں تو میں ان سے کہہ دوں حضرت والا نے فرمایا کہ اس سے توجہ گفتگو ہوگی ان کو مشورہ دیا ہی جاوے گا مگر ان سے پہلے بغرض خیر خواہی آپ کو مشورہ دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ کو ان کے ہمراہ آنے کی کون سی ضرورت تھی جب کلکتہ سے دیوبند تک خود آگئے تھانہ بھون آنا کونسا مشکل تھا میں اہل علم کے لئے ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا یہ اہل دنیا خصوصاً اہل مال، اہل دین، اور اہل علم کو نظر حقیر سے دیکھتے ہیں اس لئے اہل دین اہل علم کو ہرگز ان کی چالوسی نہیں کرنی چاہیے منہ بھی نہ لگا نا چاہیے اب آپ کی ہمراہی کے سبب مجھ کو ان کی بعض مراعات کرنی پڑیں گی آپ ہمراہ نہ ہوتے تو جو مصلحت وقت اور ضرورت سمجھتا وہ ان کے ساتھ برتاؤ کرتا آئندہ ایسی بات کا آپ کو خیال رہنا چاہیے میں جو آپ کو مشورہ دے رہا ہوں اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے عرض کیا کہ میں بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا اور اس میری کم فہمی اور غلطی کو حضرت والا معاف فرمائیں فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ آپ کم فہم ہوں نہ میرا یہ مطلب سے

بلکہ بے فکری اس کا سبب ہے اگر کسی کام کرنے سے قبل اس میں فکر اور غور کر لیا جائے تو صدور غلطیوں کا تو پھر بھی ممکن ہے مگر شاذ و نادر جو النادر کا لمعدوم کا مصداق ہو گا اور بدون فکر اور غور کے بکثرت صدور ہوتا ہے یہ فرما کر فرمایا کہ ان صاحب کو اسی وقت بلا لیا جائے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کیا بات کہنا چاہتے ہیں میں ان کو اسی وقت فارغ کروں گا تاکہ انکا بھی کوئی حرج نہ ہو اور میں بھی یکسو ہو جاؤں بعد فراغ ان کو قیام کے متعلق اختیار ہو گا۔

چاہے واپس جائیں یا رہیں میری وجہ سے نہ انکا حرج ہو اور نہ کلفت ہو غرضیکہ ان صاحب کو مجلس میں بلا لیا گیا بعد سلام اور مصافحہ کے ان صاحب نے عرض کیا کہ کلکتہ سے دیوبند ہوتا ہوا حضرت والا کی خدمت میں چند ضروری باتیں بطور مشورہ عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اگر اجازت فرمائی جائے تو عرض کروں فرمایا سر آنکھوں پر شوق سے فرمائیے انشاء اللہ تعالیٰ سن کر جو ذہن میں آئے گا میں بھی بے تکلف عرض کروں گا فرمائیں انہوں نے کہا (نمبر ۱) مدرسہ دیوبند میں بہتر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی چاہیے۔

(نمبر ۲) میرا خیال ہے کہ چند طلباء عربی کو کلکتہ لے جا کر انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلاؤں تاکہ دوسرے ممالک میں جا کر تبلیغ کر سکیں۔

(نمبر ۳) مسلمانوں کو تجارت کی سخت ضرورت ہے ان کو اس کی طرف رغبت دلائی جائے۔

(نمبر ۴) مسلمان دوسری قوموں سے خرید و فروخت اور لین دین چھوڑ دیں اس کی تحریک علماء کو کرنا چاہیے یہ ہیں وہ باتیں جو مجھ کو حضرت والا سے عرض کرنا تھیں اب جو حضرت والا کا مشورہ ہوا اس پر عمل کر لیا جاوے۔

حضرت والا کا جواب

آپ کے خیالات نیک نیتی پر مبنی ہیں آپ نے مسلمانوں کی تکلیف کا احساس کیا آپ کے دل میں ان کی طرف سے درد ہے جس کی مجھ کو بھی مسرت ہوئی اس لئے کہ اہل تمول مسلمانوں کو قطعاً اس طرف التفات نہیں کہ غریب مسلمانوں کی خبر گیری کریں میرے ذہن میں آپ کی باتیں سن کر جو مفید اور کارآمد مشورہ آیا ہے وہ میں بے تکلف عرض کرتا ہوں امید ہے کہ خالی الذہن ہو کر آپ بغور سنیں گے اور جہاں میں بات پر شبہ ہو میری تقریر کے بعد اس کو ظاہر فرمائیں گے میں پھر اس کے متعلق عرض کروں گا تقریر کے درمیان میں بولنے سے ایک الجھن پیدا ہوگی۔ پہلے اور دوسرے سوال کا جواب آپ کا یہ فرمانا کہ مدرسہ دیوبند میں بہتر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی

چاہئے اور طلباء کو دوسری جگہ پر لے جا کر انگریزی تعلیم اس نیت سے دلوائی جائے کہ وہ دوسرے ممالک میں جا کر تبلیغ کر سکیں اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ طریق مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ مضر ہوگا مدرسہ میں انگریزی داخل ہونے سے خلط بحث ہو جائے گا اب جو کام مدرسہ میں ہو رہا ہے یہ بھی نہ ہوگا مدرسہ ایک محزون مرکب ہو جائے گا اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ کو تو اپنی حالت پر رہنے دیجئے جو کام ہو رہا ہے ہونے دیجئے اور انگریزی کے متعلق ایک درس گاہ الگ تیار کر دیجئے اس کا نظم و نسق انہی حضرات کے ہاتھ میں رہے جو عربی کا نظم و نسق فرما رہے ہیں اور صورت اس کی یہ ہو کہ عربی کے فارغ التحصیل طلباء انگریزی درس گاہ میں تعلیم پائیں اور جب تک طلبہ فارغ التحصیل نہ ہو جائیں ان کو انگریزی تعلیم پانے کی اجازت نہ ہو باں فراغت کے بعد کوئی حرج نہیں اس لئے کہ قبل فراغ اندیشہ ہے اس طرف کے جذبات کے غلبہ کا اور بعد فراغ یہ اندیشہ نہ رہے گا فراغ کے قبل اجازت نہ ہو سکتی مصلحت یہ ہے کہ اکثر نقد غالب آجاتا ہے ادھار پر اور اس صورت مجوزہ میں مدرسہ کا کوئی حرج نہ ہوگا ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ کتابیں ختم کرنے کے بعد جب تک دو چار مرتبہ نہ پڑھائے علم محفوظ نہیں رہ سکتا سو فارغین گھنٹوں کے حساب سے دنوں کام کر سکتے ہیں یعنی فارغ التحصیل طلبہ اس صورت میں عربی بھی پڑھا سکتے ہیں اور انگریزی بھی پڑھ سکتے ہیں اور دوسری جگہ پہنچ کر فارغ التحصیل طلباء کا بھی تعلیم انگریزی پاتا مضرت سے خالی نہیں ان کا یہ رنگ رہ ہی نہیں سکتا اور نہ اس کام کے بن سکتے ہیں جو آپ کی غرض ہے اس کا بھی صحیح طریق یہی ہے کہ اپنے ان ہی قدیم استادہ کی نگرانی میں تعلیم پائیں تاکہ ان کے جذبات پر برا اثر نہ پڑے یہاں سے الگ ہو کر ان جذبات کا محفوظ رہنا مشکل ہے جس کا نتیجہ بجائے ہدایت کے گمراہی ہوگا اور انگریزی کو خود مدرسہ میں داخل کر دینے سے عوام کے اوپر بھی برا اثر ہوگا وہ شروع ہی سے اپنے بچوں کو تعلیم انگریزی کے لئے بھیجا شروع کر دیں گے انکے پاس اس سمجھنے کا کوئی معیار ہی نہیں کہ اس کو مدرسہ دینیہ ہی کی شاخ بنا کر رکھنا چاہئے اور مدرسہ دینیہ ہی کے خدام اس انگریزی شاخ کے نگراں رہیں اور میری مجوزہ صورت میں ہر مصلحت محفوظ رہ سکتی ہے اور جیسے مبلغ آپ چاہتے ہیں ویسے تیار ہو سکتے ہیں اس لئے کہ جذبات دینی وین کے رہیں گے غرضیکہ مدرسہ دینیہ کے ماتحت انگریزی درس گاہ کو رکھنا چاہئے تاکہ انگریزی خانہ عربی خانہ سے زیادہ مقصود نہ ہو جاوے پھر اس اہتمام اور نگرانی کے بعد اگر کوئی بگڑے تو بگڑے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے اور اسکے خلاف صورت میں ہم ذمہ دار ہوں گے یہ ہے فرق دونوں صورتوں میں اور میں اس سے آگے تو وسیع کر کے

کہتا ہوں اور آپ کے ورد کی قدر کرتا ہوں اور اس کے لئے میں یہاں تک تیار ہوں کہ مدرسہ دیوبند کو اسی موجودہ حالت پر رکھتے ہوئے اور جو کام وہاں پر ہو رہا ہے اس کا تحفظ کرتے ہوئے مشورہ دیتا ہوں آپ انگریزی تعلیم کے متعلق یہاں پر تھانہ بھون میں انتظام کر دیجئے میں ہر کام اپنی نگرانی میں رکھوں گا اور مدرسین کا انتخاب وغیرہ اپنی رائے سے کروں گا طلباء کی نگرانی اور ان کے متعلق اصول و قواعد میں خود منضبط کروں گا۔ یہ سب سے بہتر اور آسان صورت ہے جو میں نے جان کی یہاں پر نہایت سہولت سے مکان کا بھی طلباء کی سکونت اور خورد و نوش کا بھی انتظام ہو باوے گا جدید تعمیر کے انتظام کی فوری ضرورت نہ ہوگی اہل علم میں سے بعض ایسے لوگ میری نظر میں ہیں جو اس کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں اور انجام دے سکتے ہیں اور اس طریق کار میں کسی گڑبڑ کا بھی اندیشہ نہیں غرض جملہ امور متعلقہ تعلیم و نگرانی کا کافی انتظام ہو جائے گا آپ کے ذمہ محض مالی اعانت کا بار رہے گا اس کا انتظام آپ کیجئے یہ ہمارے ذمہ نہیں پھر دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ کیسے مسئلہ پیدا ہوتے ہیں اس مشورہ کے سن لینے کے بعد اگر آپ کے ذہن میں کوئی مفید مشورہ اس کے علاوہ ہو دے فرمائیے عرض کیا کہ اس جز کے متعلق تو عرض کرنے کی کوئی گنجائش ہی حضرت نے نہیں رکھی نہایت جامع اور مختصر مشورہ میں سب ہی کچھ بیان فرمایا اور میری جو رائے تھی اس میں واقعی خلط بحث کا اندیشہ تھا جو سابقہ تعلیم عربی میں بھی گڑبڑ کر دیتا اور طلبہ کا باہر جا کر تعلیم پانا بھی اس نظر سے خالی نہ ہوگا جو حضرت والا نے بیان فرمایا بس یہ ہی مفید مشورہ ہے جو حضرت والا نے فرمایا میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کروں گا فرمایا اب آپ انتظام فرمائیں یا نہ فرمائیں مجھ کو انتظار نہ ہوگا اس لئے کہ جو چیز میرے اختیار سے خارج ہے اس کا میں کیوں انتظار کروں اور کیوں فکر کروں آپ جانیں آپ نے مشورہ دیا مسلمان کی فلاح اور بہبود کو جی میرا چاہتا ہے میں نے طریق کار بیان کر دیا۔

(تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب) اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کے لئے ایک کام کرنے والی جماعت کی ضرورت ہے جو محرک ہو اور عمل کرائے اس میں مسائل شرعیہ اور حدود کا تحفظ کرتے ہوئے تحریک کرنا چاہیے ایسا نہ ہو جیسا کہ زمانہ تحریک خلافت میں ہڑ بولنگ مچا تھا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کو تیار ہو گئے تھے ایسا کرنے کی بے برکتی بھی دیکھ لی مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ ولایتی کیڑا پہننا حرام ہے اب وہی خود اس کو استعمال کر رہے ہیں کل تو حرام تھا آج حلال ہو گیا کیا اغور حرکت ہے ایسی گڑبڑ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتی اب رہا یہ کہ علماء اس کی تحریک کریں یہ

بھی غلط اصول پر مبنی ہے صحیح طریق یہ ہے کہ ایک جماعت ہو مسلمانوں کی جو اندر خانہ مسلمانوں کو ترغیب دے اور تحریک کرے جتنی قوموں نے ان معاملات میں ترقی کی ہے انہوں نے اس کی بھی صورت اختیار کی کامیابی ہوئی وعظموں اور پھٹوں اور اشتہاروں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا میں ایک مقام پر مدعو کیا گیا تھا وہاں پر مجھے قبل وعظ فرمائش کی گئی کہ ہندوؤں کے بائیکاٹ کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے میرا ہمیشہ بیان کے متعلق یہ معمول رہا اور ہے کہ فرمائش پر بیان نہیں کرتا بلکہ ضرورت کو محسوس کر کے وقت پر جو اللہ نے دل میں ڈالا بیان کر دیا اور وہی اکثر مفید ثابت ہوا میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ بیان نہ کروں گا گو تمہارے نزدیک یہ بیان مفید اور محمود ہو مگر میں اس طرز کو مضمر سمجھتا ہوں ایسے طریق سے بیان کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ اعلان کر کے سو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ جاگ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوتا ہوا کچھ بھی نہیں اور عمل نہ کرنے کے سبب اوپر سے ذات گلوگیر ہو جاتی ہے دوسری قومیں نظر تحقیر سے دیکھنے لگتی ہیں اس کی مفید صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنے طریق سے دو کامیں کھلوائیں اس میں نہ فتوے کی ضرورت نہ اعلان کی ضرورت یہ نیا طرز نکالا ہے کہ فتویٰ ہو اعلان ہو سو یہ طرز نہایت مضر اور خطرناک ہے البتہ حدود شریعہ کی حفاظت کی ہر حال میں ضرورت ہے غرض کام اس طریقہ سے ہونا چاہیے کہ جس میں شریعت کے حدود بھی محفوظ رہیں اور کام بھی ہو جائے ایسی صورت اختیار نہ کرنا چاہئے جیسا کہ زمانہ خلافت میں کیا گیا تھا کہ میاں کام کرنے کا وقت ہے مسائل کا وقت نہیں لعنت ہے ایسے کام پر جو شریعت مقدسہ کے حدود سے تجاوز کر کے کیا جاوے اللہ جس کام سے راضی نہ ہو وہ کام مسلمان کا نہیں ہم جو مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ہیں اب اسلام اور شریعت کا تحفظ نہ رہا یا نہ کیا تو کیسی ہمدردی اور خیر خواہی اور کیسا دردیوں تو فرعون نے ترقی کی شداد نے ترقی کی ترقی کی ترقی کی قارون نے ترقی کی آخراں کی ترقی بھی تو ترقی ہی تھی پھر قابل ملامت اور مذموم کیوں ہوئی اس ہی لئے کہ وہ حدود سے تجاوز کر کے ترقی کی گئی تھی جس کو اکبر الہ آبادی نے ایک شعر میں کہا ہے۔

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنت کوئی جج ہے
یہ جو آجکل کے لیڈروں اور اسکے ہم خیال مولویوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق طرز
اختیار کیا ہے کہ انکی ہر بات کا اشتہار اور اخبارات میں اعلان کرایا جاتا ہے یہ طرز نہایت ہی غیر
مفید ہے شورغل تو تمام دنیا میں اور عمل ندارد اور سب سے بڑی بات قابل ذکر بلکہ قابل شکایت یہ
ہے کہ یہ لوگ دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں اور خود اسلام اور احکام اسلام کو پائمال

کرتے ہیں ایک زمانہ میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروا نہیں رمضان المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے پینے گئے اور کرسیوں پر کھائے گئے۔ یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروا نہیں رمضان المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے پینے گئے اور کرسیوں پر کھائے گئے یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں نمازوں کے لئے مسجدوں میں نہ آنا گھروں پر جانمازیں سمجھی ہیں یہ متکبروں کی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غربا کے ساتھ ملکر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی تو جمعہ کے روز وہ بھی پیدل چلکر نہیں جب دیکھو فتن میں دھرے ہیں اور دل میں فتن بھرے ہیں بندہ خدا مسجدوں میں آؤ غریب مسلمانوں کی ہر حالت کو دیکھ کر جو کام کرنے کے مفید طریقے ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں سب زبانی جمع خرچ جب چاہو جس چیز کی چاہو اسکیم پوچھ لو جب چاہو اماں کرالو بس اسی کے مرد ہیں ایک شخص نے کہا کہ اگر سب مسلمانوں سے ایک ایک پیسہ لیا جائے تو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ جمع ہو جائے پھر اور اس کو قومی کاموں میں صرف کیا جائے دوسرے نے جواب دیا کہ اگر سورۃ بقرہ ایک منٹ میں سات مرتبہ پڑھ لو تو ہفت اقلیم کے بادشاہ ہو جاؤ بس مسلمانوں سے تو یہ کاغذی حساب پوچھ لو کرنے کرانے کے نام صفر ایک بننے کی دکایت یاد آئی کہ کنبد کو لیکر سفر میں چلے راستہ میں ایک دریا آگیا آپ نے پانی کا حساب لگایا کہیں تو ٹخنوں تک کہیں گھٹنوں تک کہیں ناف تک کہیں سینے تک کہیں گلے تک کہیں سر سے اوپر اپنے کاغذ پر اوسط لگایا تو گھٹنوں تک اوسط نکلا گاڑی ڈال دی اب لگے ڈوبنے تو بنیا کہتا ہے کہ حساب جوں کا توں اور کنبد ڈوبا کیوں بھائی وہ ملی حساب نہ تھا کاغذی حساب تھا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا یہی حالت ان باتیں بنانے والوں کی ہے میاں صاحب عملی صورت میں تو اگر تھوڑے سے مسلمان بھی کام کرنے والے ہوں تو چند روز میں کچھ سے کچھ ہو جائے گا وں کے اندر روس ہوں قصبہ کے اندر پچاس ہوں شہر کے اندر سو ہوں مگر مخلص کہ جان تک اڑاویں پھر دیکھوں کیا ہوتا ہے سب باتوں کا انتظام بہولت ہو سکتا ہے مگر جو کام کرنے کے ہیں انکی طرف تو کبھی التفات بھی نہیں ہوتا اور یہ بایکات وغیرہ ان سے کام چلتا ہے اگر انبیاء علیہم السلام زے بایکات سے کام لیتے تو ہرگز دین کی اشاعت نہ ہوتی کام تو کام کے طریقہ اور ہر موقع پر اس کے مناسب عمل سے ہوتا ہے دیکھ لیجئے جب تک قوت جمع نہ ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے صبر اور حلم سے کام لیا جہاں کی بھی اجازت

نہ ہوئی جب قوت جمع ہو گئی جہاد بھی فرض ہو گیا اور تگوار سے کام لیا گیا پھر اتنا بڑا کام کہ اظہر من الشمس ہے یہ سب برکت مناسب طریقہ پر عمل کرنے کی تھی۔ اس مناسب عمل پر یاد آیا کہ ایک صاحب پنجاب سے آئے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ اس تحریک خلافت میں کیوں نہیں شریک ہوئے میں نے کہا کہ ایسے عظیم الشان مقاصد کے لئے ضرورت ہے قوت کی اور قوت متوقف ہے اتفاق پر اور اس کے دو درجے ہیں ایک حدوث اور ایک بقاء، سب اول تو اس وقت تک حدوث بھی نہیں ہوا لیکن اگر اس کو تسلیم بھی لیا جاوے تو بقا کا کوئی سامان نہیں کہنے لگے بقاء کیسے ہو میں نے کہا اس کے لئے ضرورت ہے امیر المومنین کی کہ وہ اپنے قہر سے اتفاق کو باقی رکھ سکتا ہے کیونکہ خروج عن الجماعۃ پر سزا دے سکتا ہے اور یہاں کوئی امیر المومنین نہیں کہنے لگے ہم آپ کو امیر بناتے ہیں میں نے کہا کہ میں بننے کو تیار ہوں مگر اس کے کچھ شرائط ہیں ایک یہ کہ تمام مشاہیر علماء اور لیڈروں کے دستخط میرے امیر تسلیم کر لینے پر کر کر ادا اگر ایک نے بھی اختلاف کیا تو میں امیر نہیں بنتا اس کے بعد اگر پھر کوئی کسی قسم کی گڑبڑ کرے گا اس کو درست کر دیا جاوے گا دوسری بات یہ ہے کہ میں شخصی سلطان ہوں گا جمہوری نہ ہوں گا۔ دوسروں کی رائے کا منتظر نہ ہوں گا تیسرے یہ کہ ہندوستان کے سب مسلمان اپنا سرمایہ چاہے وہ کسی قسم کا ہو نقد زیورات جائیداد مکانات باغات سب میرے نام ہے کر دیں میں بھیک مانگنے والا امیر نہ ہوں گا کہ ضرورت تو ہے اس وقت اب چندہ کرتے پھر داتنے چندہ ہو وہاں سب کام درہم برہم اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس سبہ کے بعد جس کی جس طرح پر گذر ہو رہی ہے اس سے بھی اچھی طرح پر گذر کا انتظام کر دوں گا تکلیف کسی کو کسی قسم کی نہ ہونے دوں گا مجھ سے اس کا اقرار نامہ لکھو لیا جاوے جب یہ سب ہو جائے گا اس کے ضروری سامان مہیا کروں گا اور سب سے پہلے جو امیر المومنین ہو کر حکم دوں گا وہ یہ ہوگا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور و غل بندان دس سال میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی جب یہ قابل اطمینان ہو جائیں گے تب مناسب حکم دوں گا باقی جب تک قوت نہ ہو کفار سے بھی نہایت لطف اور حسن سے کام لینا چاہیے اور اگر یہ شرائط پورے نہیں ہو سکے اور محض کاغذی امیر المومنین بناتے ہو تو آج امیر المومنین ہوں گا اور کل کو امیر الکفرین کہنے لگے یہ تو بہت مشکل کام ہے میں نے کہا بس تو کامیابی بھی مشکل ہے بس یہ سن کر رہ گئے بیچارے۔ تو محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہ جمع خرچ اور حساب تو ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں بننے کی حکایت بیان کر چکا ہوں کاغذی حساب تھا عملی نہ تھا اس کا نتیجہ تو یہی ہوتا کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈبائیوں

لوگوں کے ان خیالات کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے شیخ چلی کے گھڑے کے گر کر پھوٹ جانے پر سارا گھربار ہی برباد ہو گیا تھا کام جو کرنے کے ہیں وہ کرو جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ بدوں باشوکت امیر و سردار کے کام چلنا نہایت دشوار بلکہ محال ہے اور سب سے بڑی ضرورت تو اس کی یہ ہے کہ بدوں امیر کے حدود و شریعت کا کون تحفظ کرائے گا اور عدم تحفظ حدود شرعیہ پر اگر کامیابی ہو بھی گئی تو یہ خود ایک مسلمان کے لئے نہایت زبردست ناکامیابی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ حجروں میں رہنے اور بیٹھنے کا وقت نہیں میدان میں آنے کا وقت ہے اگر طریقے سے کام ہو تو میدان میں آنا بھی کوئی مشکل کام نہیں مگر بے طریقہ کام کرنے سے حجرہ بھی ہاتھ سے جاوے گا اور میدان بھی نہ ادھر کے نہ ادھر کے رہے پھر ان نو وار و صاحب کے طرف مخاطب ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپ کی سمجھ میں آیا عرض کیا کہ جو حضرت فرما رہے ہیں میں بغور سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں مگر یہ کام بھی حضرت ہی کے کرنے کا ہے فرمایا مجھے انکار کب ہے میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں مگر جماعت بنانا آپ کا کام ہے ایسی جماعت آپ پیدا کریں جو دل سے اور خلوص نیت سے لوگوں کو عملی صورت پر آمادہ کریں احکام ہم سے پوچھئے مشورہ لیجئے جو طریقہ ہے کام کرنے کا اس طرح کیجئے بہر حال صورت یہ ہے کہ آپ ایسی جماعت پیدا کریں اور ہم سے مشورہ لیں یہ ہے طریقہ کام کرنے کا اور یہ طریقہ آسان بھی ہے اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ بہت جلد کامیابی ہوگی ایک بات ضروری ہے کہ عمل کرنے کی صورت میں کسی پر جبر نہ کیا جاوے جیسے آجکل بعضوں نے وطیرہ اختیار کیا ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ شرکت نہ کرے اس کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں جبر سے قلوب میں بددلی ہوتی ہے جو کام خوشی سے ہوتا ہے اس میں مداومت ہوتی ہے آپ اس مجموعی طریق کو عملی جامعہ پہنائیں۔ یہ سب صورتیں تجربہ کی بناء پر میں نے بیان کی ہیں میری تو دل سے تمنا ہے کہ دین کے ساتھ مسلمانوں کی دنیا کی بھی فلاح ہو مگر طریقہ کے ساتھ یوں ہی اڑنگ بڑنگ کرنے سے کام نہیں چلا کرنا نہ اس میں برکت ہوتی ہے میرا تجربہ ہے کہ آجکل مسلمانوں کا کام جوش کے ماتحت ہوتا ہے اسی لئے اس میں استقلال نہیں ہوتا اگر ہوش کے ماتحت ہو تو دنیا کی تمام قومیں بیٹھی دیکھا کریں۔ ایک یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جو شخص جس کام کا اہل ہے وہی کام اس سے لیا جاوے اس میں گزربزنی کی جاوے اس کے خلاف کرنا اصول کے خلاف کرتا ہے جو بظاہر سبب ہوتا ہے عدم کامیابی کا یعنی جو کام لیڈروں کا ہے وہ کریں جو کام علماء کا ہے وہ کریں جو کام عوام کا ہے وہ کریں پھر عوام میں بھی دو طبقے ہیں ایک اہل مال ایک اہل جان اہل مال کا جو کام ہے

وہ کریں اہل جان کا جو کام ہے وہ کریں تقسیم عمل سے بڑی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں علماء سے دوسرے کام کی توقع ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم محمود خاں کے پاس جا کر ٹوٹے ہوئے جوتے کے سینے کی ترکیب ان سے پوچھے وہ کہیں گے کہ دہلیز پر باہر چمار بیٹھا ہے یہ کام اس کے سپرد کرو ہمارا یہ کام نہیں یا حکیم صاحب سے کوئی کہے کہ طبی کانفرنس میں جوتے کا ٹخنے کا منافع بیان کرو یہ سخت توہین ہوگی حکیم محمود خاں کی اور فن طب کی بھی ایسے ہی یہاں سمجھ لو علماء سے مسائل پوچھو دینا کے حصول کی تدابیر انہیں کیا معلوم خوب سمجھ لیجئے پھر ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ دنیا کہ ترقی اور اس کے حصول کے بھی تو کچھ شرائط اور حدود ہوں گے یہ تو نہیں کہ اس کے لئے جو جی میں آیا کر لیا جو جی میں آیا کہہ دیا جب دنیا کی ترقی کی بھی ایک حد ہے تو اس سے آگے بڑھنا وبال جان بلکہ مضر ایمان ہوگا میں نے لکھو ایک وعظ میں بیان کیا تھا اس وعظ میں نو تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ زیادہ تھے۔ بڑے بڑے پیر سٹر اور دکلا کا مجمع تھا میں نے کہا تھا کہ ترقی ترقی کا تے پھرتے ہو آخراں کے کچھ حدود بھی ہیں اگر ہر ترقی مطلوب ہے تو انسان کے بدن پر کبھی ورم آ جاتا ہے جس سے اس کے جسم کی ترقی ہو جاتی ہے تو پھر اس کے ازالہ کی تدابیر طبیب یا ڈاکٹر سے کیوں پوچھتے ہو اور اس کو مذموم کیوں سمجھتے ہو اگر حدود سے گزر کر ترقی کی جاوے تو وہ ایسے ہوگی جیسے فرعون نے ترقی کی تھی تو ایسی ترقی سے ایک مسلمان ایمان والے کو کیا فائدہ ایسی ترقی مسلمان کی ترقی کہلانے کی قابل کب ہوگی یقیناً کفار کی ترقی کہلائے گی اور اس کے حصول کی فکر بھی بے ضرورت ہی ہوگی اس لئے کہ کفار کی ترقی تو ہو ہی رہی ہے پھر مسلمانوں کے لئے ایسی ترقی میں کوئی خوبی ہوگی انکی خوبی تو اسی ترقی میں ہے کہ حدود کا تحفظ ہو اور پھر ترقی ہو یہ ہے خوبی کی بات اور ایسی ترقی غیر ممکن نہیں محال نہیں سلف کے کارنامے تمہارے سامنے ہیں کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اعلاء کلمۃ الحق کر گئے ان کی کامیابی اور ترقی میں جو بڑی بات ہے۔

وہ یہ ہے کہ حدود کا تحفظ رکھا اور اس کے ماتحت کامیابی اور ترقی کی نکاح کا نتیجہ جب ہی برآمد ہو سکتا ہے کہ میاں بھی صحیح المزاج ہو اور بیوی میں بھی کوئی نقص نہ ہو تب ہی اولاد پیدا ہوگی اسی طرح اگر علماء بھی متدین اہل تقویٰ و اہل فتویٰ ہوں اور عوام بھی اوکے مطیع و فرمانبردار ہوں اس صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ نتیجہ بہتر سے بہتر برآمد ہوگا غرض کام کے انجام دینے کے لئے ایک مختص جماعت چاہئے جس کا شب و روز یہ ہی کام ہو پھر اس جماعت میں دو قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے ایک وہ لوگ جو دنیا کی وجاہت رکھتے ہوں دوسرے وہ جو دین کی وجاہت رکھتے

ہوں اگر دنیا کے متعلق کوئی شبہ ہو تو پہلا طبقہ جواب دے گا اور اگر دین کے متعلق کوئی شبہ ہو تو دوسرا طبقہ جواب دے گا۔ رہا میری شرکت کے متعلق سو یہ عرض ہے کہ غیب کی خبر نہ ٹھکرو نہ آپ کو اس لئے پہلے سے کیسے جازم فیصلہ کر لوں بس معلقاً اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر شریعت کے موافق طریق کار ہو میں شریک ہوں مجھ کو انکار نہیں اصرار نہیں ضد نہیں جو بات تھی میں نے صاف صاف ظاہر کر دی تاکہ کسی قسم کی آپ کو الجھن نہ ہو دھوکہ نہ ہو نہایت احسن طریق سے کام شروع کیا جاوے اور اگر اس میں کوئی مخالفت کرے اس کے ساتھ نرمی سے کام لیا جاوے جبر اور تشدد کو پاس نہ آنے دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ سب شریک ہو جائیں گے سب سے اول ضرورت خلوص کی ہے پھر فوس والے خود آشریک ہوں گے آپ دیکھیں کہ شیعوں کا مذہب نہایت لچر ہے مگر ظاہر ان کے نرم ہونے کی وجہ سے بہت لوگ اس طرف مائل ہیں۔ نرمی وہ چیز ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے وعظ میں دیکھا کہ ایک شخص ٹخنے سے نیچے پا جامہ پہنے ہوئے ہے آپ نے ختم و غلط پرفرمایا کہ میاں ذرا تم ٹھہرے رہنا تم سے کچھ کام ہے سب لوگ چلے گئے وہ شخص ٹھہرا رہا تنہائی میں اس سے کہا کہ ذرا دیکھنا میرا وہم ہے یا سچ کچھ میں ہی غلطی پر ہوں میرا پا جامہ ٹخنے سے نیچا ہو جاتا ہے چونکہ اس پر ایسی ایسی وعید ہے اس لئے دیکھ کر تالا دو تاکہ زیادہ احتیاط کروں اور یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے کہ بھائی اچھی طرح دیکھ لو اس شخص نے نہایت مجبواً لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت خدا نہ کرے آپ کا تو کیوں ہوتا البتہ میرا ہی پا جامہ ٹخنے سے نیچے ہے میں تو بہ کرتا ہوں مولانا محمد قاسم صاحب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب مولانا کے بڑے دوست تھے مگر لباس انکا خلاف شریعت تھا اور وہ جمعہ کے روز مولانا ہی کہ پاس آکر غسل کرتے کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے یہ معلوم تھا کہ کپے آدی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے مولانا نے ایک جمعہ کو ان سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آئیے ہم بھی آج تمھاری وضع کا لباس پہنیں گے وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ جیسے خبیث کی وضع پر رہیں آپ ہی مجھ کو ایک جوڑا دیجئے میں اس کو پہنوں گا اور ہمیشہ کے لئے اس لباس سے توبہ کر لی حق تعالیٰ نے نرمی میں خاصہ رکھا ہے جذب کا پس آپ ان اصول پر کام شروع کریں اگر شریعت کے موافق تحریک نافذ ہوگی میں دل و جان سے شریک ہوں پھر فرمایا کہ تجارت کے متعلق ایک اور بات کام کی یاد آئی وہ یہ کہ امراء کو یہ رائے دی جائے کہ گراں قیمت کی چیزیں خرید کر غربا کو سستی دیں تاکہ تجارت میں مسلمان دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں یہ دوسری قومیں مسلمانوں کو اپنی چالوں اور تدابیر سے تجارت میں چلنے نہیں دیتے۔ اور اس کی چند روز ضرورت ہوگی پھر کام چل نکلنے پر کچھ ضرورت نہ ہوگی وجہ

یہ کہ لوگ بھی اصول تجارت سے واقف ہو جائیں گے اور ان تدابیر سے یہ مقصود نہیں کہ مسلمان اہل ثروت ہوں امیر ہوں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کی حوائج ضروریہ چلتی رہیں اور کم از کم ہم دوسری قوموں سے مستغنی ہو جائیں یہ ہیں چند باتیں جو تجربات کی بناء پر میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیں مجھ کو مسلمانوں کی طرف سے جو زیادہ قلق ہے اس وجہ سے ہے کہ انکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک مریض کسی طبیب کے پاس جائے مگر وہ طبیب خود ہی بیمار ہو وہ کیا خاک علاج کرے گا تو حضرت ہمارے طبیب ہی بیمار ہیں کیا علاج کریں گے رہنمائی غلط راستہ پر میں کیا رہبری کریں گے الا ماشاء اللہ۔

حضرت کو دہلی منتقل ہونے کا مشورہ

(ملفوظ ۸۰) ایک صاحب نے ایک بڑے غیر مسلم حاکم کا مقولہ نقل کیا کہ حضرت چیمو نے قصبہ میں رہتے ہیں دہلی جیسی جگہ میں کیوں قیام نہیں فرماتے تاکہ زیادہ لوگوں کو نفع ہو فرمایا کہ چھوٹی جگہ میں رہ کر کام زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ وقت فراغ کا زیادہ ملتا ہے اور بڑی جگہ میں رہ کر چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت دارو و صادر کی دلجوئی ہی میں گزرتا ہے اور اس وقت تک جو کچھ کام ہوا یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حضرت حاجی صاحب کی جگہ ہے اور حضرت ہی کے فرمانے کی وجہ سے کانپور سے یہاں پر آ کر قیام کیا اور اس کے علاوہ سب سے بڑی بات جس سے برکت بڑھتی ہے یہ ہے کہ کام میں خلوص ہو یعنی جو کام ہم کریں اس میں یہ نیت ہو کہ اللہ راضی ہو پھر برکت ہی برکت ہے اور کام میں جو بے برکتی ہوتی ہے وہ نیت کی خرابی اور عدم خلوص کے سبب ہوتی ہے۔

اصول اسلامیہ کی خاصیت

(ملفوظ ۸۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصول اسلامیہ کی خاصیت کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے گل بغشتہ میں برکت ہے زکام کے دفع کی خواہ مسلمان ہے یا کافر ہے اسی طرح جو شخص اصول صحیح پر عمل کرتا ہے چاہے مسلمان ہو کافر ہو راحت پاتا ہے اصول صحیح میں فطرۃ یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور گفتوں کو دور کرتی ہیں اس میں مسلم غیر مسلم کی کچھ قید نہیں جبکہ شاہ راہ یعنی سڑک شاہی سے جو گزرے گا وہ راحت سے سفر کرے گا درختوں کا سایہ اس کو طے گا اب چاہے مسافر مسلم ہو یا غیر مسلم ہوش سید مغفل پنہان ہو یا بھنگی اور چمار ہو اس میں کسی کی کوئی قید نہیں البتہ آخرت میں ترتیب آثار کے لئے اسلام بھی شرط ہے۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس نماز ظہر یوم شنبہ

مکاتبت میں تاخیر دلیل ہے ضعف طلب کی

(ملفوظ ۸۲) ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کئی مہینے تک خط کا نہ بھیجنا یہ دلیل ہے ضعف طلب کی اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ بھی راز ہے میرے یہاں تاخیر بیعت کا اس پر فرمایا کہ آجکل بیعت بھی منجملہ اسباب افتخار کے ہو گئی ہے طلب نہیں ہے میں ضابطہ کے تعلق کو تعلق نہیں سمجھتا خلوص کے تعلق کو تعلق سمجھتا ہوں اور خلوص بھی وہ جس میں فلوں کو بھی دخل نہ ہو اور یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ یہ پیری مریدی کا تعلق اس سے قبول کرنا چاہیے جس پر حکومت کر سکے نیز مرید ہونے کے قابل وہ شخص ہے کہ جس کو پہلے سے محبت ہو خلوص ہو اس میں بڑی مصلحتیں اور راحتیں ہیں۔

خالی مشورے دینے والوں کا علاج

(ملفوظ ۸۳) آج صبح کی مجلس میں ملفوظ نمبر ۷۹ میں جو ایک نووارد متول صاحب سے گفتگو نقل کی گئی ہے ان کے متعلق حضرت والا نے فرمایا کہ صبح ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی دو قسم کے لوگوں سے گفتگو ہوئی ایک تو وہ جوان کے بالکل ہم خیال ہیں انہوں نے ہم تن موافقت کی اور ایک وہ جنہوں نے بالکل مخالفت کی میں نے یہ کیا کہ اصل مقصد میں موافقت اور طریق کار میں اختلاف کیا اور میرا اختلاف بالکل اصول صحیح پر منطبق تھا الحمد للہ میرے اندر بے پروائی نہیں ہاں میں تابع تو بنانا نہیں چاہتا تابع شریعت ہی کے رہنا چاہیے اب اگر کوئی کام شریعت کے موافق ہے تو مجھے شرکت سے خدمت سے انکار نہیں اگر خلاف شریعت ہے تو میں شرکت سے معذور ہوں میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں جہاں کسی نے مولویوں کے ذمہ کام ڈالا میں نے فوراً اس کو بھی ایک کام بتا دیا بس اس سے ان کی سب فضولیات ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ دنیا دار باتیں ہی باتیں مانتے ہیں جب کام سر پڑتا ہے تو محض ناکارہ ثابت ہوتے ہیں ان کی رگ میں ہی پچھانتا ہوں اب یہ گئے ہیں مگر جو کچھ کریں گے دیکھ لیجئے اور سن لیجئے وجہ یہ کہ اس میں طریق کار میں نے ایسا بیان کر دیا کہ جس میں ان کو خود بھی کچھ کرنا پڑے گا اور یہی نیز بھی کھیر ہے۔

حالات کے تغیر تبدیل میں حکمتیں ہیں

(ملفوظ ۸۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ایک باطنی حالت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو بقاء

نہیں میں نے لکھا ہے کہ بقاء ہے مگر اس حالت کا غلبہ نہیں رہتا اور وہ دائم رہ بھی نہیں سکتا اگر انسان چاہے کہ ایک سی حالت ہمیشہ رہے یہ ہو ہی نہیں سکتا حالات کے تغیر تبدیل میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

ایک صاحب کے خط کے جواب

(ملفوظ ۸۵) ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ بہت عرصہ سے نہ حاضری ہوئی اور نہ خط بھیج کا حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس سے میرا کوئی ضرر نہیں بالکل بے فکر رہو۔

خط صحیح طریقہ سے بند کرنا

(ملفوظ ۸۶) ایک صاحب کا خط آیا اسکو اس طرح بند کیا تھا کہ کھولتے ہوئے پھٹ گیا اس پر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ اس حالت میں یا تو تم کو بند کرنے کی تمیز نہیں یا مجھ کو کھولنے کی تمیز نہیں اور بد تمیز نہ مرید ہونے کے لائق ہے اور نہ پیر بننے کے لائق اس واسطے اس قصہ کو ختم کرو اور اگر تم نے بند نہیں کیا کسی اور نے بند کیا تو آئندہ بھی ایسے ہی بد تمیز آدمی سے بند کرایا کرو گے تو یہ تکلیف کون برداشت کرے گا۔ جواب آیا کہ خط کے اوپر گوند دوسرے شخص نے لگایا تھا حضرت والا کا جواب گیا کہ تم نے خود کیوں نہیں لگایا کیا اپنے کو اتنا بڑا آدمی سمجھتے ہو کہ ایسے معمولی کام بھی دوسروں سے لیتے ہو تو متکبر آدمی بھی مرید ہونے کے لائق نہیں۔

کسی چہرہ پر نظر نہ رکھنا

(ملفوظ ۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا میں کسی چہرہ پر نظر نہیں کرتا طبعاً حجاب معلوم ہوتا ہے۔

فضولیات میں مبتلا ہونے کا نقصان

(ملفوظ ۸۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوگا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا یہ تجربہ کی بات ہے۔

حضرت کا کمال استغناء

(ملفوظ ۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عموماً مشائخ کے دربار میں اس پر نظر رہتی ہے کہ کون خدمت زیادہ کرتا ہے اور کون کم اس وجہ سے لوگ اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں الحمد للہ مجھ کو اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض خدمت سے اور تکلیف ہوتی ہے کیونکہ خدمت کا سلیقہ نہیں ہوتا اور بعض کو اگر ہوتا بھی ہے تو نیت اچھی نہیں ہوتی کچھ اغراض پیش نظر ہوتے ہیں خدمت کرنے کے بعد اس غرض کو پیش کرتے ہیں برا معلوم ہوتا ہے یہ تو اچھی خاصی رشوت ہوتی کہ خدمت سے مخدوم

نرم ہو جائے گا پھر ہم جو کہیں گے وہ کرے گا گویا تابع اور غلام بنانا چاہتے ہیں اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ان اہل دنیا کی نظروں میں دین اور اہل دین کی عظمت نہیں آخردلیل سمجھنے کا سبب کیا وجہ کیا ہمارا ایسا کون سا کام ہے جو بدن ان کے انکا پڑا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہی اپنی حاجت آ کر پیش کرتے ہیں ہم نے تو کبھی کوئی حاجت ان کے پیش نہیں کی اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کو حقیقت معلوم کرادینا چاہیے کہ جیسے تم ملائوں کو کچھ نہیں سمجھتے ملائے بھی تم کو کچھ نہیں سمجھتے۔

متکبروں کے ساتھ حضرت کا برتاؤ

(ملفوظ ۹۰) فرمایا میں متکبروں کی ساتھ الحمد للہ ایسا برتاؤ کرتا ہوں جس کو دیکھ کر وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ علماء میں بھی ایسے ایسے حضرات موجود ہیں یعنی جو ان کو مونہہ نہیں لگاتے اور خیر میرے متعلق تو ان کا خیال ہی خیال ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اہل علم میں بڑے بڑے حضرات ہیں باقی ہم لوگ تو کس شمار میں ہیں اب رہ گیا حصول دنیا سواس پر حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا یاد آ گیا کہ دنیا بیس بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے اور انکو ذلت کے ساتھ مگر اس استثناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بھی بہت بری بات ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تواضع امراء کے ساتھ سختی کرنا یہ بھی تکبر ہے۔

حفظ مراتب کا خیال نہ رکھنا

(ملفوظ ۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ ایسے گندے مذاق کے بھی ہیں کہ حضور ﷺ کی جہد ران کے قلب میں عظمت ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی اس قدر نہیں اور جس قدر فقراء کی عظمت ہے اس قدر حضور ﷺ کی نہیں اور فقراء میں بھی ایسوں کی جو خلاف شریعت رستے ہیں مراد جیسے بھنگڑا وہی تباہی فقیر۔

انتظام اوقات کی برکت

(ملفوظ ۹۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ الحمد للہ اب کسی چیز کی اُمنگ نہیں رہی۔ اب یہ جی چاہتا ہے کہ فراغ کے ساتھ خاص تعلق مع اللہ میسر ہو جائے گوا بھی وہ نصیب نہیں ہوا مگر جی چاہتا ہے نہ نصیب ہو جائے۔

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

انتظام اوقات کی برکت

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر میں اوقات منضبط نہ کرتا تو کوئی کام نہیں کر سکتا تھا اس انتظام اور اوقات کی پابندی کی بدولت اتنا کام ہوا انتظام میں حق تعالیٰ نے ایک خاص برکت رکھی ہے مگر اسی انتظام اور اوقات کی پابندی کی بناء پر لوگ مجھ کو بدنام کرتے ہیں اس کا نام لوگوں نے فحش بے مروتی رکھا ہے میں فحش کے مقابلہ میں کہا کرتا ہوں کہ اتنی تری بھی نہیں چاہیے کہ جس میں ڈوب ہی جائے۔

ایک خطبہ کا خواب میں القاء

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے اس میں ایک خطبہ ہے محاسبہ اور مراقبہ کا آئین مجھ کو دو مشکلیں پیش آئیں ایک تو قید مساوی خطب کے التزام کیساتھ ضبط مضمون کی کہ مضمون بہت طویل تھا جیسا احیاء کے کتاب الحاسبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایک رعایت قوانی کی خدا تعالیٰ کا فضل ہوا۔ خواب میں کسی نے اس کی عبارت تہادی جس سے دونوں مشکلیں حل ہو گئیں سچ کو اٹھا تو کل حصہ تو محفوظ نہ تھا مگر اکثر حصہ تحفہ میں باقی تھا سو اس خطبہ کو الہامی نہ کہتے مگر منافی تو کہتے اس لئے کہ الہام تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے عوام کو تو خواب میں تلاذ یا جاتا ہے۔

حضرت کے ماموں کے کچھ اقوال

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں لوگوں نے مجھ پر بلاوجہ طرح طرح کے بہتان باندھے بس ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا - شاید ہوتا ہے - یعنی اخیر میں ان ہی کی گردن جھکی میری گردن نہیں جھکی وہی میرے دروازہ پر معذرت کے لئے آئے - مجھے کسی کے دروازہ پر جانا نہیں پڑا اور میرا نقصان ہی کیا ہوا بلکہ نفع ہی ہوا کہ کنکریوں کے بدلے جواہرات عطاء فرمائے گئے یعنی ہر شے کا نعم البدل عطا ہوا جس میں بڑی نعمت یہ ملی کہ مخلوق سے دل چسپی کم ہو گئی اس پر حیدر آباد والے ماموں صاحب کا قول یاد آیا فرماتے تھے کہ تارک الدنیا ہوتا تو بڑا مشکل ہے مگر جب بندہ پر خدا کا فضل ہوتا ہے تو وہ متروک الدنیا بنا دیا جاتا ہے۔ ماموں صاحب سے میرا اعتبار مسلک کے گونا گونا گوں تھا مگر ان کی باتیں بڑی ذہانت کی ہوتی تھیں اور مزاج میں ظرافت بھی بہت

تھی روز کی میں ایک مرتبہ دو واعظ دو مولوی صاحبان میں معاقدہ ہوا دونوں کے پیٹ بڑے تھے گلے سے پہلے پیٹ مل گئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ مواانا یہ معاقدہ تو نہیں ہوا مبالغہ ہو گیا اور ان میں ترک کی بھی خاص شان تھی ایک بار جبکہ ماموں صاحب کا حیدر آباد کن میں قیام تھا نواب محبوب علی خاں صاحب نے ایک تاریخ مقرر کی کہ آج ہم سب مزارات کی زیارت کریں گے چنانچہ جس مزار پر گئے وہاں کے خدام نے پر جوش استقبال کیا مگر ماموں صاحب کے شیخ مرزا سردار بیگ صاحب کے مزار پر جو آئے تو یہاں ماموں صاحب پہلے سے مزار پر حاضر تھے مگر ان کو دکھ کر صرف کھڑے ہو گئے اور سلام و مصافحہ کر لیا نہ بھی قبول نہیں کی جب وہاں سے رخصت ہوئے مضامین کو خیال ہوا کہ شاید نواب صاحب نے فرامانا ہو گا اس لئے تاویل کی کہ حضور یہ کچھ معذور سے ہیں ان کی بات کا کچھ خیال نہ فرمائیے نواب صاحب نے نہایت ناخوش ہو کر فرمایا کہ افسوس ایسے شخص کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہو الحمد للہ کہ میرے شہر میں ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے دل میں حب دنیا نہیں اور اس کے بعد ماموں صاحب کے پاس فرمان اور سواری بھیجی کہ اس وقت مجھ کو سیری نہیں ہوئی یہاں تشریف لائیں تو عنایت ہو ماموں صاحب نے کہا کہ حضور اگر مجھ کو اپنی قلم رو سے نکالنا ہے تو دق کر کے کیوں نکالتے ہیں صاف کہہ دیں کہ میں کہیں نکل جاؤں گا آخر نواب صاحب خاموش ہو گئے باقی مجھ کو جو ماموں صاحب سے لگاؤ نہ تھا اس کا سبب ان کا مسائل میں اغزش کرنا تھا پھر اس کو زبان سے بھی ظاہر کرتے تھے بولتے بہت تھے اس میں ایسی باتیں کہہ جاتے تھے میں نے ادب کے ساتھ ان سے اختلاف کو ظاہر بھی کر دیا تھا اس لئے مجھ سے بہت ناخوش ہو گئے تھے اور میں اس لئے خوش تھا کہ پیچھا چھوٹا میں نے ملنا بھی چھوڑ دیا تھا شخص اس خیال سے کہ اگر ایسے منکرات پر سکوت کر دوں گا تو بے غیرتی ہے اگر بولوں گا تو گستاخی ہے۔

دور حاضر کے مفسرین کا حال

(ملفوظ ۹۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں آجکل کے مدعیان قرآن دانی کے متعلق فرمایا کہ یہ تو ان نااہلوں کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور تفسیر کر سکتے ہیں ان کے لئے ذوق سلیم اور فہم سلیم کی ضرورت ہے اور وہ پیدا ہوتا ہے تقویٰ سے اور بدون تقویٰ کے نور فہم کہاں نصیب گو نظر بھی وسیع ہو اس وسعت نظر اور عمق فہم پر میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ تجر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تجر ایک مچھلی تجر کدو تو دریا کے تمام سطح پر پھر جاتا ہے مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ دریا کے اندر کیا ہے اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہنچتی ہے گو تمام دریا پر نہ تیرے سو

یہ آجکل کے مدعی کدو متجرب ہیں اور پھر تے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں جیسے ایک انگریز نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو جانتے ہیں اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی شعر یہ ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے او کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انا کا ایک بڑا آدمی یہ میر کا ترجمہ ہوا سب اس کے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے (خانہ) چلا گیا ایک ایرانی نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو سمجھتا ہے ہندوستانی نے کہا جھیل رنگلی رسیل فہمیدی تم سمجھ ایرانی نے کہا بلے فہمیدی ہاں سمجھا ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی تم کیا سمجھتے تو وہ ایرانی کہتا ہے کہ شش گر بہ رنگین رس گرفت چھ رنگین بلیوں نے سی پکڑ لی بس یہی حال ہے ان مدعیوں کا خوب سمجھ لو کہ قرآن مجید جیسا لفظاً معجز ہے اسی طرح معنی بھی معجز ہے بدون نقل صحیح کے محض عقل کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی اور لفظی اعجاز کی سب سے واضح اور کلی دلیل یہ ہے کہ اہل زبان نے اس کو خدا کا کلام تسلیم کیا اور کہا کہ ماہذ قول البشر یہ بشر کا کلام نہیں ہے باقی تفصیلات و جزئیات بھی مویذات میں چنانچہ ایک تائیدی دلیل ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اشدعون بعلا و تذرون احسن الخالقین اگر یہ انسان کا کلام ہوتا تو بجائے تذرون کے یوں ہوتا کہ تذعون احسن الخالقین کیونکہ تذعون کے معنی بھی چھوڑ دینے کے ہیں اور تذرون کے بھی وہی معنی ہیں اور تذعون میں صنعت ہے تو بشر صنعت کو ترجیح دیتا اسی کو فرماتے ہیں بعض مصنفین نے قرآن کو بعض آیات کی تفسیر کو نجوم کے اصول پر مبنی کیا ہے خدا کا شکر ہے کہ تفسیر بیان القرآن ایسی سب باتوں سے پاک ہے۔

طریق کی وضاحت

(ملفوظ ۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے جاہل صوفیوں نے حقائق کو تو بالکل ہی مستور کر دیا ایک ہمایا تک صورت میں طریق کو لوگوں کے سامنے پیش کیا مگر اب تو الحمد للہ تعالیٰ صدیوں کے لئے طریق بے غبار ہو گیا کافی خدمت طریق کی ہو چکی اور ان جاہلوں کے مکر و فریب سے لوگ بخوبی واقف ہو چکے اگر تھوڑا سا بھی کسی کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم عطا فرمایا ہو وہ ان کے جال میں نہیں پھنس سکتا باقی بد فہموں کا کسی کے پاس بھی علاج نہیں۔

غیر مکلفوں میں بھی عقل ہوتی ہے

(ملفوظ ۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکماء کہتے ہیں کہ جانوروں میں عقل نہیں اور تعجب تو یہ ہے

کہ متکلمین بھی ان کے ساتھ ہو گئے لیکن واقعات و مشاہدات اس کی تغلیط کرتے ہیں ان صاحبوں کی بڑی دلیل جانوروں کا مکلف نہ ہونا ہے لیکن یہ مکلف نہ ہونا ایسا ہے جیسا نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہوتا حالانکہ اس میں عقل ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی جس سے مکلف ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ نابالغ میں عقل کافی نہیں ہوتی ایسے ہی جانوروں میں عقل ہے مگر کافی نہیں اس لئے مکلف نہیں تو مکلف نہ ہونا دلیل نہیں ہوتی عدم عقل کی۔

۲۱/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

جہاں جائے وہاں کے معمولات معلوم کرے

(ملفوظ ۹۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے ان کے ناواقفی قواعد کے عذر کر نیکی جواب میں فرمایا کہ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ بدون کسی جگہ جائے ہوئے۔ اطلاع کئے ہوئے کسی جگہ کے معمولات کی کیا خبر کہ وہاں کے کیا اصول ہیں کیا قواعد ہیں مگر اتنی عقل تو ہونا چاہئے کہ جہاں جائے وہاں کے رہنے والوں سے معلوم کر لے یہ تو کوئی ایسی باریک اور غامض بات نہیں جو سمجھ میں نہ آ سکے ایسی موٹی بات اور اس میں یہ گڑبڑ تو پھر ایسے شخص سے آئندہ ہی کیا امید ہو سکتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ ایسی باتوں کو نہ سمجھنا بے عقلی یا بد فہمی کے سبب سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ بے فکری کے سبب ہوتا ہے۔ جو کہ اختیاری ہے بس یہ ہے جب میرے مواخذہ کی میں جب کسی غلطی کے سمندر پر کسی سے سوال کرتا ہوں کہ یہ بتاؤ کہ اس غلطی کا سبب بد فہمی ہے یا بے فکری اکثر لوگ یہ سمجھ کر اگر بے فکری کو سبب بتلاتے ہیں تو وہ چونکہ اختیاری ہے مواخذہ سخت ہوگا بس جان بچانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ بد فہمی میں اس پر کہتا ہوں کہ بے فکری اگر سبب ہوتی تو چونکہ وہ اختیاری ہے اس لئے امید انداز کی قریب نہیں لہذا تم سے موافقت مشکل ہے تمہاری خدمت سے معذرت ہوں۔

تو کل کی صورت، بھی بڑی دولت ہے

(ملفوظ ۱۰۰) ایک حوالہ گنگو میں فرمایا کہ تو کل تو بڑی چیز ہے جس کو حق تعالیٰ نصیب فرمادیں بڑی دولت اور بڑی نعمت ہے باقی ہم جیسوں کو تو اگر تو کل کرنے والوں کی نقل ہی نصیب ہو جاوے یہ بھی سب کچھ ہے اس پر بھی فضل ہو جاتا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ روسا کے یہاں نقل پر بھی انعام ملتا ہے بلکہ بعض دفعہ زیادہ ملتا ہے اصلی خربوزہ تر بوز آرم کر لے لے جائے تو بازار کی قیمت تو چار آنہ ملے گی اور اگر نقلی لے جائے تو انعام پانچ دس روپیہ ملتا ہے ہیں تو اسی طرح ہمارا تو کل تو کیا اگر نقل بھی

ہو جاوے تو یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ قابل انعام ہے اور دوسرے اعمال کو بھی اسی طرح سمجھ لیجئے۔

انعامات خداوندی کا مشاہدہ

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: اِنْ نَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تَحْصُوْهَا۔ کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے ہزاروں واقعات ایسے ہیں کہ جس چیز کو جس طرح چاہا اللہ تعالیٰ اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔
تبادلہ خیالات مہمل لفظ ہے:

(ملفوظ ۱۰۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبادلہ خیالات نہایت مہمل لفظ ہے پھر معنوی دلالت بھی اس میں کافی نہیں مشورہ اچھا لفظ ہے یہ تبادلہ لفظ بھی تو غلط ہے تبادلہ البتہ صحیح لفظ ہے تبادلہ عربی میں کوئی لفظ ہی نہیں۔

بیعت پر بے جا اصرار سے تکدر ہو جانا:

(ملفوظ ۱۰۳) ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر اس خط میں بیعت کا مضمون نہ ہوتا تو بڑا اچھا خط تھا ضرور جواب دیتا۔

(نوٹ)۔ اس میں بیعت پر بے اصول اصرار تھا جس سے طبیعت کو تکدر ہو گیا۔

۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

مانگنا بے عزتی ہے

(ملفوظ ۱۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص معزز ہے گو کپڑے پہنے ہو ولبیدہ (پچھے پرانے) مگر سوال نہ کرے بخلاف اسکے جو عبا و قبا پہن کر سوال کرے وہ معزز نہیں ایک صاحب کسی مقام پر کپڑے بدل کر گئے پرانی وضع کے آدمی تھے چونکہ وہ عمامہ زیب تن تھا شخص براہ اخلاق ایک رئیس سے ملنے گئے اس نے دور سے دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ کوئی چندہ مانگنے والے ہیں گھر میں گھس گئے پھر اس اطلاع پر کہ سب حج ہیں تب باہر آئے یہ حالت ہو گئی ہے ان مانگنے والوں کی بدولت مجھ کو ایسی باتوں سے طبعی نفرت ہے جس کام کے لئے چندہ کی ضرورت ہے اس کام کی عام اطلاع کر دینا کافی ہے اس پر اگر کوئی اعانت اور امداد کرے قبول کرے ورنہ خیر علماء کو تو ان امراء کے دروازوں پر جا کر ان سے سوال کرنا نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے اگر علماء چند روز بطور امتحان ہی ایسا کر کے دیکھیں تو یہ امراء خود ان کے دروازوں پر آئیں اور قدموں میں سر رکھنے کو تیار ہو جائیں۔

اتباع اور اعتماد

(ملفوظ ۱۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں اتباع اور اعتماد پر مدار ہے طیب کے معالجہ میں بھی یہی بات ہے اگر طیب پر اعتماد اور اسکی تجویز کا اتباع نہ ہو مریض اچھا ہو چکا اعتماد ہو تو یہ سمجھ کہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

چاپلوسی کی مذمت

(ملفوظ ۱۰۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی سے تعلق رکھنا اور چیز ہے اور تعلق کرنا اور چیز یہ غلط بحث کیسا میں تعلق تو سب سے رکھتا ہوں تعلق کسی سے نہیں ہے مجھ کو جب اس کا تصور ہو جاتا ہے کہ کسی سے تعلق نہیں نہایت لذیذ معلوم ہوتا ہے چاہے اس پر کوئی متکبر ہی سمجھے۔
تعویذ کے بارے میں ایک اصول

(ملفوظ ۱۰۷) فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں تعویذ پر ایک سادہ کاغذ لگا دیتا ہوں تاکہ لینے والے کو بے وضو مس کرنا جائز رہے۔

انسان کی حقیقت

(ملفوظ ۱۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان تار کس بات پر کرے اس کی ہستی اور وجود ہی کیا ہے ایک عالم کی حکایت لکھی ہے کہ میں نے ایک چیز ایسی یاد کی کہ کوئی یاد نہیں کر سکتا اور ایک ایسی چیز بھولا کہ کوئی بھول نہیں سکتا یاد تو یہ کہ قرآن شریف تین دن میں یاد کر لیا۔ اور بھولا یہ کہ دائرہ چار انگلی سے زائد ہو گئی مٹھی میں تھی پکڑ کر کائناتی چاہی خیال نہ رہا، پر کی جانب سے کاٹ گیا بالکل صاف ہو گئی حق سبحانہ تعالیٰ انسان کا عجز دکھا دیتے ہیں اسی کو مولا ناردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر خدا خواہد گلخند از بطر پس خدا نمود شان عجز بشر

بندوں کی غلطی ظاہر کر دیتے ہیں تاکہ ان میں دعویٰ نہ پیدا ہو جائے یہ بھی بڑی رحمت ہے حق تعالیٰ بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں چنانچہ میں نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب بندو نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر نوٹ پڑوں زمین کہتی ہے کہ میں اس کو نگل جاؤں مطلب یہ کہ اسکو فنا کر دیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تم اس کو بناتے اور پھر ایسی درخواست کرتے تب جاننے اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے محبت ہوتی ہے کہیں اختیار کہیں اضطراب وہاں اضطراب تو ہے نہیں صرف اختیار ہے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے جب قوم غرق ہو گئی حکم ہوا مٹی کے برتن بناؤ کئی سال تک برتن بنوائے گئے پھر حکم دیا کہ توڑ دو۔ دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ

توڑ دیئے ارشاد ہوا کہ کچھ رنج ہوا عرض کیا کہ بہت رنج ہوا ارشاد ہوا دیکھو اپنی بنائی ہوئی چیز سے ایسی محبت ہوتی ہے مگر ہم نے تمہارے کہنے سے اپنی مصنوعات کو ہلاک کر دیا۔

حب دنیا کا علاج

(ملفوظ ۱۰۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حب دنیا کے علاج میں یہ مراقبہ نہایت مفید ہے کہ قبر میں اس طرح کفن گل گیا اعضاء منتشر ہو گئے موت سے لوگ گھبراتے ہیں مگر مومن کے لئے موت بڑی مسرت کی چیز ہے یہی وہ بل ہے جس سے گذر کر محبوب تک رسائی ہوگی باقی طبی تکلیف ایسی ہے جیسے بچے کا آپریشن کیا جاتا ہے وہ اس پر روتا ہے چلاتا ہے مگر مربی خوش ہیں کہ یہ اب اچھا ہو جائے گا اسی کو فرماتے ہیں۔

مظل میلرز دز نیش احتیام مادر مشفق ازاں غم شاد کام

جوش اور بہادری میں فرق ہے

(ملفوظ ۱۱۰) ایک صاحب سے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جوش کو بہادری نہیں کہتے ہوش کی حالت میں جو کام قوت و استقلال سے کیا جائے بہادری اس کو کہتے ہیں اور جوش کی کیفیت تو اکثر عورتوں میں بھی ہوتی ہے اکثر واقعات کنوؤں میں ڈوب جانے کے انہیں کے ہوتے ہیں مگر کوئی بھی اسکو بہادری سے تعبیر نہیں کرتا بلکہ بزدلی پر دال ہے تو محض جان کھو دینا یاد دے دینا بہادری نہیں بہادری اور ہی چیز کو کہتے ہیں آج کل بعض مسلمان بھی اہل باطل کی پیروی میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں مگر اہل باطل میں قوت کہاں محض ایک جوش ہوتا ہے جو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔

آنیوالوں کی خدمت کو ذریعہ نجات جاننا

(ملفوظ ۱۱۱) سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو آنے والے حضرات کی خدمت کو اپنا ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر آنے والوں پر نظر نہیں مراحا فرمایا کہ آنے والوں کو کیا دیکھتا روپیہ والوں کو دیکھتا ہوں یعنی اہل صدق کو۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ

اتباع سے انکار اور خود سری

(ملفوظ ۱۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کس قدر بد فہمی کی بات ہے کہ اتباع کوئی چیز ہی نہیں رہی یہ چاہتے ہیں کہ حاکم ہمارا اتباع کریں اب یہ ہی سوراخ سوراخ بائیں رہے ہیں جب یہ حاکم نہیں

گے تو ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوگا جو یہ کہہ رہے ہیں تب حقیقت معلوم ہوگی جتنی باتیں کر رہے ہیں نہایت ناواقفیت اندیشی کی ہیں بہت بری ذہنت پیدا ہو گئی ہے یہی حالت حکام باطنی یعنی مشائخ کے ساتھ ہو گئی ہے کہ ان کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں سو یہ خود علامت سے ضعف اعتقاد کی اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ زادہ کی قوم اگر کسی سے معتقد ہو جائیں تو بغالب ظن واقعی بزرگ ہے اس لئے کہ وہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مولوی ہو جاوے شیخ ہو جاوے ان کا معتقد ہونا بڑا مشکل ہے یہ تو واقعی بزرگوں کے بھی کم ہی معتقد ہوتے ہیں مزاحاً فرمایا کہ یہ خود شیخ زادہ ہیں بلکہ شیخ سے بھی زیادہ ہیں اس لئے کہ بڑی مشکل سے کسی کے معتقد ہوتے ہیں اور اگر ہو جاتے ہیں تو پھر پورے طور سے ہوتے ہیں کیونکہ سمجھ کر ہوتے ہیں حضرت مولانا گنگوہیؒ کتنے بڑے درجہ کے ہیں مگر گنگوہ کے لوگ زیادہ معتقد نہ تھے نہ شیخ زادے نہ پیر زادے اور یہ پیر زادوں کی قوم تو ہر جگہ عجیب ہی ہیں چنانچہ آجکل کے پیر جیوں نے عجیب عجیب باتیں تراش رکھی ہیں کبھی مرغ حاصل کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ تعویذ مرغ کے خون میں لکھا جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان کو مرغ نہ دے بلکہ ان کے سامنے مرغ ذبح کر کے اور ایک ٹھیکری میں خون دے کر کبہ دیا جاوے کہ یہ ہے مرغ کا خون اس سے تعویذ لکھ دیجئے مگر پھر شاید وہ یہ کہنے لگیں کہ مرغ کا گوشت کھا کر تعویذ لکھا جائے گا تب اثر ہوگا اس کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں یہ لوگ اگر یہ ترکیبیں نہ کریں تو بیچارے اور کیا کریں ان کو اور کچھ آتا بھی تو نہیں اس لئے قابل رحم بھی ہیں۔

احلیہ سے محبت اور اس کی حدود

(ملفوظ ۱۱۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اپنی اہلیہ سے بحد محبت ہے اس قدر محبت مذموم تو نہیں میں نے لکھ دیا کہ اس سے زیادہ بھی مذموم نہیں مگر ایک شرط ہے میں نے اس شرط کے متعلق بھی اس سے دریافت کیا ہے کہ اگر کسی موقع پر اس کی رعایت کرنے میں دین کا ضرر ہو تو اس وقت آپ کس کو ترجیح دیں گے دین کو یا اہلیہ کو اس پر فرمایا کہ نہ معلوم بیچاری بیوی ہی کو کیوں تہمت مشق بنایا جاتا ہے اگر بیوی کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ غیر اللہ ہے تو یہ خود بھی عین اللہ نہیں غیر اللہ ہی ہیں کہ جو محبت اہلیہ سے ہے اگر وہی محبت اپنی ذات سے ہو تو وہاں پر بھی تو یہی شبہ ہونا چاہیے مگر اس کا کبھی سوال نہیں کیا خیر جو سوال کیا یہ بھی غیبت ہے اس سے دین کی فکر کا تو پتہ چلا اور فکر دین وہ چیز ہے کہ یہ جب ہوتی ہے تو مصلح کا بھی جی چاہتا ہے کہ یہ بھی بتا دو یہ بھی سکھا دو اور اگر طلب اور فکر نہیں تو پھر مرو اور پڑو گڑھے میں۔

ذاتی علم کے بغیر تصدیق نہ کرنا چاہئے

(ملفوظ ۱۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ بدون اپنے ذاتی علم کے سنی سنائی باتوں پر کسی کے مضمون کی تصدیق نہیں کرتا اس لئے کہ یہ شہادت ہے اور اس میں شرعاً مشاہدہ شرط ہے۔

لفظ ”خانقاہ“ کی اصل

(ملفوظ ۱۱۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے پتہ پر لکھا ہے خانقاہ امدادیہ مگر صحیح اور اصل لفظ یہی ہے خانقاہ اس کا معرب ہے۔ خانقاہ جہاں پر بہت سے خانے اور حجرے بنے ہوں۔

دوسروں کی مصلحت کو اپنی نیک نامی پر مقدم رکھنا

(ملفوظ ۱۱۶) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس میں تعلیم کی ضرورت ہوتی یہ تو فطری چیز ہے فطریات میں کسی کی تعلیم کی کیا ضرورت کیا یہ امر فطری نہیں کہ آدمی جس کام کو آدے سے صاف کہہ دے پھر جو جواب ملے اس پر عمل کرے مگر لوگ ایسا نہیں کرتے پھر چاہتے ہیں کہ اس کی اصلاح نہ کی جاوے۔ رعایت کی جاوے حالانکہ اصلاح کر دینا بھی رعایت ہے اور ای قاعدہ کے موافق میں ہمیشہ آنے والوں کی رعایت کرتا ہوں اور ان کی دینی مصلحت کو کہ اصلاح ہے مقدم رکھتا ہوں اپنی و نیوی مصلحت پر کہ نیک نامی ہے اور اسکے خلاف کو خیانت سمجھتا ہوں کیونکہ اگر میں آنے والوں کی وہ رعایت کروں جس کو یہ رعایت سمجھتے ہیں تو پھر تربیت اور اصلاح کی کیا صورت ہے مگر یہ ان کی رعایت تھوڑا ہی ہوگی بلکہ یہ تو میری اپنی رعایت ہوگی کہ کوئی برائے مانے بدنام نہ کرے۔ اب یہ اس کو اپنی بدنامی کی وجہ سے نہ سمجھیں تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں میں تو جو کچھ کرتا ہوں آنے والوں کی مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں آدمیت پیدا ہو جاوے پھر اس کو اگر یہ اپنا نقصان سمجھیں سمجھا کریں یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وقف علی الاولاد کرے تو اس سے اپنی اولاد کو نفع پہنچنا مقصود تھا لیکن اگر اس پر کوئی نقصان لازم آ جاوے مثلاً اولاد اس کو اپنے اغراض کے لئے فروخت نہیں کر سکتی تو آ جائے یا اولاد اس کو نقصان سمجھے سمجھا کرے باپ کی جوتی سے اور میں تو صاف پکار کر کہتا ہوں کہ اگر میرا یہ طرز کسی کو ناپسند ہو وہ میرے پاس نہ آوے میں کسی کو بلانے کب جاتا ہوں کسی کو سود فعدہ غرض ہو آؤر نہ کہیں اور جاؤ۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے۔

در کوئے نیک نامی مارا گزرنہ داوند گر تو نئے پسندی تغیر کن قضاء را

اور میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھ دیتا ہوں

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

لوگ چاہتے یہ ہیں کہ جس طرح سے پرانا ڈھرا چلا آ رہا ہے ویسے ہی یہاں بھی ہو صدیوں کے بعد تو باب تربیت حق تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے۔ یہ نامعقول پھر اس کو بند ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے طرز کو کسی کی خوشی کی وجہ سے بدل نہیں سکتا اور اگر بالفرض ایسا کروں بھی تب بھی کسی نہ کسی کے تو پھر بھی خلاف ہو ہی گا تو اس صورت میں ساری دنیا کو کہاں تک راضی رکھ سکتا ہوں۔

تکمیل العفتۃ یعنی پردہ کے احکام اور اس کے فطری ہونے کا بیان

(ملفوظ ۱۱) ملقب بہ تکمیل العفتۃ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگوں کے دین کو کچھ انگریزی نے کچھ افلاس نے کچھ بد فہمی نے متیوں نے ملکر خراب و برباد کر دیا آج کل تو انگریزیت کا غلبہ بعض جگہ عورتوں پر بھی ہو چلا ہے یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ ایک بہت بڑے دیندار خاندان کے رئیس کی بیوی کا میرے پاس خط آیا تھا اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا کہ فلاں لیڈی میں نے لکھا کہ اگر اپنے نام کے ساتھ یہ لکھا جاتا کہ فلاں بیگم تو یہ اچھا تھا بس یہ عزت بڑھی کہ آدمی سے لیڈی بن گئیں میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ جب کسی عورت کا خط آتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیج دو۔ اس میں بھیجنے والے کی دینی مصلحت بھی ہے اور دنیوی بھی تاکہ کہیں بے محل خط نہ لکھ سکیں اور یہ سمجھیں کہ بدون خاوند کی اجازت کے خط و کتابت کرنا جائز نہیں۔ ابھ خاوند کو اطمینان رہے کہ بدون میری اجازت کے یہ ایسا نہیں کرتی غرض اس میں بڑی مصلحت ہے اور جگہ ان باتوں کا خیال بھی نہیں کیا جاتا ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا

کہ بے پردگی کی وبا بھی عام ہو چلی ہے تمام غیر محرم گھروں میں آتے ہیں جن سے پردہ فرض ہے اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی جو مفاسد ان کے باہر پھرنے سے پیدا ہوتے وہ اس صورت میں گھروں کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں ایسا پردہ حقیقت میں پردہ نہیں ہے محض عرفی پردہ ہے ایک صاحب نے بطور اشکال کے مجھ سے کہا تھا کہ پردہ کے اندر بھی تو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں میں نے کہا کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی اور مفاسد پیدا نہیں ہو سکتے جب مفاسد ہوں گے بے پردگی ہی سے ہوں گے کیونکہ ہر خرابی سے پہلے آپس کا سامنا ہی ہو گا وہ اس عرفی پردہ کو پردہ سمجھے ہوئے تھے اس وقت انکی آنکھیں کھلیں اور حقیقت کو سمجھے اور بہت مسرور ہوئے اور یہ کہا کہ میں بہت

عرصہ سے اس شبہ میں مبتلا تھا آج منکشف ہوئی اور یہ مرض بے پردگی کا مسلمانوں میں دوسری قوموں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خریزہ کو دیکھ کر خریزہ رنگ بدلتا ہے پردے میں اصل ضرورت بدن چھپانے کی ہے جس میں کوتاہی ہوتی ہے محض چہار دیواری میں بیٹھنے کا اور نامحرموں کے سامنے ہونے کا نام پردہ نہیں عورتیں بکثرت عقیف ہوتی ہیں مگر وہ بھی پردہ کے اس حکم شرعی سے مستثنیٰ نہیں نیز نفس پر کیا بھروسہ اور کیا اطمینان جیسے سانپ پر کیا اطمینان حضور اقدس ﷺ کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہیں مگر انکو بھی حکم تھا کہ امتیوں سے پردہ کرو اسی طرح امتی بیٹیوں کو حکم تھا کہ اپنے روحانی باپ سے یعنی پیغمبر سے پردہ کرو اور اصل تو یہ ہے کہ پردہ کے لئے اسی کی ضرورت نہیں کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہو آخر غیرت وحیثیت بھی تو کوئی چیز ہے وہ فطری ہونے کے سبب کافی داعی ہے بلکہ شریعت خود بالکل فطری چیز ہے چنانچہ جس میں احتمال بعید بھی مفاسد کا ہوتا ہے خود بخود قلب میں اس سے کھٹک پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ جنکا مفسدہ فطرۃ بہت زیادہ۔ مین تھا وہاں تشریع صریح ہی کی حاجت نہیں ہوئی دیکھئے یہ تو حکم ہے کہ شراب نہ پیو اور یہ نہیں فرمایا کہ پیشاب نہ پیو کیونکہ اسکی گندگی فطری ہے سو جس چیز کی ممانعت کی ضرورت نہ تھی اس بناء پر کہ وہ فطری ہے بعض جگہ اس میں بھی ممانعت کر کے بندوں پر احسان فرمادیا کہ اس کے احکام بتلادے اور نہ فہم سلیم کے ہوتے ہوئے اس کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی لیکن باوجود عدم ضرورت کے اگر یہ امر پیش نظر رکھا جائے کہ احکام کا تعلق مختلف طبقات سے ہے جس میں بعضے فاسد الفطرت بھی ہیں تو پھر یہ شبہ بھی نہ ہوگا کہ باوجود فطری ہونے کے پھر کیوں ظاہر کیا گیا جواب ظاہر ہے کہ اس اظہار کا داعی فساد فطرت ہے اور یہ مدعیان بے پردگی جو اپنے مدعا کے دلائل بیان کرتے ہیں وہ نہایت لچر اور اصول عقلیہ کے بھی خلاف ہیں آخر ان کو بھی تو کسی مدعا کا قائل ہونا پڑے گا مطلقاً بے پردگی کے تو یہ بھی قائل نہیں تو جو مفاسد مطلقاً بے پردگی سے پیدا ہوں گے اگر اس مابہ النزاع درجہ سے بھی وہی پیدا ہو جائیں تو پھر ان کے پاس کیا جواب ہے بعض لوگوں نے یہ مسئلہ فقہیہ یاد کر رکھا ہے کہ چہرہ تو ستر نہیں مگر یہ نہ دیکھا کہ اصل جذب قلب کے باب میں چہرہ ہی ہے چنانچہ جو شخص چہرہ دیکھ لیتا ہے اس کو دوسرے اعضاء کے دیکھنے کی خواہش نہیں اور جو شخص دوسرا عضو دیکھ لے مثلاً کلائی کو دیکھے تو چہرہ دیکھنے کی اس کو ضرور خواہش ہوگی۔ سوان بے غیرتوں کو شرم نہیں آتی کہ سر کھولنے کو تو جائز نہ سمجھیں اور چہرہ کھولنے کو جائز سمجھیں حسن و جمال تو جو کچھ ہے وہ چہرہ ہی میں ہے سواں کا پردہ تو سب سے زیادہ ہونا چاہیے مگر غایت مجبوری والیوں کو رفع حرج کے لئے اس میں

سہولت کر دی ہے یہ نہیں کہ بلا ضرورت حسن فروشی کرتی پھریں پس شریعت نے نہ تو تنگی کی اور نہ وسعت دی ہر امر میں اعتدال رکھا ہے اسی اعتدال کو کسی نے کہا ہے۔

گرچہ خدا گفٹ کلو! واشر بوا لیک نفر مود کلو! تا گلو
غالب نے تمسخر سے کہا تھا۔

ہم توبہ جب کریں گے شراب و کباب سے قرآن میں جو آیا کلو! واشر بوا نہ ہو
کسی نے خوب جواب دیا ہے۔

تسلیم قبول آپ کا ہم جب کریں جناب جب آگے واشر بوا کے ولا تر فوانہ ہو
شریعت سر اپا اعتدال و حفظ حدود ہے اس حفظ حدود پر ایک واقعہ یاد آ گیا وہ یہ کہ ایک صاحب تھانہ
بھون کے رہنے والے ولایت گئے تھے ان کی توجہ سے بعض بڑے طبقے کے انگریزوں نے اسلام
قبول کر لیا چنانچہ ایک انگریزی خاتون نے جو کسی کالج کی پروفیسر تھی اپنے مسلمان ہوجانے کی مجھ
کو اطلاع دی اور اسلامی نام رکھنے کی استدعا کی اس عورت کا نام بڑا ڈے ہے میں نے بریدہ
تجویز کیا وہ بے حد مسرور ہوئی دونوں ناموں میں نقلی تناسب کی وجہ سے ایک دوسرے انگریز نے
ان ہی صاحب کے ذریعہ سے ایک خط مجھ کو لکھوایا کہ میں تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں مع اپنی بیوی
کے ہندوستان دیکھنے کو سجدہ جی چاہتا ہے آپ کے یہاں پردہ ہے ہمارے یہاں پردہ نہیں تو کیا ایسی
حالت میں آپ لوگ ہم کو حقیر نہ سمجھیں گے۔ اب مجھ کو سوچ ہوئی اگر لکھتا ہوں کہ پردہ کی ضرورت
نہیں تو وہ نصوص سے ثابت ہے نفی کیسے ہو سکتی ہے اور اگر پردہ کرنے کو لکھتا ہوں تو ان کو بوجہ عادت
نہ ہو نیکی و حشمت ہوگی بس اسی حفظ حدود کی اصل پر یہ سمجھ میں آیا کہ اور اعضاء تو مستور ہوں ہی
گے صرف چہرہ کھلا ہوگا تو چہرہ چھپانے سے اصل مقصود ہے دفع فتنہ اور فاتح قوم کی ایک ہیبت ہوتی
ہے مفتوح قوم پر اس لئے مفتوح قوم کی ہیبت نہیں پڑتی فاتح قوم کے متعلق خیالات فاسدہ کی اس
لئے ہم آپ لوگوں کو اس کی گنجائش دیں گے بخلاف ہمارے کہ ہندوستان میں ہم آپس میں
سب برابر ہیں ایک کا دوسرے پر کوئی ہیبت کا اثر نہیں اس لئے ہم اپنے لئے یہ گنجائش نہ دیں گے
اور میں نے یہ جواب اخذ کیا حجتہ اللہ البالغہ کے ایک تقلیل سے جو انہوں نے امام شافعیؒ کے ایک
فرع کے متعلق ذکر کی ہے وہ فرع سیدہ کا اپنے غلام سے عدم حجاب ہے حجتہ اللہ میں اس کی علت
یہی ہیبت بیان فرمائی ہے مگر یہ جب کہ جب طبیعت میں سلامتی ہو جیسے آئمہ کے زمانہ میں تھی اور

امام صاحب نے اس میں اس لئے اختلاف فرمایا کہ آئندہ طبعیں سلیم نہیں ہوں گی غرض میں نے امام شافعیؒ کی اصل پر اسی انگریز کو جواب لکھ دیا کہ تم کو اجازت ہوگی۔ کہ پردہ نہ کریں مگر پھر وہ آئے گئے نہیں۔

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس خاص بوقت صبح یومِ شنبہ

ایک دیندار اور صاحبِ فہم ایڈیٹر کی آمد

(ملفوظ ۱۱۸) ایک نووارد صاحب نے قبل از مجلس حضرت والا سے گفتگو کی اور اسی وقت کی گاڑی سے واپس ہو گئے اس کے بعد حضرت والا نے مجلس کی اطلاع لوگوں کو کرانی اہل مجلس کے آجانے پر فرمایا کہ آج ایک مہمان کی وجہ سے مجلس کی اطلاع میں تاخیر ہو گئی علی گڑھ سے ایک رسالہ نکلتا ہے یہ صاحب اس کے ایڈیٹر ہیں یا شاید اخبار ہے اچھی طرح خیال نہیں رہا ان کے ایک سوال پر میں نے تقریر کی کہتے تھے کہ اس وقت کی تقریر سے میں بہت سے سوالوں سے بچ گیا قریب قریب جو کچھ ذہن میں تھا سب کے جوابات ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو یہ تقریر چھوڑ دوں میں نے کہا کہ پہلے لکھ کر مجھ کو دکھلایا جاوے کہنے لگے کہ انشاء اللہ غلطی نہ ہوگی میں نے کہا کہ اگر میری طرف نسبت فرمائیں تو مجھ کو ضرور دکھالیں اس لئے کہ بعض اوقات ایک لفظ کے بدل جانے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی جی خوش ہوا کہ بچا روں نے قدر کی اور سمجھ گئے جس کی زیادہ بناء اعتماد ہے طبعی بات ہے کہ جن لوگوں پر اعتماد ہوتا ہے ان کی ہر بات مقبول ہوتی ہے الحمد للہ ابھی تک اکثر مسلمانوں میں دین سے تعلق اور دین کے جاننے والوں پر اعتماد ہے تعلق پر یاد آیا ایک وکیل صاحب تھے کانپور میں انکو بیمار سن کر ان کے مکان پر عیادت کے لئے گیا تھا قسم کھا کر کہنے لگے کہ اگر وائسرائے بھی میرے مکان پر آتے تو مجھ کو اتنی خوشی نہ ہوتی الحمد للہ ایسے ایسے مسلمان ابھی موجود ہیں جن کو دین اور اہل دین سے تعلق ہے۔

شاعری کا جواز اور اس کی حدود

(ملفوظ ۱۱۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعری ناجائز ہے فرمایا کہ ناجائز تو نہیں لیکن بعض شاعروں کے اکثر مضامین خلاف شریعت ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کے لئے بیشک ناجائز ہے اسی طرح اگر غلو انہماک زیادہ ہو جاوے اس کو بھی منع کیا جاوے گا ایک شاعر تھے اگر نماز میں کوئی شعر یا و آجاتا تو نماز توڑ کر اس کو لکھ لیتے کسی نے کہا یہ کیا کہا کہ نماز کی توقفتا ہے مگر شرعی

قضا نہیں اکثر جاہل شعراء کے یہاں تو اشعار میں کوئی حد ہی نہیں کسی غالی کا شعر ہے۔

بچے تسکین خاطر صورت پیرا بن یوسف محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا یعنی جیسے یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا پیرا بن رکھ لیا تھا نعوذ باللہ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور کا سایہ رکھ لیا تو حق تعالیٰ کو یعقوب علیہ السلام پر قیاس کیا نعوذ باللہ اب کہاں تک ان مضامین کو جائز کہا جاسکتا ہے باقی سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر حضور ﷺ کے سر مبارک پر ابر کا سایہ رہتا تھا پھر سایہ کیسے ہوتا کبھی کبھی ابر نہ بھی ہوتا تھا چنانچہ حدیث شریف میں ایک صحابہ کا آپ پر کپڑے کا سایہ کرنا بھی ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابر کا سایہ بھی دائمی نہ تھا۔

چشتیہ کا منبع سنت ہونا

(ملفوظ ۱۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عموماً یہ خیال ہو گیا ہے (صوفیہ کو عموماً اور حضرات چشتیہ کو خصوصاً بدنام کیا جاتا ہے) کہ یہ بدعتی ہیں اور سنت کے مخالف ہیں اس کے متعلق مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ ایک رسالہ لکھا جائے اور ان حضرات کے اقوال و اعمال جمع کئے جائیں جن سے معلوم ہو کہ وہ کس قدر اتباع سنت کا کرتے تھے اس کا نام یہ ذہن میں آیا ہے۔ السنۃ الجلیۃ فی العجۃ العلیہ۔ (چنانچہ اب بفضل تعالیٰ شائع بھی ہو گیا) ان حضرات کی آج تک کسی نے کافی نصرت نہیں کی جی چاہتا ہے نصرت کو البتہ احیاناً ان حضرات کے اقوال و اعمال سے ایہام ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات پر اس طرف کا غلبہ تھا صاحب حال تھے اس لئے معذور ہیں ایک ہی چیز دل میں سمائی ہوئی اور رچی ہوئی تھی اور سب سے فحول تھا اور وہ چیز محبت اور یاد حق ہے اور حقیقت میں یہی ایک چیز یاد رکھنے کی ہے اس کو نہ بھلاوے باقی اور کسی چیز کے یاد رکھنے کی ضرورت نہیں۔

میری اس نصرت پر ایک صاحب معتز صنادید لکھتے ہیں کہ تم صوفیوں کی بہت حمایت کرتے ہو مگر الحمد للہ میں بیجا حمایت تھوڑی ہی کرتا ہوں اور میں بھی تو جواب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم صوفیہ کی مخالفت کرتے ہو بلکہ میں نے تو بہت سے خیالات کی اصلاح کر دی ہے چنانچہ آجکل لوگوں میں عموماً پیر کا بڑا مرتبہ سمجھا جا رہا تھا حتیٰ کہ باپ اور استاد سے بھی بڑا مگر میرے یہاں تحقیق ہے کہ اول مرتبہ باپ کا پھر استاد کا پھر پیر کا پھر اس پر کہتے ہیں کہ تم صوفیوں کی حمایت کرتے ہو۔

ایمان کے لالے پڑ گئے ہیں

(ملفوظ ۱۲۱) اب تو میں دائرہ کو بھی نہیں دیکھتا یہ دیکھتا ہوں کہ ایمان بھی ہے یا نہیں اب تو ایمان

کے لالے پڑ گئے میں جوانی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ ایمان ہی سالم رہے۔

جاہل صوفیہ اور دنیا دار پیروں کی حالت

(ملفوظ ۱۲۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیجا حمایت کا الحمد للہ میرے اندر مادہ ہی نہیں شریعت میری فطرت ہے اسی لئے جہاں صوفیہ پر رد و کبیر بھی زور و شور سے کرتا ہوں چنانچہ بعضوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے بالکل شریعت کے مقابلہ میں ایک مختصر طریق اختیار کر رکھا ہے ان کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ جہل شامل نہ کر دیا گیا۔ ہو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جاہل صوفی کا قول اس کی توجیہ میں بیان کیا کہ حضرت غوث اعظم کا لقب دنگیر کیوں ہے سو توجیہ یہ کی کہ ایک مرتبہ اللہ میاں اور غوث پاک ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے اللہ میاں کا پیر پھلا غوث باللہ حضرت غوث پاک نے تمام لیا اس وقت اللہ میاں نے فرمایا کہ دنگیر اس قدر جہل بڑھا ہوا ہے اور اب تو جہل کے ساتھ شرارت بھی ہو گئی ہے پہلے بدعتی ایسے نہ تھے اکثر اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے نیت خراب نہ تھی اور اب تو شریر ہیں نیت خراب ہے۔ شرارت پر یاد آیا ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ کاٹھیاواڑ میں میرے متعلق یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ رسول ﷺ پر ایمان لانے سے منع کرتا ہے۔ لا حول ولا فؤاد الا باللہ اب اس کا کیا علاج خیر عوام تو عوام ہی ہیں انکی کیا شکایت ان کے لکھے پڑھنے ان سے زیادہ بگڑے ہوئے ہیں جیسے ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیعوں کے عوام تو فاسق ہیں اور خواص کا فر کیونکہ عوام کو تو کچھ خبر نہیں اور خواص جان کر سب کچھ کرتے ہیں اسی بناء پر ایک تجربہ کار صاحب کہا کرتے تھے کہ حیدر آباد دکن کے امراء تو جنتی اور مشائخ دوزخی ہیں اس لئے کہ امراء تو مشائخ کے ساتھ دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مشائخ امراء کے ساتھ دنیا کی وجہ سے ایسے مرید نے پیر سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر بولے کہ ٹھیک ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو دنیا کا کتا مرید نے کہا کہ ابھی خواب پورا تو ہو جانے دیجئے جیسی تعبیر دیجئے یہ بھی دیکھا کہ میں آپ کی انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور آپ میری پیر بہت بگڑے واقعی صحیح ترجمانی کی حقیقت یہی ہے کہ مرید پتیارہ تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے اور پیر مرید سے دنیا۔

خالی مشورہ دے کر کاموں سے گریز

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ فلاں مضمون کا ایک

رسالہ لکھ کر چھپوا کر اشتہار دینا چاہیے اور اس مشورہ میں کوئی کام اپنے ذمہ نہیں رکھنا ان بددماغوں کو شرم نہیں آتی حامی دین بنتے ہیں رسالہ بھی ہم ہی لکھیں، چھپوائیں بھی ہم ہی اشتہار بھی ہم ہی دیں ان سے کوئی پوچھے کہ آپ بھی کچھ کریں گے۔ ان مع العسر يسرا۔ (ملفوظ ۱۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جس تنگی کا انجام فراخی ہو وہ تنگی محمود ہے۔

تحریکات میں عوام کو بہکایا جاتا ہے

(ملفوظ ۱۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام بیچاروں کو محض اغراض کے لئے پھنسا دیتا ہے۔ بہکایا جاتا ہے فتن کی تحریکات لوگوں کے دین کے برباد کرنے کا ذریعہ بن گئیں اللہ ہی محافظ ہیں میرا تو مسلک یہ ہے کہ جو کام آسانی سے ہو سکے کر لو ورنہ چھوڑ دو انسان غیر اختیاری کام کا مکلف بھی تو نہیں پھر کیوں غلبان میں پڑے۔

دینی شبہات کا علاج ہیبت اور محبت اور ان دونوں کے حصول کا طریقہ

(ملفوظ ۱۲۶) ایک صاحب نے ایک شبہ پیش کرنا چاہا حضرت والا نے فرمایا کہ شہادت کا ازالہ محض قیل و قال سے نہیں ہوا کرتا کام کرنے سے اکثر شہادت کا خود بخود سد باب ہو جاتا ہے پہلے کام میں کوشش کرو اور اصلاح کا ارادہ کرو پھر اگر کوئی شبہ ہو پیش کر دو کام کرنے سے قیل و سوج سوچ کر باتیں کرنا محض وقت کو بیکار رکھنا ہے مجھکو حضرت استاد مولانا محمد یاقوب صاحب کا جواب بے حد پسند آیا ہے دوران درس میں ایک طالب علم نے ایک حدیث پر شبہ کیا تھا اس کا جواب مولانا نے دیا تھا وہ حدیث یہ ہے کہ جو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ لا یحدث فیہما نفسہ یعنی ان رکعات میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے یعنی حدیث النفس کے طریق پر جیسے ہم لوگ اوپر ادھر کی باتیں سوچا کرتے ہیں اس سے وہ نماز بھی بالکل خالی ہو باقی بے سوچے اگر وسوسے آویں کوئی حرج نہیں خود نہ سوچے حاصل یہ ہے کہ خطرات احداث اور بقاء دونوں اس کی طرف سے نہ ہوں تو جو شخص ایسی دو رکعت پڑھے گا غفرلہ ما تقدم من ذنبه یعنی اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت کیا ایسی نماز ممکن ہے کہ جس میں خیالات یا وسوسے نہ آویں اول تو اس طالب علم نے سوال ہی غلط کیا حدیث تو یہ ہے لا یحدث فیہما نفسہ نہ کہ لا تحدث فیہما نفسہ مگر مولانا نے اس سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ عجیب ہی جواب دیا وہ یہ کہ میاں کبھی ایسی نماز پڑھنے کا تم نے ارادہ بھی کیا تھا جس میں

ناکامیابی زہی ہو کبھی پڑھ کر بھی دیکھی تھی اگر پڑھ کر دیکھتے اور ناکامی رہتی تب پوچھتے بھی اچھے معلوم ہوتے کبھی ارادہ کیا نہیں پہلے ہی حدیث پر شبہ کر بیٹھے شرم نہیں آتی عمل کر کے دیکھا ہوتا اس پر بھی ناکامی رہتی تب ہی اعتراض کیا ہوتا۔ یہ ہے جواب اور میں ایک کلی طریق پر کہتا ہوں کہ حکومت کے قانون میں کبھی دوسرے نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں ہیبت ہے اسی طرح محبوب کی باتوں میں کبھی دوسرے نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں محبت ہے بس دوسرے کا تختہ مشق صرف دین ہی کو بنایا جاتا ہے کیونکہ وہاں نہ ہیبت ہے نہ محبت ہے بس یہ دو چیزیں پیدا کر لو یہی دو چیزیں ہیں دوسرے کے روکنے والی غرض جو عملی کام ہیں ان پر اگر شبہ ہو وہ عمل کرنے سے زائل ہو سکتا ہے نری علمی تحقیقات سے کام نہیں چل سکتا بس اسکا ایک ہی علاج ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہیبت یا محبت پیدا کرو اور اس ہیبت و محبت کے پیدا کرنا کمال طریقہ یہ ہے کہ اہل خشیت و اہل محبت کی صحبت اختیار کرو پھر نری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا بلکہ اپنے کو اس کے سپرد کر دو۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال راغبزار مرد حال شو پیش مردے کاٹے پامال شو
(نیل و قال کو چھوڑ کر اپنے اندر حال پیدا کرو اور کسی مرد کا دل کے آگے اپنے کو فنا کر دو)
عمل کے بعد خواص معلوم ہوتے ہیں

(ملفوظ ۱۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بعض اشیاء کی خاصیت عمل کرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ شریعت کے اکثر احکام ایسے ہی ہیں کہ ان کے انوار عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے طبیب کے نسخہ لکھنے کیوقت اس کی حکمت اور اسرار نہیں معلوم ہوتے بلکہ استعمال کے بعد اس کا نفع معلوم ہوتا ہے۔

دوسروں کے برا کہنے کی کیا پرواہ؟

(ملفوظ ۱۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جادہ کا مرض بھی عام ہو گیا ہے۔ رات دن لوگ اسی کی فکر میں ہیں کہ کوئی برا نہ کہے۔ ان باتوں میں کیا رکھا ہے کام میں لگو۔ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرنے کی فکر کرو میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک خدا کو اختیار کرو لوگوں نے پیاس خدا اختیار کر رکھے ہیں۔ کہیں نفس کہیں برادری کہیں قوم کہیں جاہ کہیں عزت کہیں روپیہ کہیں کچھ کہیں کچھ سوسپ کو راضی نہیں کر سکتے۔ ایک وہ مرض پر راضی رکھ سکتے ہو۔ بس ایک کو لے لو اسی کو فرماتے ہیں۔

مصلحت دیدن آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

(میرے نزدیک تو مصلحت یہ ہے کہ لوگ سارے کام چھوڑ کر محبوب کی زلف کے اسیر ہو جائیں)
اور مسلمان کی توحق تعالیٰ کے ساتھ یہ شان ہونی چاہئے۔

ہمہ شہر پر زخوہاں منم و خیال ماھے چہ کنم کہ چشم یک بین کند بہ کس نگاہے
(سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں تو اپنے چاند کے خیال میں ہوں کیا کروں میری آنکھ جو اس
یکنائے زمانہ کو دیکھ چکی ہے کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتی ۱۲) اور یہ بندہ بھوننا چاہیے۔

دلدار سے کہ داری دل درو بند و گر چشم از ہمہ عالم فرو بند
(تمہارا جو محبوب ہے اسی سے دل لگائے رہو اور باقی سارے عالم کی طرف سے آنکھ بند کر لو ۱۳)
غرض نہ کسی کی مدح سے اس کا کچھ بڑھتا ہے نہ کسی کی برائی سے کچھ گھٹتا ہے۔ پھر ان
فضولیات میں پڑ کر کیوں آدمی اپنا وقت بیکار و برباد کرے۔

قریب ہی کا واقعہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانے میں لوگوں نے مجھ پر کس قدر سب
و شتم کیا۔ میرا کیا بگڑ گیا۔ بلکہ ہر طرح کا نفع ہی ہوا اور اسی لئے میں نے لوگوں کے معافی چاہنے
سے قبل ہی سب کو معاف کر دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کر دیا کہ میری وجہ سے مواخذہ کسی پر نہ
ہو۔ اس لئے کہ اگر ایک مسلمان کو تکلیف پہنچے تو میرا کیا نفع اور معاف کرنے میں تو امید نفع کی بھی
ہے کہ میں اپنا حق لوگوں کو معاف کر دوں۔ شاید اللہ مجھے معاف فرمادیں۔ اس زمانہ میں عجب ایک
ہڑ بونگ مچا رکھا تھا۔ قسم قسم کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ سمجھتے تھے کہ دھمکیوں سے اپنا مسلک بدل
دے گا۔ جیسے خود ہیں۔ ویسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں۔ اپنے اوپر دوسروں کو قیاس کرتے ہیں۔ اسی
زمانہ میں ایک مولوی صاحب دہلی سے یہاں پر آئے تھے۔ وہ ان مسائل کے متعلق خلوت میں
کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو نہ کروں گا کیونکہ اس میں میرے
لئے خطرہ ہے کہ مشتبہ ہو جاؤں گا اور میں اس خطرہ کے لئے تیار نہیں اور خلوت میں آپ کے لئے خطرہ
ہے۔ مگر آپ اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ ایک مولوی صاحب پانی
پت میں فرمانے لگے تم کو واقعات معلوم نہیں۔ ورنہ ہماری موافقت کرتے۔ میں نے کہا آپ کو تو
معلوم ہیں۔ آپ مجھ کو خط و کتابت سے مطلع کر دیں کہنے لگے خط و کتابت میں خطرہ ہے میں نے
کہا کہ آپ تو اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں کہنے لگے تمہارے لئے خطرہ ہے میں نے کہا کہ
میری فکر نہ کیجئے جب کوئی گڑبڑ ہوگی میں کہہ دوں گا کہ کسی دشمن نے مجھ کو لکھ دیا میں کیا جانوں۔

غرض آپ بے فکر ہو کر خط و کتابت کیجئے۔ پس رو گئے۔

زمین دار یا آسمان دار

(ملفوظ ۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمیندار بہت پریشان ہیں مگر جو آسمان دار ہیں وہ اس زمانہ میں بھی مطمئن ہیں۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی کو آسمان دار ہونا چاہیے۔

خلائی تحقیقات سے معراج کا ثبوت

(ملفوظ ۱۳۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل یورپ میں اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ مرخ ستارہ تک پہنچیں اور وہاں کے حالات معلوم کریں فرمایا کہ میں نے بھی ایک اخبار میں دیکھا تھا میں نے تو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ جس روز ایسا ہو گیا انتہا اللہ تعالیٰ دور رکھتے نمازِ افضل بطور شکر ادا کروں گا۔ کیونکہ آخر یہ بھی تو ان ہی طبقات کو ملے کر کے مرخ تک پہنچیں گے جسکو حضور اقدس ﷺ کے لئے مانع معراج جسمانی کہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ان کی کوئی تکذیب نہیں کرتا اور شریعت کی تکذیب کرنے کو تیار ہیں۔ ہوائی جہاز کے ذکر پر فرمایا کہ اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر اعتراض کا منہ نہیں رہا۔ اس بد فہمی کا کچھ علاج ہے کہ جو یہ کریں وہ ہو جائے اور خدا جو چاہے وہ نہ ہو کس قدر یہ ظلم عظیم ہے اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ تمام صنعتیں بھی حق تعالیٰ کی ہی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اس لئے کہ جن دماغوں کی یہ ایجاد ہیں وہ دماغ بھی تو ان کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود دعوے عقل کے اتنا نہیں سمجھتے میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ لوگ عاقل نہیں آکل ہیں۔ عقل کی ایک بات بھی نہیں۔ ہر وقت اکل کی فکر ہے۔ ان مادیات میں پڑ کر خدا کو آخرت کو سب کو بھٹا دیا۔ فرعون ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ فرعون بے سامان تھا یہ فرعون با سامان ہیں۔ اس کے پاس اس قدر تکبر کے سامان کہاں تھے جو ان کے پاس ہیں اور عجب نہیں اس جہاز پر بھی تباہی آوے۔ جس سے مرخ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ جیسے ایڈن پر آئی تھی۔ ان چیزوں کی وجہ سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہم غالب ہیں یہ خیال خدا کے نزدیک نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔ اکثر ساتھ کے ساتھ توڑ دیتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ اپنی ایجاد اور صنعتوں اور کاریگری پر نازاں ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ وہاں گری کہاں چھلکے ہی چھلکے ہیں۔

معافی کا مطلب تعلقات کی بحالی نہیں

(ملفوظ ۱۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں مجھ پر عنایت فرماؤں نے بے حد عنایت فرمائی۔ اس کے بعد ان ہی لوگوں کی درخواست معافی کے خطوط بھی بکثرت آئے

ہیں میں نے لکھ دیا معافی تو میرے یہاں ارزاں ہے اس لئے کہ میں بھی خطا دار ہوں۔ اللہ کا بھی بندوں کا بھی۔ میرا جی بھی اپنی معافی کو چاہتا ہے۔ اس لئے میرے یہاں معافی ارزاں ہے لیکن خصوصی تعلقات بہت گراں ہیں۔ وہ نہ ہوں گے اور تعلقات اور چیز ہیں اور معافی اور چیز معافی کی حقیقت تو یہ ہے کہ صاحب حق انتقام نہ لے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ دنیا میں یہ کہ غیبت کرے نہ بدخواہی کرے نہ اس کے نقصان سے خوش ہو اور آخرت میں یہ کہ اس کی عقوبت پر راضی نہ ہو اور تعلقات اس کے علاوہ دوسری چیز ہے۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ایک دن ایک مہینہ کا ہونے کی صورت میں پانچ نمازوں کا حکم (ملفوظ ۱۳۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقام ہے۔ وہاں پر سال بھر میں ایک دن ایک مہینہ کا اور ایک رات ایک مہینہ کی ہوتی ہے۔ وہاں پر اوقات نماز کے متعلق کیا حکم ہے۔ نماز کس طرح پڑھی جائے گی فرمایا کہ بعض علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ وقت کا اندازہ کر کے اور حساب لگا کر نمازیں ادا کریں۔ ان علماء نے یہ حکم اس سے سمجھا ہے کہ حدیث شریفہ میں آیا ہے کہ جب دجال آئے گا تو ایک دن سال بھر کا ہوگا۔ اس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ وقت کا اندازہ کر کے نماز ادا کرو اور بعض علماء نے اس مقام پر اس دن میں پانچ ہی نمازوں کا حکم دیا ہے اور یوم دجال پر قیاس کا جواب دیا ہے کہ وہ عارضی بات ہے اور یہاں پر دوام ہے لہذا قیاس مع الفارق ہے پھر فرمایا کہ لوگ ان اختلافات سے گھبراتے ہیں اور علماء پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر یہ گھبرانے کی چیز نہیں۔ معلوم بھی ہے کہ اختلاف کا ہونا دلیل ہے۔ اہتمام تحقیق کی اور اختلاف کا نہ ہونا دلیل ہے۔ عدم اہتمام تحقیق کی اور بجز اسلام کے اور کسی مذہب میں یہ تحقیق نہیں۔ علماء اسلام نے ہر بات پر بحث کر کے حقیقت کو اپنی قدرت کی حد تک صاف کر دیا ہے۔ دوسرے مذہب میں ہے ہی کیا جس کی تحقیق کریں۔ اور پھر تحقیق سے اختلاف ہو۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں دو دو کیلوں کی پاس مقدّمہ لے جائیے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی۔ ضرور اختلاف ہوگا۔ دو طبیب حافظ کے پاس مریض کو لے جائیے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی ضرور اختلاف ہوگا بعض بد عقل ہر اختلاف کو مذموم سمجھتے ہیں جو بات خوبی کی ہے وہ بد فہموں کے نزدیک نقص کی ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت احکام میں قواعد بیان کر دیئے۔ جزیکی احکام

نہیں بتلائے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ضرور اختلاف ہوگا جیسے پارلیمنٹ میں زید عمر کے متعلق الگ الگ احکام نہیں تجویز کئے جاتے۔ کلیات تجویز کر دیئے جاتے ہیں۔ انہی کے انطباق کے متعلق ماتحت عدالتوں میں اور وکلاء میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

تدبیر اور تقدیر کا مسئلہ

(ملفوظ ۱۳۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ تدبیر اور تقدیر کا ایسا ہے کہ اہل علم کو بھی اس میں زائد از ضرورت کلام کرنیکی اجازت نہیں۔ مگر اس سے جو اصل مقصود ہے یعنی تفویض۔ وہ الہیہ دستور العمل بنانے کے قابل ہے۔ اسی کو ایک بزرگ نے سوال کے جواب کی صورت میں لکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب تقدیر کے سامنے تدبیر کوئی چیز نہیں تو تدبیر کو شروع کیوں فرمایا گیا جواب یہ دیا کہ اسی واسطے مشروع فرمایا گیا کہ یہ تدبیر کرینگا اور تقدیر اس کو توڑے گی پھر کرے گا پھر توڑے گی اس اعتقاد کو پختہ کرنے کے لئے کہ تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کوئی چیز نہیں۔ تدبیر کو مشروع کیا گیا یہی حاصل ہے تفویض کا عجیب لطیف جواب ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس سے جو بعض نے دعا کو بھی بیکار سمجھ لیا یہ محض غلط ہے یہ کسے معلوم ہوا کہ دعا بیکار ہے صرف اس وجہ سے بیکار سمجھ لیا کہ جو مانگا تھا وہ نہیں ملا۔ سو یہ مقدمہ ہی غلط ہے۔ یہ کیا ضرور ہے ہے کہ جو مانگے وہی مل جاوے۔ مانگنے والا اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق سوال کرتا ہے مگر دینے والا اپنی مصلحت و حکمت کے موافق دیتا ہے۔ خواہ وہی چیز دیدے یا اس کا نعم البدل دیکھو۔ بعض اوقات بچہ پیسہ مانگتا ہے۔ باپ انتہائی شفقت کی بناء پر اس کو روپیہ نکال کر دے دیتا ہے۔ مگر اس پر کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بچہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ یہی کہا جاوے گا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا کامیاب ہے مگر وہ بچہ اپنی کم عقلی اور روپیہ کی حقیقت سے بے خبر ہوئی کی وجہ سے اس روپیہ سے خوش نہیں ہوا۔ اس لئے اس کے لینے سے اعراض ہے روتا چلاتا ہے۔ اینٹھتا ہے اور پیسہ ہی طلب کرتا ہے تو کیا اس کا ایسا کرنا کم عقلی پر بال نہ ہوگا۔ اسی طرح یہاں پر سمجھ لیجئے کہ مثلاً دنیا کی کوئی حاجت خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کی اس کی دعا کی یا اس کے حصول کے لئے ظاہری تدبیر کی کہ وہ بھی عملی دعا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بجائے اس حاجت کے اس سے بہتر چیز عطاء فرمائی جسکو یہ نہیں سمجھا کہ یہ عطیہ اس سوال پر ہوا ہے یا کسی سماوی وارضی آئیوالی بلا کو روک دیا گیا۔ یہ بھی تو کامیابی ہے یا کسی نیک عمل کی توفیق عطا فرمادی جو سب سے اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے اگر ناکامی کے یہ معنی ہیں اور اس کو ناکامی سمجھتے ہو تو فی الحقیقت یہ سمجھتا الہیہ ناکامی کیا بلکہ کم نصیبی بد بختی، کم عقلی، کم

میں ہے۔ بعض لوگ چند روز دعاء کر کے چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ شمرہ تو مرتب ہوتا ہی نہیں۔ کیا دعا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ اچھا پھر اور کونسا تلاش کیا ہے۔ جہاں شمرہ مرتب ہوگا اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس صندوق کی کنجی ہے۔ اس سے کہتے ہیں کہ قفل کھول دے۔ وہ کسی مصلحت سے نہیں کھولتا۔ پھر دوبارہ کہتے ہیں وہ تب بھی نہیں کھولتا مگر یاد رکھو صندوق جب بھی کھلے جاسی کے کھولنے سے کھلے گا۔ اس لئے کہ اس قفل کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ بس دعاء کی مثال اس ہی حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ ان ہی کی عطاء سے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ بدو ان کی عنایت اور رحمت کاملہ کے دوسری کوئی سبیل کامیابی کی ہے ہی نہیں مگر صرف اتنی بات ہے کہ انہیں مرتب نہ کھانا ہی مصلحت ہوتا ہے تو اس سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ دوسری مثال مثلاً ریل کا پھانگ گاڑی آنے کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ کسی نے یہ کہہ دیا آٹھ بج کر دس منٹ پر کھینے کا محمول ہے۔ یہ دوسری طرف جانے کے لئے اس کے انتظار میں ہے مگر جب وہ وقت آیا کسی مصلحت سے نہیں کھلاتو کیا وہ اس کا کوئی نوکر ہے ممکن ہے کہ ابھی تک ریل نہ آئی ہو۔ اس لئے پھانگ بند ہے۔ سو ایسے میں اگر موٹر والا آ جائے اور کہے کہ کھول دو سو بعض دفعہ چونکیدار رعایت کر کے کھول دیتا ہے اور اسی وقت اوپر سے ریل آ جاتی ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ نہ کھولنا ہی حکمت تھا کھولنا غضب ہو گیا۔

موت کی تیاری اور وحشت

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ برہو بھر ہو حضر ہو، سفر ہو، پہاڑ ہوں، بیابان ہوں، موت کے لئے سب یکساں ہے۔ مگر اس کے نہ علم میں ہے نہ قدرت میں سو بعض لوگ جو زندگی ہی میں اپنے لئے قبر وغیرہ کا اہتمام کر لیتے ہیں۔ محض لغو ہے کیا خبر کہ کہاں موت واقع ہو اور کس طرح ہو موت کے لئے اس فنسول اہتمام کی ضرورت نہیں۔ البتہ بعد الموت کے جو واقعات پیش آویں گے۔ اس کے لئے بروقت تیار رہنے اور اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض لوگ ان رسمی اہتمام کرنے والوں کے مقابلہ میں موت سے اس قدر خائف ہیں کہ اسکا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے۔ یہ بھی مہمل بات ہے وہ تو ناگزیر ہے۔ شاہی زمانہ میں قلعہ کے ایک دروازہ کا نام خضر دروازہ رکھا گیا تھا جس سے جنازہ گزرتا تھا گویا نام سے بھی وحشت تھی۔ اسی طرح ایک ضعیف العمر عورت جس کے نہ منہ میں دانت تھے۔ نہ ماتھے پر آنکھ تھی، کمر میں خم تھا، اس کو کسی لڑکی نے کہہ دیا کہ بڑھیا خدا کرے تو مر جا تو اس کی شکایت اپنی ایک ہم عمر بڑھیا سے کی مگر الفاظ یہ تھے کہ فلاں

یوں کہتی ہے کہ بڑھیا تو یوں ہو جا (مراد مر جانا ہے بڑھیا نے موت کا نام نہیں لیا۔ اس قدر وہشت مگر وہ ایسی وہشت کی چیز نہیں کہ مؤمن کیلئے تو عقلاً محبوب چیز ہے اس لئے کہ اس کے وقوع کے بعد ہی محبوب تک۔ سائی ہو سکتی ہے۔ یہ تو مثل پل کے ہے کہ اس پار سے اس پار تک پہنچا تا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ الموت جسر یوصل الحبيب الى الحبيب۔ تو اتنی وحشت محض بے معنی ہے اس وحشت کا جواب ایک دریا کے سفر کرنے والے ملازم نے جواب دیا۔ اس سے کسی نے دریافت کیا کہ تمھارا دادا کہاں مرا، کہاں دریا میں پڑ چھا باپ کہاں مرا، کہاں دریا میں، کہا کہ تم پھر بھی دریا سے نہیں ڈرتے ہر وقت دریا میں رہتے ہو اس نے دریافت کیا کہ تمھارا دادا اور باپ کہاں مرے کہا کہ گھر میں کہا کہ بڑے نذر ہو پھر بھی تم اسی گھر میں رہتے ہو۔

نری کتابیں کافی نہیں

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک کسی فن میں مہارت نہ ہو۔ نری کتابیں کام نہیں دے سکتیں۔ مثلاً نری کتاب دیکھ کر مشکل نہیں لے سکتا۔ سوزی کتاب دیکھ کر مسئلہ کیسے معلوم کر سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے استاد سے فن کو حاصل کرے۔ بڑھئی کا فن ان علوم کے سامنے کوئی مشکل چیز نہیں مگر بدون سیکھے ہوئے۔ بسولہ بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر لے گا اپنے ہی مارے گا۔ توار ہے یوں ہی تھوڑا ہی کاٹ دیتی ہے۔ اس کا خلوص ہاتھ ہے اور وہ بھی محض دیکھنے سے نہیں آ سکتا۔ سیکھنے سے آ سکتا ہے تو ہر چیز میں ضرورت ہے۔ استاد کی نری کتاب سے کام لینے کے متعلق واقعہ سن لیجئے۔ ایک شخص یہاں پر آئے تھے۔ میرے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی۔ دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ میں نے پوچھا تو کہتے ہیں کہ مسافر کے واسطے قصر ہے۔ یہ بھی بیچاروں کو خبر نہ تھی کہ منیم امام کے پیچھے نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔ ایک میرے دور کے عزیز ہیں۔ بوڑھے ہو گئے ہیں چار سنتوں میں ہمیشہ دو رکعت بھری پڑھی اور دو خالی پڑھتے ہیں بتلانے پر کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا۔ اسی طرح ایک شخص نے مغرب کی نماز دو رکعت پڑھی اس لئے کہ مسافر تھے۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ بوقت صبح یوم سہ شنبہ

طریق سے بے خبری کی وجہ

(ملفوظ ۱۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طریق سے بے خبری کا سبب جبل ہے۔ مسائل بدون علم کے معلوم نہیں ہو سکتے۔ مگر اس کا اہتمام بلکہ ضرورت کا اعتقاد بھی آج کل مفقود ہے۔

ناگوار واقعات کی حکمت

(ملفوظ ۱۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آخرت کا شوق عادیہ بدون دنیا کی نفرت کے نہیں ہو سکتا اور دنیا سے نفرت بدون ناگوار حوادث کے نہیں ہوتی۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ایسے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔ کہ آدمی کو خود بخود دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ تحریک حاضر جس میں مجھ کو برا بھلا کہا گیا۔ میرے نقصان کا سبب نہیں ہوئی بلکہ نفع کا سبب ہوئی چار طرف سے نظر ہٹ کر ایک ہی طرف ہو گئی۔ اس ہی لئے میں ان لوگوں کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے مجھ پر سب و شتم کیا یہ دولت ان ہی کی بدولت نصیب ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں سب کو دل سے معاف کر چکا۔ کنگریوں کے بدلے مجھ کو جو اہرات عطا فرمائے گئے۔ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ کو تاحمل پر اپنا فضل فرمایا۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

روایت واقعہ میں علماء تک بے احتیاطی کرتے ہیں

(ملفوظ ۱۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ روایت کے اس معاملہ میں میں بہت محتاط ہوں۔ میں تو واقعات میں علماء تک کی روایت کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فتویٰ تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں۔ اس پر چاہے کوئی برامانے یا بھلا جوابات بھی صاف عرض کر دی۔

شہادت کے معتبر ہونے کی شرط

(ملفوظ ۱۳۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو علی الاطلاق مشہور ہے کہ ہر معاملہ میں دو شہادت کافی ہیں۔ فی نفسہ تو صحیح ہے مگر اسکا اطلاق غلط ہے خود شہادت کے شہادت ہونے میں یہ شرط ہے کہ مدعی قاضی کے یہاں دعویٰ کرے اور قاضی مدعی علیہ کو طلب کرے۔ اس وقت جو شہادت برسر اجلاس ہوگی وہ معتبر ہوگی اور بدون اس کے دتو کیا اگر دس آدمی بھی کہا کریں تو حجت شرعیہ نہیں حتیٰ کہ وہ شہادت بھی معتبر نہیں جو حاکم وقت یعنی قاضی کے مکان پر ہوا۔ اجلاس پر نہ ہو۔ غرض شہادت عدالتی معتبر ہے۔ خانگی شہادت حجتہ نہیں دیانت میں معتبر ہے مگر احکام قضا میں معتبر نہیں علی الاطلاق حجت کا اعتقاد غلط ہے۔ اسی طرح دعویٰ میں شرط ہے۔ مدعی ذاتی علم کی بناء پر دعویٰ کرے محض سنی ہوئی روایت پر دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا کرے گا مسموع نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ

سنی ہوئی روایت پر دعویٰ کرنے میں قاضی مدعا علیہ کو طلب نہ کریگا۔

مسلمانوں کی کمزوری کا سبب بد نظمی

(ملفوظ ۱۴۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزوری کا سبب انکی بد نظمی ہے۔ اگر ان میں نظم ہو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ دوسری قوموں میں نظم ہے وہ اس کی بدولت کامیاب نظر آتی ہیں۔ بحمد اللہ اب بھی مسلمان اس قدر کمزور نہیں مگر ساری کمی نظم کی ہے۔ بدون انتظام کے کچھ نہیں ہو سکتا اگر نظم ہو تو ساری قومیں ان کو بیٹھی دیکھا کریں۔

مخالف کی بے حسی پر اہل حق کا طریقہ

(ملفوظ ۱۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل اور اہل حق کے مذاق طبعی میں بھی زمین آسان کا فرق ہے۔ ایک صاحب کا پورے میرے پاس آئے تھے۔ یہ وہ صاحب تھے جو مجھ کو اور ہماری ساری جماعت کو گالیاں دیا کرتے۔ کانپور کے بلوہ میں وہ بھی ماخوذ تھے۔ مجھ سے سفارش کرانا چاہتے تھے میں نے سفارش لکھ دی۔ میرے ایک دوست وہاں پر تحقیقات کے لئے مقرر تھے۔ ان کو لکھ دیا کہ واقعہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد جو عقلاً و نفلاً مصلحت ہو وہ کریں مطلب یہ تھا کہ بدون تحقیق زیادتی نہ ہو۔ اس وقت یہ خیال پیش نظر ہو گیا کہ بے بس ہیں۔ بے چارہ ہیں اور ایسے وقت اکثر یہ ہی خیال آ جاتا ہے۔ پس یہ فرق ہے اہل باطل اور اہل حق میں کہ اہل باطل کو تو ایسے موقع پر انتقام کا انتظار رہتا ہے اور اہل حق ڈرتے ہیں کہ یہ وقت انتقام کا نہیں۔ اہل حق قدرت کے وقت تو نرم ہوتے ہیں اور عدم قدرت کے وقت غصہ آتا ہے اور اہل باطل اس کے عکس ہیں۔

تمدن کی ترقی

(ملفوظ ۱۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمدن کی ترقی سے عالم میں فساد ہو گیا۔ تمدن سے تشویش بڑھ گئی۔

بیعت میں مصلحت کا درجہ

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت میں اگر ضرورت کا درجہ سمجھے تو ٹھیک نہیں البتہ مصلحت کا درجہ سمجھنا ٹھیک ہے وہ بھی جب کام کیا جاوے ورنہ بدون کام کے مطلق بیعت کو آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھنا محض جہل ہے۔

معاصی سے نفرت

(ملفوظ ۱۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاصی سے تو نفرت ہوتا چاہئے مگر

عاصی سے نفرت نہ ہونا چاہئے حاصل یہ کہ فعل سے نفرت ہو فاعل سے نفرت نہ ہو۔ جیسے حسین اپنے من کو کالک لے لے تو کالک کو تو برا سمجھیں گے مگر اس کو گورا ہی سمجھیں گے۔ اسی طرح مومن میں برائی عارضی ہے اس لئے اس کو حقیر نہ سمجھیں۔ ہاں برے فعل کو برا سمجھیں۔

مدرسہ کے وقت غیر متعلق شخص کو نہ بٹھانا

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام کی ہر چیز میں ضرورت ہے۔ میں درس کے وقت، مدرسین کے پاس ایسے شخص کو نہیں بیٹھنے دیتا جو شریک درس نہ ہو۔ میں جس وقت کانپور میں مدرس تھا میرا یہی معمول تھا۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ استاد کو تو یہ فکر کوئی بات تقریر میں کتاب کے خلاف نہ ہو جاوے اور شاگرد کو یہ فکر کہ کوئی سوال ایسا نہ ہو کہ جس سے ہم بداستعداد خیال کئے جائیں تو دونوں مشغول ہو جاتے ہیں۔ آج کل مدارس میں قطعاً اس کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ یونہی وقت خراب کیا جاتا ہے۔

سفارش سے خضر علیہ السلام کے واقعہ سے ایک نکتہ

(ملفوظ ۱۳۶) ایک نو وارد صاحب نے حاضر ہو کر کسی معاملہ میں حضرت والا سے سفارش کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سفارش کے متعلق ایک تمہید سنو۔ خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا موسیٰ علیہ السلام کا حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جا کر علوم سیکھو۔ آپ خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے پوچھا کون فرمایا موسیٰ کون فرمایا بنی اسرائیل کا موسیٰ پوچھا کیسے آئے فرمایا اَنتَ عَلَیْکَ عَلَیْکَ اَنْ تَعْلَمَ مَنْ مِمَّا عَلَّمْتُ رُشْدًا۔ یعنی میں علوم کیسے کیسے تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اتنے بڑے نبی اور العزم اور خضر سے فرماتے ہیں ”علیٰ اجمعک“ میں تمہارے ساتھ رہوں مجھ کو کچھ علوم سکھا دیجئے۔ یقینی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے علوم کے سامنے خضر کے علوم کیا چیز تھے مگر خیر جو کچھ بھی تھے ان کے سیکھنے کی درخواست کی خیر یہ تو قصہ ہے مگر اس میں دیکھنا یہ ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ اس گفتگو میں یہ نہیں فرمایا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ فرماتے تو اعلیٰ درجہ کی سفارش ہوتی سوا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آجکل جو سفارش لکھا کر لے جاتے ہیں یا جا کر کسی کا نام لے دیتے ہیں۔ بعض اوقات اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی حقیقی علوم کے حامل ہیں دیکھئے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کے ارشاد سے آیا ہوں۔ کیونکہ یہ سن کر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر چوں چرا نہ کریں گے۔ آزادی نہ رہے گی چنانچہ خضر علیہ السلام نے نہایت آزادی سے شرطیں لگا دیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدون اذن کے کسی کی صحبت سے استفادہ حاصل نہیں کرنا چاہئے۔ نیز دوسرے کے پاس جا کر یہ نہ کہے کہ میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا ہوں۔

دیہاتیوں کا کلمہ حکمت

(ملفوظ ۱۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ دیہاتی لوگ بعض دفعہ ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ بڑے بڑے علامہ دیکھتے ہیں رہ جاتے ہیں۔ میں نے ایک عاکی شخص سے جو کسی کے ساتھ راستہ میں جا رہا تھا۔ یہ سنا کہ بھائی جب بدی کرنے والا بدی کو نہیں چھوڑتا تو نیکی کو کیوں چھوڑتے ہو۔ اسی طرح ایک شخص سے تحریک خلافت کے زمانہ میں ریل میں سنا یہ شخص دیہاتی تھا۔ کسی سے کہہ رہا تھا کہ میاں ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کتنی زبردست علمی بات کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔

نئی جگہ پر جا کر تین باتوں کی وضاحت کرنا

(ملفوظ ۱۳۸) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آدمی نئی جگہ جائے تو یہ چند باتیں پہنچتے ہی کہہ دینی چاہئیں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں کیوں آیا ہوں۔

قبور سے استفادہ میں اذن ضروری نہیں

(ملفوظ ۱۳۹) ایک مولوی صاحب نے استفادہ کیلئے اذن کی ضرورت پر عرض کیا کہ حضرت قبروں پر جا کر فیض لیتے ہیں۔ وہاں کس کا اذن ہوگا فرمایا کہ وہاں پر اذن کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو تنگی کی وجہ سے بدون اذن کے استفادہ سے منع کیا جاتا ہے۔ وہاں پر تو عالم ملکوت ہے۔ وہاں پر تنگی و پریشانی کچھ بھی نہیں تکلیف و راحت یہاں ہی ہے۔

حضرت کا کمال استغناء

(ملفوظ ۱۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت یہاں تو الحمد للہ اس پر مطلق نظر نہیں کہ کون معتقد ہے اور کون غیر معتقد خود بیعت مشکل سے کرتا ہوں۔ آنے کی اجازت مشکلی سے دیتا ہوں۔ پھر یہاں آکر بولنے کی اجازت نہیں۔ پرچہ دینے کی اجازت نہیں۔ غرض جس قدر ذریعے معتقد ہونے کے ہوتے ہیں۔ سب مفقود ہیں۔ یہاں پر تو جو بہت ہی بے حیا ہوگا وہی ٹھہر سکتا ہے۔ وگرنہ اگر ذرا بھی غیرت ہوگی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا کون ذلت گوارا کرے۔

شریعت کا مخالف یا مجنون ہے یا دجال

(ملفوظ ۱۵۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی کے ہوش حواس درست ہیں اور پھر شریعت کے خلاف ہے تو وہ دجال ہے اور اگر ہوش و حواس درست نہیں تو مجنون ہے۔ بس یہی معیار ہے۔

اسلام میں شورایت اور مشورہ کی حدود

(ملفوظ ۱۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلطان کو چاہیے کہ ہمیشہ عقلاء سے رائے لیتا ہے۔ بدوئے رائے لئے بہت سی باتیں نظر سے غائب رہتی ہیں۔ اور یہ مشورہ اور رائے تو مطلوب ہے مگر یہ مختصر متعارف جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلا ہے۔ بالخصوص ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم ہی سلطنت ہوگی۔ ایسی سلطنت اسلامی سلطنت نہ کہلائے گی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سلطان کے مشورہ لینے کے وقت اہل شوری میں اختلاف رائے ہو جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ سلطان کی رائے سے اختلاف کرنا مذموم تو نہیں جو اختلاف حکمت اور مصلحت اور تدبیر و خیر خواہی پر مبنی ہو۔ وہ مذموم نہیں مگر اس کی بھی ایک حد ہے۔ یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے۔ جب تک مشورہ کا درجہ رہے۔ مگر بعد نفاذ اختلاف کرنا یا خلاف کرنا یہ مذموم ہے۔ نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے۔ پھر سلطنت کی اہلیت کا اور انتظام کا ذکر چلا تو فرمایا کہ سلطنت تو بڑی چیز ہے۔ ہم لوگوں سے گھروں کا انتظام تو ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اپنے گھر میں جس جگہ جو چیز رکھی ہوتی ہے۔ استعمال کے بعد جہاں سے اٹھاتا ہوں۔ بالالتزام وہیں رکھ دیتا ہوں۔ مثلاً بکس دیا سلائی کا یا جانماز یا لوٹا میں نے تو اس پر ایک رسالہ لکھ دیا ہے۔ آداب المعاشرت اس میں ایسے انتظامی معاملات کو لکھ دیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ اس التزام میں یہ نفع ہے کہ کسی کو رانی برابر بھی تردد نہ ہو کہ یہ چیز اس طرح رکھی تھی اب اس کے خلاف رکھی ہے اور انتظام تو جی یہ ہے کہ مسلمان ہی کا حق ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پاس قرآن و حدیث و فقہ ہو وہ انتظام کر سکتا ہے یا کافر جاہل انتظام کر سکتا ہے۔ یقیناً قرآن و حدیث جاننے والا صحیح انتظام کر سکتا ہے۔ قرآن پاک میں اور حدیث میں جاہل انتظام کی تعلیم ہے مگر اس انتظام سے مراد فضولیات کا نہیں۔ ضروریات کا انتظام ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اسلام کا بھی خاص انتظام اور ادب ہے۔ یعنی ایسا سنبھال کر کرو جو کسی پر بار اور تو حش نہ ہو چنانچہ فقہاء نے سب مواقع کے احکام منضبط فرمائے ہیں۔ غرضیکہ ہر بات اور کام مسلمان کا ایسا ہونا چاہیے کہ جس سے دوسرے پر بار یا تنگی نہ ہو۔

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ہندو مسلم اتحاد کی مذمت

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی صاحب جو انتقال کر گئے ہیں اتحاد ہندو مسلم کی

تحریک میں بہت ہی سرگرم تھے جب برادران وطن نے پریشان کیا اور ان کے جذبات کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دیکھا اور حقیقت منکشف ہوئی تب ان سے جدائی اختیار کی اور ایک رسالہ لکھا اس میں یہ شعر بھی تھا جو اس حالت کو گویا پورا مصدق تھا۔

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل ہم کو چہ رقیب میں بھی سر کے بل گئے
جمہوریت بچوں کا کھیل ہے

(ملفوظ ۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہے محض بچوں کا کھیل ہے شطرنج کا سا نظام ہے حکومت تو شخصی ہی ہے اسی کی بیعت اور رعب بھی ہوتا ہے۔

و عا سب کی قبول ہوتی ہے یہاں تک کہ شیطان کی بھی

(ملفوظ ۱۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: عا سب کی قبول ہوتی ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کچھ قید نہیں انسان کی بھی قید نہیں حتیٰ کہ جانوروں تک کی دعا قبول ہوتی ہے ایک نبی دعا کے لئے چلے بارش نہ ہوتی تھی دیکھا کہا ایک چینی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی ہے ساتھیوں سے فرمایا چلو بھائی اب ضرورت نہیں رہی دعا کی اس کی دعا قبول ہو چکی اور شیطان کو دیکھئے کٹ رہا ہے پٹ رہا ہے جوتیاں پڑ رہی ہیں۔ اعنت کا طوق گلے میں ڈالا جا رہا ہے اس وقت دعا کی اور دعا بھی ایسی جو کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ قیامت تک زندہ رہوں اور اس پر دہاں سے حکم ہوتا ہے کہ سب قبول کیا ٹھکانا ہے اس وسعت رحمت کا تا واقفوں میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی مگر کوئی دعا اور کہاں کی دعا کچھ معلوم بھی ہے آخرت میں بیشک کافروں کی دعا نجات کے لئے قبول نہ ہوگی و مصادعہ الکافرین الافی ضلال۔ کے یہی معنی ہیں اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن شریف کا ترجمہ خود نہ دیکھیں کسی عالم سے پڑھنا چاہئے سبھا سبھا اور عالم بھی حافظ ہوتا کہ اوپر نیچے کی آیت کو دیکھ کر سمجھ سکے مطلب یہ کہ سیاق و سباق معلوم کر سکے۔

دین و وظیفوں سے آسان نہیں ہوتا

(ملفوظ ۱۵۶) ایک نوادر صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا کوئی ایسا وظیفہ بتلاؤں جس سے دین کے سب کام آسان ہو جائیں فرمایا کہ میں تو امراض کا علاج کرنے والا ہوں وظیفہ بتلانے والے اور بہت پیر ہیں وظائف ان سے پوچھو یہاں پر تو جو نفس میں کھوٹ میں خرابیاں ہیں جس سے گناہ صادر ہوتے ہیں ان کا علاج ہوتا ہے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کا اتباع کرایا جاتا ہے۔

بھکاری کے مانگنے اور اسے دینے کا شرعی حکم
(ملفوظ ۱۵۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوال کرنا یعنی بھیک مانگنا ہر شخص کو
جائز نہیں اور فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسے سوال جائز نہیں اسے دنیا بھی جائز نہیں یہ گناہ کی
اعانت ہے اس لئے گناہ ہے ہاں کسی پر اس قدر بار پڑ گیا ہو فرض کا کہ وہ کما کر نہیں دے سکتا اسی کی
اعانت جائز ہے۔

۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ بوقت صبح یوم پنجشنبہ

دین اور اہل دین کی عظمت

(ملفوظ ۱۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ واقعہ تاریخ میں لکھا ہے ابن بطوطہ کا قوم ہے یہ سیاح
ہیں کہ ہمارے زمانے کے مشائخ کا یہ معمول اور انتظام ہے کہ خانقاہ کے صدر دروازہ پر کچھ لوگ
واردین کی جانچ پڑتال کے لئے رہتے ہیں ہر طالب خود مشائخ تک نہیں پہنچ سکتا پہلے لوگ جانچ
کر لیتے ہیں جب مشائخ تک کوئی پہنچ سکتا ہے اب اگر کوئی ایسا کر لے تو اس قدر بدنام ہو کہ الامان
الحفیظ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت کے لوگ اس قدر کم فہم نہ تھے اور ان کے قلوب میں
دین اور اہل دین کی عظمت تھی اور آجکل اس کی کمی ہے خود مشائخ کو اپنا مطیع بنانا چاہتے ہیں۔

۲۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز جمعہ،

ایک صاحب پر مواخذہ اور حضرت کی مشکل

(ملفوظ ۱۵۹) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر آئے تھے کس
واسطے جب بولتے ہی نہیں بندہ خدا کیا گھر سے قسم کھا کر چلے تھے کہ جا کر سوائے ستانے کے اور
کوئی کام نہ کروں گا جہالت پر متنبہ کرتا ہوں، بدتمیزی بدتہذیبی پر روکتا ہوں تو کیا یہ جرم ہے جس
کے عوض میں مجھ کو ستایا جاتا ہے آپ کی اس حرکت کی (وہ حرکت کوئی سوال پر تلبیس تھا جس کو
پوچھنے پر بھی صاف نہ کیا تھا) ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی مولوی سے پوچھے کہ میں حج کر آؤں وہ
کہہ دیں کہ کر آؤ مگر انہوں نے یہ معلوم نہیں کیا کہ روپیہ کہاں سے آئے گا (مثلاً) تو یہ شخص جا کر
ذکیتی ڈالے اس لئے کہ حج بدون روپیہ کے نہیں ہو سکتا اور روپیہ بدون ذکیتی کے نہیں سکتا بس ذکیتی
جائز ہو جائے گی دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور پیروں کے یہاں کون کھود کرید کرتا ہے ان کے غرض ہی
کیا پڑی ہے بلکہ کھود کرید ان کی غرض کے خلاف ہے وہ تو اس پر خوش ہیں ہاتھ چوم لئے حیر چوم

لئے مجھ ہی کم بخت کی عادت ہے کہ کھود کرید کرتا ہوں جس کا داعی شخص مصلحت ہے مخاطب کی کیا کہوں کس طرح دل چیر کر دکھلا دوں دونوں طرح رنچ ہوتا ہے نہ کہوں تب بھی کیونکہ مخاطب کی مصلحت فوت ہوتی ہے اور کہوں تب بھی مخاطب کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور مجھ کو بھی لیکن اگر کہا جاوے گا تو کہنے کی طرح ہی کہا جاوے گا یہ تو ممکن نہیں کہ ہاتھ جوڑ کر پکڑ کر عرض کروں سو یوں تو نہیں کہا جاتا پھر اس سے بھی دل دکھتا ہے کہ ایک شخص اتنی دور سے آیا اور ویسے ہی چلا گیا اس کی غلطی بھی نہ بتلائی گئی غرض ہر طرح پر رنچ ہی ہوتا ہے اور یہ وجہ ہے میرے بدنام ہونے کی کہ اگر متنبہ کرتا ہوں تو بے لطفی کی یہ ذہت پہنچتی ہے اور نہیں کرتا تو جس غرض سے آئے تھے وہ حاصل نہیں ہوتی۔

ایک صاحب کا خط اور حضرت کا جواب

(ملفوظ ۱۶۰) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیرا کا انتقال ہو گیا اب یہ بتاؤ کہ میرا حصہ کہاں ہے تاکہ دباں جا کر حاصل کر دوں میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ صاحب کشف کا کام ہے اور میں صاحب کشف نہیں اس پر فرمایا کہ ایسے پاگل طالب رہ گئے۔

مسلمانوں کے افلاس کا علاج:

(ملفوظ ۱۶۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس وقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں اور دب گئے ہیں اس کا ایک قومی سبب افلاس بھی ہے جس نے سب کے سامنے جھکا دیا اور پہلے بزرگوں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے ان میں قوت ایمانیہ بھی وہ افلاس سے پریشان نہ ہوتے تھے اور اس وقت دین کی قوت تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر مال کی بھی نہ ہو تو سوائے ذلت کے اور کیا ہوگا اب تو یہ ہو رہا ہے کہ حکام مسلمان کو الگ دبا رہے ہیں برداران وطن الگ اور یہ افلاس مسلمانوں کا زیادہ تر فضول خرچی کے سبب سے ہے ایک دانشمند شخص خوب کہتے تھے کہ آمدنی تو اختیار میں نہیں مگر لوگ اس کی کوشش کرتے ہیں اور جو چیز اختیار میں ہے یعنی خرچ اس کے گھٹانے کی فکر نہیں واقعی خوب کام کی بات کہی۔

ایک پیر صاحب کی غذا

(ملفوظ ۱۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو مشائخ کے یہاں ایسی باتیں مایہ ناز ہو رہی ہیں جیسے ایک پیر کے مرید نے کہا کہ حضرت کچھ نہیں کھاتے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آخر کچھ کھاتے بھی ہیں کہا کہ صرف آدھ پاؤ بالائی اور ایک چھٹانک مغربا دام اور ایک پیالی چائے اور تھوڑا سا دودھ اس شخص نے کہا واقعی حضرت کچھ نہیں کھاتے صرف اتنی اور کسر ہے کہ بجھے اور مجھے نہیں کھایا کیا انگویت ہیں۔

حضرت کی ہر چیز خصوصاً سوال میں بھی احتیاط:

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر کام ہر بات میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں مجھ کو اس پر وہی کہا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا گفتگو ہی سے میری شکایت کی گئی کہ یہ جلسہ میں آکر بدرستہ کی رقم سے کھانا نہیں کھاتا حضرت مولانا نے مجھ سے سوال کیا میں نے صاف عرض کر دیا مجھ کو اس کے جواز میں شبہ ہے پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا ایک شخص نے میرا وعظ سن کر سو روپیہ چندہ بلقان میں دیئے اور انجمن ہلال احمر میں داخل کئے اور احق نے مجھ پر تقاضا کیا کہ قسطنطنیہ سے اس کی مستقل رسید منگا کر دو روئے میرا روپیہ واپس دو میں نے قطع شغب کے لئے اپنے پاس سے روپیہ دے دیا ایک مولوی صاحب نے یہ سن کر مجھ سے فرمایا کہ اپنے پاس سے کیوں دینے تمہاری معرفت جو چندہ بلقان جمع ہوتا اس میں سے سو روپیہ رکھ لئے ہوتے اور تاویل یہ کی کہ خاص اس کی دی ہوئی رقم تو واپس کر دینا جائز ہی تھا اور وہ رقم اور دوسرے چندہ کی رقمیں سب ایک ہی حکم میں ہیں کیا ٹھکانہ ہے اس بد احتیاطی کا نفسانی غرض کا جب غلبہ ہوتا ہے ایسی ہی باتیں سوچتی ہیں میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ اموال کے باب میں اکثر اہل علم کو بھی احتیاط نہیں الا ماشاء اللہ اور عوام کو تو کیا ہوتی۔

بے طریقہ ایک پیسہ بھی خرچ ہو تو دکھ ہوتا ہے:

(ملفوظ ۱۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر دین کے لئے جان مال گھر سب خرچ ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں لیکن جی یہ چاہتا ہے کہ طریقہ کے ساتھ ہو باقی یوں ہی گزارے میں تو ایک پیسہ بھی جاتے ہوئے دل دکھتا ہے۔

مسلمان دیندار اور غیرت مند ہونا چاہئے

(ملفوظ ۱۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مسلمان چاہے مالدار نہ ہو مگر دیندار ہو اور غیرت والا ہو۔

اولاد اور بیوی کے نفقہ کا فرق

(ملفوظ ۱۶۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اولاد اگر خود مالدار ہو اس کا نفقہ واجب نہیں مگر بیوی کا نفقہ ہر حال میں خاوند کے ذمہ فرض ہے۔

محقق ہمیشہ مقلد ہوگا

(ملفوظ ۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق آدمی جو جامع شرائط اجتہاد کا نہ ہو غیر مقلد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنی تحقیق سے فائدہ شرائط ہونا دیکھے گا۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ ہجری مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ذم التحریف للدين الحنيف

یعنی تحریف دین کی مذمت

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری زندگی کا مدار تو استغفار ثواب پر ہے ورنہ اس قدر طبیعت کمزور واقع ہوئی ہے کہ اگر ثواب کا استحضار نہ ہو تو میں بعض حوادث کا تحمل ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ بس یہ اعتقاد میری زندگی ہے کہ جہاں کوئی تکلیف پہنچی فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں ثواب ہے اس سے وہ کلفت جاتی رہتی ہے اگر ثواب کا اعتقاد نہ ہوتا تو میں تو ختم ہی ہو جاتا یہ امید ثواب ایسی قوت کی چیز ہے کہ بڑی سے بڑی کلفت اور رنج کو کھل کر دیتی ہے اور افسوس ہے کہ اس کو آج کل معمولی چیز خیال کر رکھا ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں۔ نعوذ باللہ استغفر اللہ۔ میں کہتا ہوں کہ جس قدر مسلمانوں کے پاس سامان بے قوت کا ان سب میں یہ ایک نہایت زبردست چیز ہے نئے تعلیم یافتہ اس پر ہنستے ہیں کہ ثواب کو لئے بیٹھے ہیں پرانے خیال کے ہیں بلکہ علماء تک نے بھی اس کی ترغیب چھوڑ دی و غظول میں ثواب و عذاب کا ذکر ہی جاتا رہا حالانکہ قرآن وحدیث میں زیادہ یہی بھرا ہوا ہے کہ اگر یہ کر دے ثواب ملے گا نہ کر دے عذاب ہوگا مسلمان کے پاس اس کا کیا جواب ہے یہ خیال پھیلایا ہے آج کل کے نیچریوں نے نہایت ہی بد عقیدہ لوگ ہیں اور اکثر لیڈر اس ہی خیال کے ہیں خدا سے غرہیں آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے انڈے روشن ہیں یا بجلی سا گئی ہے حالانکہ یہ باتیں سب ظلماتی ہیں اور ان کو زیادہ تر خراب کیا ہے حب جاہ نے پرانے طریقوں کو ذلت سمجھتے ہیں ہماری عظمت اور عزت اسی میں ہے کہ ہم اپنے سلف کے طریقہ پر رہیں ان کے قدم بہ قدم چلیں ہماری صورت ہماری سیرت ہمارا لباس ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہمارا کھانا پینا سب اسی طرز پر ہو ہم بھی دین پر عمل کریں اور دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔ غرض اسی پرانے طرز کو اختیار کریں دیکھیے بوڑھے آدمی کی عظمت اور عزت اسی میں ہے کہ اپنے بڑھاپے کو چھپائے نہیں اگر چھپائے گا پوڈرل کر یا خضاب کر کے تو ایک روز حقیقت کھلے گی تو پھر جیسی ذلت کا سامنا ہوگا انکس من الشمس ہے یہ نامستول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانے کے قابل نہیں اور داڑھی کے تو اس قدر تھمنا ہیں کہ جس کا حدو حساب نہیں زیادہ افسوس یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی تو اس حرکت کے اتھسان کا درجہ ہے اس کو معیوب نہیں سمجھتے زیادہ شکایت تو یہی ہے کہ یہ طرز

ان لوگوں نے اختیار کیا اور پھر اس کو تاویل سے اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ داڑھی منڈانا تو خاص جہاد کے موقع پر بھی جائز نہیں اور یہ محض جاہلانہ خیال ہے کہ داڑھی کے ہوتے ہوئے دشمن پر ہیبت نہ ہوگی رعب نہ ہوگا بلکہ جہاد میں بھی داڑھی والے ہی کا رعب اور ہیبت ہوتی ہے کہنے کی تو بات نہ تھی کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے مگر بفرورت کہتا ہوں کہ آپ کے ملک میں آپ ہی کے دوش بدوش ایک قوم ہے سکھوں کی اس کو دیکھ لیجئے کیا وہ پولیس میں نہیں وہ جنگ پر نہیں جاتے مگر دیکھ لیجئے کہ ان کے داڑھی ہوتی ہے یا نہیں انکا ذکر اس لئے کیا کہ آخر کس طرح ان بے غیرتوں کو غیرت بھی دلاؤں اور سن لیجئے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انگریزوں کے بادشاہ کے لئے قانونا حکم ہے داڑھی رکھنے کا اسی طرح اگر عورت حکمران ہو تو اس کو چوٹی کٹانے کی ممانعت ہے یہ اس قوم کا فتویٰ ہے جن کے یہ کور باطن مقلد ہیں خود انگلستان اور یورپ میں اسی قانون کا بادشاہوں کے لئے نفاذ ہے سواگر یہ ذلت کی چیز تھی جاتی تو وہ اس کو کب گوارا کرتے پھر وہ بھی بادشاہ کے لئے ان باتوں کو سوچ کر کچھ تو شرم آنا چاہئے اس کے بعد ہم مشتاق ہیں کہ یورپ کے فتویٰ سن لینے کے بعد ہمارے لیڈر صاحبان اور ان کے ہم خیال اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں اس لئے کہ اگر عزت کی بات داڑھی منڈانا ہے تو بادشاہ کیلئے بہت زیادہ ضرورت ہے عزت کی اس کا کیا جواب دیتے ہیں یہ تو جدید روشنی والوں کی حالت ہے اب قدیم روشنی والوں کو لیجئے جو دین کے مدعی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں ایک شخص دہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں میں نے ان کو فلاں رنڈی کے بھرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو جدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے اور جان بچی اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ اگر کسی میں خدا کی یاد ہے اور فرمانبرداری ہے تو مجرم قابل سزا بدعتیہ اور اگر خدا کی نافرمانی اور معصیوں کا ذخیرہ ہے تو خوش عقیدہ اور قابل مدح اور بچے سنی اور خفی انا للہ وانا الیہ راجعون مگر اب الحمد للہ یہ رنگ نہیں رہا حیدر آباد میں بہمنی کے متعلق ایک صاحب نے روایت بیان کی تھی کہ وہاں پر وہابی کی پہچان یہ ہے کہ گٹھوں سے اونچا پاجامہ ہو گٹھنوں سے نیچا کرتہ ہو پیشانی پر جدہ کا نشان ہو ارکان نماز کی ادائیگی میں تعیل نہ کرتا ہو بلکہ اطمینان سے نماز کو ادا کرتا ہو یہ وہابی کی پہچان ہے سواگر یہی باتیں ہیں تو اس کا تو کسی کے پاس بھی کوئی علاج نہیں۔

استاد کے بغیر علم اور شیخ کے بغیر عمل نہیں آتا

(ملفوظ ۱۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون استاد کے کوئی کام بھی نہیں آ سکتا ایک ادنیٰ سی بات ہے قلم بنانا مگر وہ بھی بدون استاد کے نہیں بنا سکتا یعنی جب تک کسی استاد سے بنانا نہ سیکھے نہیں بنا سکتا میں ہی ہوں جالانکہ لوہے کے قلم سے لکھ کر میرا جی خوش نہیں ہوتا سادہ قلم سے لکھتا ہوں تو جی خوش ہوتا ہے مگر قلم خود نہیں بنا سکتا جب ضرورت ہوتی ہے دوسرے سے بنواتا ہوں تو جب ادنیٰ چیزوں میں استاد کی ضرورت ہے تو مسائل بدون استاد کے اور اہل علم کے سیکھے ہوئے اور پڑھے ہوئے کیسے سمجھ میں آ سکتے ہیں اور اسی طرح بدون شیخ کامل کے اصلاح باطن کس طرح ہو سکتی ہے علم میں ضرورت ہے استاد کی عمل میں ضرورت ہے شیخ کامل کی محض کتابیں دیکھ کر کام نہیں چلا سکتا جیسے مریض کہ طب کی کتاب دیکھ کر اپنا علاج نہیں کر سکتا۔

ملقب بہ تنبیہ الاحزاب علی ضرورۃ الحجاب: (یعنی پردہ کی ضرورت)

(ملفوظ ۱۷۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے پردگی اعلیٰ درجہ کی بے حیائی اور بے غیرتی ہے نصوص اور مسائل کے خلاف ہونے کے علاوہ بے پردگی خود ایک غیرت کی چیز ہے جو کہ فطری ہے ان بے حسوں میں غیرت بھی تو نہیں رہی مجھ کو تو مسلمانوں کی اس حالت پر بے حد صدمہ اور رنج ہے کیا کروں اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہو تو ایک دن میں ان کو درست کر دوں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک شخص ضعیف نام مدینہ میں وارد ہوا اور قرآن شریف کے قشائبات میں سوال جواب کرنا شروع کیا آپ نے حاضر ہونے کا حکم دیا اور سر پر تکیاں مارنا شروع کیں بس دماغ درست ہو گیا پھر اس کو وطن واپس کروایا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو کہ عامل تھے لکھ دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اس کے پاس کوئی نہ بیٹھے کذا فی روح المعانی ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نعل دار جو تا روشن دماغ ہے واقعی صحیح ہے اور یہ فرمایا کرتے تھے جہاں چار کنائیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں تو ریت، زبور، انجیل، قرآن اگر ان سے عملی فیصلہ نہ ہو تو اس کے لئے ایک پانچویں چیز بھی حق تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ اس آیت کے مذکور ہے: وازلنا الحمد ید فیہ باس شدید۔

یعنی لوہے کو بھی نازل فرمایا ہے مراد اس سے سیف ہے اس سے عملی فیصلہ ہو جاتا ہے اسلام میں آج کل یہی تو نہیں رہی اسی کی ساری خرابی ہے آزادی کا زمانہ ہے جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے جو منہ میں آتا ہے بکتا ہے اس آزادی سے یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ عام پلیٹ

فارموس پر بے پردگی کے متعلق لیکچر دیئے جاتے ہیں قرآن وحدیث میں تحریف کی جاتی ہے اور ان نازہ تحریکات کی بدولت اور زیادہ گمراہی کا دروازہ کھل گیا لوگ دلیر ہو گئے اور ان آزدلوگوں کو زیادہ جرأت مولویوں کی شرکت سے پیدا ہوئی اگر یہ جماعت الگ رہتی تو ان کو اتنا حوصلہ نہ ہوتا اس لئے مولویوں کی شرکت کی وجہ سے عوام ان قصوں میں شریک ہو گئے اور ان بددینوں کو ان کے گمراہ کرنے کا موقع ہاتھ لگ گیا اور جن لوگوں نے خدا ترسی کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ دین محفوظ رہے ان تحریکات سے علیحدگی رکھی ان پر قسم قسم کے الزام اور بہتان باندھے گئے بدنام کیا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن سی آئی ڈی کے حکمہ سے تنخواہ پانے والے ہیں اور نہ معلوم کیا کیا کہا گیا مگر اس کا نتیجہ بہت جلد برآمد ہوا کہ برادران وطن نے شدھی کا حربہ اور جا بجا مسلمانوں کو قتل اور مسجدوں کو شہید کرنا شروع کیا تب حقیقت منکشف ہوئی کہ واقعی ہم کہاں اور کس طرف جا رہے تھے یہ اس کا نتیجہ ملا کہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ سازش کی توحید اور رسالت کے منکروں کو مسلمانوں کے مجمع میں مذکر بنایا مساجد کے ممبروں پر ان کو بٹھایا یہ ہیں عقلاً بیدار مغزیہ ہیں روشن دماغ جن کے دماغوں میں گیس کے انڈے اور بجلیاں روشن ہیں ارے کہیں بجلیاں کام دیتی ہیں کام دینے والی چیزیں ہیں خدا کی تجلیاں اگر اس سے دماغ روشن ہو تو پھر دیکھو کہ خدا کی اعانت خدا کی امداد خدا کی رحمت خدا کی نصرت تمہارے سروں پر بادل کی طرح سایہ آئیں ہو اور اس وقت تمام عالم کی غیر مسلم اقوام بھی مل کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں کیوں کہ گداگری کرتے پھرتے ہو تمہارے گھر کے اندر خود خزانہ دفن ہے اگر تم کو خبر نہیں تو جن کو خبر ہے ان سے دریافت کرو اس کے حصول کا طریقہ معلوم کرو ان کی جوتیاں سیدھی کرو ان کی ناز برداری کرو پھر دیکھو کہ کیا کچھ ملتا ہے کور باطن دوسری قوموں کی ترقی اور دولت کو دیکھ کر مال بچکاتے پھرتے ہیں تم کو تو خود ایک اتنی زبردست دولت سے نوازا گیا ہے کہ وہ دولت اور کسی کو حاصل ہی نہیں اور اس دولت کے سامنے تمام ترقیاں اور دولتیں گرد ہیں وہ دولت کیا ہے دولت ایمان جس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز کسی کی صحبت میں رہو اور اپنے خناس کو دماغ سے نکال دو تب دیکھو ابھی تک تو بتوں ہی کی پرستش میں گزاری ہے ذرا خدا کی پرستش کر کے بھی دیکھ لو اگر اعتقاد سے نہیں تو بطور امتحان ہی سہی اسی کو فرماتے ہیں۔

سارہا تو سنگ بودی دل خراش آزموں را یک زمانے خاک باش
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ
برسوں تک تو سخت پتھر کی طرح رہا ہے۔ آزمائش کے لئے چند ہی روز کے لئے خاک کی

طرح نرم ہو جاؤ دیکھ کر زمانہ بہار کی پتھر سرسبز نہیں ہوتا اور خاک میں رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں۔ ۱۲۔
 میں بھسم عرض کرتا ہوں کہ اس کے بعد پھر تم ہی تم نظر آؤ گے میں یہ کہہ رہا تھا کہ ساری
 خرابی آزادی کے سبب ہے ایک صاحب کا واقعہ یاد آیا کہ وہ پردہ کے خلاف پھر دے رہے تھے
 ایک شخص نے درمیان لپکچر میں کہا کہ آپ پہلے اپنی بیوی کو پردہ سے نکالنے گھر گئے اور اپنی بیوی کو
 بے پردگی پر راضی کر کے نکال لائے مگر کپڑے وہی ہندوستانی گلبدن کا پاجامہ وغیرہ اتفاق سے
 ایک مرتبہ ان کو سفر پیش آیا تو ریل کے اندر فٹ کلاس کے درجہ میں سفر کیا اس لئے کہ بڑے آدمی
 تھے ایک اسٹیشن پر کسی چیز کی ضرورت ہوئی خاوند صاحب تو چیز لینے گئے اور وہاں پر ایک انگریز کوئی
 بڑا افسر اس درجہ میں آکر بیٹھا اس نے اس عورت کو دیکھ کر کہا کہ تم رٹڈی ہے تم کیوں اس درجہ میں
 بیٹھی ہو کسی دوسری جگہ جاؤ اس عورت نے کہا کہ میں رٹڈی نہیں ہوں گھر سن ہوں اس پر جھگڑا ہو
 ہی رہا تھا کہ خاوند صاحب تشریف لے آئے انہوں نے بھی اس انگریز سے کہا کہ یہ ہماری منکوحہ
 ہے اس نے کہا کہ ہم کو ہندوستان میں اتنا زمانہ گزر گیا ہم نے کبھی کسی شریف عورت کی صورت
 نہیں دیکھی تم جھوٹ بولتے ہو یہ رٹڈی ہے اور تم اس کے آشنا ہو یہ صاحب اسٹیشن ماسٹر کو بلا کر
 لائے اس نے تصدیق کی کہ میں ان کو جانتا ہوں یہ ان کی بیوی ہیں پھر اس نے کوئی مزاحمت تو
 نہیں کی مگر نفرت ظاہر کر کے خود دوسرے ڈبہ میں جا بیٹھا اب غور کیجئے ایک انگریز بے دین بے قید
 بے باک مگر اس کو اس قدر غیرت آئی کہ ہندوستان میں شریف عورت اس طرح کیوں بے محابا
 پھرتی ہے اپنی عورت کے لئے تو ان کی بے حیائی کو گوارا کر لیا مگر ہندوستانی عورت کیلئے گوارا نہیں
 کیا جہاں تک تتبع کیا گیا پردہ کے مخالف یا تو رڈیل ہیں یا بد معاش رڈیل تو اس وجہ سے کہ جیسے کسی
 نے کپڑے سے پوچھا تھا کہ تم اپنا اچھا ہونا چاہتے ہو یا اوروں کا کپڑا ہونا اس نے کہا کہ اوروں کا
 کپڑا ہونا تاکہ جس طرح وہ مجھ کو ہنستے ہیں میں بھی ان کو ہنسوں اور بد معاش اس وجہ سے کہ اپنی
 خواہشات کو پورا کریں ایک صاحب کا دوسرا واقعہ ہے منصور پور پر اپنی بیوی کو ساتھ لئے جا
 رہے تھے چند بد معاشوں نے مل کر یہ حرکت کی کہ وہ نے تو اس کے خاوند کو پکڑ لیا اور بقیہ اس کو لے
 گئے اور زبردستی منہ کالا کیا پھر ان دو نے بھی کیا یہ نتائج ہیں بے پردگی کے اس کے بعد اس شخص کو
 ہوش آیا اور اپنی بیوی کو پردہ کرایا تجربہ سے قبل تو احکام کی ان لوگوں کے قلوب میں وقعت اور عظمت
 ہوتی ہی نہیں ایسے کو مغر ہیں۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ ہجری مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

چندہ لینے میں احتیاط

(ملفوظ ۱۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل چندہ کے بارے میں بہت ہی کم احتیاط ہے حتیٰ

کہ قریب قریب تمام مدارس میں بھی اس باب میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا ہے میں اس معاملہ میں سخت ہوں اور زیادہ بے احتیاطی یہ ہے کہ جو فرداً فرداً چندہ کی تحریک کی جاتی ہے اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے گرانی ہوتی ہے نیز نہ دینے پر نکل بھی ثابت ہوتا ہے جس کا حاصل ایک مسلمان کو متعمم کرنا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں ہیں جو تحریک عام اور تحریک خاص میں امتیاز کرتا ہوں اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک مسلمان پر بار نہ ہو گرانی نہ ہو اور وہ بدنام نہ ہو دعوت عام اور چیز ہے اور انفرادی صورت میں کسی سے سوال کرنا اور چیز ہے مجھ کو تجربہ ہے لوگوں کی حالت معلوم ہے اس تحریک خاص کا اثر ظہور نکل قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ اِنْ يَسْئَلُكُمْ هَا فَبِحَقِّكُمْ تَبْخُلُوْا۔

کیونکہ احناف والیخاف خطاب خاص ہی میں ہو سکتا ہے اور اس کے بعد خطاب عام کا اس عنوان سے ذکر ہے۔ اَنْتُمْ هُوَ لَا تَدْعُوْنَ لِتَقْفُوْا هِيَ سَبِيْلُ اللّٰهِ۔ یہ دعوت خطاب عام ہے اور اسی فرق کی وجہ سے احناف پر جو نکل ہوا اس میں نکیر نہیں فرمایا گیا کہ معذور ہے اور دعوت پر جو نکل ہوا اس پر نکیر فرمایا گیا۔ فَبِحَقِّكُمْ مَنْ يَسْئَلُ وَمَنْ يَسْئَلُ فَاَنْعَمَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ الْاَيَةُ۔ میں نے میرٹھ کے ایک وعظ میں اس فرق کو بیان کیا تھا حضرت مولانا ظلیل احمد صاحب بھی اس بیان میں شریک تھے وعظ کے بعد خوش ہو کر فرمایا کہ آج آیت کے معنی معلوم ہوئے یہ ان کی تواضع و محبت تھی مولانا ظلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو اس وقت سے جانتا ہوں کہ یہ مجھ کو نہ جانتا تھا مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور حضرت صاحب میرے پاس ہے ہی کیا بس یہ ہی ایک چیز ہے یعنی اللہ والوں کی محبت مولانا نہایت ساوہ تھے کوئی بناوٹ نہ تھی۔

میلان الی الامرو کے علاج کا نفع:

(ملفوظ ۱۷۲) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ایک لڑکے کی طرف میلان ہو گیا ہے ہر وقت شب و روز اس کا دل میں خیال رہتا ہے اب چند ماہ کے بعد ہوش آیا ہے آپ کو لکھتا ہوں دعاء بھی فرمادیں کہ اس بلاء سے نجات ہو اور اصلاح بھی فرمادیں میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ الشیخ جلد اول کے صفحہ نمبر ۱۰ پر اس کا علاج مذکور ہے اس کو دیکھیں اور عمل کریں آج پھر خط آیا ہے لکھا ہے میں نے اس کو دیکھ کر عمل کیا اللہ کا شکر ہے کہ مرض کا علاج ہو گیا اب کسی وقت بھی اس کا خیال نہیں آتا میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ مبارک ہو اس پر فرمایا کہ اگر کوئی خود اپنا علاج چاہے اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ الشیخ میں جو اس کے متعلق تدبیر میں لکھی ہیں الحمد للہ اس سے بہت لوگوں کو نفع ہوا۔

عوام کی بے استقلالی اور چندہ کی دلوں پر گرانی

(ملفوظ ۱۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگوں کی بے استقلالی کی حالت دیکھ کر کیا کسی کام کرنے کو جی چاہے اور کیا ہمت بڑھے معترض لوگ کہتے تو ہیں کہ یہ کسی کام میں شرکت نہیں کرتا اگر یہ شرکت کرے تو سب کام ہو جائیں مگر ان باتوں کو تو میں ہی سمجھتا ہوں مجھ کو لوگوں کی حالت کا تجربہ ہے میں اپنے تجربات کو دوسروں کے کہنے سے کیسے فراموش کر دوں مثال میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں یہاں پر ایک چندہ ہوا تھا احباب خاص میں وہ بھی میں نے نہیں کیا خود احباب نے کر لیا مگر میں نے منع نہیں کیا اس درجہ کی شرکت بھی تھی اس میں ایک حصہ چند آدمیوں نے مل کر اپنے ذمہ لیا تھا رمضان المبارک سے قبل کا واقعہ ہے آج تک بھی ایک پیسہ نہیں آیا یہ حالت ہے ایک خط اطلاعی گیا اس کا بھی جواب نہیں اور تماشا یہ ہے کہ یہ سب لوگ بیعت کا تعلق رکھنے والے ہیں جن کی یہ حالت اس کے مصداق ہے۔

گر جان طلبی مضائقہ نیست گر زر طلبی سخن وریں ہست

(اگر جان مانگو تو حاضر ہے اگر روپیہ مانگو تو اس میں ذرا تردد ہے۔ ۱۲۔)

کسی ظریف کا قول ہے محبت رکھیں پاک لینے دینے کے منہ میں خاک ان ہی واقعات سے مجھ کو آج کل کے چندہ سے بے حد نفرت ہے لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے بھی یوں وصول کیا اور اس ترکیب سے وصول کیا بھیک مانگنے میں کون سی عزت ہے اس میں تو ذلت ہی ذلت ہے اور اگر جبر سے یا اثر سے کام لیا تو یہ ذکیتی ہوئی اس میں بھی کونسی عزت ہے اور اگر ذکیتی میں عزت ہے تو پھر کھلم کھلا ذکیتی ہی ذالو عزت کا کام تو کرنا چاہئے ایک بہت بڑے علامہ سے میری گفتگو ہوئی تحریک خاص پر کہ یہ جائز نہیں پوچھا کہ کیا دلیل ہے میں نے حدیث پڑھی: **الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه**۔ یعنی کسی مسلمان آدمی کا مال بدون اس کی خوشدلی کے حلال نہیں تو کہتے ہیں ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر اس درجہ کا حرام نہیں میں نے دل میں کہا کہ کل کو یہ کہہ گا کہ گواہ حرام ہے مگر اس درجہ کا حرام نہیں یہ تو گرانی کی تسلیم پر گفتگو تھی اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ لوگ ہمارے مرید ہیں مرید کو گرانی نہیں ہوتی سو اس کا اندازہ ایک حدیث سے ہو سکتا ہے حضور ﷺ ازواج مطہرات سے فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے بعد تمہارا بہت خیال ہے کہ کون تمہاری خدمت کرے گا غور کرنے کی بات ہے کہ صحابہ کے متعلق حضور کا یہ خیال اس کے

بعد کسی جری یا شیخ کو اپنے مرید پر کس طرح اعتماد ہو سکتا ہے کہ تحریک خاص پر گرانی نہ ہوگی کیا منہ ہے کسی کا جبکہ حضور کا یہ خیال ہے کہ ہزاروں میں سے کم ایسے ہونگے جو خدمت کر سکیں گے باوجود اس کے صحابہ جان نثار تھے قربان جائے حضور ﷺ کے کسی پاکیزہ تعلیم فرمائے۔

دین میں نظر آنے والی دشواریوں کی مثال

(ملفوظ ۱۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو دین سے توجہ ہے اس کا سبب جہل و کسل ہے اگر علم صحیح و طلب صادق ہو تو دین میں کوئی دشواری اور تنگی پیش نہیں آ سکتی مجھے تو اس باب میں اس قدر شرح صدر ہے کہ میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جتنی دشواریاں دین میں نظر آ رہی ہیں اگر ارادہ کرو اور عمل شروع کرو تو میں سچ عرض کرتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب دشواریاں بنتی چلی جائیں میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں دیکھا ہوگا یا کسی پختہ سڑک پر کہ راستہ کے دونوں طرف کے درخت ہوتے ہیں اور دور سے نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر دونوں طرف کے درخت آپس میں ملے ہوئے ہیں اور راستہ بند ہے اب یہ اس کو دیکھ کر ہراس زدہ کھڑا ہے کوئی بھڑ آیا اس نے دریافت کیا کہ کیوں ہراس ہے کہتا ہے کہ راستہ آگے بند ہے منزل مقصود پر کیسے پہنچوں گا وہ کہتا ہے کہ جہاں تک راستہ کھلا ہے وہاں تک تو چل اور پہنچ پھر آگے دیکھنا اب وہاں پہنچ کر جس راستہ کو بند سمجھتا تھا اتنا ہی اور راستہ بھی کھلا ہوا نظر آیا لیجئے کام بن گیا جب تک چلنا شروع نہ کیا تھا اس وقت تک راستہ بند نظر آ رہا تھا اگر چلنا شروع کرو خود بخود درخت اور پہاڑ سب ہٹتے نظر آئیں گے اور واقع میں وہ پہاڑ ہی نہیں تھے محض تمہارا خیال اور وہم تھا اسی کو فرماتے ہیں۔

اے ظلیل انبغا شرار و دود نیست جز کہ بحر و خدہ، نمر و نیست،

طلب اور ہمت پر جبکہ خلوص کیساتھ ہو بڑے بڑے پہاڑ حباء منشور ہو کر میدان بن جاتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں۔

گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف واری باید وید

(اے ظلیل ابراہیم یہاں شعلے اور دھواں نہیں ہے سوائے نمرود کے کہ دُورِ یب کے اور کچھ نہیں ہے) اگر عالم میں راستہ نظر نہیں آتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہئے خود بخود راستہ کھلتا چلا جاوے گا۔ ۱۲۔

کیم محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری قمری مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

طالب کی اصلاح میں کمی کرنا خیانت ہے

(ملفوظ ۱۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر شخص کے ساتھ یہ چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو معاملہ صاف ہو اس میں تلبیس نہ ہو ایہام نہ ہو مخصوص ان لوگوں سے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی تو اگر ذرا سی بات بھی بے دھنگی ہوتی ہے تو براشت نہیں کر سکتا اور اصل بات یہ ہے کہ اصلاح موقوف ہے فہم پر اور فہم لوگوں میں ہے نہیں پھر اصلاح کس طرح ہو اگر میں ان کی بیہودگیوں پر سکوت کر دوں تو یہ ہو سکتا ہے کیا مشکل ہے بلکہ اس میں مجھے راحت بھی ہے مگر میں ایسے سکوت کو خیانت سمجھتا ہوں جیسے مریض طبیب کے پاس جائے اور طبیب اس مریض کے مرض پر اطلاع نہ دے اس کے مرض کو چھپانے کیا یہ خیانت نہیں اور تف ہے ایسے چھپانے پر اور ایسی خوش اخلاقی پر جو آج کل کے رمی جیوں کے یہاں مروج ہے اب تو خلاصہ اس تعلق کا یہ رہ گیا ہے کہ مرید نے ہاتھ پاؤں چم لئے نذرانہ پیش کر دیا آگے نہ مرید کو اصلاح کی ضرورت نہ پیر کو احتساب کی ضرورت نہ شیخ کی طرح پیر صاحب بیچ میں بیٹھے ہیں اور پروانے (یعنی مرید چہار طرف جمع ہیں سو مجھ کو تو یہ طرز کسی وجہ میں بھی پسند نہیں لیکن اگر اس کے مقابلہ میں کسی کو ہمارا طرز بھی پسند نہ ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مت آؤ اور اگر آ گئے ہو اور دھوکا ہو گیا ہے تو اب چلے جاؤ بلانے کون جاتا ہے اور اگر باوجود ہمارے اس طرز کے بھی ہم کو کوئی لپٹے تو پھر اس طرز کے حقوق ادا کرو بقول عارف شیرازی۔

یا مکن با نیل بانان دوستی یا مکن خانہ برانداز بیل

یا کشیدہ چہرہ نیل عاشقی یا فردو جہلمہ تقویٰ بہ نیل

(یا تو ہاتھی والے سے دوستی نہ کرو یا گھرا یا ناؤ جہاں ہاتھی آ سکے یا تو عاشقی کا دعویٰ نہ

کرو اور اگر کرتے ہو تو تقویٰ کو خیر باد کہو)

اور یہ حقوق وہ ہو گئے جن کو ہم حقوق سمجھتے ہیں وہ نہیں جن کو تم حقوق سمجھتے ہو اور اگر کسی سے یہ نہیں ہو سکتا تو ہم سے تعلق مت رکھو لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ملی کے گوہ کی طرح ان کے نقائص کو دبائے رہو سو اگر ایسا کیا گیا تو پھر اصلاح کس طرح ہوگی اور مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں دوسرے کی حالت کو چھپاؤں مشکل ہے جبکہ میں اس کا اخفا کرنا خیانت سمجھتا ہوں پھر یہ بات بھی تو

قابل رہے کہ خود میری حالت کھلی ہوئی ہے بری یا بھلی میں خود اس کو نہیں چھپاتا مگر اس حالت میں میں کسی کو پسند ہوں مجھ سے تعلق پیدا کریں ورنہ اور کہیں جائیں بقول غالب ۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی

جسکہ ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

میرے طرز کو تشدد کہا جاتا ہے حضرت شیخ اکبر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مریدوں کو آپس میں زیادہ نہ ملنے دینا چاہئے کیا یہ بھی تشدد ہے اور واقعی شیخ نے یہ بڑے کام کی بات فرمائی اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ آپس میں بیٹھ کر کہیں شاعری ہو رہی ہے لطیفے ہو رہے ہیں بے سمجھے نکات و اسرار بیان ہو رہے ہیں غرض یونہی وقت فضول بیکار برباد کیا جاتا ہے نہ ذکر ہے نہ شغل ہے نہ فکر ۔ بے نہ تلاوت ہے نہ نوافل ہیں بس مجالس ہی مجالس رہ جاتی ہے اور حضرت شیخ اکبر تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید شیخ سے کسی تعلیم کی مصلحت پوچھے اس کو نکال دو ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ جب کوئی طالب آکر بیعت کا سوال کرتا تو آپ کھانے میں اس کا امتحان لیتے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد جو کھانا بچا ہے اس میں روٹی سالن تناسب سے بچایا نہیں اگر تناسب نہ ہوتا تو بیعت سے عذر فرما دیتے کہ تمہاری طبیعت میں انتظام نہیں ہمارے یہاں تمہارا نباہ نہ ہوگا اور بزرگوں نے ہمیشہ طالبوں کے بڑے بڑے سخت امتحانات لئے ہیں میرے یہاں تو پھر بھی بہت وسعت ہے باقی میرا اصلی مذاق یہی ہے کہ قبل مرید ہونے کے تو اس کی دوستی کے حقوق کو پورے طور سے محفوظ رکھتا ہوں ۔ مگر بعد مرید ہونے کے پھر دوستی کے علاقہ کو ناپسند کرتا ہوں اس وقت مریض اور طیب کے علاقہ کی ضرورت ہے مگر لوگوں کو خبر نہیں اس طریق کی اور اس کے آداب کی اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر علماء تک کو خبر نہیں اور واللہ میں تو بہت رعایتیں کرتا ہوں مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میں غلامی بھی نہیں کرتا ایک مولوی صاحب میں ان کو میری سیاست کے وقت لوگوں پر بہت رحم آتا تھا میں نے ان کو رسالہ آداب الشیخ دیا کہ اس کو بغور دیکھئے یہ رسالہ شیخ اکبر کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے اصل رسالہ عربی میں تھا اس کا میرے ایک دوست نے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے انہوں نے دیکھا کہ کہنے لگے کہ یہ تو آپ سے بھی کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں اس کے بعد انکا تشدد کا گمان رفع ہوا۔

زیادہ غلطیاں فکر کی کمی سے ہوتی ہیں فہم کی کمی سے نہیں

(ملفوظ ۱۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اس پر رحم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ فہم کی کمی سے غلطیاں

بہت کم ہوتی ہیں زیادہ فکر کی کمی سے ہوتی ہیں اور فکر ہوتے ہوئے اگر فہم میں کمی بھی ہو اس سے غلطیاں عدد میں بھی کم ہوتی ہیں اور کیف بھی کم ہوتی ہیں مگر فکر وغور سے کام نہیں لیتے اس سبب سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اگر فکر ہو تو خود کچھ میں نہ آنے پر دوسرے سے پوچھنے کا کبائیک غلطی ہوگی چونکہ فکر اور توجہ سے کام نہیں لیتے اس لئے کچھ کو زیادہ غصہ آتا ہے اور فکر کی کمی کا سبب طلب کی کمی ہے چنانچہ خدا کی اتنی بھی طلب نہیں کہ جتنی کسی بندی پر یا اللہ کے پر عاشق ہو جانے پر اس کی طلب ہے پھر شیخ کی تعلیم کا کیا خاک اثر ہو خدا سے کچھ اور توئی خلق پیدا کرنا چاہئے اور وہ بدو ان اس کے فکر کے ساتھ اعمال میں احوال میں باطننا بھی ظاہرنا بھی شریعت کا پورا اتباع ہو ہی نہیں سکتا۔

ہدیہ رد کرنے کا فائدہ

(ملفوظ ۱۷۷) ایک نو وارد صاحب نے پانچ روپیہ بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے معمول کے خلاف ہونے کی بنا پر حضرت والا نے قبول فرمانے سے انکار فرمایا تھوڑی دیر میں ان صاحب سے ایک غلطی ہوئی اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اس وقت میرے پانچ روپیہ کا تو نقصان ہوا لیکن اگر میں وصول کر لیتا تو اس وقت آپ کی اصلاح کے متعلق صاف صاف نہ کہہ سکتا تھا لے لینے کے بعد خیال تو ہوتا ہی ہے کہ یہ میرے محسن میں ان کی رعایت کرنا چاہئے یہ نہ لینے ہی کی برکت ہے کہ صاف صاف کہہ دیا اور اگر نہ کہتا تو ان کے دین کا نقصان تھا اور اب تو اپنا دنیا کا نقصان کیا بلا سے پانچ روپیہ نہ ملے مگر ایک مسلمان کو ہمیشہ کے لئے جہل سے نجات مل گئی۔

بزرگوں کی ہر بات میں برکت ہوتی ہے

(ملفوظ ۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی ہر بات بابرکت ہوتی ہے پانی پت میں ایک بزرگ تھے عادیہ تو وہ صاحبِ سماع نہیں تھے مگر اس سے پرہیز بھی نہ تھا کسی مجلس میں اتفاق سے شریک ہو گئے ایک بار اتفاق ہی سے ایک مجلس میں شریک تھے تو ال یہ کہہ رہا تھا ایسا ٹوٹا کر دے ری ایسا ٹوٹا کر دے یعنی ایسا سحر کر دے اسی وقت میں ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئی کہ مجھ کو سب ستاتا ہے ناراض رہتا ہے اون بزرگ نے خادم سے کہا کہ یہ بی لکھ کر دیدو کہ ایسا ٹوٹا کر دے ری خادم نے یہ بی لکھ کر اس عورت کو دے دیا خدا کی قدرت سے خاوند مسخر و مطیع ہو گیا۔

انگریزی پڑھ کر دین کی حفاظت کا طریقہ

(ملفوظ ۱۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ میں انگریزی پڑھنے کو

منع نہیں کرتا اگر ضرورت ہے پڑھو اور نہ میں کہتا ہوں کہ عربی پڑھ کر سب غلام بن جائیں ہاں دین کی حفاظت کی ہر مسلمان کیلئے ضرورت ہے سو اس کی ایک صورت بیان کرتا ہوں کہ انگریزی پڑھ کر بھی حفاظت ممکن ہو وہ صورت یہ ہے کہ تعطیلات کے زمانے میں نصف حصہ لہو و لعب میں صرف کرو اور کم از کم نصف حصہ اہل اللہ کی صحبت میں صرف کرو یہ صحبت بڑی چیز ہے تو اس صورت میں دین محفوظ رہے گا ورنہ نری انگریزی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسے دیوبند کا ایک قصہ ہے وہاں کے رہنے والے ایک ڈپٹی صاحب تھے ان کے باپ پرانی وضع کے سادہ مزاج گاڑھا پوش تھے بیٹے سے ان کی نوکری پر ملنے گئے ان کے دوست احباب نے پوچھا کہ آپ کی تعریف باپ کہتے ہوئے عار آئی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پڑوسی ہیں ان بڑے میاں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے میں اس کی ماں کا پڑوسی ہوں وہ میری بغل میں رہا کرتی ہے لوگ سمجھ گئے کہ بڑے میاں ڈپٹی صاحب کے باپ ہیں ایک اور واقعہ ہے ایک صاحب ولایت پاس کر کے آئے باپ سے ملے تو مصافحہ کرتے وقت پوچھا کہ دل بڑھا تم اچھا ہے ادب کا تو نام نہیں رہتا فرمایا کہ ادب پر یاد آ یا دہلی میں حکیم عبدالجید خاں صاحب سب جانتے ہیں کس درجہ کے تھے فن میں بھی عزت میں بھی میں نے ان سے نفیسی کے کچھ سبق پڑھے بھی ہیں اس معنی کو میرے استاد بھی تھے ان کے ایک مصاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے یہاں آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان ہی صاحب سے جو کہ تھانہ بھون کے رہنے والے تھے پوچھا کہ وہاں جانے کے کیا شرائط اور ملنے کے کیا اوقات ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کو اس تحقیق کی کیا ضرورت ہے آپ تو ان کے استاد ہیں تو حکیم صاحب نے یہ فرمایا کہ میں جس حیثیت سے جا رہا ہوں اسی طرح جاؤں گا اس میں استاد یا شاگردی کا کوئی دخل نہیں یہ ہے ادب آج شاگرد اتنا ادب نہیں کرتے استاد کا جتنا پہلے استاد کرتے تھے اپنے شاگردوں کا ایک اور واقعہ یاد آیا خورجہ کے رہنے والے منظر نگار میں ایک ڈپٹی صاحب تھے جو صاحب نسبت صاحب طریقت بھی تھے ایک مرتبہ وہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے وہ معمر شخص تھے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی مگر حضرت کی شہرت ہو چکی تھی بہت لوگ معتقد بھی تھے ان ڈپٹی صاحب نے بھی ایک بیاض لکھی ہے بیاض دکن اس کا نام ہے اس میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کی برکت کی نسبت لکھا ہے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طاشد

(جولوہ پارس سے چھو بھی گیا فوراً وہ سونا ہو جاتا ہے۔ ۱۲۔)

محض ایک ہی ملاقات معلوم ہوئی ہے اور خود بھی صاحب نسبت تھے اور معمر اور معزز مگر ایک ہی ملاقات کا یہ اثر ہو ا کیسی عقیدت کا اظہار فرمایا یہ ہے ادب۔

۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری مجلس بعد نماز جمعہ

شاہجہان اور تخت طاؤس

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہجہان نے تخت طاؤس بنوایا تھا، وہ تخت اس وقت یورپ میں ہے بہت ہی قیمتی تخت ہے کئی لاکھ روپیہ اس پر صرف ہوا تھا جس وقت یہ تخت بن کر تیار ہوا اور شاہجہان اس تخت پر بیٹھے ہیں تو ان کے وزیر سعد اللہ خاں پانی پت کے رہنے والے اپنی آستین میں ایک چھرا رکھ کر دربار میں حاضر ہوئے شاہجہان نے تخت پر اول دو رکعت نفل شکرانہ ادا کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ فرعون کو تخت آپ نے عطاء فرمایا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور مجھ کو عطا فرمایا تو میں آپ کی بندگی ادا کر رہا ہوں یہ مجھ پر آپ کا فضل اور رحمت ہے پھر سعد اللہ خاں سے چھرا لائیں مصلحت پوچھی یہ سن کر سعد اللہ خاں نے عرض کیا کہ مصلحت یہ تھی کہ اگر آج تخت پر بیٹھ کر کوئی کبر کا کلمہ آپ کے منہ سے نکلتا جس سے آگے کفر کا اندیشہ ہوتا تو کلمہ کفر نکلنے سے پہلے آپ کا کام تمام کر دیتا اس لئے کہ میں نے آپ کا شک کھایا تھا اس کو حلال کرتا گو اس کے عوض میں دوزخ ہی میں چلا جاتا مگر آپ کو کفریات سے متلبس نہ ہونے دیتا اس پر شاہجہان بہت خوش ہوئے اور سعد اللہ خاں کی بڑی عزت اور قدر کی۔

سر سید کا ایک وعدہ

(ملفوظ ۱۸۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل سائل سوال کرتے پھرتے ہیں بظاہر نہایت تندرست بٹے کئے ہوتے ہیں ان کو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں فرمایا نہیں آج کل تو لوگوں نے مانگنے کا پیشہ بنالیا ہے اس پر استطراداً ایک سائل کا قصہ بیان فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحب نے برداشت محسن الملک کے بیان کیا کہ سید احمد خان اپنی کوٹھی میں بیٹھے تھے اس میں شیشے کے کیواڑ تھے ایک شخص آئینوں میں سے نظر آیا نہایت بوسیدہ اور میلے کپڑے پہنے ہوئے کوٹھی سے باہر آ کر بیٹھا یہ شیشہ کے کیواڑوں میں سے دیکھ رہے تھے محسن الملک بھی سید احمد خان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سر سید نے ان سے کہا کہ دیکھو یہ ایک مکار سائل ہے اور اب اپنا لباس تصنع کا بدلے گا اور پھر آ کر سوال کریگا مگر میں اس کو ایک کوڑی نہ دوں گا ایسا ہی ہوا اس نے اپنی گٹھڑی میں سے چوغہ عمامہ تسبیح

نکالی اور بن ٹھن کر کوٹھی پر آیا اور دستک دی کیواڑ کھول دیئے گئے اس نے اندر داخل ہو کر سلام کیا اس وقت سید احمد خاں لیٹے ہوئے تھے نہایت بے زنجی سے جواب دیا اور بیٹھے بھی نہیں اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا کہ مجھ کو فلاں ضرورت ہے اعانت چاہتا ہوں سر سید اسی طرح بے التفاتی کے ساتھ لیٹے رہے دوران گفتگو میں اس کے منہ سے یہ بھی نکلا کہ میں شاہ غلام علی صاحب کا دیکھنے والا ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ سید احمد خان نہایت اضطراب کے ساتھ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے وہ کچھ حالات شاہ صاحب کے بیان کرتا رہا اور سر سید بہت توجہ سے سنتے رہے پھر اس کے لئے نہایت ادب و احترام کے ساتھ کھانا منگایا اور کھانے کے بعد پچاس روپیہ پیش کئے جب وہ چلا گیا تو محسن الملک نے پوچھا کہ یہ کیا خط تھا خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ شخص مکار سائل ہے، پیشہ ور ہے اس کو ایک کوڑی نہ دوں گا یا ایسے مصدق ہوئے جیسے اس نے جادو کر دیا ہو آخر آپ کو یہ سوچھی کیا تھی سید احمد خان نے کہا کہ تم کو خبر نہیں اس شخص نے کس کا نام لیا اگر یہ اس وقت جان بھی طلب کرتا تو میں عذر نہ کرتا حضرت شاہ صاحب کی اس قدر عظمت تھی نام سن کر از خود فکری کی کیفیت طاری ہو گئی۔

نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل بالضم
(ملفوظ ۱۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے ذرہ برابر الحمد للہ بغض نہیں یا خلش نہیں نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل (بالضم) اور الحمد للہ دوسرے بھی میرے ساتھ ایسے ہی ہیں اہل وطن کو اکثر دیکھا ہے کہ مخالف ہوتے ہیں مگر الحمد للہ میرے ساتھ میرے اہل وطن کو نہ مخالفت ہے نہ تعظیم ہے ہاں محبت سب کو ہے حتیٰ کہ ہنود کو بھی بھنگی چماروں تک کو بھی محبت ہے بعض لوگ ان ہی اہل وطن میں ایسے بھی ہیں جو تحریکات کے زمانہ سے اختلاف رکھتے ہیں مگر ہمیشہ سے جب ملتے ہیں جھک کر سلام کرتے ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ آپ کا فضل ہے رحمت ہے ورنہ مجھ میں ایسا کونسا سرخاب کا پر ہے۔

نہ ڈھیلا بنے نہ ڈھیلا

(ملفوظ ۱۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جس کا نام اخلاق ہے اچھی خاصی دکانداری ہے مجھ کو ایسے اخلاق متعارفہ سے نفرت ہے اسی لئے بدنام بھی ہوں مثلاً یہ تعویذ گنڈوں ہی کا سلسلہ ہے اگر ان لوگوں کے ساتھ ڈھیلا پن برتا جاتا تو اچھا خاصہ میلا لگ جاتا پھر کوئی کام بھی نہ ہو سکتا مزاح فرمایا کہ سب کام میلا ہو جاتا اور خصوص عورتوں کا تو ہر وقت ہجوم رہتا اور عورتوں یا لڑکوں کا ہجوم قتنہ ہے اس میں بڑے بڑے مفسدے ہیں میری تو اس باب میں یہ رائے ہے کہ ایسے اسباب

اختیار کرے کہ نہ ڈھیلا بنے بیائے مجھول اور نہ ڈھیلا بنے بیائے معروف۔
متکبرین کا تھانہ بھون میں علاج اور حضرت شیخ الہند کا واقعہ

(ملفوظ ۱۸۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا دیوبندی کی بھی اخیر میں یہی رائے ہو گئی تھی کہ بعض کے لئے تشدد کی ضرورت ہے چنانچہ ایک معتبر شخص مجھ سے حضرت کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے یہ وہاں درست ہو سکتے ہیں متکبر آدمی کو تھانہ بھون بھیجنے سے مراد میرے پاس بھیجنا تھا باوجود اس کے کہ حضرت اس قدر وسیع الاخلاق تھے جن کی نظیر مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی حضرت کے اخلاق پر یاد آیا یہ حکایت مجھ سے مولوی محمود صاحب راجپوری نے بیان کی راجپور سے میں اور ایک ہندو دیوبند ایک عدالتی ضرورت سے آئے میں نے حضرت کے یہاں قیام کیا اس ہندو نے مجھ سے کہا کہ میاں ایک چار پائی کی جگہ مجھ کو بھی دیدو تو میں بھی یہاں ہی پڑ ہوں تاکہ تحصیل میں ساتھ جانا آسان ہو میں نے اس کو بھی ایک چار پائی بتلا دی گرمی کی دوپہر کا وقت تھا وہ اس پر پڑ کر سو گیا اور ایک چار پائی پر میں لیٹ گیا تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت زمانہ مکان سے دبے دبے پاؤں تشریف لائے اور اس ہندو کی چار پائی کی پٹی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکا اٹھا اور پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں میں دبا دوں گا فرمایا کہ یہ میرا حق ہے میرا مہمان ہے تم کو حق نہیں جاؤ تم اپنی جگہ لیٹو کہیں اس قبل و قال سے اس بیچارے کی آنکھ نہ کھل جائے اور پھر اس کو تکلیف ہو غرض حضرت پاؤں دبا تے رہے اور اس کو کچھ خبر نہیں پڑا ہوا غرض کر رہا تھا فرمایا کہ اس میں اتنا مقدر تھا تو حضرت کے اخلاق کی نظیر ملنا مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی کہ ان کو تھانہ بھون بھیجا جائے وہاں ان کے مزاج درست ہونگے اور کمال اخلاق کے ساتھ حضرت کا یہ دوسرا کمال تھا کہ دونوں شانیں جمع تھیں ایک وقت گھر پر کا فرضیف (مہمان) کا حق ادا ہو رہا ہے اور ایک وقت جب وہ کافر میدان میں آوے تو سیف کا حق ادا ہو رہا ہے جبکہ اس کا ظلم وحیف (ستم) ظاہر ہو۔

صرف بیعت ہو جانا کافی نہیں

(ملفوظ ۱۷۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ قلب میں وساوس آتے ہیں اس کے واسطے کوئی ورد بتلا دو یہ صاحب ایک بہت بڑے شیخ سے مرید ہیں لیکن آج تک یہ خبر نہیں کہ ورد

سے بھی کہیں دوسروں کا علاج ہوتا ہے اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ فقط بیعت سے کچھ کام نہیں چلنا تعلیم و تنظیم کی ضرورت ہے اس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے بس یہ سختی ہے کہ میں ناواقفوں کو واقف بناتا ہوں کیا یہ بھی جرم ہے ایک قصہ ہے تین تروں وہاں سے بہت سی عورتیں بیعت ہونے آئیں ایک چھکڑا بھرا ہوا تھا مزاحا فرمایا کہ چھکڑا کیا بھرا ہوا تھا اس میں ایک جھکڑا بھرا ہوا تھا میں نے بیعت کرنے سے اس بناء پر انکار کر دیا کہ تم اپنے اپنے خاوندوں سے پوچھ کر نہیں آئی ہو میں بیعت نہ کروں گا میں نے بعد میں سنا کہ ان عورتوں نے کہا کہ یہ مولوی اچھا نہیں لنگوہ والا مولوی اچھا تھا تارت یعنی فوراً مرید کر لے تھا میں نے کہا کہ بالکل سچی بات ہے دونوں جز صحیح ہیں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اچھا ہونا اور میرا برا ہونا مگر بلا نے کون کیا تھا تم یہاں پر آؤ اور آکر مرید ہو سب خفا ہو کر چلی گئیں۔

خالی رائے دینے والوں کا علاج

(ملفوظ ۱۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رائے دینا بہت آسان ہے مگر جب کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو سب کام سے منہ چھپاتے ہیں یہ مرض اکثر نیچریوں میں ہے یہ جب کوئی رائے دیتے ہیں میں قبول کر کے طریقہ عمل ایسا بتا دیتا ہوں کہ ان کو بھی اس میں کچھ کرنا پڑے اور وہ آسان ہوتا ہے مگر سب ختم ہو جاتے ہیں۔

بزرگوں کی عظمت سے نور ایمان قوی ہوتا ہے

(ملفوظ ۱۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بزرگوں کی عظمت قلب میں ہو تو اس سے نور ایمان قوی ہوتا ہے دین میں رسوخ ہوتا ہے۔

سماع اور خواجہ نقشبندی

(ملفوظ ۱۸۸) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی نے فرمایا ہے نہ انکار میکنم و نہ این کار میکنم اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی منکر نہیں تارک ہیں۔

چشتیہ کا مذہب

(ملفوظ ۱۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتی بچارے تو نہ کسی کے بدنام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ کسی کے نیک نام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں ان کا مذہب تو یہ ہے۔

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان ماننی خواہیم ننگ و نام را
عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا اور جو خود نام ہو اس کو کسی سے کام کیا
(اگرچہ عاقلوں کے نزدیک یہ بات بدنامی کی ہے مگر ہم ننگ و نام کے خواہشمند نہیں۔ ۱۲۔)

علوم نقشبندیہ کے اور جانبازی چشتیہ کی

(ملفوظ ۱۹۰) ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ علوم کا تو میں نقشبندیوں کا معتقد ہوں ان میں
بڑے بڑے علماء گزرے ہیں اور چشتیوں میں اس قدر علماء نہیں گزرے مگر جانباز چشتیوں میں
زیادہ ہیں یہ بات دوسروں میں اس درجہ کی نہیں۔

سچا آدمی محبوب ہوتا ہے:

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس میں مکر و فریب نہ ہو سچا ہو یہ ادا مجھ کو بہت پسند ہے
اور یہ ادا جس میں بھی ہو وہ مجھ کو محبوب ہے۔

دنیا اور آخرت کی پریشانی سے نجات

(ملفوظ ۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پریشانی سے بچاوے دنیا کی وہ
پریشانی چاہے قلت مال۔ سے ہو یا فقدان تدرستی سے ہو یا اولاد کی نافرمانی سے ہو اور آخرت کی
پریشانی ظاہر ہے کہ صرف معصیت سے ہے اللہ تعالیٰ سب سے بچاوے۔

حضرت شیخ الہند کی حالت گریہ

(ملفوظ ۱۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حکایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئی کہ حضرت مولانا
دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مالٹا میں تشریف فرما تھے ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے
ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبرائے ہیں یہ لوگ سمجھے کہ گھبراہ یاد آ رہا ہو گیا جان جانے کا
خوف ہو گیا فرمایا کہ میں اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں جو تم سمجھے ہو بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم
جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں۔

عند اللہ محبوب ہونے کا مراقبہ

(ملفوظ ۱۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر
گر جاؤں زمین کہتی ہے کہ میں اس کو نگل جاؤں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس کو ہلاک کر دیں حق
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کو بنایا نہیں اس وجہ سے ایسا کہتے ہو میں نے بنایا ہے اس کی قدر میں
جانتا ہوں کس قدر رحمت ہے اور اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے میں نے تو ایک مرتبہ اس سے

استنباط کر کے دوستوں سے کہا بھی تھا کہ عند اللہ اپنے محبوب ہونے کا مراقبہ کیا کرو اس سے بڑا نفع ہوگا کیونکہ اس کی خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو جائے گی پھر یہی مراقبہ میں نے ایک کتاب میں بھی دیکھا ایک بزرگ نے بھی یہی لکھا ہے اس وقت دیکھ کر بڑا جی خوش ہوا کہ جو چیز قلب میں آتی ہے الحمد للہ اس کی تائید بزرگوں سے بھی نکل آتی ہے میں اتنی قید اس مراقبہ میں اور لگایا کرتا ہوں کہ صاحب مراقبہ شریف طبیعت کا ہو ورنہ برا اثر قبول کرے گا کہ عجب و دلال (ناز) اور قتل پیدا ہو جائے گا۔

کسی مسلمان کے انتقال پر حالت خوف ہونا

(ملفوظ ۱۹۵) فرمایا کہ ایک عجیب بات ہے بہت عرصہ تک میں اس کو سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہے وہ یہ کہ اگر کسی بزرگ کے انتقال کو سنتا ہوں تو ان کے متعلق احتمال مواخذہ کا قلب پر استحضار ہوتا ہے اور اگر کسی گنہگار کے انتقال کو سنتا ہوں تو اس کی نسبت معاملہ رحمت کا قلب پر استحضار ہوتا ہے بڑے ہی سوچ میں تھا کہ یہ کیا قصہ ہے ایک روز سمجھ میں آیا کہ وہاں یعنی بزرگ کی نسبت رحمت کا استحضار تو پہلے ہی سے ہے دوسرے احتمال کا استحضار ہونا چاہئے تاکہ جمع بین الخوف والرجاء ہو اور یہاں یعنی گنہگار کی نسبت احتمال مواخذہ کا استحضار پہلے ہی سے ہے احتمال رحمت کا استحضار ہونا چاہئے۔

صرف وعظ اور لیکچر کافی نہیں

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لیکچروں یا وعظوں سے مسلمانوں کی حالت سنبھال لیں فی نفسہ اچھی بات ہے مگر بدون عملی جامہ پہنائے نہ رے وعظوں اور لیکچروں سے کفایت نہیں ہو سکتی اس کی طرف کسی کو بھی التفات نہیں محض زبانی عمل درآمد ہے۔

غیر مسلموں کو علم سے مناسبت

(ملفوظ ۱۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علوم میں ساری دنیا مسلمانوں کی محتاج ہے اور ہمیشہ سے رہی دوسری قوموں کا عدم مناسبت علمی کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی نور الحسن صاحب کاندھلوی کی ایک انگریز سے ملاقات ہوئی یہ ملاقات ایک سرشتہ دار نے اس انگریز کی تمناؤں کے بعد کرائی تھی اس انگریز نے سوال کیا گنگ مولوی صاحب نے سوال کو مہمل سمجھ کر جواب میں بطور تسخر کہہ دیا سنگ بس قافیہ ملا دیا جن صاحب نے مولوی صاحب کی انگریز سے ملاقات کرانے کی کوشش کی تھی ان سے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا واہیات آدی ہے کیا لغو حرکت کی وہ کہنے لگے وہ انگریز مجھ سے کہتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑے عالم ہے ہم نے پوچھا

تھا کہ دریائے گنگ کہاں سے نکلا ہے انہوں نے کہا کہ پہاڑوں سے بس یہ علوم ہیں دوسری قوموں کے اور خیر یہ تو محض مہمل بات تھی جو تحقیقات ان کے یہاں مایہ ناز ہیں وہ بھی اسلامی علوم کے سامنے محض لچر ہیں اس کا مشاہدہ ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ ہجری مجلس خاص بوقت یوم شنبہ

ایک صاحب کے سکوت پر مواخذہ

(ملفوظ ۱۹۸) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے تنبیہ فرماتے ہوئے جواب طلب فرمایا کہ اس غلطی کا جواب دو وہ صاحب خاموش رہے اس پر فرمایا کہ جواب نہ دینا بھی بہت ہی ایذا رسانی کی بات ہے ایک خیر خواہ بصورت سوال دوسرے کو اس کے جہل سے نکالنا چاہتا ہے اور وہ اس میں جواب سے اس کی امداد نہیں کرتا۔ آدمی پوچھنے پر جواب دے جواب نہ دینے کا مرض بھی عام ہو گیا ہے۔ اس پر بھی وہ صاحب کچھ نہ بولے۔ خاموش رہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ارے میاں جب تم نہ بولنے کی قسم کھا کر آئے تھے تو یہ بتلاؤ کہ دوسرا اصلاح کس طرح کرے۔ اپنا تو حساب لگا لیا کہ جادوں گا یہ کہوں گا، یہ ہوگا، وہ ہوگا مگر دوسرے کی بات کا تو جواب دے دو تمہارے نزدیک دوسرے کا سوال نغو ہے بیکار ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ بندہ خدا التاقد کر کے کہا پہلے سے یہی کہہ دیا ہوتا خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا۔ یہاں پر جتنے آتے ہیں منتخب ہو کر ایسے ہی آتے ہیں۔

گائے کا گوشت کھانا

(ملفوظ ۱۹۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ گائے کا گوشت کھانے سے قسادت پیدا ہوتی ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ قسادت کا علاج ہی گائے کے گوشت کھانے میں ہے چنانچہ مشاہد ہے کہ جو قبو میں گائے کا گوشت نہیں کھاتیں وہ بے رحم ہیں اور جو کھاتے ہیں وہ رحم دل ہیں۔

ایک ہندو کے اطمینان قلب کیلئے علاج

(ملفوظ ۲۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک معزز ہندو نے ایک شخص کے ہاتھ بھلا کر بھیجا تھا کہ میں اپنے مذہب کی تعلیم پر پوجا پاٹ کرتا ہوں مگر قلب کو اطمینان نہیں ہوتا تذبذب ہی رہتا ہے دعا کرتا رہتا کہ حق واضح ہو جائے اور کوئی چیز پڑھنے کو بتلا دیتے۔ میں نے کہا بھیجا کہ: اَلْهَيْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کثرت سے پڑھو اور ایک بات اور کہلا کر بھیجئے کہ ارادہ ہے وہ یہ کہ وہاں تو

پوچھا پات کر کے امتحان کیا اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور یہاں بدون عمل کے امتحان کرنا چاہتے ہو۔ اس پوچھا پات کے بجائے یہاں تلاوت قرآن نماز وغیرہ کر کے دیکھو اگر پھر بھی اطمینان نہ ہو تو پھر اطلاع کرو اور ان شاء اللہ تعالیٰ ممکن نہیں کہ اطمینان نہ ہو اسی کو مولانا فرماتے۔

پچھ کنبے بے ددو بے دام نیست جز مخلوت گاہ حق آرام نیست
(دنیا کا کوئی کون بغیر خطرہ کے نہیں ہے، خلوت گاہ حق میں ہی آرام ہے) وہاں تو عمل اور یہاں محض زبانی اس کا کیا اثر ہو۔

تمہید

رسالہ سلطان العلوم دیوبند بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ میں زیر عنوان اسلام اور ترقی ایک مضمون حضرت حکیم الامتہ دام ظلہم کا نظر سے گزرا۔ جو حضرت دام ظلہم کے مختلف مواعظ سے ایک مسلسل صورت میں مرتب کیا گیا ہے چونکہ مضمون نہایت نافع ہے اور اس کے قبل اس ہیئت اجتماعیہ سے شائع نہیں ہوا تھا اس لئے اس کو رسالہ ہذا میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے مستفیع ہو سکیں۔ فقط مدیر۔

اسلام اور ترقی

لوگ کہتے ہیں کہ علماء اسلام ترقی سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ تو عقلی المریقہ سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَالْأَنْفَالُ وَجْهٌ وَوُجْهٌ لِّهَافَا سَتَقُوا النِّصْرَاتِ**۔ یعنی ہر قوم کے لئے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو تم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے اور یہی ترقی ہے تو ترقی کی ضرورت قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ مستقیماً امر کا لفظ ہے جو فرض ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے، اب کسی کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے لہذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے قرآنی فرض سے کوئی کسے روک سکے۔ بس فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو اور علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو۔ (العمرۃ بذبح البقرۃ ص ۲۵)

غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو مفید نہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تہبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں۔ ان کا دنیوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تہبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں کے لئے ان تہبیروں کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ ان کا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے۔ اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہوگا جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی۔ نہ ان کی سزا ملے گی۔ اور مسلمانوں سے الحمد للہ کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے۔ ان سے تو عملوں پر پوچھ ہوگی اور جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ ان تہبیروں میں سے اثر کو دور کر دیتے ہیں تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیاوی میں جہنم لیس اور ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے وہ سب کو ہی فائدہ دے۔

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تہبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی تب بھی خداوندی احکام کی پیروی فرض ہے اور ان ناجائز تہبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔

دیکھئے شراب اور جوئے اور سود میں نفع ہے۔ خود ارشاد عز و جل ہے۔ **قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْ مَسَّاعٌ لِلنَّاسِ كَيْدٌ** دیکھئے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدہ بھی ہیں (لیکن ایسے فائدے کو لے کر کیا کریں۔ جس میں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ہے) ہوا ہے۔ لوگ تہبیر کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور چاہتے ہیں کہ یہ علماء ستھیں دیں۔ (المرابطین ۴۸) اور وہ فائدہ ہی کہاں ہوا۔ جس میں خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور دین و دنیا دونوں کی تباہی ہو۔ اس لئے مسلمانوں میں ان تہبیروں سے ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ اور تنزل ہوگا اور ہوتا جا رہا ہے۔ (تسہیل) ترقی کی قسمیں

ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی ہے اور بری باتوں میں بھی مگر بھلائیوں میں تو ترقی کوشش کر کے حاصل کرنے کے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں ورنہ نہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے میں تو ترقی کرتا چاہتا ہوں بلکہ اسی طرح ہر دھوکہ باز کو چور، گروہ کٹ کو، کفن چور، رشوت لینے والے کو، سود خور کو شہ باز کو غرض ہر بد معاش کو یہ کہنے کا حق

حاصل ہوگا اس لئے بھلائی میں تو ترقی اچھی ہے اور برائی میں ترقی بری ہے تو اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا وہ اس کا بھلا ہونا ثابت کر دیں یا جس ترقی کو علماء اسلام کہتے ہیں ہم اس کا بھلا ہونا ثابت کر دیں خود ترقی کرنا تو ضروری اور فرض ہے مگر ان طریقوں نے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنا دیا ہے (البقرہ ۴۵) (جو درحقیقت بجائے ترقی کے تنزل ہے)

اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی

موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے اور شریعت نے حرص کی جزا کاٹ دی ہے صحابہ کرام نے جو حضور ﷺ کے نمونہ تھے کہیں ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی نہ حضور ﷺ نے کبھی اسکی تعلیم نہ مائی نہ حضور ہی کی سیرت میں کوئی ایسا واقعہ ہے ان سب کی ترقی تو دین کی ترقی تھی۔ اگر چہ اسکے ساتھ ہی ساتھ دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں لیکن مقصود صرف دنیا کی ترقی تھی چنانچہ انکی اس شان کو خود خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **الَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يَخْشَوْا فِي سُلْطَانٍ مُّنتَهَىٰ ۚ لَآ يَخْشَوْنَ الْعِلْفَ ۚ وَهُمْ يَقْنَطُونَ أَنَّهُمْ كَالْآبَاءِ الْمُنْفَكِينَ ۚ وَالَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ زَكَاةً وَلَا يَتُوبُونَ ۚ وَالَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ زَكَاةً وَلَا يَتُوبُونَ ۚ وَالَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ زَكَاةً وَلَا يَتُوبُونَ ۚ** (یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم انکو زمین پر قبضہ دیدیں تو یہ نمازاں کرتے رہا کریں۔ زکوٰۃ دیتے رہا کریں۔ اور جہان کی کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں)

یہ ترقی کے بعد ان کے خیالات کا نقشہ جس میں کسی شیک و شبہ کی گنجائش نہیں تجارت آخرت ۳۲۲۔

مالی ترقی

جس ترقی کو لوگ ترقی کہتے ہیں اسکے تین حصے ہیں مال، عزت حکومت، آجکل دوسری قوموں کے سامان عیش و یکھم مسلمانوں کی رال نیکتی ہے مگر یہ نہیں جاتے کہ بھلائی اور سلامتی، اسی میں ہے کہ انکو دنیا زیادہ نہ ملے اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے اس پر شاید یہ شبہ ہوا کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں آپ کو کیا خبر ہے کہ اسوقت آپ کے جو جو ارادے اور نیتیں ہیں زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی بائیں اسکو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرات صحابہ اگر اہم سے بڑھ کر کون نیک نیت ہوگا مگر حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ ”تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہو گئے اور تمہارے پاس زیادتی کے ساتھ مال و سامان اور غلام اور نوکر ہو گئے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسوقت ہم اللہ کی عبادت کر نیکی واسطے فارغ ہو جائیں گے نہ صرف للعبادة و نکفی المؤمنة ہم عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے

اور مشقت سے بچ جائیں گے۔

حضور نے فرمایا تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آجکل ہے جب حضور نے صحابہ کے لئے زیادہ پسند نہیں کیا حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے اور دنیا میں نہیں گھسے تو اوروں کے لئے کب پسند فرمائیں گے اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھ کر رال نہ بکاتا چاہئے اُولَئِكَ عَجَّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا (یہ کافر لوگ تو وہ ہیں جنکو انکی تمھیں دنیاوی زندگی ہی میں دیدی گئی ہیں) اور آخرت میں تو کافروں کے لئے عذاب ہی ہے اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنت میں ہے دنیا میں تو مسلمانوں کو اتنی ترقی چاہیے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جاوے سڑھا کٹنے کے لئے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان اور اتنا الحمد للہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے صحابہ کو حضور کے زمانہ میں اتنا بھی حاصل نہ تھا تو ہم تو گویا بادشاہ ہیں۔

ارشاد نبوی ہے: مَنْ اصْبَحَ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ اَمْنًا فِي سِرِّهِ عِنْدَهُ قُوَّةٌ يَوْمَهُ فَكَانَ مَأْمُونًا حَيْرَتُ لِهَ الدُّنْيَا بِحَذِّ اَفْرِهَا (یعنی جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کھانا اس کے پاس ہو تو گویا اسکو تمام دنیا مل گئی)۔

غرض حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں ان کو کیا خبر ہے کہ امیر ہونیکے بعد وہ کیسے ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ نیک نیت عطا فرمادیتے ہیں یہی انکے درجے بلند کرنے کے لئے کافی ہے۔

خود ارشاد فرمایا ہے: قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ تُبْعَثُهَا اَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ (اچھی اچھی باتیں اور معافی دیدینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتنا نیکی تکلیف ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں بردبار ہیں) جس کے پاس مال نہیں وہ نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا (مظاہر الاحوال ۱۸)

ایک شبہ اور جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف میں ہے: وَآتِ لِحَبِيبِ الْخَيْرِ لَسَدِيدٌ يَتَكَ وَهَالِ كِي مَحَبَّتِ میں بہت سخت ہے)

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا أَنْ تَوْصِيَهُ الْوَصِيَّةَ الَّتِي لَهُ (تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے) یہاں مال کو خیر فرمایا

ہے لہذا مال کا ترقی بھی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوتی۔ رفا سبغوا الخیرات
(بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں یہ بھی آگئی۔

جواب یہ ہے کہ الخیرات میں مطلق خیر مراد ہے یعنی جو ہر طرح بھلائی ہی بھلائی ہو۔ اور مال ہر
طرح بھلائی نہیں اسکی بھلائی ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں جنکی رعایت نہیں کی جاتی اس لئے مالی
ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے اس درجہ ترقی کو ہم بھی نہیں
روکتے جائز بلکہ فرض کہتے ہیں۔

حضور کا ارشاد ہے: کسب الحلال فریضة بعد الفریضة (حلال مال کمانا اور فرسوں کے
بعد فرض ہے) (علاج الحرص ص ۱۷)

عزت کی ترقی

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (یعنی اللہ ہی کے لئے ہے عزت
اور اسکے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے) بھلا جس شخص کا اس آیت پر ایمان ہو گا وہ عزت
حاصل کرنے سے کیسے روکے گا علماء صرف طریق ترقی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لیکر
جانے سے پشاور نہیں پہنچ سکتے جو طریقے لوگ کہتے ہیں وہ غلط ہیں صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ و رسول
نے بتایا ہے مگر اس طریق کی تحقیق کے لئے پہلے یہ سمجھ کہ عزت حاصل کرنیکی غرض کیا ہے اور وہ
کیوں ضروری ہے لوگ جو ترقی و عزت چاہتے ہیں اسکی غرض محض بڑا بننا ہے مگر میں اسکی اصلی وجہ
بیان کرتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے نفع حاصل کرنا اور
ضرر سے بچنا آدمی جو کچھ کرتا ہے اسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے
مثلاً کھانا کھاتا ہے تو اس لئے کہ بھوک کے ضرر سے بچے اور قوت کا فائدہ حاصل کرے دو کرتا ہے
تو اس لئے کہ بیماری کے ضرر سے بچے اور تندرستی کا فائدہ حاصل کرے غرض جو کچھ کرتا ہے یا
فائدہ حاصل کرنیکے لئے یا ضرر سے بچنے کے لئے دوسری بات یہ سمجھئے کہ ضروری چیزوں کے
طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں اور اسکا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے کہ مال تو فائدہ کے
حاصل کرنیکے واسطے ہے اور عزت ضرر سے بچانیکے لئے اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے
جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہو جاتے ہیں تو وہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد کے اندر ہونیکے
وجہ سے ہوتی ہے ورنہ عزت تو بچاؤ کی ہی چیز ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا
کیونکہ غالب اور عزت ہیچمد و انتہا ہے تاہم عزت ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور

خضروں سے بچائی ہے مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں کوئی ہمکو ذلیل نہیں کر سکتا بیگار میں نہیں پڑ سکتا غرض عزت کی غرض ضرور سے بچنا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنے کے قابل ہیں بشرطیکہ طریقہ سے ہوں شریعت کی حد میں رہکر ہوں اور جو لوگ مال اور عزت حاصل کر سکیں برائی کرتے ہیں ان کا مطلب مال کی محبت اور عزت کی محبت سے منع کرنا ہے اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی ہو کہ انکی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیچھے پیچھے ڈال دیا جائے۔ خود ارشاد ہے: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ بِنَافْسِهِمْ وَنِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تُرَضُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (فرمادیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے رک جانے سے تم ڈرتے ہو اور گھر جو تم پر پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم یعنی عذاب لائیں)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال و عزت کی محبت اور وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے اور مال آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے مگر مال نہ جائے یہ برا ہے اور بہت برا ہے۔ (البقرہ ص ۱۳)

حکومت کی ترقی

اگر علماء کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاست کی کچھ خبر نہیں ہے یہ وقت جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں اب تو جس طرح ہو حکومت کی ترقی ہونا چاہیے یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے اس میں اور ترقی کرنا چاہیے۔ لیکن افسوس ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں بلکہ ملانا پنا چاہا جاتا ہے سلطنت و حکومت سے بھی مقصود ہی پھیلانا ہے کہ جو ایمان سے محروم ہیں انکو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے اپنے میں ملا کر رکھا جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور کو دیکھیں اور اپنی آنکھیں کھولیں حکومت سے تو صحابہ میں بھی یہ ملایا ہی پسند فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے: وَالَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انکو زمین پر قبضہ دے دیں تو یہ نماز

پڑھتے رہا کریں زکوٰۃ دیتے رہا کریں اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں
(علاج الحرج ص ۱۷)

حاصل یہ ہے کہ مال عزت حکومت تینوں کی ترقی میں خود انہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں
ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہوگی اور اسی سے تینوں ترقیاں خود
بخود حاصل ہوتی چلی جائیں گی لیکن اگر یہ تینوں ترقیاں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں جن سے کسی
حکم کے خلاف نہ لازم آئے تب تو بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بری اور
خالص حرص ہے تو یہ سمجھئے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے تاکہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر
انہی کبھی اصلاح بھی نہ ہو سکے (تہسیل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے مگر اب تک
حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے مگر
یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہئے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ
میں مبتلا ہیں ان کو بھی ترقی ہوتی حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ بھی کچھ ترقی پائے ہوئے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس
لئے مسلمانوں کی ترقی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ معاملوں میں شریعت کی حدوں کے
پابند کتنے تاجر ہیں غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوئی
یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھرتا
ہے تو وہ ان کی ہر حالت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں اور پھر ان کو اختیار بھی کرنے لگتے ہیں
دوسروں کو رغبت بھی دلاتے رہتے ہیں کبھی انکی ہی صورت اور وضع بناتے ہیں کہ اسی سے ترقی
ہوگی کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے عورتیں آزاد
ہوں گی تو علوم اور صنعت و حرفت سیکھیں گی خود بھی ترقی کر سکیں گی اور اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی لیکن
یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین نہیں اور زیادہ تعداد
ایسی غریب قوموں کی ہے جن میں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں تھا اگر بے پردگی سے ہی ترقی ہوتی

ہے تو ان قوموں نے کیوں نہ کر لی (العمرہ ص ۴۲ و ۴۵)،

تو معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کی ترقی کا سبب نہیں در نہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو یہ جہاں پائی جاتیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے (تسہیل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصل سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں وہ انکی ایسی صفیتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لی لی ہیں جیسے منتظم ہونا مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، برد با ہونا، انجام سوچکر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا، ہوش سے کام لینا آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا، اور یہ سب باتیں وہ ہیں جنکی تعلیم اسلام نے دی ہے اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ انکے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے چاہے کوئی اختیار کرے اور کوئی چھوڑے۔

اب مسلمانوں نے تو ان حکموں کو چھوڑ دیا ہے ان میں نہ اتحاد و اتفاق ہے نہ رازداری کا مادہ ہے نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے نہ انجام سوچکر کام کرتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں جوش سے کرتے ہیں ہوش سے نہیں کرتے اس لئے انکی ترقی جو ہو چکی تھی وہ بھی جاتی رہی اور دوسری قوموں نے انکے گھر سے چہ اگر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا یعنی ترقی وہ اس میں ظاہر ہو گیا مگر یہ چوری نا تمام چوری ہے جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں اسکے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں و بے بوئے خزانے ہاتھ نہیں لگے اس لئے انکو بھی اس پارس کی پتھری کی جو آپ کے گھر میں تھی خبر نہیں ہوئی مگر انہوں نے اسے ایک بیکار پتھر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ اسکی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے نا واقف اسے کیا جان سکتا ہے وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقاد و رسالت، نماز و روزہ وغیرہ ہیں افسوس آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں اگر آج آپ میں وہ صفیتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لی ہیں تو اس یا اس کی پتھری کے ساتھ ملکر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی۔ آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپکے اسلاف کو حاصل تھی کہ ان سے کوئی آنکھ بھی نہ ملا سکتا تھا۔ افسوس آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے اس صاف ارشاد پر نظر بھی نہیں رہی۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْفِنَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَیُمْکِنَ لَهُمْ دِیْنُهُمُ الَّذِیْ اَرْضٰی لَهُمْ وَلَیَلِدَنَّ لَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا

یعبود و نسی ولا یشرکون ہی شیاء . (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ضرور ان کو ملک میں خلیفہ بادشاہ بنائیں گے اور ان کو دین پر جس کو ان کے واسطے پسند فرمایا ہے قبضہ والا بنادیں گے اور خوف کے بعد اس میں بدل دیں گے کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں)۔

کس قدر صاف طریقہ سے ان غلوں کا خاصہ بیان فرمایا ہے اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہو نیکاحتمال بھی نہیں کیا اس سے بڑھکر کوئی تدبیر ترقی کی ہو سکتی ہے کہ جس کے ناکام ہو نیکادبہم بھی نہ ہو اس میں سو فی صد کامیابی ہی کامیابی ہے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اسکے خلاف نہیں ہوگا اس لئے اس تدبیر میں کامیابی بالکل یقینی ہے (تسہیل)

افسوس جس خزانہ کو چور نے نادانقہ ہو کر یا بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تھا آج اس کی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں یا نماز ہی غائب یا نماز بھی ہے تو سجدہ درود کو عیب یا قومہ غائب یہ سب بے قدری اس واسطے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے اسکے دنیا کے فائدے انکو معلوم نہیں بلکہ بعض جاہل تو نماز روزہ کو اور ترقی سے روکنے والا سمجھتے ہیں۔

اگر ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی اور یہ خبر ہو جاتی ان غلوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھئے کہ مسلمان کس زوق و شوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب غلوں کو بھالائے، گو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں خلوص کے خلاف ہے۔ اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضا مندی ہونا چاہیے یہ دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں اسلامی تعلیمات جو نہایت زریں تعلیمات ہیں افسوس ہم مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ رکھا ہے پھر کیسے ترقی ہو سکتی ہے (العمر ۱۶ البقرہ ۳۹۹) (۵۲۲)

(۱) احقر تسہیل کنندہ عرض کرتا ہے کہ ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے ملازم کی ترقی ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے صنعت و حرفت دلیکی ترقی صنعت و حرفت کی ترقی سے ہوتی ہے غرض ہر کام والے کی ترقی اس کے کام ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی اسی قدر وہ بھی ترقی والا اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا تو پھر کیا مسلمانوں کی ترقی اسی سے نہ ہوگی کہ اسکے اسلام میں ترقی

ہو اور اسلامیت میں اعتقادات، معاملات، اخلاق سب میں کمال و درجہ کی ترقی ہو، بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا: **اَنْتُمْ اَلْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** (تم ہی عالی اور ترقی والے ہو اگر پورے مسلمان بن جاؤ)

مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ انکی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے۔ **اِذْلِلْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْوَزَةٌ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ** (مسلمان مسلمانوں میں نرم اور کافروں پر غلبہ و عزت، والے ہیں) تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو نرم اور خوش اخلاق رہیں گے اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی یہ ایک ذریعہ اصول ہے چند ہی روز عمل کر کے نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اسی سے کس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ و تابعین اور اسلاف کو جقدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کئے ہیں کیا ناجائز خرید و فروخت کی تھی کیا پردہ اٹھایا تھا، یا اور کوئی تدبیر جو آجکل کی غیر قوموں میں درانچا رہی ہے ان میں سے کوئی تدبیر کی تھی؟

ظاہر ہے ان میں سے کوئی نہ تھی وہاں فقط وہی ایک تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے یعنی کمال ایمان، عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق سب میں شریعت سزا کی کامل فرمانبرداری ہر مسلمان کے لئے بیچ اور ذلیل بن جانا جس میں ایثار اتفاق و اتحاد، بردباری، انتظام استقلال سب کچھ آگیا ہے بس یہی وہ نسخہ ہے جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ اور وہم و خیال سے زیادہ ترقی کی ہیں یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے اور پھر اس پر خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے۔ افسوس اس اسیری نسخہ کو چھوڑ کر در بدر بھیک مانگی جا رہی ہے اور ناموافق مزاج نسخے استعمال کر کے نقصان اٹھایا جا رہا ہے۔

کاش قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اسکی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں کہ لوگوں کو ایمان، کامل کی طرف لایا جاوے۔ **اِذْلِلْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْوَزَةٌ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ** کا درس دیا جائے پھر ترقی مال و عزت کی بلکہ حکومت تک آگے رکھی ہوئی ہے فقط (واللہ اعلم بالصواب)

عرب جیسی قوم کی اصلاح چند دنوں میں

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرب کی اصلاح بڑے سے بڑا عاقل بھی سو ڈیڑھ سو برس سے کم مدت میں نہ کر سکتا ایسی جہالت تھی مگر حضور ﷺ نے چند روز میں کایا پلٹ کر دی واقعی خدا کی امداد خدا کا فضل تھا اور زیادہ جلد اثر ہونیکا ظاہری سبب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کسی فعل سے یہ

متو ہم نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ نے کوئی پالیسی کی ہو ورنہ دوسرا آدمی کتنا ہی صاف ہو لیکن کہیں نہ کہیں کسی نے کسی بات کو ضرور مخفی کرتا ہے مگر حضور ﷺ کی جو حالت تھی اور جو واقعات تھے حتیٰ کہ جن کا تعلق ازواج مطہرات سے تھا وہ بھی کسی پر مخفی نہ تھے حضور نے کبھی اسکی پروا نہیں کی آپکی جو حالت تھی بالکل کھلی ہوئی تھی کسی حالت سے کسی کو دھوکا نہیں ہو سکتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ جو بھی اس حالت کو دیکھ کر ایمان لائے وہ دل سے لائے اور نہایت مضبوط اور جان نثار ثابت ہوئے۔

دوسروں پر مواخذہ کیوقت حضرت پر غلبہ خوف

(ملفوظ ۲۰۲) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں جب کسی کی کوتاہی یا غلطی پر متنبہ کرتا ہوں خود مجھ پر اسوقت ایک خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور جہاں کسی نے معذرت پیش کی میں فوراً نرم ہو جاتا ہوں اس لئے کہ مجھ کو بھی تو خوف ہے کہ اگر کہیں حق تعالیٰ مجھ سے اسی طرح، مواخذہ فرمائیں اور معذرت قبول نہ ہو تو کیا جواب دے سکتا ہوں جب اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ قبول ہے تو بندوں کی کیا حالت اور کیا ہستی۔

ابتدائے سلوک میں قلت کلام کی ہیئت:

(ملفوظ ۲۰۳) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی رحمت سے ہمت دی ہے کہ باوجود اتنی لمبی چوڑی اذیتوں کے پھر تحمل کی توفیق ہوتی ہے بدون توفیق کوئی کر نہیں سکتا اور زیادہ اذیت بے سمجھ بیعت پر اصرار کرنے سے ہوتی ہے سوا اول تو خود بیعت ہی ضروری چیز نہیں خواہ خواہ لوگ اس میں الجھتے ہیں اور نہ یہاں کے قیام میں مجھ کو مکاتبت مخاطبت کی فرصت ضرورت تو اسکی ہے کہ یہاں پر چند روز بیٹھ کر باتیں سنیں اور چلے جائیں چاہے اعتقاد لیکر جائیں اور چاہے بد اعتقاد لیکن جو رائے قائم ہوا سپر عمل کریں تو لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں یہ بھی بد فہمی کی بات ہے نئے آدمی کو جسقدر نفع یہاں پر خاموش بیٹھنے میں ہو سکتا ہے مکاتبت مخاطبت سے وہ نفع قیامت تک بھی نہیں ہو سکتا اور اگر خاموش بیٹھنے سے نفع نہ ہو تو اسی سے قابلیت اسکی معلوم ہو جائیگی تو ایسے شخص سے تعلق رکھنا ہی بیکار اس لئے کہ جس میں میں استقدر بے حسی ہو اسکو کیا نفع پہنچ سکتا ہے اسی لئے یہاں نئے آنے والے سے یہ شرط کر لی جاتی ہے کہ اگر مخاطبت مکاتبت نہ کر اور خاموش مجلس میں بیٹھے رہو تو آنے کی اجازت ہے اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو یہاں نہ آئے کہیں اور تعلق پیدا کرے اگر بولنا چاندی ہے تو سکوت سونا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اس بارہ میں یہ ہے کہ شیخ کو زبان ہونا چاہیے یعنی اقادات کا ناطق ہو اور مرید کو کان ہونا چاہیے

یعنی انصاف و استماع (خاموش رہنے اور صرف سننے) پر عامل ہو شیخ کو یہ خطاب فرماتے ہیں۔
 سناے رخ کہ خلتے والہ شوند و حیران بکشائے لب کہ فریاد از مردوزن برآید
 اور مرید کو یہ خطاب فرمایا جاتا ہے۔

چند گوئی خواجہ نظم و نثر فاش، ایک دوروزے امتحان کن گنگ باش
 پہلے زمانہ میں مجاہدے چار تھے قلت الکلام کم بولنا قلت السنام کم سونا قلت الطعام کم
 کھانا قلت الاختلاط مع الانام کم مانا مگر اس وقت محققین نے دو کو حذف کر دیا ہے یعنی قلت
 الطعام اور قلت السنام اس لئے کہ قوی ضعیف ہیں ان دو مجاہدوں کے جو ثمرات ہیں یعنی انکسار
 قوت بسمیہ وہ اس وقت تو بلا مجاہدہ ہی حاصل ہیں مگر دو کو باقی رکھا جائے یعنی قلت الکلام اور قلت
 الاختلاط مع الانام غرض قیل و قال سے سالک کو بڑا ہی ضرر ہوتا ہے خصوصاً مبتدی کو اگر قلت کلام
 کے ساتھ ایک تو گناہوں کو چھوڑ دے دوسرے تھکے اختیار کر لے انشاء اللہ تعالیٰ تعفیہ قلب میسر ہو
 جائے گا اور قساوت جاتی رہے گی اگر اس میں شبہ ہو اس طرح امتحان کر لے کہ ایک ہفتہ تنہائی میں
 بیٹھ کر دیکھے پھر لوگوں سے ملکر دیکھے معلوم ہو جائیگا کہ بولنا کوئی نافع چیز ہے یا سکوت غرض مبتدی
 کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ خاموش رہے۔

لوگوں کی شکایت اپنے دکھ کا اظہار

(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اسکی شکایت کرتے ہیں کہ ہم گئے تھے ہماری
 طرف توجہ نہیں کی عجیب بات ہے میں جو اسوقت یعنی صبح کو بیٹھتا ہوں جو کہ خلوت کے کاموں کا
 وقت ہے مگر عام منظر پر بیٹھتا ہوں تو ان آنے والوں ہی کی وجہ سے کہ کسی کی ضرورت میں حرج نہ
 ہو اور ان ہی لوگوں کی وجہ سے جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ نہیں کرتا اگلے آنے کے وقت اپنا
 کام چھوڑ دیتا ہوں بعض وقت کام کی وجہ سے بات کر نیکی جی نہیں چاہتا مگر کرتا ہوں سواستقدر تو
 رعایت مگر اسپر بھی الزام دیا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے اور توجہ کس کو کہتے کیا گود میں لیکر بیٹھنے کو
 توجہ کہتے ہیں بات سننے کو توجہ نہیں کہتے۔

اپنے مصلح سے متعلق شبہ کے حل میں احتیاط

(ملفوظ ۲۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس سے اصلاحی تعلق ہو اگر اس پر کوئی شبہ ہو تو اس کے
 متعلق خود اس سے تسلی کرنا نہ چاہئے نہ اس کے متعلقین سے اس سے اسکو طبعاً انقباض ہوگا اور انقباض
 کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہوگا نیز جواب میں اس لئے پس و پیش کریگا کہ اس میں ایک گونہ خود

غرضی کا شائبہ ہے اور اسکے متعلقین سے اس لئے کہ ان کو اس سے، نچ : بائیکاٹ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اسکے برآمد پر سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ادب میں اعتدال:

(ملفوظ ۲۰۶) ایک شخص نے آ کر مصافحہ کیا اور کچھ ایسے عنوان کے ساتھ کہ جس میں ادب کا لحاظ نہ تھا اسپر فرمایا کہ اعتدال بالکل گم ہو گیا اگر ادب کریں گے تو حد عبادت تک پہنچ جائیں گے اور بے تکلفی اختیار کر لیں گے تو بیہودگی اور بد تمیزی کے درجہ تک پہنچ جائیں گے آدمیت اور سلیقہ کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

حکم شرعی کے اسرار اور حکمتیں معلوم کر نیکام مرض

(ملفوظ ۲۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ہر حکم کی حکمتیں اور اسرار معلوم کرنے کا مرض عام ہو گیا ہے اور یہ سبق زیادہ تر نیچریوں سے لوگوں نے حاصل کیا ہے اس سے بچنا چاہیے حضرت مجدد صاحب کا قول ہے کہ احکام میں حکمتوں کا اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ نبی کا اتباع نہیں بلکہ حکمت کا اتباع ہے جب نبی کو نبی مان لیا پھر لم کیف کیساک تو یہ ہے کہ پورے حقوق جہی ادا ہوتے ہیں جب عشق تعلق ہو۔ بدون اسکے خطرہ ہی رہتا ہے گو خطرہ کا مقابلہ اختیاری ہے۔

کسی کی اصلاح عین خوش اخلاقی ہے

(ملفوظ ۲۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو ہر بات کی چھان بین کرتا ہوں اور کھو کر یہ کرتا ہوں اس کو لوگ بد اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ میری اس بد اخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں اسکے لئے انتظام کرتا ہوں اس کو بد اخلاقی سمجھا جاتا ہے حالانکہ کسی کی درستی کرنا عین شفقت و خوش اخلاقی ہے۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ عوام کو دیکھئے خواص کو دیکھئے انگریزی دانوں کو دیکھئے عربی نو جوانوں کو دیکھئے سب کی ایک حالت ہے ۱۱ اشاء اللہ ان سب کی موذی حرکات کا منشاء بے فکری ہے فکر سے کام نہیں لیتے اگر فکر سے کام لیں تو دوسرے کو تکلیف یا اذیت نہ پہنچے دوسروں کو وہی اذیت سے بچا سکتا ہے اور وہی دوسروں کو ہلکا رکھ سکتا ہے جو اپنے اوپر بوجھ اٹھائے اور خود تکلیف برداشت کرے میں الحمد للہ خود بوجھ اٹھاتا ہوں اور دوسروں کو ہلکا رکھتا ہوں۔

اخبارات کی مرمت

(ملفوظ ۲۰۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اکثر اخباروں کو نہایت ذلیل سمجھتا ہوں انکی بدولت لوگوں کے دین کو بڑا نقصان پہنچا آجکل لوگ اخبار میں اپنا نام آجانے کو باعث فخر خیال کرتے ہیں اور مجھے اس سے نفرت ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یکشنبہ

معذرت کر لینے پر دل صاف ہو جانا

(ملفوظ ۲۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں کوئی کدورت نہیں رہتی جہاں کسی نے معذرت کی میں بالکل یکدل ہوں اور جو شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے پھر میں اس سے زیادہ کھج و کاؤ نہیں کرتا اس سلسلہ کو بہت جلد ختم کر دیتا ہوں اور جو کچھ پوچھ پانچھ کرتا بھی ہوں وہ محض اسکے دیکھنے کو کہ یہ سمجھ بھی گیا اپنی غلطی کو یا نہیں سوا اس میں بھی مخاطب ہی کی مصلحت ہوتی ہے میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی۔

جاو کے اثر سے کام نہ لینا

(ملفوظ ۲۱۱) فرمایا کہ براہ کے اثر سے کسی سے کام نہیں لیتا خواہ اس کی ساتھ کتنی ہی خصوصیت ہو یوں اپنی محبت سے کوئی کام کر دے یہ دوسری بات ہے۔

ایک صاحب کا دس سال بعد اپنی کوتاہی سے رجوع

(ملفوظ ۲۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کسی کوتاہی کی معذرت کو آئے تھے ان سے جو دس برس پہلے بات کہی گئی تھی اب اسکو کرنے پر آمادہ ہوئے میں نے وہی شرط اب بھی لگائی کہ معافی کا اعلان کرو بندر لیدر اشتہار اب آمادہ ہوئے ہیں نفط آمادہ پڑھنا فرمایا کہ پہلے نہ بنے ہوئے تھے اب آمادہ ہوئے ہیں اسی رعوت کو توڑنا چاہتا تھا۔

فاسق فاجر کے دل میں بھی خدا کی محبت ہونا

(ملفوظ ۲۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں میں سخاوت اور رحم کی صفت بہت زیادہ ہے نیز ان کے دلوں میں خدا کی محبت بھی سب محبتوں پر غالب ہے لکن ای فاسق فاجر مسلمان ہو مگر جب موعظ آتا ہے اس محبت ہی کی وجہ سے خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار نہ جاتا ہے۔

ہندوؤں کا اذان سے بدکنا

(ملفوظ ۲۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام اور احکام اسلام دونوں چیز فطری ہیں البتہ فطرت

سليم ہونا چاہئے ایک ریاست میں ایک ہندو راجہ نے اذان کہنے پر فیصلہ کیا تھا ہندو اذان دینے سے مسلمانوں کو روکتے تھے راجہ نے ہندوؤں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی اذان دینے سے تمہارا کیا حرج ہے عرض کیا کہ اذان سے ہمارے دیوتا بھاگتے ہیں راجہ نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ ایک گھوڑا تھا تمہارے یہاں وہ توپ کی آواز سے چونکتا تھا ہم نے اسکو میدان میں بندھوا کر اور اسکے پاس توپ لگا کر گولے چلوائے تو اس کی بدک نکل گئی تھی اسی طرح اگر دیوتا اذان سے بھاگتے ہیں تو اسکی بھی یہی ایک صورت ہے اذان کہلوائی جائے تاکہ انکی بدک نکلے اس لئے کہ کسی موقع پر اگر دیوتا اور ان کی امداد کی ضرورت ہوئی اور مسلمانوں نے پڑھ دی اذان تو وہ سب بھاگ جائیں گے اس وقت ہم کو شکست ہوگی یہ فیصلہ یا راجہ نے واقع میں اسلام کی طرف فطری کشش ہے اگر کوئی منع نہ ہو تو کافر بھی اسکو ہی قبول کرے پہلے ہندو اسقدر متشدد نہ تھے یہ ان آریوں نے عداوت کا بیج بویا ہے یہ آریہ جماعت مذہبی جماعت نہیں ہے بلکہ سیاسی جماعت ہے یہ ہندوؤں کے نیچری ہیں۔

”نہ ستانے والوں کا خادم ہوں“

(ملفوظ ۲۱۵) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خادم ہوں اگر کوئی ڈھنگ سے خدمت لینا چاہنے مجھے خدمت سے عذر نہیں لائق مخدوم کا خادم بن سکتا ہوں نا لائق مخدوم کا خادم نہیں بن سکتا مخدوم کا خادم ہوں مخدوم کا خادم نہیں اگر کوئی مجھ سے سلیقہ سے خدمت لے انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو فوادار گزار خادم پائیگا اور اگر کوئی بے طریقہ بد سلیقہ بے اصول ہو تو اسکی ایسی تہمتی کہ وہ خدمت لے سکے یہ میرے کہنے کی تو بات نہیں مگر دیکھنے والے بتا سکتے ہیں کہ کیا کسی وقت مجھ کو فرصت ہوتی ہے ہر وقت کام میں لگا رہتا ہوں تو جو شخص اسقدر خدمت میں مشغول ہو گیا وہ خدمت سے گھبرانے گا پھر اس خدمت کا نفع حاصل تو دوسرے ہی کو پہنچتا ہے باقی مجھ کو اگر کچھ اجر ملتا ہے تو وہ نفع آبلے ہے مگر محتمل ہے نہ معلوم مقبول بھی ہے یا نہیں بہر حال اسکا نفع یقینی اور میرا محتمل غرض میرا خادم ہونا ظاہر ہے مگر جب کوئی ستائے میں اسکا خادم نہیں بن سکتا اصول سمجھ کا تابع ہو کر تو خدمت آسان ہے اصول خدمت مشکل ہے کس کس کی ایسی خدمت کرے اور کس کس کو خوش رکھے یہ ہیں وہ باتیں جنکی بناء پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

اسراف اور بخل کا علاج

(ملفوظ ۲۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل انکی شکایت عام ہے کہ مسلمانوں میں فضول

خرچی کا مادہ بہت زیادہ ہے اسکا اصلی سبب بد انتظامی ہے انتظام ضروری چیز ہے اور تجربہ ہے کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے اور فضول خرچی بند نہیں ہو سکتی اس لئے کسی قدر بخل کی بھی ضرورت ہے اور یہ درجہ بخل کا چونکہ ضرورت کا ہے اس لئے مذموم نہیں غرض وہ بخل انوی ہے شرعی نہیں اور انتظام کا ایک گڑھا سکو اپنے اصول میں داخل کرے تو بہت نافع ہے وہ گریہ ہے کہ سوچ کر خرچ کرے اور سوچنے کا بھی طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ تین مرتبہ سوچے اور درمیان میں آدھ آدھ گھنٹہ کا فصل ہو چند روز تک تو گرانی ہوگی مگر پھر عادت ہو جائے گی مگر غلو اس میں بھی ممنوع ہے اگر ہر شے اپنے درجہ پر رہے تب ممنوع نہیں اور اس بخل کے مشورہ کی ایک مثال ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے عجیب مثال ہے کہ اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کاغذ کو موڑ کر لپیٹ دیتے ہیں اس میں خم پڑ جاتا ہے اور جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو اسکا عکس کرتے ہیں یعنی اس کو الٹا موڑتے ہیں تاکہ اس کا بخل اور خم نکل کر سیدھا ہو جائے اگر بدون دوسری طرف موڑے سیدھا کرنا چاہیں سیدھا نہیں ہوتا اسی طرح اگر کسی میں اسراف کا مرض ہو تو وہاں صورت بخل کا حکم کرنا چاہیئے اور بخل کا مرض ہو تو صورت اسراف کا مگر یہ تجویز تجربہ کار ہی کر سکتا ہے وہی مرض کو بھٹتا ہے ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا آپ نے دریافت فرمایا کہ کچھ مال بھی تیرے پاس ہے عرض کیا ہے دریافت فرمایا کہ کس قدر عرض کیا کہ سو درہم فرمایا کہ انکو خرچ کر کے آدھ مرید کریں گے۔ عرض کیا بہت اچھا پھر دریافت فرمایا کہ کس طرح خرچ کر دے عرض کیا کہ اللہ کے واسطے کسی کو دے دوں گا فرمایا نہیں دریا میں پھینک کر آدھ عرض کیا بہت اچھا دریافت فرمایا کس طرح پھینکو گے عرض کیا کہ دریا پر لیجا کر ایک دم دریا کے اندر پھینک دوں گا فرمایا اس طرح نہیں بلکہ ایک درہم ہر روز جا کر پھینکو مطلب یہ تھا کہ نفس پر روزانہ آدھ چلے وہ بزرگ شیخ تھے کہتے تھے کہ اس میں حب مال کا مرض ہے اور محبت ایک ہی چیز کی قلب میں رہ سکتی ہے اس لئے شیخ قلب کے خالی کرنے کی فکر کرتا ہے اور اسکے موقع محل کو وہی سمجھتا ہے اس لئے اکل تجویز میں چون و چرا جائز نہیں کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہ وہی کہتا ہے جو اسکے دل میں ڈالا جاتا ہے بعض طالب علم دریا میں پھینکنے پر شبہ کرتے ہیں کہ یہ تو اضعاف ہوئی مال کی جواب یہ ہے کہ اضعاف وہ ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو یہاں نفس کے ایک خاص درجہ کے علاج کے مصلحت تھی جو شیخ کے اجتہاد میں دوسری صورت سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی اور معالجہ کا زیادہ مدار اجتہاد پر ہے لہذا شبہ کی کوئی وجہ نہیں۔

۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

اپنی بیماری کی اخباری اطلاع سے انقباض:

(ملفوظ ۲۱۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی طبیعت کا ناساز ہونا ایک اخبار نے چھاپا ہے فرمایا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے خواہ مخواہ اہل تعلق کو پریشانی میں ڈالنا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا میں تو اخباروں میں کسی کے متعلق مضمون کا چھپنا اسکی نہایت ذلت سمجھتا ہوں اخبار نہایت نفرت کی چیز ہے اکثر اس میں صدق خالص کا احتمال بھی نہیں اور اخبار تو اخبار ایسے تذکرہ کو تو میں خطوط میں بھی پسند نہیں کرتا اگر خود کوئی خیریت دریافت کرے تو خیر عداوت کی خبر کا بھی مضائقہ نہیں مگر از خود دوسروں کو اطلاع دینا نہایت نامناسب بات ہے لوگوں کو نہ معلوم ایسی باتوں میں کیا مزہ آتا ہے یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے دوسرے حالت میں طبعی طور پر تغیر تبدیل ہوتا رہتا ہے پس اگر ایک حالت کی مثلاً تاسازی کی تو عام خبر ہو گئی اور دوسری حالت یعنی صحت کی خبر نہ ہوئی تو اس سے محبت رکھنے والوں کو ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی اس میں ایک بات خلاف مذاق یہ ہے کہ کسی کی حیات کا یا کسی کے مرض کا یا کسی کی موت کا ایک ہنگامہ بنانا نہایت لغو حرکت ہے اہل ذوق تو خود گھر والوں کے لئے ایسے مشغلہ کو پسند نہیں کرتے میرے نانا صاحب صاحب حال تھے جب بیمار ہوئے اور حالت زیادہ نازک ہوئی تو بیوی بچوں کو الگ الگ بلا کر سب کو رخصت کیا پھر چادر سے منہ ڈھا تک کر لیٹ گئے گھر والے رونے لگے چادر کھول کر فرمایا ارے ظالمو میرے بھی نہیں دیتے۔

غلبہ کیفیات اور موت کے وقت دنیا سے بے التفاتی

(ملفوظ ۲۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیفیت کے غلبہ کے وقت بیوی بچوں سے بھی قدرے بے التفاتی ہو جاتی ہے اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب پانی پتی جنہوں نے بطور پیشین گوئی میرا نام رکھا تھا نانا صاحب سے انکی خاص بے تکلفی تھی نانا صاحب پر اس وقت غلبہ تھا ابتداء میں اکثر ایسا غلبہ ہوتا ہے تعلقات سے وحشت ہوتی ہے بیوی بچوں سے بھی قدرے بے التفاتی تھی حافظ صاحب تھانہ بھون تشریف لائے تو نانا صاحب کے گھر والوں نے نانا صاحب کی شکایت بے التفاتی کی حافظ صاحب نے اس غلبہ کیفیت کو اپنے تصرف سے سلب کر لیا نانا صاحب پر اس قدر قلق طاری ہوا حافظ کے پیچھے اینٹ لے کر دوڑے بھاگے ارے ڈاکو یہ کیا کر چلا مگر حافظ صاحب نے پیچھا پھیر کر بھی نہ دیکھا چل ہی دیئے پھر جب

نانا صاحب کی وفات کا وقت آیا ہے تو حافظ صاحب اس روز پھر تشریف لے آئے اور اس وقت اس کیفیت کو واپس کر دیا یہ تصرف تھا حافظ صاحب کا اس وقت نانا صاحب پر بید مسرت کے آثار نمایاں تھے اور بڑے جوش کی باتیں کرتے تھے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ موت کے وقت مناسب ہے کہ ایک دو عاقل میت کے پاس ہوں زیادہ بھیڑ کی ضرورت نہیں وہ ذکر اللہ میں مشغول ہونے کا وقت ہے نہ کہ دنیوی خرافات کا اب تو یہ حالت ہے کہ بچوں کو لا کر کھڑا کیا جاتا ہے انکے واسطے کیا کر چلا بیوی آ کر کہتی ہے مجھ کو کس پر چھوڑ چلا یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں نہ معلوم اس پر کیا گزر رہی ہے تم کو اپنی پڑی ہے ایسے موقع پر ایک دو عاقل کے پاس ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ اسکو ذکر اللہ میں مشغول رکھیں بس۔

حق تعالیٰ کی رضا اور انکی یاد مقصود بالذات ہیں

(ملفوظ ۲۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا میں جو کچھ تنبیہ کرتا ہوں یا کھود کرید کرتا ہوں صرف اس واسطے کہ مخاطب کو جہل سے نجات ہو اور مقصود سے قرب ہو لوگ اکثر بیعت کو یا متعارف ذکر و شغل کو یا جوش و خروش کو مقصود سمجھتے ہیں جو سخت دھوکہ ہے حقیقت پر پردہ پڑا ہوا ہے حق تعالیٰ کی رضا اور انکی یہ دو چیزیں ظاہر میں پھینکی پھینکی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی مقصود بالذات ہیں گوان کے ساتھ شورش نہ ہو جوش و خروش نہ ہو۔

صرف تصانیف اور وعظ سے معتقد نہ ہونا چاہیئے

(ملفوظ ۲۲۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا لکھا ہے کہ فلاں شخص سے آپکی باتیں سکر دل کو بیدار طمینان ہوتا ہے جواب یہ دیا گیا سنی سنائی روایت کا کوئی اعتبار نہیں اسپر یہ بھی فرمایا کہ تصانیف دیکھ کر یا وعظ سکر یا زبانی تعریف سن کر اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے اس سے ایک خاص نقشہ ذہن میں ایسا جمالیئے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ رافضیوں کے ذہن میں ہے لیکن اگر لوگ انکی اصلی حقیقت کو دیکھ لیں تو سب سے پہلے حضرت علیؑ کے یہ شیعہ ہی دشمن ہوں یہ دیکھ کر یوں کہیں کہ یہ کیسے حضرت علیؑ ہیں یہ تو حضرت ابو بکرؓ ہیں یہ عثمانؓ ہیں ایسے کسی جاہل نے ایک مسجد کی محراب میں لکھا دیکھا تھا۔

چراغ و مسجد و محراب منبر ابو بکر و عمر عثمان و حیدر

وہ جاہل چھری لیکر حضرت علیؑ کے نام پر چڑھ گیا کہ ہم تو تمہاری وجہ سے لڑتے مرتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے پاس بیٹھا دیکھتے ہیں ان سے جدا ہی نہیں ہوتے یہ کہہ کر حضرت علیؑ

کا نام چھری سے چھیل ڈالا۔ جہل ایسی چیز ہے غرض خیالات کا کیا اعتبار تھا حق کو دیکھنا چاہیے۔
گفتگو کا ہر جز واضح کر کے آگے چلنا چاہئے:

(ملفوظ ۲۲۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی معاملہ پر گفتگو ہو اور اسکے چند اجزا جدا جدا ہوں تو غلط نہ کرنا چاہیے اول ایک بات ہو وہ صاف ہو جائے تب دوسری بات ہو یہ ہے ادب گفتگو کا پہلی بات نفی یا اثبات نہ آیا وجوداً حسی طرح بھی طے ہو جائے پھر دوسری بات شروع کرنا چاہیے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی تو ہر بات صاف اور بے غبار ہوتی ہے ذرا الجھن نہیں ہوتی فرمایا کہ تفصیلی تعلیم جس کی آپ قدر کرتے ہیں میری بدنامی کا سبب ہے میں طالبین کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ انکو اپنا مقصود معلوم ہو جہل سے نجات ہو۔ حقائق متکشف ہوں مگر یہ معاملہ بھی ہر شخص کے ساتھ نہیں صرف اسی کے ساتھ ہے جو اپنے کو میرے سپرد کرتا ہے اور تعلیم چاہتا ہے اور محبت کا دعویٰ کرتا ہے میں اسکو چھوٹی سے چھوٹی بات پر تنبیہ کرتا ہوں اس لئے کہ یہ اپنے مقصود کو سمجھ لے۔

کامل، عوام کا مشاہدہ ہوتا:

(ملفوظ ۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کامل کا حالت مشاہدہ عوام کے ہوتی ہے وہ سب میں ملا جلا رہتا ہے اسکی کوئی خاص امتیازی شان نہیں ہوتی اور یہی حال حضرات انبیاء علیہم السلام کی تھی اور اس ہی حالت کو دیکھ کر لوگوں نے کہا انتم الا بشر مثلنا انبیاء علیہم السلام نے اسکی نفی نہیں کی بلکہ اثبات میں جواب فرمایا: ان نحن الا بشر مثلکم (تم تو ہمارے ہی جیسے ہو)

بینک ہم بشر ہیں ہمیں اس سے انکار نہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا کہ

ولکن الله بمن علی من بشاء من عباده (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے) چنانچہ ہم پر احسان فرمایا کہ ہم کو نبوت عطا فرمائی

البتہ اولیاء متوسطین میں امتیازی شان ہوتی ہے جن کو عوام بھی امتیازی شان سمجھتے ہیں مگر انبیاء اور اولیاء کاملین بالکل مشاہدہ عوام کے اپنی حالت رکھتے ہیں اسکی تو بس یہ شان ہوتی ہے۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

مجازی سب زیور کے محتاج ہیں اور ہمارے محبوب کو حسن خدا اولوا حاصل ہے۔

غرض شیخ کامل اپنی شان میں مشاہدہ ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے جہاں اور کمالات اسپر مشکوۃ (شمع) نبوت سے فائز ہوتے ہیں اسپر یہ بھی انبیاء کا ہی فیض ہوتا ہے کہ اسکا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا

کیفیت نفسانی و روحانی میں فرق

(ملفوظ ۲۲۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ کیفیت نفسانی ہے اور یہ روحانی فرمایا جس کیفیت میں مادہ شرط ہو وہ نفسانی ہے اور جس میں مادہ شرط نہ ہو وہ روحانی ہے اور اسکا پورا پتہ تو مرنے ہی کے بعد چلے گا جب مادہ سے تخرید ہو جائیگا باقی یہاں پتہ چلنا تو یہ محض تمبرع ہے کہ یہاں بھی کسی پر ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ لیکن ظہور کا منتظر نہ رہے اصل چیز تو اعمال ہیں اسکے اہتمام میں مشغول رہنا چاہئے کیفیات کے پیچھے ہی نہ پڑنا چاہئے لوگ آجکل اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ اعمال کی روح کیفیات کو سمجھتے ہیں حالانکہ روح اعمال کی کیفیات نہیں بلکہ روح اعمال کی اخلاص ہے خصوص کیفیات نفسانیہ تو کسی درجہ میں مقصود ہی نہیں بلکہ بعض حالتوں میں مضربوجہ جاتی ہیں اور کیفیات روحانیہ موکل التفات تو نہ ہونا چاہئے مگر وہ مضرب کسی حال میں نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے ایک پارسل آیا اسکو کھولا گیا تو اس میں سے ایک بم کا گولا نکلا اور ایک دم پھٹ گیا تمام جسم کو زخمی کر دیا ہاتھ جل گیا منہ جھلس گیا اور ایک پارسل آیا جس میں سے سبب انگوٹا نارامر دو نکلے تو پہلی صورت تو کیفیات نفسانیہ کی حالت ہے اور دوسری صورت روحانی کیفیت ہے اور یہ جتنے دعویٰ حدود کے باہر ہوئے ہیں انسا السحق وغیرہ یہ سب کیفیات نفسانی ہی سے تو ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ کالمیلن کو ایسی حالت پیش نہیں آتی حضرت شیخ عبدالحق روداوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد میں تیس چالیس برس تک نماز پڑھی اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ اتنے زمانہ تک راستہ جامع مسجد کا نہ معلوم ہوا اختیار خادم کی حق حق کی آواز پر تشریف لیجاتے تھے مگر نماز کسی دقت کی تضا نہیں ہوئی ان ہی بزرگ کا مقولہ ہے منصور پورہ بود کہ از یک قطرہ بغیر یا آمدایں جامرواخذ کہ دریا ہا فرد بر بند و آروغ نہ زند پس انا الحق نتیجہ تھا کیفیات نفسانیہ کے غلبہ کا اور یہ مقولہ نتیجہ تھا کیفیات روحانیہ کے غلبہ کا اور اس جوش خروش سے رونق تو ہو جاتی ہے خانقاہ کی کوئی ہو حق کر رہا ہے اور کوئی رورہا ہے اور کوئی چلا رہا ہے کوئی کوئی کوئی کوئی پھاند رہا ہے کوئی امنڈ رہا ہے کوئی ابل رہا ہے مگر ایسی خانقاہ مجاہدین کی ہوگی عقلا کی نہیں ہوگی حضرات صحاب کی طرح رہنا چاہئے یہی شان محبوبیت کی ہے مگر آجکل ہو حق کا کرتا ہی بڑا بھاری کمال سمجھا جاتا ہے۔

درویشی اور مولویت میں ایک فرق

(ملفوظ ۲۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درویشی کا رنگ ڈھیلا ہے (بیانی معروف) اور مولویت کا رنگ ڈھیلا ہے (بیانے مجہول اس لئے لوگ مولویوں سے گھبراتے ہیں اور درویشوں کو چمکتے ہیں۔

۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

بدنہی کے متعدد دلچسپ واقعات :

(ملفوظ ۲۲۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا ایک وعظ ہے تقویم الزلیغ اس کو جو تھسہیل : المواعظ کے سلسلہ میں سہل کیا گیا ہے تو اس میں تقویم الزلیغ کا ترجمہ مترجم نے کیا ہے کئی کی درستی ایک شخص نے وعظ منگایا اس پر بہت برا بھلا لکھا کہ تم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو وعظ اور لکھا ہے کئی کی درستی اس میں کئی کے نسخے کہاں ہیں خدا کے بندہ نے بجائے قلب کی کئی کے عضو کی کئی کو سمجھ لیا یہ سکر حضرت والا نے تبسم فرماتے ہوئے کئی واقعے کم فہموں کے بیان فرمائے کہ حق السماع میری ایک کتاب ہے ایک پیر زادے بیان کرتے تھے کہ گنگوہ میں عرس کے موقع پر وہی پیر زادے مختلف کتابیں فروخت کر رہے تھے اس میں سے یہ رسالہ بھی تھا ایک شخص نے رسالہ کی لوح دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کی تصنیف سے ہے اس نے میرا نام لیا تو وہ شخص بہت خوش ہوا کہ سماع کو اس نے بھی حق کہا ہے اور اسکی قیمت دریافت کی اور اس نے قیمت بتلا دی شاید ایک ہی دو جلد باقی تھی فوراً خرید لی اس خیال سے کہ کوئی اور نہ خرید لے اور پھر نہ ملے خرید کر جو دیکھا تو اس میں سماع کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے بہت نفا ہوا کہ لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے ایسا نام رکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کو حق کہا ہے اور لکھا ہے اسکے خلاف اس بھلے مانس سے کوئی پوچھتا کہ حق السماع کے نام سے سماع کا حق ہوتا کیسے لازم آیا ایک اور شخص نے لکھا تھا کہ تم نام رکھنے میں بہت دھوکا دیتے ہو تم نے نام تو رکھا ہے اصلاح الرسوم اور اس میں بے رسوم کا ابطال میں نے کہا کہ مرض کا اصلاح تو اسکے ازالہ ہی سے ہو سکتی ہے اسی طرح بہشتی زیور میں ایک نسخہ ہے نمک سلیمانی کا اس میں مزید آسانی اور سہولت کے لئے نمک کا وزن عبارت میں لکھ دیا گیا ہے کہ نمک سرسٹھ تولہ تو میرے پاس چند خطوط اس مضمون کے آئے کہ ایک تو تم نے نمک کا وزن نہیں لکھا اور دوسرے سرسٹھ کیا دوا ہے بہت تلاش کی کہیں نہیں ملتی ایک مضمون میں لفظ حضرت سلمہ لکھا تھا تو ایک لکھے پڑھے صاحب پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت سلمہ کون ہیں جن سے یہ روایت ہے یہ آفت ہے اس بدنہی کا کیا علاج اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ کے وعظوں میں بعض مضامین سخت بہت ہیں اگر انکو سہل کر دیا جائے تو مناسب ہے میں نے کہا کہ کیا ان میں ایسے مضامین بھی ہیں جو آپ کے نزدیک سہل ہیں اور گاؤں والوں کے نزدیک سخت ہیں کہنے لگے ہاں میں نے کہا تو انکو آپ اول سہل کر دیجئے کیونکہ انکو تو آپ سمجھ چکے ہیں سہل کرنا آسان ہوگا مگر اس

تسہیل کا امتحان کر دیجئے وہ امتحان یہ ہے کہ گاؤں والے سکر یہ کہیں کہ ہم سمجھ گئے تو اس سے تسہیل کا طریقہ مجھ کو معلوم ہو جاویگا پھر جو مضامین آپ کے نزدیک سخت ہیں اسی طریقہ سے میں انکو سہل کر دوں گا پس کھوئے گئے مشورہ دے دینا کون مشکل ہے زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے مگر جب کرینکا نام آتا ہے تو پھر سب ترکی تمام ہو جاتی ہے یہ بھی آجکل لوگوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا ہے اور یہ سبق بھی لوگوں نے نیچریوں سے حاصل کیا ہے سمجھتے سمجھاتے خاک نہیں مگر ہر معاملہ میں رائے دینے کو تیار ان لوگوں کی سمجھ کی وہ حالت ہے جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کو سمجھا تھا قصہ یہ ہوا کہ کسی کے ایک دوست کی کسی شخص سے لڑائی ہو رہی تھی وہ دوست بھی ہاتھ پاؤں چلا رہے تھے مگر ان بزرگ نے جا کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے دوست پیچارے کی خوب مرمت ہوئی یعنی خوب پٹائی ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فرمان پر عمل کیا ہے فرماتے ہیں۔

دوست آن باشد کہ گیر دست دوست در پریشاں حالی و در ماندگی

(دوست وہ ہے جو پریشانی اور عاجزی کی حالت میں دوست کی دھیری اور امداد کرے۔ ۱۲۔)

ایک عالم غیر مقلد کی حکایت بیان کرتے تھے کہ کسی کتاب میں ایک حدیث کا اردو ترجمہ دیکھا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کرے وہ ہلکی نماز پڑھے تو آپ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے ایک شخص نے بعد نماز کے دریافت کیا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہلکے نماز پڑھو انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو ایسی حدیث نہ سنی نہ پڑھی لاؤ، منکو بھی دکھاؤ وہ کوئی حدیث ہے اور کوئی کتاب میں ہے آجکل بڑی بڑی کتابوں کے ترجمہ اردو میں ہو ہی گئے ہیں ایک کتاب اٹھا کر لایا اور لا کر سامنے رکھ دی اس شخص نے کتاب دیکھ کر کہا کہ میاں اس میں تو یہ حدیث کہ: من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہیے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں کو گرائی نہ ہو آپ نے ہلکی بیائے معروف کو ہلکے بیائے مجہول معنی حرکت سمجھا تب میاں کو اپنی غلطی کا علم ہوا یہ حالت ہے آجکل کے چودھویں صدی کے مجتہدوں کی اسپر دعویٰ ہے حدیث دانی کا حق تعالیٰ فقہاء کو جزاء خیر عطا فرمائیں وہ ہم کو گمراہی سے بچا کر راہ پر لگا گئے جزاء ہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

تقلید کی تعریف اور اس کی فطری ضرورت

(ملفوظ ۲۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ خود بینی اور خود رانی بڑی ہی مذموم چیز ہے حق تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھیں ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا محمد قاسم

صاحب کی تقریر سن کر کہ آپ مجتہد ہو کر تعجب ہے کہ تقلید کرتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے زیادہ تعجب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے اور میں کہتا ہوں کہ ان بزرگ نے اس سے تقلید کی ضرورت سمجھ لی ہوتی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں حضرت جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اس لئے کہ اس کے سامنے ایسے مواقع بہت آتے ہیں جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی امام محمد امام ابو یوسف مجتہد مطلق ہیں مگر اصول میں وہ امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں فروغ میں تقلید نہیں کرتے وہ بھی ضرورت سمجھتے ہیں تقلید کی تقلید سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں فرمایا تقلید کہتے ہیں امتی کا قول ماننا بلا دلیل عرض کیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائیگا فرمایا کہ اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائیگا وہ اتباع کہلاتا ہے۔

ایک عیسائی سے مناظرہ:

(ملفوظ ۲۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم مناظر بھی ہیں وہ میری نسبت کہتے تھے کہ تجھ سے بڑا مناظر میں نہیں دیکھا اور یہ بھی کہتے تھے کہ چاہے خصم عناد کی وجہ سے ساکت نہ ہو مگر تقریر ایسی ہوتی ہے کہ اس سے ٹھکانے کی بات نکل آتی ہے اور حق واضح ہو جاتا ہے میں نے جواب میں کہا کہ تم نے یہ بات سمجھی ہوگی مجھے تو واقعی یہ بھی معلوم نہیں کہ مجھ مناظرہ سے کچھ مناسبت بھی ہے البتہ شروع طالب علمی کے زمانے میں تو تجھ کو اس سے بہت زیادہ دلچسپی تھی مگر اب تو نفرت ہے ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک عیسائی مناظر اگر یزید و یونہا بند کے اشتیاع کے قریب ایک باغ ہے وہاں اسکا قیام ہوا میں خبر پا کر مناظرہ کے لئے وہاں پہنچا اور مناظرہ شروع ہوا اسی اثنا میں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا خیال ہوا کہ یہ نا تجربہ کار ہے اور عیسائی کہنے مشق اس لئے مناظرہ کے دوران میں تشریف لے آئے اسوقت عیسائی مناظر تقریر کر رہا تھا۔ میرے جواب دینے کی نوبت نہ آئی تھی مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ میں گفتگو کرونگا میں الگ ہو گیا اور عیسائی مناظر یہ کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمہ کسے کہتے ہیں اور اسکی کتنی قسمیں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کونسی قسم میں داخل تھے بس اسکے ہوش و حواس گم ہو گئے بار بار یہی کہتا جاتا تھا کہ کلمہ تھے مولانا فرماتے کونسا کلمہ کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے تو کلمہ کی تعریف اقسام بیان کر دو اور یہ بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام کس قسم کے کلمہ ہیں جب نہیں بتلا سکا تو اسکی میم نے خیمہ میں دیکھا کہ یہ جواب نہیں دے سکتا تو ایک پرچہ لکھ کر

مناظرہ بزرگ رویا یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہیں۔ مناظرہ چھوڑ کر چل دیا مزاح فرمایا کہ یہ لوگ مادیات میں ہی چلتے ہیں زریات میں خاک بھی نہیں چلتے دوسرے واقعہ دیوبندی میں مدرسہ کے قریب ایک عیسائی آکر بیان کرنے لگا میں خبر سن کر مناظرہ کے لئے تیار ہو گیا اس نے انجیل ہاتھ میں لیکر مجھ سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کہے گا کہ انجیل ہے پھر وہ کہتا کہ قرآن مجید بھی انجیل کو آسانی کتاب کہتا ہے پھر میں اس کا حرف ہونا ثابت کرتا ایک بکھیرا تھا ایک صاحب آگے حکیم مشتاق احمد وہ کہنے لگے کہ ایسے جابلوں سے تم کیوں مناظرہ کرتے ہو ان سے جاہل ہی بنتے ہیں اور صاحب خود مناظرہ کو تیار ہو گئے وہ انجیل ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ہی ان سے بھی یہی سوال کیا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ ہے کدو بے حد جھلایا کہ تم گستاخی کرتا ہے کہ تم تو توہین کرتا ہے انہوں نے کہا کہ اس میں گستاخی اور توہین کی کیا بات ہے ہم اپنی علم سے یہی کہتے ہیں کہ یہ کدو ہے غالباً مقصود یہ ہوگا کہ جب منسوخ ہونیکے علاوہ مسوخ ہے تو معطل ہے مثل کدو کے خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا باقی تسبیح سے محقق ہو چکا ہے کہ علومِ ہقیقہ مسلمانوں ہی کا حق ہے دوسروں کو ان سے مس بھی نہیں ہوتا مزاح فرمایا ہاں مس سے مس ہوتا ہے۔

متعدد مہمانوں کو کھانا کھلانے کا اصول

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر متعدد مہمان ہوں اور ان میں پہلے سے کوئی تعلق نہ ہو تو ان کو ایک جگہ جمع کر کے کھانا نہیں کھلاتا اگر خود بھی ساتھ کھاتا ہوں تب جمع کر لیتا کیونکہ اس وقت میں خود ان سب کے لئے واسطہ ہو جاتا ہوں اور مجھ سے سب کو واسطہ ہوتا ہے یہ بات کبھی نہ سنی ہوگی مہمانوں کے باب میں اس قدر رعایتیں کرتا ہوں اور پھر سخت مشہور ہوں یہ معمول اس لئے ہے کہ کھانے پینے میں مختلف لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ سے آپس میں بے تکلفی نہ ہونے کی وجہ سے انتباہ ہوتا ہے۔ دل کھول کر فراغت سے کھانا نہیں کھایا جاتا مختلف طبائع مختلف رنگ کی ہوتی ہے بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک بے تکلفی نہ ہو کھانے میں حجاب ہوتا ہے۔

صوفیہ کے کشفیات کا حکم

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیاء کے کشفیات میں اور احکامِ دینی میں نسبت ہی نہیں اسی طرح نصوصِ اعتقاد یہ میں اور ان کی جو رائے سے تفسیر کی گئی ہے ان میں کوئی نسبت نہیں وہ نصوص جس حالت پر ہیں انکو ایسے ہی رہنے دینا چاہئے حضرت عمرؓ کا قول ہے فرماتے ہیں۔

ایہموا ما ایہمد اللہ یعنی جس چیز کو خدا تعالیٰ نے بہم رکھا ہو تم بھی بہم رکھو بڑی حکمت کی بات بیان فرمائی۔

کھانا کھاتے وقت کس قسم کی بات کی جائے

(ملفوظ ۲۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کھانے کے وقت اگر کھانے والے سے ایسی بات کی جاوے جس میں قوت فکریہ صرف نہ ہو تو مضائقہ نہیں یہ کھانے کے آداب میں سے ہے اور جس میں قوت فکر یہ صرف ہو ایسی گفتگو نہ کرنی چاہیے ورنہ کھانے کا لطف جاتا رہتا ہے۔ برباد ہو جاتا ہے۔

اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسروں سے رعایت نہ کرنا

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اپنے کو ایسا بڑا سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی بالکل رعایت نہیں کرتے جس سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے اور اس میں بڑے بڑے لوگوں کو ابتلاء ہے اس سے بہت ہی بچنا چاہیے۔

خوش اخلاقی کا مطلب نرم بات کرنا نہیں

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل اخلاق نام ہے صرف نرمی سے بولنے کا چاہے کتنی ہی سخت بات ہو اور ایذا رساں ہو مگر لہجہ نرم ہو مارے ضلع کے ایک کلکٹر کی حکایت ہے کسی پر ناراض ہو کر بہت نرمی اور تہذیب سے حکم دیتا کہ آپکا کان پکڑ کر باہر نکال دو لہجہ نہایت نرمی کا ہوتا تھا تو بہت غلیظ مشہور تھا کیا وہابیات ہے بلکہ اس سے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ بات نرم ہو مگر معاملہ سخت ہو کیونکہ نرم آدمی سے سختی کا صدور خلاف توقع ہونے کے سبب زیادہ رنج کا سبب ہوگا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ نرم گفتگو کو جو اخلاق سمجھا جاتا ہے اس پر ایک قصہ یاد آیا ایک شخص نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو جو کہ احمق تھا وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جو عزیز و احباب آئیں ان سے نرم اور میٹھی بات کرنا بھاری لباس سے ملنا اونچی جگہ بٹھلانا بڑھیا کھانا کھلانا اس شخص کا انتقال ہو گیا ایک شخص ان کے دوستوں میں تھے دوست کے انتقال کی خبر پا کر تعزیت کو آئے انہوں نے آکر گھر میں اطلاع کرائی صاحبزادے نے نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو چمان پر بٹھلا دو گھر میں سے آئے تو بڑے بڑے تالین اور دریاں بدن پر لپیٹے ہوئے انہوں نے حسب رواج دریافت کیا کہ والد مرحوم کیا بیمار ہوئے تھے جواب میں کہتے ہیں روٹی پھر کوئی بات پوچھی کہتے ہیں گڑ پھر کھانا لایا گیا مہمان نے کھا کر کہا کہ گوشت لگا نہیں تو بہت خفا ہوئے اور بولے کہ آپ کی خاطر پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا اور آپکو پسند نہیں آیا مہمان نے کھانا تو چھوڑ دیا اور پریشان ہو کر پوچھا کہ یہ کیا حرکتیں

ہیں کہا کہ جب والد صاحب کا انتقال ہو رہا تھا مجھکو چند وصیتیں کیں تھیں ایک تو یہ کہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی آنے تو بھاری لباس سے ملنا تو اس سے بھاری لباس میرے پاس اور کوئی نہ تھا اور ایک یہ کہ نرم اور میٹھی بات کرنا تو روئی اور گڑ سے زیادہ نرم اور میٹھی اور کوئی چیز نہیں ایک یہ کہ اونچی جگہ بھلانا بچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی نہیں ایک یہ کہ بڑھیا کھانا کھلانا تو یہ پچاس روپیہ کا کتا تھا جسکا گوشت آپکے سامنے ہے اس سے زیادہ قیمتی بڑھیا اور کوئی جانور بکرا وغیرہ میرے یہاں نہ تھا وہ بے چارے لا حول پڑھکر بھاگے بس لوگ ایسے اخلاق کے طالب ہیں ان اخلاق میں سے ایک تو اضع بھی ہے اسکا بھی یہی حشر کیا گیا ہے میرے ابتدائی کتابوں کے استاد مولانا فتح محمد صاحب کا واقعہ ہے ایک لڑکا تھا شادی وہ مولانا سے کریم پڑھتا تھا اسکا سبق تھا ولا گر تو اضع کنی اختیار مولانا کی عادت تھی جب تک لڑکا پچھلا سبق نہ سنا لیتا آگے نہیں بڑھاتے تھے۔ مولانا نے پچھلا سبق سنتے ہوئے پوچھا تو اضع کسکو کہتے ہیں کہا کہ تو اضع یہی ہے کہ کسی کو حقہ ویدیا پان دیدیا مولانا نے خوب مرمت کی بھاگ نکلا پھر پڑھنے نہیں آیا اور جنگل کے کام میں لگ گیا ایک عرصہ کے بعد مولانا جنگل کی طرف تشریف لے گئے وہی شادی مل چلا رہا ہے مولانا نے دریافت فرمایا کہ ارے شادی تو اضع بھی یاد ہے عرض کیا ہاں حضرت ساری عمر یاد رہی یہاں ہی تو اضع نے پکڑوا دیا ہے تو آجکل تو اضع اسی کو سمجھتے ہیں جس کو شادی نے بیان کیا تھا اور عوام تو عوام خاص بھی اخلاق کی یہی حقیقت سمجھ رہے ہیں۔

وجود صانع پر فطرت خود دلیل ہے

(ملفوظ ۲۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس پر کسی دلیل کے قائم کرینکی ضرورت نہیں فطرت خود بتا رہی ہے کہ کوئی پیدا کرنے والا ضرور موجود ہے میں نے ایک وہری لٹھ کا قول دیکھا ہے جو بعد میں صانع کا قائل ہو گیا تھا کہ میں جس زمانے میں صانع کے انکار پر لیکچر دیا کرتا تھا تو میرا ضمیر میری تکذیب کرتا تھا فرمایا کہ صانع کی دلیل تو خود صانع ہی ہے بقول مولانا

آفتاب آمد دلیل آفتاب گرد لیلست باید ازوے رومتاب

(آفتاب خود ہی اپنے وجود کی دلیل ہے اگر تم کو وجود آفتاب کی دلیل کی ضرورت ہے تو اس سے روگردانی مت کرو ۱۲)

اور عمیق نظر سے دیکھا جائے تو حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ راز اس کا یہ ہے کہ دلیل ہمیشہ مدلول سے زیادہ واضح ہونا چاہیے ورنہ مدلول نہ ہوگا۔ نہ تعالیٰ کا وجود خود

سب سے زیادہ واضح و ظاہر ہے پھر اسکی کوئی دلیل کیسے ہو سکتی ہے اور جو دلائل سمجھے جاتے ہیں وہ محض صورتہ دلیل ہیں ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے۔

شفقت پردہ برچشم ایں ہفت پردہ چشم
بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

(آنکھوں میں جو سات پردے ہیں یہی معرفت کے لئے حجاب ہو رہے ہیں (یعنی میں صرف اسباب ظاہری پر نظر کرے حقیقت سے نا آشنا ہو رہے ہیں ورنہ مارا چاند (محبوب) تو آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے ۱۲۔)

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں لسن توانی فرمایا گیا لن ادری نہیں فرمایا۔ یعنی میں تو دیکھنے کے قابل ہوں تم میں دیکھنے کی قوت نہیں اس لئے تم نہیں دیکھ سکتے اور جو لوگ وہریت چھوڑ کر صانع، کے قائل ہوئے ہیں انکا قول دوسرے دہریوں پر زیادہ جھٹ ہے کیونکہ ان پر دونوں حالتیں گزر چکی ہیں ایک مولوی صاحب نے ایک دہری کا واقعہ بیان کیا وہ اکثر ایسے لوگوں کی کتابیں دیکھتے رہتے ہیں وہ کہتے تھے کہ ایک دہری نے خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ میں اپنے اندر تصرف کر کے اپنے وجود کے علاوہ سب چیزوں سے خالی ہو گیا پھر مزید تصرف کر کے اپنے وجود سے بھی خالی ہو گیا مگر پھر بھی ایک چیز بچھو اپنے اندر محسوس ہوتی تھی اس سے بھی خالی ہونے کی سجد کوشش کی کہ وہ بھی نکل جائے مگر کامیاب نہ ہوا تب معلوم ہوا کہ جو چیز نفی کرنے پر بھی نہیں نکلتی وہی حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی ہے یہ دیکھ کر خدا کے وجود کا قائل ہو گیا اس اصل پر ایک شبہ کا جواب بھی ہو گیا وہ شبہ یہ ہے کہ بالست بریکم قالوا بلی میں جو وعدہ لیا گیا ہے تاکہ قیامت میں جبر رہے وہ ہمیں یاد ہی نہیں پھر ہم پر جنت کیسے ہوگی جواب یہ ہے کہ یاد ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اسکی تمام خصوصیات بھی یاد ہوں بلکہ صرف اسکا اثر یعنی مقصود کا ذہن میں ہونا کافی ہے مثلاً بچپن میں پڑھا تھا آمدن کے معنی آنا لیکن اسکی خصوصیت بالکل یاد نہیں مگر باوجود اسکے ایسا یقین ہے کہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا تو کیا اسکو یاد نہ کہیں گے اسی طرح یوم میثاق کی خصوصیات یاد نہ ہونا مفروض نہیں جو اسکا اثر ہے توحید وہ فطرت میں اسقدر مرکوز ہے کہ اسکی نفی عاۃً محال ہے اس لئے وہ یاد میں داخل ہے اور حجت ہے۔

۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے چند واقعات

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کبھی طالب علمی کے زمانہ میں گفتگو ہو جاتی تھی تمام مدرسہ سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا بڑا لطف ہوتا تھا دونوں الٹی درجہ کے ذہین تھے جسوقت ایک صاحب کی تقریر ختم ہوتی تھی تو سننے والے سمجھتے تھے کہ اب اسکا کوئی جواب نہیں ہو سکتا یہ طالب علمی کے زمانے کے واقعات ہیں ایک واقعہ مقتدا ہونے کے زمانہ کا عجیب سنا ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات سفر حج میں تھے جہاز میں ایک مسئلہ پر گفتگو ہو گئی اور طے نہ ہوا تو حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس اب گفتگو بند کی جائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تو چل ہی رہے ہیں وہاں پیش کر دیں گے وہاں فیصلہ ہو جائے گا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ صفائی سے فرمایا کہ حضرت فخر تصوف کے امام ہیں اور یہ طالب علمی بحث ہے اسکا حضرت کیا فیصلہ فرماتے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے غلبہ عشق سے فرمایا کہ اگر اسکا فیصلہ بھی حضرت صاحب نہیں فرما سکتے تو ہم نے ناحق حضرت کا واسن پکڑا یہ حالت تھی عشق کی غرض حاضری ہوئی اور مسئلہ قصداً پیش کیا نہیں گیا مگر ایک سلسلہ میں حضرت نے اسکی خود ہی تقریر فرمائی اور نہایت سہولت و تحقیق سے فیصلہ فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو تو بیحد مسرت ہوئی اور حضرت مولانا گنگوہی کو بیحد حیرت ہوئی کہ حضرت نے اس فن کو حاصل نہیں کیا اور عجیب طریق سے فیصلہ فرمایا کہ بڑے سے بڑا متجرب بھی ایسا فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب کی ہمیشہ سے عجیب شان رہی پرانے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ نوعمری ہی کے زمانے سے عام مقبولیت تھی نہ مشائخ نے ان پر کیا۔ ان کی اور نہ علماء نے شروع ہی سے اثر عام مقبولیت کا تھا حضرت حاجی صاحب کا نو عمری کے زمانے کا ایک واقعہ حضرت مولانا گنگوہی بیان فرماتے تھے کہ ایک بار دہلی میں مولانا مملوک العلی صاحب سے ملنے کو تشریف لائے ہم مولانا سے سبق پڑھ رہے تھے مولانا نے درس بند فرمادیا اور استقبال فرمایا اور فرمایا بھائی حاجی صاحب آگے اب سبق نہ ہوگا فرماتے تھے کہ ہم نے دل میں کہا یہ حاجی کون ہیں اچھے آئے درس ہی بند کروادیا یہ معلوم نہ تھا کہ ساری عمر کے لئے اس عربی سبق کو بند کرادیں گے ایک واقعہ حضرت کے متعلق اور یاد آیا والد صاحب حج کو تشریف لے گئے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی درخواست کی حضرت سن کر خاموش ہو گئے ایک روز بہت سے لوگ بیعت ہو رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی آ جاؤ حضرت حاجی صاحب کی تو یہ سادگی کہ خود فرما رہے ہیں اور والد صاحب کی سادگی ملاحظہ ہو کہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت میں تو مٹھائی لاکر مرید ہونگا اسپر بھی حضرت خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا دوسرے

وقت والد صاحب مٹھائی لاکر مرید ہو گئے بات یہ ہے کہ ان حضرات میں تو دونوں جانب خلوص تھا یہ اس کے آثار تھے اور ہم لوگوں میں دونوں طرف عدم خلوص اس لئے کاوش کی حاجت ہو گئی۔

شریعت کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں

(ملفوظ ۲۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرت سلیم ہو تو ایک حکم بھی شریعت کا خلاف فطرت نہیں۔ اکرام اور تعظیم میں فرق ہے۔

(ملفوظ ۲۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو ہوتا ہے اکرام اور ایک ہوتی ہے تعظیم صورت دونوں کی ایک ہے مگر نیت کی وجہ سے دونوں میں حقیقت کا فرق ہے حضور ﷺ حضرت فاطمہؑ کے مکان پر تشریف لیجاتے تو حضرت فاطمہؑ کھڑی ہو جاتیں اور حضرت فاطمہؑ حضور ﷺ کے مکان پر آتیں تو حضور کھڑے ہو جاتے ان دونوں میں وہی اکرام اور تعظیم کا فرق ہے گو صورت ایک ہے غرض اکرام جسکا حاصل تو خاطر داری اور رعایت ہے اور چیز ہے اور تعظیم اور چیز ہے صورت ایک ہو نیکی وجہ سے لوگ دھوکھا جاتے ہیں وہ خاطر داری کو بھی تعظیم ہی سمجھتے ہیں اور ترک تعظیم کو ترک اکرام۔

عمامہ کو ضروری سمجھنے پر ایک صاحب سے بحث

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا جب میں فارغ ہوا تو ایک دوست کے پاس جا بیٹھا ایک صاحب ضعیف العمر آئے اور کہا کہ کئی مرتبہ تم سے ملنے کو جی چاہا مگر اتفاق سے ملاقات نہ ہو سکی اور ایک بات بھی کہنی ہے وہ یہ کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے میں نے کہا کہ کیا فرض ہے واجب ہے کہا کہ سنت ہے میں نے کہا کہ سنت موکدہ ہے یا مستحب کہا کہ اس سے کیا بحث میں نے کہا کہ بحث اس لئے ہے کہ ہر ایک کے احکام جدا ہیں مگر اس پر بھی وہ اپنی ہانکتے رہے کہ تم سنت کے خلاف کرتے ہو پھر تم بھی نفس کی شوقی سے اس تلاش میں لگا کہ ان میں بھی کوئی بات سنت کے خلاف ہے تو وہ پا جامہ پہن رہے تھے میں نے کہا کہ یہ پا جامہ جو آپ پہن رہے ہیں سنت کے خلاف ہے لنگی باندھنا چاہیئے کہنے لگے کہ بوڑھا آدمی ہوں اس لئے لو لنگی کھل جانے کا اندیشہ ہے میں نے کہا کہ میں جو ان آدمی ہوں عمامہ کی گرمی سے دماغ میں گرمی ہو جائیگا اندیشہ ہے بس ان سے کچھ جواب بن نہ پڑا لگے کہ کوئے خدا کرے تمہارے دماغ میں خوب گرمی ہو جاوے مجھ کو بھی غصہ آ گیا میں نے کہا تم بازار میں نکلے ہو جاؤ ان دوست نے ان دونوں کو رد کیا یہ حقیقت ہے آجکل کا مناظرہ کی عمامہ کو آجکل بعض لوگ فرض واجب سمجھتے ہیں خصوصاً سرحدی لوگ

اور یہ رومال جو سر کو باندھ لیتے ہیں اور عمامہ کا قائم مقام سمجھتے ہیں یہ تو ایسا ہے جیسے لنگوٹی باندھ کر اسکو پاجامہ کا قائم مقام سمجھنا یہ سر کی لنگوٹی ہوئی عمامہ سے اسکا کیا تعلق ہے۔

ریل میں قانون سے زیادہ وزن لیجانے سے احتیاط:

(ملفوظ ۲۳۰) ایک استفتاء بصورت پکٹ آیا اس پر دو چہرہ کا ٹکٹ تھا اور واپسی کے لئے بھی دو پیسے کا ٹکٹ ہمراہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ خود تو لوگ ناجائز حرکت کرتے ہی ہیں۔ دوسروں کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ تم بھی ایسا ہی کرو چاہے دوسرے کی وضع اور مذاق کے خلاف ہی ہو یا اسکی شرعی تحقیق ہی کے خلاف ہو۔ حضرت دالانے اس استفتاء کو امانت میں رکھ کر فرمایا کہ ان کے پوچھنے پر متنبہ کروں گا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے اس میں تو کارڈ بھی نہیں پہنچ سکتا پھر اس پر فرمایا کہ میرے ایک مفتی زی علم انگریزی داں ضلع الہ آباد کے رہنے والے دوست ہیں۔ وہ سفر کے ارادہ سے چلے۔ اسٹیشن پر پہنچ کر اسباب کے زائد ہونے کا خیال ہوا مگر وقت کی تنگی سے وزن نہیں کرا سکے جب منزل مقصود کے اسٹیشن پر اتارے وہاں بابو سے کہا کہ اسباب وزن کر لیا جاوے بابو نے انکار کیا کہ ہمیں فرصت نہیں۔ یہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس گئے۔ اس سے کہا وہ پہلا بابو بھی آگیا اور دونوں اسکے متعلق باہمی گفتگو کرنے لگے۔ انہوں نے اسرار کیا۔ اس پر دوسرے بابو سے اور ان کو وضع سے ملا سمجھ کر کہ یہ انگریزی نہیں جانتے ہوں گے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص شراب پیئے ہوئے ہے۔ ہم اسباب وزن کرنے سے انکار کرتے ہیں اور یہ اسرار کرتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور شراب سے عقل مفقود ہو جاتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شراب نہیں پی۔ میرا مذہبی حکم یہی ہے کہ کسی کا حق نہ رکھا جائے تب وہ لوگ بہت شرمندہ ہوئے مگر اسباب پھر بھی وزن نہ کیا۔ آخر انہوں نے گھر آکر خود اسباب کو وزن کر کے اسقدر محصول کا ٹکٹ لے کر چاک کر دیا۔ میں ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہا تھا۔ میرے پاس گئے بھی تھے جو محاف اسباب سے زائد تھے۔ میں نے بابو سے کہا کہ اسباب کو وزن کر لیا جائے۔ بابو نے کہا کہ آپ اسباب لے جائیں۔ کوئی نہیں پوچھے گا میں نے کہا کہ اگر کسی نے پوچھا تو کیا جواب دیا جائے گا۔ کہا کہ ہم گارڈ سے کہہ دیں گے۔ میں نے کہا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا۔ کہا کہ گارڈ غازی آباد تک جائے گا۔ میں نے کہا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا کہا وہ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ وہ کانپور سے بھی آگے جائے گا۔ میں نے کہا پھر کانپور سے آگے کیا ہوگا کہا کہ آگے تو جانا ہی نہیں۔ میں نے بتلایا کہ آگے بھی جانا ہے۔ ہمارے مذہب نے ایک اور زندگی کی بھی خبر دی ہے یعنی آخرت وہاں باز پرس ہوگی۔ یہ سن کر بابو بے حد متاثر ہوا۔ بڑا اثر ہوا اور اسباب کو وزن کیا اور ایک روپیہ محصول لے کر بلی دیدی۔

خوش لباسی کی حدود

(ملفوظ ۲۳۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اچھے کپڑے پہننا اور خوش لباس رہنا کیا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ فرمایا کون منع کرتا ہے۔ شریعت نے تنگی نہیں کی۔ اگر ریاضت کے لئے نہ ہو تو آسائش کی اجازت دی ہے بلکہ آسائش سے آگے بڑھ کر آتش کی بھی ممانعت نہیں ہے۔ اگر ریاضت کا مرض نکل جائے تو اسکی اجازت ہے کہ راحت کا بلکہ تحمل کا بھی سامان کریں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ جاہ کے لئے نہ کیا جائے۔ خوش لباسی پر یاد آ یا یہاں پر ایک حافظ صاحب تھے۔ ناپینا ان کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔ جیسے النافۃ ایک بار بہت سفید کپڑے پہنے جا رہے تھے۔ ماموں صاحب بڑے ظریف تھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ: کچھورات کو بھی دن لگے۔ ہر شخص پر کپڑا زیب بھی تو نہیں دیتا۔ بلکہ پچارے کپڑے کی بھی درگت بن جاتی ہے۔

عظمت دین کی کمی

(ملفوظ ۲۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے عام لوگوں کے قلوب میں بھی دین کی عظمت تھی۔ اب تو خواص میں بھی اسکی کمی ہو گئی ہے اور یہ سب خرابیاں اس کی بنی بدولت ہو رہی ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت یوم سہ شنبہ

بے علمی کے باوجود موٹے موٹے الفاظ بولنے کا نتیجہ:

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو بڑے بڑے شہسۃ الفاظ بولنے کا شوق ہوتا ہے مگر بوجہ علم نہ ہونے کے موقع اور محل کی تمیز نہیں ہوتی۔ اس پر فرمایا کہ ایک صاحب ہیں یہاں کے رہنے والے۔ ان کو پر شوکت الفاظ بولنے کا بہت شوق ہے۔ ایک جگہ بسبیل گفتگو کہنے لگے کہ فلاں معاملہ میں میں بھی ثالث بالخیر تھا۔ ایک صاحب علم نے فرمایا کہ صاحبزادے سوچ سمجھ کر بولا کرتے ہیں۔ ثالث بالخیر اصطلاح میں ولد الزنا کو کہتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک جگہ تعزیت میں گئے کسی کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اور لوگ بھی تعزیت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اس میں سے کسی صاحب نے تعزیت فرماتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو انعام البدل عطا فرمائیں۔ یہ صاحب بھی سن رہے تھے۔ بس ان کے ایک بات ہاتھ آگئی کہ جہاں تعزیت میں جایا کرتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں۔ ایک جگہ اتفاق سے ایک صاحب کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ یہ تعزیت کے لئے پہنچے کہتے ہیں حق تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اس کے یہ معنی

ہوئے کہ آپ کی اماں دوسرا خنصم کرے۔ کس قدر اس شخص کو ناگوار ہوا ہوگا۔ ایک ہندو رئیس کے باپ کا انتقال ہوا ایک دوسرے ہندو صاحب تعزیت کو گئے جا کر تعزیت کی اور اس میں یہ الفاظ کہنے کے خدا کرے آپ اپنے والد صاحب کے قدم بقدم ہوں اور ضرور ہوں گے کیونکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

شرکت والے کام پورے نہیں ہوتے

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایسے کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ جس میں دوسرے کی شرکت کی ضرورت ہو۔ آج کل تجربہ سے معلوم ہوا کہ وہ کام ہوتا ہی نہیں جس میں مختلف طبائع کے لوگ جمع کئے جائیں۔

سیاست اور اسلام

(ملفوظ ۲۳۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایک شخص سیاست کا ماہر ہے مگر ہے کافر اگر اس میں اس کی اقتداء کر لی جائے کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر کافر نماز خوب جانتا ہو اور مسلمان نہ جانتا ہو تو کیا اس کافر کی اقتداء جائز ہے۔ شبہ کا منشا یہ ہے کہ سیاست کو لوگ دین نہیں سمجھتے۔ خود یہی سخت غلطی اور جہل اعظم ہے۔ سیاست بھی تو دین ہی ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اسلام نے سیاست کی تعلیم نہیں کی۔ سو یہ کتنی بڑی تحریف ہے۔ پھر دین میں کافر کی اقتداء کرنا کیا معنی نیز کیا اس میں اسلام اور مسلمانوں کی اہانت نہیں ہے اور کیا کوئی شخص کہیں یہ بات دیکھلا سکتا ہے کہ اس طرح سے اسلام اور مسلمانوں کی اہانت کرانا اور ان کو ذلیل کرانا جائز ہے۔ اور کیا مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں کہ وہ سیاست جانتا ہو۔ البتہ اس طریق سے ان کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں کہ کافر تابع ہوں اور مسلمان متبوع اور یہاں بالکل عکس ہے کہ مسلمان تابع اور کافر متبوع اور مجھ کو عوام کی اور لیڈروں کی شکایت نہیں۔ وہ جہل میں مبتلا ہیں ہی شکایت تو علماء کی ہے کہ وہ اس غلطی میں پھنس گئے۔ حق تعالیٰ ہدایت فرمائیں اور جہل سے محفوظ رکھیں مجھ کہ ایسی باتیں سن کر بے حد قلق اور صدمہ ہوتا ہے جب لکھے پڑھوں کی نسبت سنتا ہوں کہ وہ ایسی خرافات کے حامی اور دلدادہ ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عجیب بات ہے کہ خسران کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں مگر جس بات کی سچ ہو گئی اس سے نہیں ہٹتے اور ایسے ایسے لچر استدلال اور تاویلات کرتے ہیں جو اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

آج کل کی تصانیف

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت مشکل کام ہے۔ آج کل ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے کوئی معیار ہی نہیں رہا۔ قلم ہاتھ میں لیا اور جوتی میں آیا لکھ مارا نہ اصول کی خبر ہے نہ فروغ کی۔ میں آج کل ایسی ہی بے اصول کتاب دیکھ رہا ہوں۔ بڑے مشہور مصنف کی تصنیف ہے مگر محض طبع آج کل بڑا کمال یہ ہے کہ الفاظ زوردار ہوں چاہے مدلول صحیح ہو یا غلط اس سے کوئی بحث نہیں۔ جن باتوں کو اس کتاب میں ثابت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوچ سوچ کر یہ تلبیس باتیں بنائیں ہیں۔ استدلال کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ آزادی سے دلائل پہلے ذہن میں آجیں اور نتیجہ ان کے تابع ہو اور ایک صورت یہ ہے کہ دلائل پہلے سے ذہن میں نہیں۔ پہلے ہی سے ایک بات کو ثابت کرنا ہے اور اس کے لئے سوچ سوچ کر دلائل کو ذہن میں لایا جاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلی صورت ایک خاص قوت ہوتی ہے گو اس میں اجتہادی غلطی ہی ہوگئی ہو اور دوسری صورت میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص محض باتیں بنا رہا ہے اور یہ فرق معلوم ہو جانا موقوف ہے۔ ذوق صحیح پر بعضی بات وجدان سے معلوم ہوتی ہے۔ بیان کرنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

آداب المصلح یعنی شیخ کے آداب

(ملفوظ ۲۳۷) ملقب بہ آداب المصلح ایک نو وارد صاحب نے جو اصلاح کی غرض سے آئے تھے اور جن کا تھانہ بھون کی حاضری کا پہلا ہی موقع تھا۔ حضرت والا سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آج کل مصلح باطن سے مسائل فقہی پوچھنے والوں کو باطنی نفع نہیں ہوتا۔ تجربہ سے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ بس ان ہی تحقیقات میں رہ جاتے ہیں۔ اصلاح کے متعلق اہتمام کی نوبت ہی نہیں آتی۔ میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ ان مسائل کی تحقیق کے لئے تو اور بہت جگہ ہیں اور وہاں یہاں سے اچھا کام ہو رہا ہے۔ دیوبند ہے، سہارنپور ہے اور کیا آپ نے یہ سفر مسائل فقہی پوچھنے کے لئے کیا تھا۔ عرض کیا نہیں پھر کیوں بیٹھے بیٹھے جوش اٹھا خاموش نہیں رہا جاتا کیا خاموشی سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ کیا خاموش رہنا جرم ہے یا اس سے شان میں بگاڑ لگتا ہے۔ یوں کہئے کہ بک بک کرنے کی باتیں بنانے کی عادتیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور یہ بتائے کہ اگر آپ نے یہاں آنے کی اجازت لی ہے۔ عرض کیا کہ اس کی اجازت نہیں لی پھر

کیوں مخالفت کی پھر جب شروع میں ہی مخالفت کرنا شروع کر دی تو آئندہ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ جس بد فہمی کا کوئی علاج ہے۔ ایک مرتب بات اور اس پر عمل نہیں۔ اس ہی ضرورت سے میں اس قسم کی شرطیں لگاتا ہوں، سمجھتا ہوں کہ فہم کا قلعہ ہے مگر پھر بھی اپنا ہر ظاہر کیے بغیر نہیں رہتے اگر ایسا ہی فقہی مسائل کی تحقیق کرنا ہے اور فن کو مدون کرنا ہے۔ (کیونکہ اکثر سوالات غیر ضروری ہوتے ہیں) تو میں کہہ چکا ہوں یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے مثلاً دیوبند ہے، سہارنپور ہے وہاں جائے بلکہ میں خود بھی مسائل فقہیہ میں سے پوچھ پوچھ کر کام کرتا ہوں۔ سنار کے یہاں کوئی لوہا نہیں لے جاتا اور لوہار کے یہاں سونا چاندی نہیں لے جاتا اگرچہ وہ دونوں ہی کام جانتا ہو مگر پھر بھی کام وہی لیا جاتا ہے۔ جس کو عادیہ کر رہا ہے۔ افسوس طریق مٹ ہی گیا یہ طریق کے آداب میں سے ہے کہ مصلح سے دوسرا کام نہ لیا جاوے۔ اب یہ کہا جائیگا کہ صاحب ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ دین کی بات تھی۔ اس پر استدر گرفت اگر مسئلہ پوچھنا دین سے توجہ میں تیار رہا ہوں۔ یہ بھی دین ہی ہے۔ دوسرے آپ نے اس لئے سفر نہیں کیا اور جس غرض سے سفر کیا ہے اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ اس کا کوئی ذکر ہی نہیں رہا۔ دوسروں پر قیاس کرنا کہ فلاں صاحب نے پوچھا تھا۔ اس کا جواب دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں سے پہلے بے تکلفی ہے اور وہ مقصود غیر مقصود میں تیز کرتے ہیں۔ وہ مستثنیٰ ہیں حتیٰ کہ وہ اگر دنیا کی بات بھی پوچھ کر لیں کوئی حرج نہیں۔ پھر بڑی بات یہ ہے تو یہ کام تو اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے اور جو کام یہاں پر ہو رہا ہے۔ یہ ایسا ہے کہ کہیں بھی نہیں ہو رہا نہ اچھا نہ برا مگر کس سے کہے وہی مثل ہو رہی ہے۔ اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھولے اور الحمد للہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ مسائل فقہی اس طریق سے اعظم ہیں مگر اعظم ہونا اور چیز ہے اور کسی عارض سے اہم ہونا اور چیز ہے۔ مسائل فقہی اعظم ضرور ہیں مگر وہ دوسری جگہ سے حاصل ہوتے ہیں اور جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ کہیں ہو ہی نہیں رہا۔ اس عارض کے سبب یہ اہم ہے۔ میں نے اس لئے اہم کو اختیار کر رکھا ہے۔ بچے کو کہتے ہیں کہ قاعدہ بغدادی پڑھ حالانکہ قرآن شریف اعظم ہے مگر اس کو ضرورت اہم کی ہے اور اس کو قاعدہ میں لگا کر قرآن ہی کی تلاوت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح طریق میں لگا کر احکام فقہی کی تکمیل کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اور اس کی اہمیت یہاں تک ہے کہ اکابر کی وصیت ہے کہ شیخ کو کسی کا کلام نہ پہنچائے نہ سلام پہنچائے نہ کسی کا ہدیہ پہنچائے جیسا کہ آجکل دستور ہے کہ کسی آتے جاتے کے ہاتھ کوئی چیز بھیج دی روپیہ بھیج دیا تو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ علاوہ مصالح کے خود غیرت عشقی کا بھی اقتضا ہے۔

عشاق کی یہ ہی شان ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کو دوسری طرف متوجہ نہ کرے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ مرید شیخ سے دوسری کتاب کا درس نہ پڑھے اور نہ پیر اپنے مرید کے خانگی معاملات میں دخل دیا۔ غریبوں کو کچھ خبر تو ہے نہیں۔ مرید ہونے آ جاتے ہیں اگر متنبہ کرتا ہوں اور طریق بتلاتا ہوں اس غرض سے کہ راہ پر پڑیں مقصود معلوم ہو کیونکہ طریق مفقود ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کے آداب بھی معلوم نہیں تو سخت اور بدخلق اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں امی اگر طیب شفیق ہے اور حمد در دخیل خواہ ہے تو چاہے منہ بناؤ یا روؤ چلاؤ وہ مرض کی تشخیص کر کے اگر کڑوی دوا مفید ہوگی تو شاہترہ چرائیہ حظل ہی تجویز کریگا اگر سودہ غرض پڑے پیو نہ جاؤ چلتے ہو اور جو سبب کا مر باورق فقرہ لپیٹ کر دے اس کو مربی بناؤ۔ یہاں تو خود طالب کو بجائے سبب کے جھیل جھال کر کانٹ چھانٹ کر اس کا مربہ بنایا جاتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ مرید شیخ سے سبق نہ پڑھے وجہ اس کی یہ ہے کہ سبق میں قبل و قال ہوتا ہے۔ جس سے مبادا شیخ کو انقباض ہو جائے اور فیض باطنی سے محروم ہو جائے اور جو لکھا گیا ہے کہ شیخ مرید کے خانگی معاملات میں دخل نہ دے اس میں یہ راز ہے کہ شیخ کو اصل واقعات سے توجہ خبری ہوتی ہے۔ محض ظاہری رد و عدا پر فیصلہ کرے گا جو ممکن ہے کہ واقعات سے یا مرید کے مصلحت کے خلاف ہو اور اس سے اس کو شیخ سے کیدگی بھی پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں بھی باطنی نفع نہ ہوگا۔ البتہ جس صورت میں یہ علت نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً ایک شخص بیوی کا نان نفقہ نہیں دیتا۔ شیخ کہے کہ نفقہ دو یہ خانگی معاملات میں دخل دینا نہ سمجھا جائے گا کیونکہ اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں۔ طاعت خالصہ کا حکم ہے۔ مطلب یہ کہ فصل قضا یا میں یا ان مباحات میں جس میں شرعاً دونوں جانب کی گنجائش ہے۔ دخل نہ دے۔ جیسے رشتہ وغیرہ آج کل پیر اکثر ایسا کرتے ہیں کہ ایک مرید کی لڑکی ہے۔ دوسرے کا لڑکا ہے کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے لڑکے سے تمہاری لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں یا نکاح کرتے ہیں۔ مشائخ نے اس کو منع فرمایا ہے یا اسی طرح کوئی نزاعی معاملہ ہے۔ شیخ سے اس کا فیصلہ کوئی کرانے لگے اس میں بھی ممکن ہے کہ ایک کے خلاف ہو تو اس کو رنج ہوگا اور نفع باطن سے محروم ہو جائے گا۔ اور ان باتوں میں دخل دینا تو بری چیز ہے کہ اس میں دنیا کا رنگ ہے۔ تعلیم جو دین محض ہے۔ اس میں بھی اس قدر احتیاط ہے کہ ہر شخص کی باطنی مصلحت اور اسکی حالت کے مطابق دی جاتی ہے اس کا بھی معین ضابطہ نہیں۔

حضور کے چند لفظی اطا کف

(ملفوظ ۲۳۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر جگہ کئی کئی مرتبہ گزرنے کا اتفاق ہوتا ہے مگر

پھر بھی راستہ یاد نہیں ہوتا بھول جاتا ہوں فرمایا یہ بات تو میرے اندر بھی ہے میاں راستی یاد رہے راستہ یاد رہے نہ رہے اس میں کیا رکھا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے لطائف بھی بڑے معنی خیز اور نصیحت آمیز ہوتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ حضرت والا کے لطائف ہی کا مجموعہ جمع کر لیا جائے تو اسی میں سب کچھ ہے مثلاً ایک صاحب سے تحریکات کے متعلق سلسلہ گفتگو میں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر محض کاغذی امیر المؤمنین بن جاؤں تو نتیجہ یہ ہو کہ آج امیر المؤمنین ہوں اور کل کو امیر اکافرین بن جاؤں اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک صاحب یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ خوجہ میں ایک مولوی صاحب کو یہی الفاظ پہنچائے گئے تو سن کر ان پر ایک وجد کی سی کیفیت ہو گئی اور ایک گھنٹہ تک اس کی شرح بیان کرتے رہے کہ بدون کامل قدرت کے اگر آج امیر المؤمنین ہو گئے تو کل کو امیر اکافرین ہو جائیں گے۔ میں نے یہ واقعہ سن کر اس سے تو مجھ کو بھی استیاق ہو گیا۔ سننے کا وہ شرح کیا ہوگی جو ایک گھنٹہ تک بیان کی گئی ہے میں نے تو محض ایک لطیفہ کے طریق پر یا شاعری کے انداز پر بیان کر دیا تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے ایک ایسے ہی موقع پر بھی تو فرمایا تھا کہ آج سردار ہیں اور کل سردار ہو گئے۔ فرمایا کہ یہ بھی اسی کا ترجمہ ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

سیرت النبی ﷺ کی کتاب میں ایک گستاخی

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت نبویہ لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور انکی زندہ نظیر گاندی موجود ہے استغفر اللہ فعوذ باللہ سیرت نبوی پر کتاب اور ایک مکتب توحید و رسالت سے تشبیہ کیا۔ آفت ہے نہ معلوم کتنے مسلمانوں نے دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسے ہوں گے۔ میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی تھی میں نے واپس کر کے لکھ دیا کہ میں ایسی کتاب کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ کہ جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکتب کی مدح ہو۔ اس کا جواب آیا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں مجھ سے ایسی حرکت صادر ہوئی اب یہاں آتے جاتے ہیں۔ اپنے پہلے زمانہ کو جاہلیت سے تعبیر کیا۔ یہ سب جدید تعلیم یا صحبت کا اثر ہے۔ اس پر کہتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو نئی روشنی کہتے ہیں۔ جس میں ہزاروں ظلمتیں بھری ہیں۔

اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ہر طبقہ میں ایک عجیب ہڑ بونگ مچا ہوا ہے۔ راولی میں جین مسجد کے اندر سماع ہوتا ہے اس کی اصل یہ سنی ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق کو ایک مرتبہ اتفاقاً جین حالت سماع میں وجد کا غلبہ ہو گیا اور وہ اس حالت میں اٹھ کر مسجد کے اندر چلے گئے تھے اور ساتھ ساتھ قوال بھی چلے گئے۔ مگر وہ تو مغلوب تھے اور یہ لوگ محفل نقل کرتے ہیں۔ اب اسی ترتیب سے مجلس ہوتی ہے یعنی سماع شروع ہوتا ہے مسجد کے باہر اور درمیان میں اٹھ کر مسجد میں جاتے ہیں اور ڈھولک سارنگی مسجد میں بجتی ہے۔ ان نفالوں سے کوئی یہ بھی پوچھے کہ کیا حضرت شیخ بھی ڈھولک سارنگی سے سماع سنتے تھے۔ یہ خوب تحقیق ہو گیا ہے کہ حضرات اہل سماع نے معارف مزامیر کبھی نہیں سنے اسی طرح ایک مسجد کے باہر سماع ہو رہا تھا۔ ڈھولک سارنگی بج رہی تھی۔ نماز کا وقت آ گیا۔ بلجوا لے نماز کے لئے مسجد میں گئے تو آلات کو بھی مسجد میں لے گئے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا۔ میاں مسجد میں آلات معصیت ان اہل سماع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے وہ جواب میں کیا کہتے ہیں کہ آپ بھی تو آلات زنا لئے ہوئے مسجد میں آئے ہیں۔ کیا یہ وہ جواب ہے۔ جس چیز کو انہوں نے آلہ معصیت کہا ہے وہ آلہ معصیت کہاں ہے آلہ معصیت تو وہ چیز ہے جو وضع کیا جاوے معصیت کے واسطے اور یہ معصیت کے لئے وضع نہیں کیا گیا یہ تو ایک حلال ضرورت کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یوں کوئی سورا استعمال معصیت کا ذریعہ بنا لے تو اس سے وہ آلہ معصیت تھوڑا ہی ہو گیا۔ بخلاف آلات غناء کے کہ وہ تو موضوع ہی ہوئے ہیں۔ معصیت کے لئے دوسرا فرق یہ ہے کہ اس میں تو ضرورت ہے اس کو جدا کیسے کر سکتا ہے۔ تیسرے اپنے معدن میں ہے۔ معدن میں ہونا ایسا مؤثر ہے کہ جو چیز اپنے معدن میں ہے اس پر نجاست کا حکم نہیں۔ کیا جاتا مثلاً پیشاب ہے، پاخانہ ہے کس کے اندر نہیں مگر اسپر نجاست کا حکم نہیں اس لئے کہ وہ اپنے معدن میں ہے۔

تصوف آسان، فقہ مشکل

(ملفوظ ۲۵۱) ایک استفاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں سب علوم سے زیادہ آسان تصوف کو سمجھتا ہوں اور سب سے زیادہ مشکل فقہ کو۔

اعلاء السنن کا کام

(ملفوظ ۲۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ دین کا بعض کام جو یہاں پر ہوا ہے وہ بڑی

جگہوں میں بھی نہیں ہوا۔ امام صاحب کے مذہب کی تائید میں حدیثیں جمع کی گئیں اس سلسلہ کا نام اعداء السنن ہے۔ ان احادیث پر نظر نہ ہونے سے غیر مقلدوں کو تو شبہ تھا ہی مگر بعض خفیوں کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ امام صاحب کا مذہب قرآن و حدیث کے مطابق نہیں۔ الحمد للہ کہ کتاب مذکور کے تدوین سے یہ ظاہر ہو گیا کہ کوئی مسئلہ بھی امام صاحب کا قرآن و حدیث کے خلاف نہیں گواہ میں بہت وقت اور بہت کچھ روپیہ صرف ہوا مگر حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انہوں نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کو انجام کو پہنچایا۔ الحمد للہ

چشتیہ کے یہاں فنا اول قدم ہے

(ملفوظ ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں اصل چیز تو یہ ہے کہ قلب کا حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جائے باقی اور سب چیزیں اس کے تابع ہیں اور یہ پیدا ہوتا ہے اس وقت جب شیخ کامل کی تعلیم پر بے چون و چرا عمل کرے۔ شیخ اسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے۔ اتویا کے لئے اور تجویز ہوتی ہے۔ ضعفاء کے لئے اور جیسا جس کے لئے تجویز کر دے اس کو چاہئے کہ وہ اسی میں اپنی مصلحت سمجھے اصل چیز تو وہی ہے کہ جس کو میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ قلب کا صحیح تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جائے۔ بس یہی اصل طریق ہے باقی سب کچھ اسی کے پیدا کرنے کی تدابیر ہیں۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ہندو مسلم اتحاد کی شرائط

(ملفوظ ۲۵۳) ایک مبولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر ہندو مسلمان باہم حاکم محکوم نہ ہوں۔ بلکہ باہم مساوات ہوں تو اس وقت مل کر ہندوؤں کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ فرمایا قواعد سے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے مگر اس وقت تجربہ کی بنا پر یہ دیکھا جائیگا کہ اشتراک میں نفع کس کو ہوگا اور ضرر کس کا۔ سو یہ تجربہ یہی کہہ رہا ہے کہ اگر صرف ہندو مسلمان کے ہاتھ میں حکومت آجائے اور تیسری قوم کے بے دخل ہو جانے میں کامیابی بھی ہو جائے تب بھی وہ حکومت ہندوؤں کی ہوگی۔ مسلمانوں کی نہ ہوگی۔ ایک تو ترکیب کی خاصیت سے دوسرے ان کی اکثریت کی وجہ سے تیسرے ان کے طابع کی حالت پر نظر کر کے اور عقلی طور پر بھی مقصود حکومت عادل آئمہ ہے اور ہندو مسلمانوں کے اشتراک میں یہ احتمال ہی نہیں کہ عدل ہو، امن ہو جیسا کہ ہندوؤں کی کارگزاریوں سے اس وقت ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹانا چاہتے ہیں یہ اپنے اس ولی مزارق

سے باز نہ آئیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فساد اور خونریزی ہوگی اور جو مقصود ہے حکومت سے وہ حاصل نہ ہوگا۔ اسی بناء پر میں نے تحریکات کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے کہا تھا کہ اول تو کامیابی مہم اور اگر ہوئی بھی تو ہندوؤں کی ہوگی۔ اور اگر مسلمانوں کو بھی ہوئی تو تم جیسے مسلمانوں کی نہ ہوگی۔ غور کرو کہ وہ کامیاب کس قسم کے مسلمان ہوں گے۔ بددین طحہ فرعون ہامان پھر دیکھنا تمہاری کیا گت بنتی ہے۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ظاہری تقویٰ سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کا ظاہری تقویٰ طہارت دیکھ کر دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ جبکہ اس سے معاملہ نہ پڑا ہو بدون اس کے کیا خبر ہے کہ کیا حالت ہے حضرت عمر فاروقؓ کے اجلاس میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا اس مقدمہ میں ایک شاہد کہ متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے حاضرین سے سوال کیا کہ کوئی اس کو جانتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں۔ نیک ہے دریافت فرمایا کہ کبھی سفر میں تمہارا اس کا ساتھ ہوا ہے کہا نہیں فرمایا کہ کبھی اس سے دوستی کا معاملہ ہوا ہے عرض کیا نہیں فرمایا کہ کبھی اس کے پڑوس رہے ہو کہا نہیں بس معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اسے مسجد سے نکلے دیکھ لیا ہوگا۔ عرض کیا جی ہاں فرمایا تو تم نہیں جانتے۔

محبین مال ظاہر اُمتی ہوتے ہیں

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبین مال اکثر ظاہری متقی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ معصیت میں روپیہ صرف ہوتا ہے اور یہ ان سے ہو نہیں سکتا۔

غیروں میں شادی کرنے کا نقصان

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لڑکی کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ بڑے بڑے عالی دماغ اور آزاد لوگ اس معاملہ میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔ محض اپنی لڑکی کے خیال کی وجہ سے بعض اوقات ذلت گوارا کرنی پڑتی ہے۔ یہ ایسا نازک تعلق ہے کہ کچھ بنائے نہیں بنتا پہلے بزرگ جو غیر خاندان میں تعلق نہیں کرتے تھے اس کا نشا کبر نہ تھا۔ بلکہ واقعات کی بنا پر ایسا کرتے تھے اس میں بڑی مصلحت تھی کہ غیروں کا حال زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔ اب تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل صحیح رائے تھی۔

آمدنی اختیار میں نہیں مگر خرچ اختیار میں ہے

(ملفوظ ۲۵۸) فرمایا کہ ایک مہتمم مدرسہ کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ خرچ مدرسہ کا بڑھا ہوا ہے اور آمدنی

ہے نہیں سخت پریشانی ہے فرمایا میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اسکی وجہ تو ہوئی نہیں کہ فلاں خاص پیمانہ پر ہو تو مدرسہ کھلایگا ورنہ نہیں۔ ارے بھائی کام کم کر دو خرچ خود کم ہو جائے گا۔ اور اگر بالکل بھی آمدنی نہ ہو مدرسہ بند کر دو کوئی فرض نہیں واجب نہیں اور ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا تو اختیاری بات نہیں مگر خرچ کام کم کر دینا اختیاری بات ہے۔ ایک رئیس تھے میرٹھ میں انہوں نے بڑے کام کی بات کہی تھی کہ لوگ عموماً آمدنی بڑھانے کی فکر کرتے ہیں جو غیر اختیاری ہے خرچ گھٹانے کی فکر نہیں کرتے۔ جو اختیاری ہے واقعی بڑے کام کی بات کہی۔ اکثر دنیا داروں کو تو ایسی حکمت کی باتیں سوچھتی بھی ہے ان کو تو اپنے مخم اور عیش سی سے فرصت نہیں ملتی۔

ایک گائے کے آٹھ حصے

(ملفوظ ۲۵۹) فرمایا کہ ایک بڑے تماشہ کا خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک گائے قربانی کے لئے خریدی تھی۔ اس میں آٹھ حصہ دار ہو گئے تھے۔ جب ذبح کر چکے تب معلوم ہوا کہ آٹھ حصہ دار ہیں تو کیا اگر اب ایک کو الگ کر دیں تو قربانی صحیح ہو جائے گی یا نہیں۔ اس پر فرمایا کہ اس الگ کر دینے پر یاد آیا کہ ایک شخص نماز میں ایک ٹانگ الگ اٹھانے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا جب نماز ختم کر چکا کسی نے پوچھا کہ میاں یہ ٹانگ الگ کئے ہوئے نماز کیوں پڑھ رہے تھے۔ کہتا ہے کہ اس ٹانگ میں نجاست لگی تھی اور نماز کا وقت تھا تنگ دھوسکا نہیں۔ اس وجہ سے اسکو نماز سے الگ کر دیا۔ قربانی کے بعد ان کا آٹھواں حصہ دار کو الگ کر دینا بھی ایسا ہی ہوگا۔ لوگوں میں فہم اور عقل کا تو بالکل نام و نشان نہیں رہا۔

۱۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

اصلاح ضروری ہے بیعت ضروری نہیں

(ملفوظ ۲۶۰) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی مگر حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی نہ اپنا پورا تعارف کرایا۔ نہ ضروری سوالات کا جواب دیا۔ اس پر حضور والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس چیز کو انسان سمجھ گیا نہیں۔ اس کی طلب کی کیا خاک کرے گا۔ سب سے پہلے طریق کی حقیقت کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے تب آگے بڑھے میرے یہاں مرید ہونے میں اس واسطے دیر لگتی ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائے۔ حقیقت سمجھ لینے کے بعد پھر مریدی کا مضائقہ نہیں مگر لوگ اسکو ماننا سمجھتے ہیں۔ اور بدوں

کسی چیز کے سمجھ ہوئے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے اس میں قدم رکھنا نہایت غلطی ہے محض مرید ہونا کافی نہیں بلکہ اس کی تو ضرورت ہی نہیں۔ اصل ضرورت تو کام کرنے کی ہے اور وہ بلا مرید ہوئے بھی ہو سکتا ہے اور اس میں وہی نفع ہوتا ہے۔ جو مرید ہو جانے کے بعد کام کرنے سے ہوتا ہے۔ معلوم نہیں لوگ بیعت پر اس قدر اصرار کیوں کرتے ہیں یہ تو محض رسم ہی رسم ہے۔ اصل چیز کام کرنا ہے اور اگر محض برکت سمجھتے ہیں تو قرآن پاک کی تلاوت میں نفلیں پڑھنے میں اس سے زیادہ برکت ہے اس کو اختیار کریں یہاں پر تو کام کرنے والوں کی کھیت ہے ویسے ہی جمع کر کے فوج تھوڑا ہی بھرتی کرنا ہے یا محض نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے کہ ہمارے اس قدر مرید ہیں اور اگر کسی کو محض ہو یہ ہی مقصود ہے تو ایسے پیر بھی بکثرت ہیں۔ انکے یہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں۔ مریدوں کے نام مع نشان درج کئے جاتے ہیں۔ جاؤ وہاں کسی قسم کی روک ٹوک بھی نہیں۔ خواہ مرید کے کیسے ہی افعال ہوں۔ صرف اس کی ضرورت ہے کہ ششماہی یا سالانہ فیس ادا کر دو اور جب تک پیر کے پاس رہو دونوں وقت لنگر میں کھانا کھاؤ اور یہ لنگر بازی بھی انہی ہی جگہ ہوتی ہے۔ جہاں اس قسم کی رقمی آمدنی ہو۔ ہم بیچارے غریب آدمی ہمارے یہاں ایسی رقمی آمدنی کہاں۔ ہم کو تو اگر دیتا بھی ہے تو اس میں سبھی نکالی جاتی ہیں کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہوگا کہ ایک دو مٹی آرڈر واپس نہ ہوتا ہو۔ میں اپنے آپ کو مستغنی نہیں کہتا مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ بے طریقہ اور بے اصول اگر کوئی دیتا ہے لیتے ہوئے غیرت آتی ہے۔ اگر کسی کو دینا ہو طریقہ سے دے لینے سے انکار نہیں یہ ہیں وہ باتیں جن کی وجہ سے میں سخت مشہور ہوں۔ اور بدنام ہوں۔ خیر بدنام کیا کریں میری جوتی سے کیا میں نہیں سمجھتا کہ اس طرز معمول میں میری آمدنی کا نقصان ہے۔ میں کوئی دیوانہ تھوڑی ہی ہوں کہ میں اپنا نقصان چاہوں مگر لعنت ہے اس نفع پر کہ طالب تو جہل میں مبتلا رہے اور میں رقمیں اینٹھا کروں۔ میرے اس طرز سے میرے دو نقصان ہیں۔ ایک مال کا اور ایک جاہ کا۔ مال کا تو یہ نقصان کہ وہ لوگ پھر نہ دیں گے اور جاہ کا یہ نقصان کہ لوگ غیر معتقد ہو جائیں گے۔ مگر بلا سے غیر معتقد ہو جائیں۔ میں اپنے طرز کو نہیں بدل سکتا۔ اور متعارف اخلاق مجھ سے نہیں اختیار کئے جاتے اگر یہ طرز کسی کو نہ پسند ہے۔ یہاں نہ آئے اور اگر آتا ہے تو جس طرح ہم کہیں گے چلنا پڑیگا۔ اتباع کرنا پڑیگا۔ لوگ چاہتے ہیں کہ مرید کر کے یونہی آزاد چھوڑ دو۔ جیسے ہندو سامنڈھ چھوڑ دیتے ہیں۔ میں بد اخلاق ہوں۔ مگر دوسروں کے اخلاق کو درست کر دیتا ہوں۔ پھر اسکی رفتار سے گفتار سے نشست برخاست سے ہاتھ سے پاؤں سے زباں سے کسی کو تکلیف نہیں

پہنچ سکتی۔ ایک بچے اور سچے مسلمان کی جوشان ہوتی ہے الحمد للہ وہ اسکے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر آجکل لوگوں نے بزرگی کا انحصار صرف شیخ میں نفلوں میں ٹخنوں سے اونچے پا جامہ میں گھٹنوں سے نیچے کرتے میں کر رکھا ہے۔ خواہ باطن کتنا ہی گندہ ہو جس کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

سبحہ بر کف توبہ برب دل پر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید براستغفار ما
(باتھ میں شیخ زبان سے توبہ توبہ۔ اور دل گناہ کے لطف سے بھرا ہوا ہو۔ تو گناہ کو بھی ہماری استغفار پر ہنسی آتی ہے۔)
اور دوسرے بزرگ فرماتے ہیں۔

از برون چوں گور کا فر پر حلل و اندرون قبر خدائے عزوجل

از برون طعن زنی بر بازید و ز درونت تنگ می دارد دیزید

ظاہری حالت تو ایسی۔ جیسے کافر کی گور پر پر تکلف غلاف ہوں۔ اور باطنی حالات ایسے جو خدائے عزوجل کے قبر کے موجب ہیں۔ ظاہری حالت تو ایسی کہ حضرت بازید بسطای پر بھی طعن کرتے ہو کہ وہ بھی ایسے نہ تھے جیسے ہم ہیں اور تہارے باطنی حالات ایسے ہیں۔ بازید بھی شرمنا جاوے کہ اتنا شقی تو میں بھی نہیں۔

حضرت اصلاح تو اصلاح کے طریقہ سے ہی ہوتی ہے اب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو حساب ہم گھر سے لگا کر چلے ہیں۔ اس میں فرق نہ آئے۔ اسکا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ دوسرا ہمارے تابع رہے۔ ہم کو کسی کا اتباع نہ کرنا پڑے تو پھر گھر سے لانے کی تکلف ہی کیوں گوارا فرمائی۔ گھر پر رہتے آزاد رہتے تو بلائے تو نہ گیا تھا کیا مرید ہونا کوئی پالا چھوٹا ہے۔ نام ہو جائے گا کہ ہم بھی مرید ہو گئے۔ اس سلسلہ میں بکثرت لوگ آتے ہیں۔ خطوط بھی آتے ہیں مگر سب کے سب اس جہل عظیم میں مبتلا ہیں کہ مرید کر لو اور عجیب بات یہ ہے کہ اگر میں مقصود کا طریقہ بتلاتا ہوں تو اس میں بھی باتیں بنا کر ایچ پیچ لگا کر پھر نتیجہ میں وہی بیعت کرے۔ بیعت کوئی فرض ہے۔ واجب ہے جو اس قدر اصرار ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اب یہ قید لگائی ہے کہ اگر یہاں آؤ تو مکاتبت مخاطبت بھی نہ کرو بلکہ خاموش بیٹھے باتیں سنا کرو تاکہ طریق کی حقیقت تو تم کو معلوم ہو جائے مگر بعض ذہین ہیں کہ خاموش بیٹھے رہنے کی شرط پر آتے ہیں مگر پھر گڑبڑ کرتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں یا تو لوگوں میں فہم کا قہقہہ ہے یا مجھ کو عقل کا حقیقہ مگر ہر

حال میں قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہو سکتی لہذا ایسوں سے کہہ دیتا ہوں کہ کہیں اور جا کر تعلق پیدا کر لو مجھ سے تم کو مناسبت نہیں اور یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بلامناسبت نفع نہیں ہو سکتا۔ ایسی کھلی حقیقت پر بھی اگر کوئی برا بھلا کہے تو کہا کرے مجھ سے کسی کی غلامی نہیں ہوتی اگر کسی کو مجھ سے تعلق رکھنا ہے تو اس کو اس کا مصداق بننا چاہیے۔

یا مکمل با پیلیا ناں دوستی یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکمل پر چہرہ نیل عاشقی یا فرد شو جامہ تقویٰ بہ نیل
(یا تو فیلیان سے دوستی مت کرو یا پھر گھر ایسا بناؤ جس میں باقی آسکے اور یا تو چہرہ پر عاشقی کی
حالت مت ظاہر کرو۔ اور اگر کرتے ہو تو جامہ تقویٰ کو دریا سے نیل میں دھو لو کہ عاشقی کے ساتھ
تقویٰ کہاں رہ سکتا ہے۔
قبول ہدیہ سے انکار

(ملفوظ ۲۶۱) ایک صاحب نے پرچہ کے ذریعہ سے حضرت والا سے درخواست کی کہ میرا جی چاہتا ہے بیچ روپیہ پیش کرنے کو ان صاحب نے بھی بذریعہ خط حاضری کی اجازت چاہی تھی۔ اور اس ہی شرط پر اجازت ملی تھی کہ یہاں پر آ کر مجلس میں خاموش بیٹھ رہو۔ مکاتبت مخاطبت نہ کرو۔ اور ان کی تعلیم حضرت والا کے ایک اجازت یافتہ صاحب کے سپرد تھی۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہ تھی۔ تو یہ پرچہ لکھنا مکاتبت مخاطبت میں داخل نہیں ہے اور کیا یہ صریح امر کی مخالفت نہیں ہے۔ عرض کیا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اصلاح کے متعلق مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں۔ فرمایا کہ یہ تم نے کیسے سمجھ لیا اور یہ اجتہاد کیسے کر لیا۔ نیز اصلاح تو دین ہے اور روپیہ دینا دنیا ہے تو جب دین ہی کے لئے اجازت نہ تھی مکاتبت مخاطبت کی تو دنیا کے لئے تو کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا مجھ کو آپ نے بے حس، بے غیرت، بے شرم، بے حیا، سمجھا ہے۔ دوسری تکلیف مجھ کو یہ ہوئی کہ میں نے آپ کو مکاتبت مخاطبت کی بھی اجازت نہ دی اور آپ مجھ کو روپیہ دیں تو کیا مجھ کو غیرت نہ آئے گی کہ ایک شخص تو میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہے اور میں اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہوں۔ تیسرے محسن کا خواہ قلب پر اثر ہوتا ہے تو میں آزادی سے تمہاری اصلاح نہیں کر سکتا اس وقت تم نے مجھ کو سخت تکلیف پہنچائی۔ بے حد دل دکھایا یہ تمہارے نفس کا کید ہے۔ تم یہ سمجھ کر روپیہ لیکر نرم ہو جائے گا۔ مراعات کرے گا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دل

چاہتا ہے کہ ہماری طرف سے بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جس سے اس کا دل خوش ہو۔ غرض تم نے کئی طرح کی تکلیف دی۔ ایسی حالت میں تمہارا رویہ لینا کیا بے غیرتی اور بے حیائی نہیں ہے۔

شمشیر و سناں اول

(ملفوظ ۲۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کی اصلی کام نہ زراعت ہے نہ تجارت ہے ان کا کام تو شمشیر زنی ہے اور تجارت وغیرہ کے کام تو بندوقوں کے ہیں۔ ایک صاحب نے بیان کیا کہ مسلمان ڈنڈی نہیں اٹھا سکتے۔ ان کا کام حکومت تھا۔ اگر کہیں مقابلہ کا مقابلہ ہو یا پولیس اور فوج میں بھرتی کی ضرورت ہو یہ کام ان کا ہے اور ڈنڈی اٹھانے کا کام ہندوؤں کا فرمایا کہ اس کا ایک راز ہے وہ یہ کہ فطری مناسبت اسی چیز سے ہوتی ہے جو آب و اجداد کا پیشہ ہو۔ چنانچہ مسلمانوں میں بھی بعض ایسی قومیں ہیں جن کا آبائی پیشہ تجارت ہے۔ ان کو اصول تجارت خوب یاد ہیں اور قریب قریب تمام قوم متمول ہے۔

ایک طالب علم کی طلب سفارش پر نصیحت

(ملفوظ ۲۶۳) ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو مہتمم مدرسہ دیوبند نے ایک غلطی پر مدرسہ سے خارج کر دیا۔ حضرت والا ایک سفارشی خط تحریر فرمادیں کہ وہ مجھ کو مدرسہ میں داخل فرمائیں فرمایا کہ مجھ کو واقعہ کا علم نہیں کہ وہ غلطی کیا ہے جس کی وجہ سے تم کو مدرسہ سے نکالا گیا۔ دوسرے یہ بتاؤ کہ مدرسہ کے قواعد ہی کے ماتحت فرمایا کہ تو اب سفارش کا مطلب یہ ہو گا کہ قواعد کوئی چیز نہیں۔ جس کو جی چاہا خارج کر دیا۔ جس کو جی چاہا داخل کر لیا اور بڑی بات تو یہ ہے کہ واقعہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں کہ وہ غلطی ثقیل ہے یا ثقیل نہیں آیا وہ کسی کے لئے مضر ہے یا منفعہ نہیں۔ نیز آئندہ احتمال اس غلطی کے ہونے کا ہے یا نہیں۔ اس کو تو مہتمم مدرسہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ تم ایک عرصہ مدرسہ میں رہ چکے ہو۔ وہ تمہاری حالت سے بخوبی واقف ہیں۔ سفارش کس بنا اور کس اطمینان پر کروں۔ دوسرے یہ کہ میں سفارش کے باب میں بہت محتاط ہوں اگر کوئی کام واجب ہو تب تو سفارش مطلقاً جائز ہے۔ باقی مباح میں بھی آجکل میاں سفارش کو جائز نہیں سمجھتا۔ مخاطب پر ایک قسم کا بار ڈالنا ہے جو شرعاً بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر ایسی سفارش ہو کہ یقین ہو کہ مخاطب بالکل ازاد رہے گا چاہے عمل کرے یا نہ کرے یہ سفارش بے شک جائز ہے اور یہ سفارش حقیقت میں مشورہ کی ایک فرع ہے۔ باقی جس سفارش میں یہ احتمال بھی ہو کہ مخاطب خلاف نہ کر سکے گا۔ ایسی سفارش ناگوار یا کہ شک کرنا ہے۔ اسکو میں شرعاً جائز نہیں سمجھتا۔ پھر ان طالب علم کی طرف حضرت

والا متوجہ ہو کر نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ میں ایک بات بتلاتا ہوں۔ محض تمہاری ہمدردی اور خیر خواہی کی بناء پر وہ یہ کہ سفارش کا تو اکثر اثر بھی اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ تم خود جا کر ہاتھ پاؤں جوڑ کر معافی چاہو اس سے اکثر اوقات اچھا اثر ہوتا ہے۔ دل کھل جاتا ہے اور سفارش پر اگر داخل ہو بھی گئے اور پھر کوئی نہ کوئی بات ہو گئی تو سفارش کرنے والے پر بھی الزام کہ صاحب ایسے شخص کی سفارش کی پھر کہاں سے سفارش لاؤ گے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہر وقت اپنے پاس ہے فوراً معافی چاہ لی جاؤ یہی کرنا انشاء اللہ تعالیٰ اثر اچھا ہوگا۔ اور میں دعا بھی کرتا ہوں۔

۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

بچوں کی شوخی شرارت محبوب ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۶۳) ایک صاحب نے اپنے لڑکے سے کہا جس کی عمر تقریباً سات یا آٹھ سال کی تھی کہ حضرت کو سلام کرو فرمایا کہ ان کا یہی اسلام ہے۔ جس میں یہ خوش رہیں فرمایا کہ اسلام پر یاد آیا۔ حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ ہم تمہارے لڑکوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت ہیں نازک مزاج اور لڑکے ہوتے ہیں شوخ اور شریر ایسا نہ ہو کہ بے ذہنگ پن کریں اور حضرت کے مزاج کے خلاف ہو اس سے حضرت کو تکلیف پہنچے کوئی بہانہ کر کے ٹال دیا۔ حضرت نے پھر دریافت فرمایا اب یہ سمجھے کہ بدو لڑکوں کے لائے پیچھا نہ چھوٹے گا۔ آخر لائے اور لانے سے پہلے ان کو تعلیم دی کہ دیکھو نیچی نظر کیے بیٹے رہنا جو بات حضرت پوچھیں مختصر جواب دینا کوئی حرکت خلاف متانت نہ کرنا۔ اب آئے تو حضرت نے ان سے خوش مزاجی کی باتیں شروع کیں اب وہ لڑکے ہیں کہ سر نیچا کئے بیٹھے ہیں۔ کچھ حرکت نہیں کرتے حضرت نے بے حد کوشش کی کہ یہ کھلیں مگر ان میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا میاں تم اپنے لڑکوں کو نہیں لائے۔ عرض کیا کہ حضرت یہ جانو تو ہیں فرمایا کہ یہ لڑکے ہیں یہ تو تمہارے بھی بادا ہیں۔ لڑکے تو ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی ہمارا نامہ اتار لے جاتا۔ کوئی گود میں چڑھ بیٹھتا کوئی کندھے پر سوار ہو جاتا ہے۔ واقعی یہ حضرات بڑے حکیم اور عادل ہوتے ہیں اس قدر تو نازک مزاج مگر بچوں سے وہی چاہتے تھے جو ان کا زیور ہے۔ شوخی شرارت کیونکہ ان کی تو یہی باتیں محبوب معلوم ہوتی ہیں۔

اپنی غلطی کی تاویل نہ کرنا سچی محبت کی دلیل ہے

(ملفوظ ۲۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مرید کو شیخ سے سچی محبت ہو تو کبھی اس کے سامنے

اپنی غلطی کی تاویل نہیں کر سکتا۔ محبت کا یہی اقتضاء ہے کہ وہ محبوب سے اونچ نیچ نہیں کرتا ایسا کرنا خود علامت ہے۔ عدم محبت کی۔ غزوہ تبوک میں بعض صحابہ شریک نہ ہوئے تھے۔ جس وقت حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو منافقین نے تو تاویلیں کیں۔ کسی نے کہا بیوی بیمار تھی۔ کسی نے کہا کہ بھتیجی پک رہی تھی مگر کعب ابن مالک جس وقت حضور کے سامنے آئے کچھ بھی تاویل نہیں کی اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی اور بادشاہ کے سامنے ہوتا تو ایسی بات بناتا کہ مجھ پر جرم ثابت نہ ہوتا مگر سچی بات یہ ہے کہ کوئی عذر نہ تھا۔ محض سستی تھی۔ حضور نے فرمایا انہوں نے سچ بولا ہے حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس سے نہ بولے اور دو صحابی اور بھی تھے۔ ان کا بھی یہی معاملہ ہوا ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ جب حضرت کعب بن مالک نے سچ بول دیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ان سے بولنے کو کیوں منع فرمادیا۔ فرمایا کہ حضور اپنی طرف سے تھوڑا ہی کچھ کر رہے تھے جو وحی سے حکم ہوتا تھا۔ فرمادیتے تھے نیز پورے طور پر پاک کس طرح ہوتے۔ بعض زخم تو آپریشن ہی سے صاف ہوتا ہے۔ غرض پچاس دن تک اسی حالت میں رہے۔ ایک مسلمان بھی ان سے نہیں بولا بڑا طویل قصہ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کعب ابن مالک فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس زمانہ میں بڑی فکر یہ رہی کہ اگر میں حضور کے سامنے مر گیا۔ اسی حالت میں تو حضور میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے۔ اور اگر حضور کی میرے سامنے وفات ہوگئی تو پھر مجھے عمر بھر کوئی مسلمان نہیں بولے گا میں ساری عمر یونہی رہا یہ یقین کے ساتھ اتنا جانتے تھے کہ صحابہ اس قدر جان غار ہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی حضور کے حکم کے خلاف نہ کریں گے اور آجکل یہ رنگ ہے کہ لوگ اپنے مشائخ کے ساتھ تاویلیں کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ میرے سامنے اپنی غلطی کی کوئی تاویل کرتا ہے میں تو کہہ دیتا ہوں کہ جب تم میں یہ امراض نہیں تو پھر آئے کیوں اور اصل سبب ان تاویلات کا یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے سامنے بات کھل گئی یا امراض ظاہر ہو گئے تو اس کی نظر میں ہماری حقارت اور ذلت ہوگی۔ استغفر اللہ کیا ایسا شخص کسی کو ذلیل سمجھے گا جو خود ہی اپنے کو سب سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہے۔ اور سب کو معزز سمجھتا ہو فضول اسکے سامنے معزز بننا چاہتے ہیں۔

عشق عجیب چیز ہے

(ملفوظ ۲۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں نے بڑا خیال رکھا ہے کہ ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ان کو کوئی پہچانے نہیں۔ حیدرآباد کے ایک بزرگ تھے اجیر میں ناشائستگی کی حالت میں

ریاضات مجاہدات میں لگے رہے اور بارہ برس تک پاخانہ کمایا کسی کو بھی پتہ نہ چلا۔ عشق بھی عجیب چیز ہے کیا کچھ نہیں کرا دیتا۔

اس چنیں شیخ گدائے کو بہ کو عشق آمد اباہی فا تقوا
(ایسا شیخ کامل اور عشق کی بدولت گلی گلی میں فقیر بنا پھرتا ہے۔ عشق میں جوشان استغناء ہے لہذا اس کو کسی کی پرداہ نہیں۔ ذرا ہوشیار رہنا۔)

اس عشق اور محبت کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک قاری صاحب تھے۔ ریاست رامپور میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خرچ پاس نہ تھا سفر شروع کیا۔ دن کو روزہ رکھتے۔ پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھہر جاتے کچھ پنپنے ساتھ لے لئے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی پنوں سے افطار فرما لیتے غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے۔ کوئی جہاز تیار ہوا کپتان جہاز سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس ہے نہیں۔ ہم کوئی نوکری جہاز میں دیدو۔ اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول ہی نہ کر سکیں۔ کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کہ محض بھنگی ہی کا کام نہیں اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ بھی منظور ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہنچ کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا۔ اب آگے آ پ کا کام ہے۔ مجھ میں قوت دیدتے تھے پس بسم اللہ کہہ کر بورے کو سر سے اونچا اٹھالیا تب تو کپتان جہاز مجبور ہوا۔ انہوں نے بھنگی کا کام شروع کر دیا۔ شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے۔ ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان جہاز اس طرف آ نکلا۔ قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے۔ انگریز کو سن کر بہت اچھا معلوم ہوا۔ قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے۔ کہا کہ قرآن پوچھا کہ قرآن کس کو کہتے ہیں کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے۔ اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو انہوں نے کہا کہ ہر شخص نہیں سیکھ سکتا۔ اسکے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اس پر کہا کہ ہم غسل کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا۔ باطنی غسل کی ضرورت ہے۔ کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے ہوتا ہے یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم کو سکھلا دو انہوں نے

”حلا وہ اور وہ اسکو یاد کرتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہہ دیا۔ میم نے پوچھا یا تم مسلمان ہو گئے کہا نہیں پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان گئے۔ انہوں نے فرمایا آج کیا مدت ہوئی اول تو کچھ گھبرایا۔ اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہوئے ہیں اور میم سے کہہ دیا کہ اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تم بھی مسلمان ہو جاؤ اس نے انکار کیا۔ فرجہ پہنچ کر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہولیا۔ اور خادموں میں نل ہو کر جگہ چلا گیا۔ تو حضرت یہ عشق و چیز ہے کہ اس میں آبرو مال و جان سب کچھ دے تا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہم میں اسی کی کمی ہے۔ ورنہ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جانے کا یہ خدا کا بڑا فضل ہے۔

حبات میں عورتوں کی عفت

(ملفوظ ۲۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل جہاں جہاں اس جدید تعلیم کا اثر ہو گیا ہے وہاں عورتوں کی حالت بھی بدلنے لگی ہے۔ مگر بھگتداس قصابات میں ابھی تک اکثر حیا شرم والی ہیں۔ بلکہ باہر پھرنے والی بھی اکثر عقیف ہوتی ہیں۔ واقعی اس نواح کی عورتیں حوریں ہیں۔ جن کی شان میں آیا ہے۔ ”رَفِیْضَاتُ الْقَطْرِفِ“ (کہ وہ ایسی ہوگی کہ شہروں کے سوا کسی مرد کی طرف نگاہ نہ اٹھائی ہوگی) یہاں کی عورتیں بھی ایسی عقیف ہیں ان میں کافی حیا اور شرم ہے۔

حقیقہ میں حدود کی قید مستحب ہے

(ملفوظ ۲۶۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عقیقہ میں جہلڑ کے اور لڑکی کے لئے جانور کی عدا کی قید ہے تو کہا یہ بھی قید ہے کہ لڑکی کے لئے مہنٹ اور لڑکے کے لئے مذکر ہو فرمایا کہ یہ قید نہیں اور عدا کی قید بھی مستحب ہے۔ واجب نہیں۔

اب مولوی ہونا بھی جرم ہو گیا ہے

(ملفوظ ۲۶۹) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ میں تو مولویوں کے اعتراض کرنے والوں میں بھی ایک خوبی ثابت کیا کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں کہ مولویوں کو یہ لوگ مقدس سمجھتے ہیں۔ جب ہی تو تقدس کے خلاف پروا دلا جاتے ہیں اور مولویوں کا بھی اس میں نفع ہے اس لئے اعتراض ہوتا ہی اچھا ہے۔ اسی اعتراض کی وجہ سے مولوی لوگ بچیں گے گو معترضین کی نیت یہ نہیں بلکہ ان کے نزدیک تو خود آجکل مولوی ہونا جرم ہے۔ ان کو مولویوں سے عناد ہے ان سے عداوت کرتے ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیوب چپکاتے ہیں۔

بزرگوں اور امراء کے خدام میں فرق

(ملفوظ ۲۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کے خادم واقعی خادم ہوتے ہیں اور امراء کے خادم خادم نہیں ہوتے۔ محض اجر اور خود غرض ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے خادم خواہ بیوقوفی سے کچھ گڑ بڑ کر دیں مگر نیت فاسد نہیں ہوتی۔ جو خدمت کرتے ہیں۔ محبت سے کرتے ہیں۔

کتا بوں سے پیدا ہونے والی بزرگی میں غلو ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور ایک جو کتب نبی سے سکتب ہوتی ہے۔ اس دوسری قسم میں اس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہیں ہوتی۔ کوئی خاص رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ یہ لوگ ہر بات میں غلو کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اسلامی قانون کی خوبی اور حضرت عمرؓ کا کمال عقل

(ملفوظ ۲۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جج تھا۔ وہ انگریزی قانون اور اسلامی قانون کا موازنہ کیا کرتا تھا۔ اس کے یہاں ایک مقدمہ آیا۔ ایک شخص نے بیوی کو قتل کیا تھا۔ اور اس کے ایک سات سال کی بچی تھی ورنہ مقتول کا قصاص نہیں لینا چاہتے تھے اور قانون میں یہ معافی جائز نہ تھی۔ سزائے موت ضروری تھی۔ اس پر جج نے کہا کہ یہاں اسلامی قانون کی ضرورت ہے۔ یعنی معافی جائز ہونا چاہیے ورنہ ماں تو یوں لگی اور باپ یوں گیا۔ تو اب اس کی پرورش کون کرے گا۔ مگر چونکہ قانون حکومت اس کے خلاف تھا۔ اس نے روٹا بدل دی اور اسکو رہا کر دیا۔ اسی موازنہ کے مناسب ایک اور انگریز کا قول یاد آیا۔ اس کے پاس ایک صاحب سرشتہ دار تھے۔ ان سے اس انگریز نے کہا تھا کہ ہماری جماعت میں بڑے بڑے متعدد بیدار مغز کام کر رہے ہیں اور تقریباً ڈیڑھ سو برس حکومت کرتے ہو گئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیرہ برس میں انتظام کی جس حد تک پہنچے ہماری جماعت نہیں پہنچے۔ انہوں نے کہا اب تو آپ قائل ہوں گے کہ ان کے ساتھ یہ تائید نہیں تھی۔ اس نے کہا یہ تو آپ کا عقیدہ ہے مگر ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عاقل اعلیٰ درجہ کے تھے۔ انہوں نے کہا ہمارے یہاں عقل کے ایسے ہی درجہ کا نام تائید حق ہے اسی عقل کے متعلق سفیر اسلامی نے ہرقل کے دربار میں جب اس نے حضرت عمرؓ کی حالت کے متعلق پوچھا وہ چھوٹے چھوٹے جملے حضرت عمرؓ کی تعریف میں کہے تھے۔ لا یخضع ولا یخضع (وہ نہ دھوکہ دیتے ہیں نہ دھوکے میں آتے ہیں) اس سے ہرقل جو کچھ سمجھا وہ بھی قابل تعریف ہے۔ چنانچہ اس نے اہل دربار سے کہا کہ تم کچھ سمجھ لا یخضع خلیفہ کے دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے ولا

بِسَخْدِغ ان کے فراست اور عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور جس شخص میں دین اور عقل جمع ہوں گے وہ سارے عالم پر غالب آکر رہے گا۔

ذوقیات کا بیان کرنا مشکل ہے

(ملفوظ ۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض چیزیں ایسی ہی ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔ محض وجدانی اور ذوقی ہوتی ہیں اور اس طریق میں زیادہ چیزیں ایسی ہی ہیں جن کے بیان پر قدرت نہیں۔ یہی شان ان حضرات کے کمالات کی ہے کہ نہ انکی تعبیر ہو سکتی نہ نقل اسی کو فرماتے ہیں۔

نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

ہزار نکتہ بار یکترز مو ایجابیست

نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

(یہ بات نہیں ہے کہ جس نے بناؤ سنگھار کر لیا وہ ادائے معشوقانہ بھی جانتا ہو۔ نہ یہ ہے کہ جس کے پاس آئینہ ہو وہ سکندر بھی ہو۔ یہاں راہ سلوک میں ہزاروں نکتے ہال سے باریک ہیں۔ صرف سر ہنڈانے اور رویشوں کا ظاہری لباس پہن لینے سے قلندری کا علم نہیں ہوتا۔) اور فرماتے ہیں

شاہد آن نیست کہ موئے میاں دارد بندہ طلعت آن باش کہ آنے را رد

(حسن کے لئے زلفیں دراز ہونا اور کمر کا پتلی ہونا کافی نہیں اس محبوب کے طلبگار بنو جس میں ادا کیں ہو۔) اور فرماتے ہیں۔

گر مصور صورت آن دلتاں خواہد کشید لیک حیرانم کہ نازش را چہاں خواہد کشید

(مصور اس محبوب کی صورت کی تصویر تو کھینچ دے گا مگر میں حیران ہوں کہ اس کے ناز و انداز کی تصویر کس طرح کھینچے گا۔)

اور وہ ایک کیفیت ہے وہ مقال میں کس طرح آوے گی وہ تو حال ہے۔

حضور کی صحبت کا صحابہ کرام پر اثر

(ملفوظ ۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کا تو کمال ہے ہی مگر اصل کمال تو حضور کا ہے کہ آپ کی تہذیبی صحبت سے صحابہ کیا سے کیا ہو گئے اور ان کمالات کے ہوتے ہوئے آپ کی شان امیت الہی بن جیسے کسی ایسے حسین کی شان کہ اس کے بدن پر نہ تکلف کے کپڑے نہ بناؤ سنگھار مگر

در بانی کی یہ کیفیت ہو۔

دلفریبان نہاتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ باحسن خدا داد آمد
(وہ محبوبان مجازی سب بناؤ سنگار کے متاج ہیں۔ ہمارے محبوب کا حسن حسن خدا داد ہے۔)
عورتوں کے سر منڈانے سے ڈاڑھی نکل آنا

(ملفوظ ۲۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فطری چیزوں میں دخل دینا حماقت اور عقلی ہے۔ امریکہ میں عورتوں نے سر منڈانا شروع کیا تو ان کے ڈاڑھی نکلنا شروع ہو گئی۔ تب ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ واقعی عورتوں کے سر پر بال رہنے میں یہ حکمت ہے کہ اس طرف کے بخارات اس طرف کو نکلتے ہیں۔ وقوع ضرر کے بعد یہ حکمت سمجھ میں آئی ویسے کون ماننے والا ہے۔
آکل کی متانت کبر سے ناشی ہے

(ملفوظ ۲۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کی متانت اکثر کبر سے ناشی ہوتی ہے۔ اسی معنی کے اعتبار سے ماسون صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوشی آدمی کی روح زندہ ہوتی ہے اور نفس مردہ اور متین آدمی کا نفس زندہ ہوتا ہے اور روح مردہ ہنسنا بولنا بے تکلف رہنا یہ روح کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر اس میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ زیادہ باتیں یا زیادہ مزاج مت کرو۔ اس سے وقار جاتا رہتا ہے۔ یعنی اس کا ضروری درجہ جو کہ مصالح کے لئے مطلوب ہے اور خدا داد ہوتا ہے۔ اس لئے اسکی حفاظت ضروری ہے لیکن اسکی حفاظت کسی خاص اہتمام و تکلف پر موقوف نہیں اور زیادہ باتیں کرنے سے مراد فضول گوئی ہے۔ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے قلب سے نورانیت جاتی رہتی ہے۔ دیکھا جاوے کس کو ترجیح دیتا ہے۔ اصل اور قوی تعلق اس سے سمجھا جاوے گا ایسا تعلق دو سے نہیں ہو سکتا

وصول میں تاخیر حکمت کی بنا پر ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں حضرت حاجی صاحب کے پاس سے تازہ آیا ہوا تھا۔ طبیعت میں شورش بہت تھی۔ جی چاہتا تھا کہ جو کچھ ہوتا ہو۔ یک دم ہو جائے۔ ایک بار اسی غلبہ میں چند مقدمات ذہن میں جمع ہو کر ایک سوال پیدا ہوا ایک مقدمہ یہ تھا کہ کامل درجہ کی نہ سہی مگر پھر بھی اپنی استعداد کے موافق طالب میں طلب بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس طلب کا ان کو علم بھی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ قادر بھی ہے۔ چوتھا یہ کہ وہ رحیم بھی ہے مگر باوجود ان دعاغی کے اجتماع کے پھر وصول الی المقصود میں دیر کیوں ہوتی ہے۔ جب اشکال زیادہ بڑھا میں نے مثنوی کھولی تو

ان میں یہ اشعار نکلے۔ چاری جوید پے من درد تو (اس میں طلب کا ذکر ہے) میثودم ووش آہ سرد تو (اس میں علم کا اثبات ہے) می توانم نہم کہ بے ایں انتظار رہ نمایم وادہم راہ گزار (اس میں قدرت کا ذکر ہے) تا زیں طوفان دوران واری بر سر غنچ و صالم پانہی (اس میں لطف و رحمت کا بیان ہے ان سب مقدمات کے بعد یہ شعر ہے۔

لیک شیرینی ولذات مقرر بہت براندازہ رنج سحر
آنگہ از فرزند و خویشاں بر خوری کز غریبی رنج و محنت ہابری
اس شعر میں ایک پانچویں چیز نکلی جو میرے ذہن میں نہ تھی اور وہ حکمت ہے جس میں جواب ہو گیا۔ اشکال کا یعنی ان وداعی کے ہوتے ہوئے دیر کی وجہ حکمت ہے۔

زیادہ محبت سے زیادہ رعب پیدا ہوتا ہے
(ملفوظ ۲۷۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت زیادہ سبب ہوتی ہے۔ رعب کا کہ کہیں یہ ناراض نہ ہو جائے اگر محبت نہ ہو اور خوف محض ہو تو وہ رعب نہیں ہوتا بلکہ وحشت ہوتی ہے۔ رعب محبوب ہی کا زیادہ ہوتا ہے۔

سلسلہ مقبولیت اور حضرت میاں جی کا ذکر مبارک
(ملفوظ ۲۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کی مقبولیت اور نافعیت الحمد للہ کھلی ہوئی ہے۔ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہماری روشنی ہمارے بعد دیکھنا اب وہ روشنی کھلی آنکھوں نظر آ رہی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تو بعض کرامتیں بھی عجیب و غریب سنی ہیں۔ فرمایا کہ جی ہاں ایک مرتبہ کسی کے کھیت میں آگ لگ گئی۔ کھیت والے نے آکر شکایت کی آپ نے سر سے ٹوپی اتار کر دے دی کہ جلدی سے جا کر آگ میں ڈال دو۔ وہ لے جا کر ڈال دی گئی آگ فوراً بجھ گئی۔ ایک مرتبہ بیوی صاحبہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ ولی ہیں بزرگ ہیں، ہاں ہوں گے مگر ہماری تکلیف میں تو کام نہ آئے۔ ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی۔ تابینا ہو گئی تھیں۔ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر چلے گئے کہ کوئی جواب نہ دیا۔ یہ قضاء حاجت کے لئے چلیں۔ کسی دیوار میں بڑی زور سے ٹکر لگی۔ بیہوش ہو کر گر گئیں اور اس قدر پینہ آیا کہ کپڑے تک تر ہو گئے اور آنکھوں سے بھی پینہ نکلا ہوش آیا تو ایک لڑکی سے کہا کہ مجھ کو تو دیوار پر بیٹھی چڑیا نظر آ رہی ہے نظر عود کر آئی آنکھوں سے جو پینہ نکلا وہ رطوبت کا مادہ تھا۔ اس کے نکلنے سے آنکھ صاف ہو گئی۔

۱۲۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

خرج کی حدود اور انعامات الہیہ کا احترام

(ملفوظ ۲۸) ملقب بہ حقوق الانفاق) ایک نووارد صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا جو کسی دوسرے صاحب نے ان کے ہاتھ بھیجا تھا۔ ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں لکھی۔ جس کے لئے آدمی کو بھیجنے کی اور اتنا خرچ کرنے کی زحمت گوارا کی۔ خیر اگر آپ کو معلوم ہو تو آپ ہی کوئی بات بتائیں۔ اس میں تو بالکل گول مول بات لکھی ہے۔ وہ صاحب خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ کاتب صاحب سامنے نہیں خط کا مضمون کافی نہیں۔ آپ بولتے نہیں۔ اب کام کیسے چلے فرمایا بعض لوگ زرا سی بات پر پیسہ کو نہایت بے دردی سے صرف کرتے ہیں۔ خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ بھلا آدمی کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک کارڈ سے جو کام ہو سکتا ہے اس کے لئے اتنا صرف اگر موقع محل اور ضرورت میں ہزار بھی صرف ہو جائیں تو دل کو قلق نہیں ہوتا فرمایا کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مثلاً دونوں گھروں میں ضرورت کے موقع پر ایک ایک ہزار روپیہ دینے کا ارادہ کر لیا تو قلب میں تقاضا ہوتا ہے۔ کہ جلد سے جلد یہ کام کر دینا چاہئے۔ مالکی محبت صرف کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔ اور بے موقع اور بلا ضرورت ایک پیسہ صرف کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ ایک پیسہ گم ہو گیا دیر تک اس کو تلاش کیا نہیں ملا پھر نیاز سے کہا کہ تم بھی ڈھونڈھنا اب اس کو چاہے کوئی بخل ہی سے تعمیر کرے جب تک مل گیا۔ چین نہیں آئی۔ کیونکہ وہ گم ہو جانا کسی مد میں شمار نہ تھا۔ فضول جانے کا قلق تھا اور اگر باوجود تلاش کے بھی نہ ملتا تو اس کا بھی ایک مد سمجھ رکھا ہے۔ وہ یہ کہ نہ ملنے پر صبر کا ثواب ملے گا۔ بہر حال کچھ تو ملا قلب کو سمجھانے کے لئے یہ بھی ایک خاص مد ہے۔ کہ اگر وہ نہیں ملا تو ثواب تو ملا۔ ایک ریاست سے ایک شخص کو محض اجوائن سیاہ مریچ پڑھوانے کے واسطے بھیجا گیا۔ سو جو کام ایک روپیہ میں ہو سکتا تھا۔ ڈاک کے ذریعہ سے اس میں اتنا صرف کیا فائدہ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ فلاں نواب صاحب کا ایک چھوٹا سا لڑکا بیمار ہو گیا تھا تو اسی بیمار داری میں روزانہ چار سو پانچ سو روپیہ صرف ہوتا تھا۔ یعنی ڈاکٹروں میں طبیعوں میں جھار پھونک والوں میں شاعرانہ وزن لڑکے میں بھی نہ ہوگا جتنے وزن کی چاندی صرف ہو گئی ہوگی۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ صرف نہ کیا جائے یا پیسہ والا دے سے زیادہ عزیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے والا خدا کی نعمت ہے۔ پیسہ بھی ان ہی کی نعمت ہے اس کو بھی طریقہ سے ہی صرف کرنا چاہئے۔ اور

اس موقع پر بہت سافضل بھی صرف ہو رہا تھا۔ ان نواب صاحب نے یہاں آدمی بھیج دیا کہ لے لے اور دس روپیہ بھیجے کہ ختم میں دعا کر دیجائے میں نے مزاح بن کہا کہ وہ چیز تو اس قدر صرف کر رہے ہیں اور یہاں پر دس روپے بھیجے کم از کم پچاس تو بھیجے ہوتے اور یہ کہہ کر میں نے دور روپیہ رکھ لئے اور آٹھ واپس کر دیئے اور لکھ دیا کہ دور روپیہ میں ایک مہینہ تک دعا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس مدت میں اس کو آرام ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ میں بمبئی گیا۔ چھوٹے گھر سے حج کو جا رہی تھی۔ ان کو جہاز میں سوار کرنے گیا تھا۔ وہاں پر حکیم محمد سعید صاحب نے ہم لوگوں کیلئے ایک مکان کرایہ پر لیا تھا۔ بڑا مکان تھا کرایہ وہاں عموماً بہت زیادہ ہوتا ہے۔ غالباً تین سو روپیہ میں لیا گیا تھا۔ حکیم صاحب کے یہاں سے کھانا وہاں ہی آجاتا تھا۔ اس میں غسل خانہ کے نام سے ایک حصہ تھا۔ مگر چونکہ وہ مکان نیا بنا تھا۔ اس میں غسل وغیرہ کرنا شروع نہ ہوا تھا کھانا جو آتا تھا اس غسل خانے میں رکھ دیا جاتا اور کھانا خرچ سے بہت زائد آتا تھا اور کھا کر بچ جاتا تھا۔ تو کھانا لانے والے نوکر یہ حرکت کرتے کہ بچا ہوا کھانا اس غسل خانہ کی کھڑکی سے باہر نالی میں پھینک دیتے۔ اس نالی میں گندہ پانی بہتا تھا۔ پھر علاوہ رزق کے احترام کے وہ کھانا صورت بھی نہایت عمدہ ہوتا تھا۔ پلاؤ، زردہ، قورمہ، مزعفر، مکروہ نامعقول اس کے نہ معنی کا ادب کرتے نہ صورت کا احترام مجھ کو ایک روز معلوم ہوا کہ کھانا اس طرح پھینک دیا جاتا ہے۔ مجھ کو اس قدر رنج اور صدمہ ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے ان لوگوں کو ڈانٹا کہ خدا کی نعمت کی یہ بے قدری کرتے ہو اور پھر میں نے حکیم صاحب سے شکایت کی کہنے لگے کہ یہ ایسے ہی نالائق ہیں۔ ممکن ہے کہ بعد میں زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کی ہو پھر بعد میں سمجھ میں آیا کہ وہاں کی فضا اور ماحول میں یہ اثر ہے کہ نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ اور یہ ملازم کو بمبئی کے رہنے والے نہ تھے۔ ہندوستانی ہی تھے مگر وہاں کے برتاؤ کو دیکھتے دیکھتے ان میں بھی بے حسی پیدا ہو گئی۔ اتفاق سے وہاں پر لوگوں کی درخواست پر ایک بیان ہوا۔ میں نے سوچا اگر اختلافی مسائل کا بیان کرتا ہوں تو فتنہ کا اندیشہ ہے۔ یہ وہاں پر بڑی آفت ہے۔ قتل تک کی سازشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور اگر نماز روزہ کا بیان کرتا ہوں تو اسکو سب جانتے ہیں۔ اس لئے چنداں نفع نہیں ایسا بیان ہو کہ یہ جانتے بھی نہ ہوں اور اس میں نزاع بھی نہ ہو۔ اسلئے میں نے نعمت الہیہ کی قدر کے متعلق اس آیت کا بیان کیا۔ وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قُرْبَةً كَانَتْ أَمْنَةً مَّطْمَئِنَّةً لِّبَنَاتِهَا رَزَقْنَا رَعْدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔ کہ تم خدا کی نعمت کی قدر نہیں

کرتے۔ اب اس بے قدری کا نتیجہ چند ہی روز میں برآمد ہوا۔ واقف لوگوں سے معلوم ہوا کہ جن کی کئی کئی کروڑ کی حیثیت تھی۔ اب وہ سڑکوں پر رات بسر کرتے ہیں۔ خدا کی نعمت کی بے قدری کرنا۔ بڑی خطرناک بات ہے۔ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا۔ ہمراہیوں میں خواجہ صاحب بھی تھے اور ایک صاحب رئیس تھے۔ قونج کے جو بہت دیندار آدمی تھے۔ کھانا ساتھ تھا۔ جب کھانا شروع کیا۔ اتفاق سے ایک بوٹی ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے کے تختے پر گر گئی۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ اس کو جو سے تختے کے نیچے سرکا دیا۔ مجھ کو انکی یہ حرکت بے حد ناگوار ہوئی۔ اب سوچا کہ اگر کچھ کہتا ہوں تو نیک آدمی اور رئیس پھر بوڑھے بھی ان کو کیا کہوں مگر تنبیہ ضرور تھی۔ یہ مجھ میں آیا کہ ان کو مٹلی تبلیغ کرنا چاہئے میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ یہ خدا کی نعمت ہے۔ اس کو انھا کر اور دھو کر مجھ کو دی جائے۔ میں اسکو کھاؤں گا خواجہ صاحب بے حد نفس آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا اگر کوئی اور کھالے تو کیا اسکو اجازت ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا اجازت ہے۔ بشرطیکہ طبیعت گوارا کرے۔ مقصود تو خدا کی نعمت کا احترام ہے خواجہ صاحب نے انھا کر دھو کر صاف کر کے اس بوٹی کو کھالیا۔ وہ صاحب اس وقت تو کچھ نہیں بولے مگر میری غیبت میں کہا کہ اگر پچاس جوتے مار لئے جاتے مجھ اقدر شرمندگی نہ ہوتی۔ جتنی اس صورت میں ہوئی ہے۔ آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں ہو سکتی۔ میں گھر جاتا ہوں کہ کہیں پر روٹی کا ٹکڑا یا نانج کا دانہ کہیں پڑا دیکھتا ہوں کانپ جاتا ہوں۔ فوراً اس کو انھا تا ہوں اور احترام سے اسکو حفاظت کی جگہ رکھ دیتا ہوں۔ بعض مرتبہ پنے وغیرہ گھونگی کھانے کا اتفاق ہوتا ہے اور اپٹ کر کوئی دانہ گر جاتا ہے اگر شب کا وقت ہوتا ہے تو اس کو لالٹین سے ڈھونڈتا ہوں جب تک پائیں جاتا اور اس کو صاف کر کے کھا نہیں لیتا۔ قلب کو چین نہیں آتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ”یا عائشہ اکرمی الخبز“ یعنی اسے نان شہ رزق کا احترام کرنا چاہئے۔ یہ جس گھر سے نکل جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ یہ بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہے۔ یعنی رزق کا گھر سے نکل جانا اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے پھر کیا نوبت ہوتی ہے۔ اگر آئے گا بھی تو شاید کسی آئندہ نسل میں آئے گا اس کو میسر ہونا مشکل ہے۔ غالب یہی ہے حق تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری کرنا اور ان کا قلب میں احترام نہ ہونا صاف کفران نعمت ہے وہ عطا فرمائیں اور یہ قدر نہ کرے اس کا جو کچھ انجام ہو گا ظاہر ہے۔ ایک صحابی ہیں حضرت حذیفہ وہ فارس کی کسی مقام پر بطور دورہ حکام کے تشریف لے گئے بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کے لئے آئے۔ آپ اس

وقت کھانا کھا رہے تھے اور دو تمام کفار بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ گیا۔ آپ نے اٹھ کر صاف کر کے کھا لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں آپ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ وہ کوئی خاص اور ممتاز جگہ نہ تھی یعنی وہاں قالین گدے نہ تھے ورنہ لقمے کو لگتا ہی کیا زمین میں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ جیسی تو صاف کرنے کی نوبت آئی۔ مٹی میں ملوث ہو گیا، وگنا۔ ایک خادم نے چپکے سے عرض کیا کہ حضرت اس وقت یہاں پر بڑے بڑے دنیا دار کفار کا مجمع ہے۔ اور یہ ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے تو پست آواز سے کہا تھا مگر انہوں نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا میں ان احمقوں کی بیچ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دوں گا۔ کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے ایمان کا ایمان قلب میں رچا ہوا تھا۔ جو بات آجکل ریاضتوں، مجاہدوں، مراقبوں، مکاشفوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ وہ ان حضرات کو ایسے ہی حاصل تھی۔ حاصل یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کی قدر کرنا چاہئے۔ اسراف سے بچنا بھی اسی قدر میں داخل ہے اور اسراف کا سہل علاج یہ ہے کہ جب خرچ کرو سوچ کر خرچ کرو کہ ضرورت ہے یا نہیں۔ یونہی مت اڑا دو۔ اس کے متعلق تو نص ہے۔ فضول مال اڑانے والوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا تَبْذُرُوْا اِنَّ الْمُبْدِرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّٰبِطِيْنَ فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا اس سے بڑھ کر کیا وعید ہو سکتی ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ غرض جہاں صرف ہو حدود کے اندر ہو۔

۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

تحریکات میں شرکت سے اجتناب

(ملفوظ ۲۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ کے دور میں عجیب عجیب الزامات اور بہتان میرے سر تھوپے گئے۔ بعض لوگ کہتے تھے ان کو حس نہیں۔ اس لئے خاموش بیٹھے ہیں میں کہتا ہوں کہ بیٹھنے کا سبب بے حس نہیں۔ بلکہ حس ہی بسبب ہے۔ وہ یہ کہ جو تم کو معلوم ہے۔ ہم کو بھی معلوم ہے اور تم سے زائد ہم کو ایک اور بات معلوم ہے۔ جس کی وجہ سے ہم خاموش ہیں۔ وہ یہ کہ بدون قوت کے مقابلہ کرنے میں ہم فنا ہو جائیں گے۔ مٹ جائیں گے کیونکہ ان تحریکات کی کامیابی کا نتیجہ ظاہر ہندوؤں کا غلبہ ہے اور ہندو انگیزوں سے زیادہ دشمن ہیں ہر شخص شب و روز ا۔ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ دیکھ لیا جائے تمام دفاتر اور محکموں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ اگر اور واقعات اور مشاہدات کو بھی نظر انداز کیا جائے تو اس کا کسی کے پاس کیا جواب ہے۔

اصلاح کا طریقہ اور شیخ کی تشخیص و تجویز پر اعتماد

(ملفوظ ۲۸۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میرا مقصود مواخذہ یا کھود کرید کرنے سے تنگ کرنا نہیں ہوتا۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو منشاء ہے اس غلطی کا اس شخص کو اس کا علم ہو جائے تاکہ جہل سے نجات ہو مگر اس نجات کو لوگ چاہتے ہی نہیں۔ اب بتلائیے کہ اصلاح کس طرح ہو اگر غلطی پر آگاہ نہ کیا جائے تو جہل میں مبتلا رہے گا تو آنے سے فائدہ ہی کیا ہوا بس لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ بات گول مول رہے اور معاف ہو جائے اچھا اگر اس نے معاف بھی کر دیا اور گول مول بھی رکھا مگر تم کو کیا نفع ہوا جو مرض ہے وہ تو زائل نہ ہوا۔ اسی لئے اس بیماری مریدی کے جھگڑے سے میرا دل کھٹا ہو گیا۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض نے بد پرہیزی کی اور طبیب سے کہا کہ معاف کر دیجئے۔ اس نے کہہ دیا کہ اچھا معاف ہے نتیجہ کیا ہوا۔ علاج تو مرض کا نہ ہوا۔ مادہ فاسد تو بدستور رہا۔ پھر اس حالت میں طبیب سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے۔ آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے کیوں خود پریشان ہو اور کیوں دوسرے کو پریشان کرے۔ مادہ فاسد تو آپریشن سے ہی نکل سکتا ہے۔ کبھی ڈاکٹر سے بھی کہا ہے کہ معاف کر دیجئے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت عوام بے چاروں کی آپ کیا شکایت کرتے ہیں۔ اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ غلطی کا تذکرہ نہیں کرتے۔ ایک صاحب کو جو صاحب علم بھی ہیں اور غلطی کے قرار ہی بھی تھے تحریکات کے زمانے میں میں نے ایک غلطی پر کہا کہ تم اس کا اس طرح تذکرہ کرو کہ اپنی غلطی بذریعہ اشتہار اعلان کرو کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا میں نے کہا کہ میں ایسے شخص سے کوئی تعلق نہیں رکھنا نہیں چاہتا کہ اعتراف کے بعد بھی اظہار حق سے عار کرتا ہو۔ اب دس برس کے بعد وہی صاحب اپنے نفس کو پامال کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور اعلان کیا میں صاف ہو گیا مجھ کو تو یہ ہی دیکھنا مقصود تھا۔ صاحب اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو فنا کر دینا ہے۔ اگر یہ بھی حاصل نہ ہو تو وہ شخص بالکل محروم ہے۔ یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بعض اوقات اس میں کسی تشخیص کے بعد بھی سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تم میں کبر کا مرض ہے۔ صاف انکار کیا کہ مجھ میں کبر ہرگز نہیں بلکہ برامانا کہ یہ مرض میرے اندر کیسے تشخیص کیا۔ پانچ برس کے بعد خود اقرار کیا کہ آپ کی وہ تشخیص میرے متعلق صحیح تھی۔ اب معلوم ہوا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے۔ میں نے کہا کہ بندہ خدا اگر جہمی مان لیتا تو اب تک علاج بھی ہو جاتا۔ پانچ برس کی مدت بہت ہوتی ہے۔ یہ سب ضائع ہو گئی۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اس طریق میں طالب کا فرض تقلید محض ہے۔ یعنی جو مربی کہے

اس کو بے چوں و چرا مان لے قیل و قال سے اس میں کام نہیں چلتا۔ اس کا انجام محرومی ہے۔ ایک مثال سے سمجھ لیجئے اگر طبیب کسی شخص سے یہ کہے کہ تیرے اندر دق کے آثار ہیں تو اگر وہ تشخیص غلط بھی ہو تب بھی احتمال ہی کے درجہ میں بھی علاج کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اس تھلیدی کی ایک محل مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر میں کسی سے یہ کہوں کہ تمام شب جاگو اور بیٹھ کر جھک کر پٹکھا جھلو۔ اس ریاضت کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور تمہیں گے کہ اب قطب بنادیں گے۔ اتنا بڑا کام ہم سے لیا ہے اور اگر یوں کہوں کہ خوب آرام کرو۔ تمام شب سوؤ خوب کھاؤ بیو مگر فلاں گناہ چھوڑ دو۔ اس پر برامائیں گے۔ اور اس پر اتباع نہ کریں گے۔ اور اس کو محض معمولی بات سمجھیں گے۔ یہ حالت ہے عقل اور فہم کی۔

حضرت کنگوہی اور حضرت تھانوی کا وعظ

(ملفوظ ۲۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو جو کچھ ہے بزرگوں ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ ان ہی حضرات کی توجہ اور دعاؤں کی برکت ہے عمل وغیرہ جیسے ہیں۔ وہ جھکو خود معلوم ہے۔ توجہ کا ایک قصہ عرض کرتا ہوں میں ایک مرتبہ کنگوہ گیا۔ بعض لوگوں کے اصرار سے وعظ ہوا۔ میں نے حضرت مولانا سے وعظ کو چھپاتا تھا۔ کہ حضرت کی اطلاع میں وعظ کہنا گستاخی ہے۔ یہ دعا عطا ایک مسجد میں تھا۔ حضرت کو کسی ذریعہ سے اطلاع ہو گئی۔ اس دقت جو شخص آتا فرماتے کہ دیکھو وہاں جاؤ آج حقانی وعظ ہو رہا ہے۔ اس قدر حضرت کو شفقت تھی۔

امتیوں کی محبت حضور کی محبت کا نتیجہ ہے

(ملفوظ ۲۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف کا قول ہے کہ کسی امتی کو اپنے نبی سے اتنی محبت نہیں۔ جس قدر مسلمانوں کو اپنے رسول سے محبت ہے۔ واقعی بدون محبت کے کچھ نہیں ہوتا۔ بڑی چیز محبت ہے گو ظاہر ادب و تعظیم بھی زیادہ نہ ہو مگر محبت ہو اس سے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے محبت میں محبت اپنے محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے کہ اتباع کتنی بڑی چیز ہے آجکل لوگ ادب و تعظیم کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی محبت ہی کے تو کرشمے ہیں کہ حضور کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو جو قتل کیا ہے وہ محبین ہی نے کیا۔ کسی خشک مولوی صاحب نے نہیں کیا۔ زیادہ جاہلوں ہی نے کیا ہے۔ جن کے دل میں کامل محبت تھی اور دیکھا تو یہی گیا ہے کہ مسلمان اگر فاسق فاجر بھی ہے اس کے دل میں بھی حضور ﷺ کی محبت رچی ہوئی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کوئی شخص تنخواہ دے کر بھی اس درجہ کا جان نثار نہیں

بنا سکتا۔ فرمایا کہ تنخواہ کیا چیز ہے۔ حضور نے تو وہ چیز دی ہے جو دوسرا دے ہی نہیں سکتا۔ آپ ہی کی بدولت ایمان ملا۔ جنت ملی اور حضور کی محبت کی زیادہ درجہ یہ ہے کہ خود حضور ہی کو امت ہے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہی ترتیب محبت کی شیخ اور طالب میں ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو شیخ سے محبت ہو وہ ناز نہ کرے کہ یہ ہمارا اکمال ہے۔ نہیں بلکہ اول شیخ ہی کو تم سے محبت ہوتی ہے۔ البتہ لون و (رنگ) محبت کا جدا جدا ہے جس کو مولانا رومی نے ایک خاص عنوان سے ظاہر فرمایا ہے۔

عشق معشوقان نہان ست و سیر عشق عاشق با دو صد طفل و نفیر
(محبوبوں کو جو محبت عاشق سے ہوتی ہے وہ تو پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور عاشق کی محبت (بوجہ آہ و فغاں کے) ظاہر ہوتی ہے۔)

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اپنے ایک مرید سے دریافت فرمایا کہ ہمیں تم سے محبت ہے۔ یا تم کو ہم سے محبت ہے۔ عرض کیا کہ حضرت مجھ کو زیادہ محبت ہے۔ بزرگ خاموش ہو گئے۔ مگر اس کی طرف سے توجہ ہٹائی۔ لہذا مرید کو جو ایک خاص گرویدگی تھی اور ہر وقت پاس رہتا تھا۔ اب یہ ہوا کہ آنے کی بھی توفیق نہ رہی۔ پھر ان بزرگ نے توجہ کی تو وہ آ گئے۔ دریافت فرمایا کہ یو ا تم کو زیادہ محبت تھی یا ہم کو۔ بہت شرمندہ ہوا۔ سوا اگر کسی کی طرف اللہ کا مقبول بندہ متوجہ ہو جائے۔ بڑی نعمت ہے، بڑی دولت ہے کہ چونکہ ان کو کسی کی خوشامند کرنا نہیں۔ اس کو کسی کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی اگر توجہ کریں تو حق تعالیٰ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے۔ اپنا کمال ہرگز نہ سمجھے۔

۱۷۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

کسی بھی صاحب کے آنے نہ آنے سے حضرت کا خالی ذہن ہونا

(ملفوظ ۲۸۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا فلاں مولوی صاحب کو لکھ دیا جائے کہ اگر آتا چاہیں تو اجازت ہے اور یہ بات میں لکھ دوں گا آپ کو آنے کی اجازت ہے۔ فرمایا کہ اس سے ان کو میری نسبت یہ شبہ ہوگا کہ وہ ان کا آنا چاہتا ہوگا حالانکہ میں بالکل خالی الذہن ہوں۔ مجھ کو نہ اس میں موافقت ہے نہ مخالفت بلکہ میرا تو مذاق تو یہ ہے کہ جس قدر کم تعلقات ہوں۔ میں ہلکا بھلا کار ہوتا ہوں۔ معتقدین کی کثرت کوئی امر مطلوب نہیں۔ خود طالبین کا نفع ہے اگر وہ اپنا نفع سمجھیں تعلقات رکھیں مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ کو نہ اس میں موافقت ہے نہ مخالفت بلکہ میرا تو مذاق یہ

ہے کہ جس قدر کم تعلقات ہوں۔ میں ہا کا پھلکا رہتا ہوں معتقدین کی کثرت کوئی امر مطلوب نہیں۔ خود طالبین کا نفع ہے اگر وہ اپنا نفع سمجھیں تعلقات رکھیں مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ نہ اس میں میرا کوئی نفع اس حالت میں تمھارا مشورہ دینا اس کو موہم ہوگا۔ اور اس نے یعنی میں نے کہا ہوگا پھر ایسی صورت میں مجھ کو یہ شبہ رہے گا کہ نہ معلوم ان کا تعلق خلوص سے ہوا یا نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انہوں نے جو اپنی غلطیوں کا اعلان کیا ہے۔ اس اعلان سے منظور یہی ہے کہ خلوص ہے مگر یقین کا درجہ اب بھی نہیں۔ اس لئے کہ جب پہلے عدم اعلان لوگوں کے کہنے سے ہوا تھا۔ ممکن ہے اب اعلان کسی کے کہنے پر سے کر دیا ہو۔ دوسرے مجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ وہ آئندہ بھی خلوص سے تعلق رکھیں گے یا نہیں اس کو تو ان سے گفتگو کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔۔۔ میرا تو کسی حالت میں بھی ضرور نہیں۔ آخر دس برس تک انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع نہیں کیا میرا کیا ضرور ہوا اب رجوع کرنے کا اعلان شائع کر دیا تو مجھ کو کونسا نفع ہو گیا کہ میں نے ابتداء ہی میں جب انہوں نے اعلان سے عز کر کیا تھا۔ پوچھا تھا کہ کیا عار اور استکبار اس اعلان سے مانع ہے۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں تو ظاہر ایسے شخص سے آئندہ کیا توقع ہو سکتی ہے مگر میں باوجود اس کہ بھی بدظنی نہیں کرتا۔ ہر زمانہ انسان پر یکساں نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ اب جو وہ کر رہے ہیں۔ خلوص پر مبنی ہو۔ مگر مجھ کو کسی حال میں نہ اس سے بحث کہ وہ تعلق رکھیں نہ اس کا خیال کہ وہ تعلق نہ رکھیں۔ جس میں وہ اپنا نفع دیکھیں کریں۔ میں بالکل اس معاملہ میں خالی الزم نہیں ہوں۔ نہ مجھ کو انتظار نہ مجھ کو ضرورت اور اب کیوں دوسروں کے معاملات میں ناگ پھنسانا چاہتے ہیں۔ کوئی کچھ کرے یا نہ کرے آپ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ دوسروں کی تو انسان جب فکر کرے جب اپنے سے فراغت کر چکا ہو۔

طریق کا احیاء اور حق تعالیٰ کا فضل

(ملفوظ ۲۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ طریق مجھ کو ملہم (الہام) کے ذریعہ بتلایا گیا ہو گیا ہے یہ تو بڑا دعویٰ ہے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ اجالا تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے تفصیل اس کی حق تعالیٰ نے محض محبت سے قاب میں دار و فرما دی ہے۔ اسکو چاہے الہام سے تعبیر کر لیا جائے اختیار ہے۔ خدا کا فضل ہے۔ انعام ہے۔ احسان ہے جو چیز عطا فرمائی گئی ہے۔ میں اسکی نفی کر کے کیوں کفران نعمت کروں۔ یہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ مفقود ہو چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کے احیاء کی توفیق فرمادی یہی وجہ ہے کہ نادانی سے لوگوں کو وحشت ہے قدیم طریق سلف کا گم ہو چکا تھا۔ یہاں وہی طریق ہے جو سلف کا تھا۔ مگر اس

کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو نیا معلوم ہوتا ہے حالانکہ ہے پرانا۔

مشائخ طریق سے کسی کے ساتھ بدگمانی نہ ہونا

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو مشائخ طریق میں سے کسی سے بھی بدگمانی نہیں کسی کا کسی درجہ میں بھی وحشت ناک قول ہو وحشت ناک فعل ہو مگر الحمد للہ میرے ذہن میں انکی توجیہ ایسی آجاتی ہے۔ کہ ذرہ برابر بدگمانی میرے قلب میں پیدا نہیں ہوتی۔

۱۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

صاحب نسبت میں شبہ ہو تو صالح ہونا یقینی ہے

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں صوفی صاحب ایک بی بی کے متعلق فرماتے تھے کہ صاحب نسبت ہیں۔ میں نے کہا خدا معلوم کہ میں بھی یا نہیں۔ مگر اس شہادت سے اتنا ضرور ثابت ہوا۔ نیک ہیں۔ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس کی نبوت میں اختلاف ہو اس کی ولایت تو یقینی ہے اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اس کا فسق یقینی ہے۔ اور اس طرح جس کے صاحب نسبت ہونے کا شبہ ہو صالح ہونا یقینی ہے۔

آج کل الگ الگ رہنا مصلحت ہے

(ملفوظ ۲۸۹) ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت ایک تعویذ دے دے میرا بھائی مجھ سے ناراض ہو کر جدا ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے محبت کرنے لگے فرمایا کہ الگ ہو گیا ہے۔ ہو جائے۔ جانے دو تمہارا کیا ضرر ہے۔ آج کل تو ایک جگہ رہنا فساد کی بات ہے۔ الگ ہی الگ رہنا مصلحت ہے۔ اس سے محبت بنی رہتی ہے۔ اور ساتھ رہنے میں محبت جاتی رہتی ہے۔ یہ الگ ہو جانا تو شکایت کرنے کی بات نہیں بلکہ خود الگ کر دینا چاہئے تھا۔ پھر اس میں تعویذ سے کیا کام چلے گا۔ ایسی باتوں کے لئے تعویذ نہیں ہوتا تم اپنا کھاؤ کھاؤ وہ اپنا کیوں دوسروں کے ختم میں پڑے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کے رابا کے کارے نباشد

تعویذات میں عامل کے خیال کا اثر ہوتا ہے:

(ملفوظ ۲۹۰) ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ حضرت جی ایک عورت کو تکلیف ہے۔ تعویذ دو۔ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا (۱۔ تکلیف کا نام نہیں لیا) حضرت والا نے فرمایا نواب بن کے آیا ہے

اچھوری بات کہہ کر خاموش ہو گیا پوری بات کہو جب تک پوری بات نہیں کہے گا جواب کیا دیا جائے۔ عرض کیا کہ اوپر اثر ہے فرمایا اس پر تو ہے یا نہیں مگر تو بھی اسی مرض میں مبتلا ہے۔ پہلے ہی پوری بات کیوں نہیں کی تھی۔ جواب تو دل برا کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر میں پوری بات کہنا تعویذ مل جائے گا۔ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ فرمایا کہ تعویذ وغیرہ میں زیادہ تر عامل کے خیال کا اثر ہوتا ہے اگر اس کو مکدر کر دیا جائے تو پھر اس میں اثر نہیں ہوتا۔ ہر فن کے کچھ خاص احکام ہیں۔ فن عملیات کا یہی حکم ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ عامل کو مکدر نہ کر داور یہ جو میں کہہ دیتا ہوں کہ پھر آ کر پوری بات کہو۔ اس میں علاوہ اس حکم مذکور کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اس کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے۔ اور یاد رہے اور آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرے۔ بس یہی دو باتیں ہیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

دینی تعلقات رکھنا ہو تو میرے طرز پر رہو

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو مجھ سے دین کا تعلق رکھنا چاہتا ہے۔ میں اس کو اپنے طرز پر لانا چاہتا ہوں۔ اور طرز بالکل سیدھا سادا ہے۔ لوگ اس پر نہیں آنا چاہتے سو میں اس کا کیا علاج کروں۔

سائل کے لئے چندہ کرنا صحیح نہیں

(ملفوظ ۲۹۲) ایک سائل نے آ کر کچھ خرچ کا سوال کیا فرمایا کہ اگر آئندہ دو آنہ لینا منظور ہو تو میں خدمت کر سکتا ہوں۔ اس سے زائد کا خیال ہو تو میں اس سے معذور ہوں۔ عرض کیا کہ اور حاضرین سے امداد کراؤ تجھے فرمایا کہ یہ میرے معمول کے خلاف ہے۔ اول تو میرے پاس بیٹھنے والے اکثر مسافر ہیں۔ کسی کو کیا خبر کہ ان میں مالی حالت کے اعتبار سے کون کس حالت میں ہے۔ اور اگر خبر بھی ہو تب بھی یہ طریق ناپسندیدہ ہے۔ نہ معلوم کوئی دل سے دینا چاہتا ہے یا نہیں اب اگر کہا گیا تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو دے گا یا نہیں دے گا۔ اگر دیا تو جبر کی صورت ہے نہ دیا تو رسوائی سی معلوم ہوتی ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان مسافر سائلوں کی بھی کچھ خطا نہیں۔ مشائخ ایسا کرتے ہیں کہ خود تو کچھ دیتے نہیں اور دے بھی کہاں سے۔ اپنے ہی لینے سے فرصت نہیں۔ ہر وقت اینٹھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ہاں اپنے متعلقین سے فرمائش کر دیتے ہیں کہ ان کی خدمت کر دو یہاں معاملہ اس کے عکس ہے میں خود تو خدمت کر دیتا ہوں مگر اہل تعلق سے کبھی فرمائش نہیں کرتا۔ پھر یہ کہ سائل تو روزانہ ہی آتے رہتے ہیں اگر روزانہ ایسی فرمائشیں کی جاویں تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ لوگ تنگ ہوں گے۔ بعض مشائخ کی شکایت خود ان کے مریدین نے مجھ کو لکھی کہ روزانہ فرمائشیں کرتے ہیں ہم تنگ آ گئے ہیں کیا کرنا چاہئے پھر اس سائل کی طرف

متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو میں کہہ چکا ہوں اگر وہ قبول اور منظور ہو تو میں پیش کروں۔ اس پر وہ سائل خاموش رہا۔ فرمایا کہ مجھ کو صرف یہی ایک کام نہیں اور بھی کام ہیں۔ ہاں نہ کا جواب دوتا کہ میں اپنے کام میں لگوں۔ عرض کیا کہ آپ کو اختیار ہے فرمایا کہ صاف بات اب بھی نہیں کہی مجھ پر ہی بوجھ رکھ دیا۔ خدا معلوم یہ مرض کم بخت کہاں سے لوگوں کو چٹ گیا ہے۔ بدون التفتیح کے بات ہی نہیں کرتے فرمایا کہ اختیار ہے بیٹھے رہو۔ جب تک صاف بات نہ کہو گے ادھر سے بھی اب کوئی بات نہ ہوگی۔ عرض کیا کہ مجھے منظور ہے۔ فرمایا کہ اتنا دق کر کے کہا پہلے کیا کسی نے چھینک دیا تھا۔ حضرت والا نے چار آنہ پیسہ دیئے۔ وہ سائل لیکر چل دیا۔ اس پر فرمایا کہ اب خوش ہوگا کیونکہ دوا نہ سے زیادہ توقع نہ تھی۔ اب ملے چار آنہ اس میں یہی مصلحت ہوتی ہے کہ زائد از اسید پر زیادہ مسرت ہوتی ہے اگر پہلے ہی چار آنہ کہتا تو چار آنہ پر بھی خوش نہ ہوتا۔ اب خوش ہو گیا۔ ایک شخص میں جو میرے دوست ہیں ان پر قرض ہو گیا تھا تقریباً ڈھائی ہزار روپیہ انہوں نے مجھ سے کسی کو سفارش لکھنے کو کہا میں نے کہا کہ خطاب خاص تو میرے معمول اور مسلک کے خلاف ہے اگر تم کہو تو خطاب عام کی صورت میں کچھ لکھ دوں۔ انہوں نے اس کو منظور کر لیا میں نے ایک عام خطاب کی صورت میں لکھ دیا۔ وہ یہاں سے اول میرٹھ پہنچے اور ایک رئیس سے ملے انہوں نے رقم کی مقدار کو دیکھ کر کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں اس طرح پر ادا ہو سکتی ہے۔ اور کون اتنی بڑی رقم دے سکتا ہے ان کو اس وقت ایک طیش آیا اور قسم کھا کر یہ کہا کہ اب میں بھی جب تک ایک ہی آدمی ساری رقم نہ دے گا کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چل دیئے۔ پھر ان رئیس نے ان کو کچھ دینا بھی چاہا مگر انہوں نے نہیں لیا۔ اور وہاں سے دھلی پہنچے۔ ایک صاحب خیر سے ملے اس کے متعلق کچھ گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کے یہاں ایک بمبئی کے سیٹھ مہمان تھے۔ ان کے کانوں میں کچھ الفاظ پہنچ گئے۔ ان سیٹھ صاحب نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔ میزبان نے کہا کہ یہ صورت ہے اور فلاں شخص کی تصدیق ہے۔ اس سیٹھ نے ڈھائی ہزار کے نوٹ نکال کر ان کے حوالے کئے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ سیٹھ اپنے بزرگوں کے مسلک اور مشرب کے بھی نہ تھے وہ دوست تیسرے چوتھے ہی روز یہاں پر آ گئے۔ میں سمجھا کہ تا کامیاب آئے مگر انہوں نے کہا کہ میں کامیاب آیا ہوں۔ میں ان کے اس کہنے کو بھی غلط ہی سمجھتا رہا۔ پھر انہوں نے بالتفصیل واقعہ سنایا تب یقین ہوا۔ دیکھئے خدا تعالیٰ نے کس طرح بے گمان سامان کر دیا۔ جب ان کی یہ رحمت ہے تو پھر خدا ہی سے مانگنا چاہئے جو مانگنے پر خوش ہوتے ہیں اور ویسے ہیں اور نامانگنے پر ناراض ہوتے ہیں۔ جو شخص ایسے کریم کو تھوڑ کر لیم

کی خوشامد کرے اس سے زیادہ بیوقوف کون ہوگا؟ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر کی میں توکل اور زہد کی شان بہت بڑھی ہوئی تھی۔ سلطان عبدالحمید خان صاحب نے خود بلایا تنخواہ مقرر کرنا چاہی۔ انکار کر دیا۔ مدرسہ کیلئے کچھ مقرر کرنا چاہا صاف انکار کر دیا مولوی صاحب مجھ سے خود فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس قدر قوت دی ہے کہ اگر نفرت و اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر مجھ سے خشونت کے ساتھ گفتگو کریں تب بھی میرے دل پر رائی کے دانہ کے برابر بھی اثر نہ ہوگا۔ حالانکہ محض ظاہری عالم تھے مگر قلب میں اس قدر قوت تھی کہ کسی کا اثر نہ پڑتا تھا۔ یہ سب خدا داد عطا کیں ہوتی ہیں۔

۱۸۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ادب المعذوری یعنی بعض صاحب عذر مشائخ کا ادب

(ملفوظات ۲۹۳) ملقب بہ ادب المعذوری ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ کے کام میں جو کہیں دلیل صحیح کے ساتھ تعارض ہوتا ہے۔ اسی توجہ میں بڑی مشکل پڑتی ہے۔ آجکل ایک رسالہ شروع کر رکھا ہے۔ وہ رسالہ مشائخ چشتیہ کی نصرت میں لکھ رہا ہوں۔ یہ حضرات بہت بدنام ہیں کہ ان کے افعال سنت کے خلاف ہیں۔ نام بھی اس رسالہ کا میں نے تجویز کر دیا ہے۔ السنة الجلیة فی الجشتیة العلیة یہ محض شاعری ہی نہیں بلکہ حقیقت بھی ہے۔ اس لئے کہ چشتیہ کے یہاں سنت کا بہت زیادہ اہتمام ہے۔ اور اصل مذہب ان حضرات کا سنت ہی ہے مگر بعض جگہ غلبہ کی حالت کی وجہ سے معذور ہیں۔ آخر جب کوئی مضطر ہو تو کیا کرے باقی اصل مذہب ان حضرات کا کتاب و سنت ہی ہے مگر عذر میں کیا الزام ہے۔ معترضین ان کو خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات ظاہر کھلتی ہے کہ ان کے جو اشغال ہیں ان کو بعض مصنفین صوفیہ نے کتاب و سنت کی طرف مستند کروایا ہے حالانکہ یہ ایک طب ہے جو تدبیر کا درجہ ہے۔ جیسے سہل ہے اس میں اطباء مریض سے کہتے ہیں کہ دوسری طرف مشغول نہ ہونا چلنا پھرنا نہیں بولنا نہیں، دیکھئے یہ بھی خلوت ہے۔ یہ بھی یکسوئی ہے۔ اسی طرح ریاضات تصوف کا بھی ایک فن ہے جس کا درجہ محض تدبیر کا ہے۔ اس کو کتاب و سنت کی طرف مستند کر دینا بیشک کھٹکا ہے۔ ان مصنفین سے غلطی یہ ہوئی کہ اس کو مقاصد میں سمجھ لیا اگر مقاصد میں داخل نہ کرتے تو لوگوں کو دلائل کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ یہی سمجھتے کہ یہ تدابیر ہیں۔ دلائل کی تلاش مقاصد سمجھنے کی بناء پر ہوئی ورنہ بعد تحقیق کوئی اشکال نہیں۔ تو بعض مصنفین کے اس فعل کو دیکھ کر تمام سلسلہ پر اعتراض کرنا نہایت بے انصافی ہے۔ اسی

واسطے مجھے بعضے نقشبندیوں کی شکایت ہے جو بے حد نلو کرتے ہیں۔ چشتیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اعتراض بھی حد سے گزرے ہوئے جن کے نہ اصول ہیں۔ نہ حدود بڑا ہی افسوس ہے۔ آخر کیوں دوسروں کو اس قدر حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے تمام طریق پر الزام رکھتے ہیں کیا یہ کوئی تحقیق کی شان ہے۔ یہ تو اچھا خاصا عناد ہے۔ ورنہ جیسے چشتیہ بیچارے کسی کو کچھ نہیں کہتے اور نہ کسی سے تعرض کرتے ہیں۔ دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان کے پیچھے نہ پڑیں۔ یہ ہی چیز مجھ کو داعی ہوئی۔ رسالہ لکھنے کے لئے میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل حق کی نصرت ہی کروں گا گو اس میں مجھ کو تعجب زیادہ ہو رہا ہے۔ میں نے خود رسالہ میں چشتیہ کے مشرب کی حقیقت لکھی ہے کہ ان کے مشرب کی حقیقت خفیہ کے مذہب جیسی ہے کہ سب مذاہب سے زیادہ کتاب و سنت کے مطابق ان کے افعال و اقوال ہیں مگر سب میں زیادہ وہی بدنام ہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہیں۔۔۔ اسی طرح چشتیہ بدنام ہیں کہ ان کے یہاں خلاف سنت کی تعلیم ہے۔ یہ اعتراض کرنا حقیقت سے بے خبری ہے۔ باقی اضطرابی حالت میں اگر کبھی لغزش ہوئی ہے اس پر متنبہ ہونے کے بعد تادم ہوئے اور توبہ کی اور اس میں انکا وہی طریقہ رہا۔ جیسا ایک شیخ سے منقول ہے کہ ان کے مریدوں نے کہا کہ حضرت آپ خاص حالت میں یہ کلمہ غیر مشروع کہتے تھے۔ فرمایا کہ اگر اب کے کہوں تو مجھ کو قتل کر دینا مریدین صاحب شریعت تھے۔ شیخ کے امتثال امر کے لئے تیار ہو گئے۔ شیخ پر پھر غلبہ ہوا اور وہی کلمہ کہنا شروع کیا۔ مریدوں نے چھریوں سے ان پر حملہ کیا مگر جو شخص جس جگہ شیخ کے مارنا چاہتا تھا خود اس کے اسی جگہ چھری لگتی تھی۔ اس طرح سے تمام مجلس زخمی ہو گئی۔ جب شیخ کو ہوش آیا تو مریدین نے عرض کیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی اور تمام قصہ سنایا۔ فرمایا بس تو معلوم ہوا میں نہیں کہتا تھا ورنہ میں سزا کا مستحق ہوتا اس سے استدلال کیا اپنے معذور ہونے پر بہر حال شریعت کا مقابلہ نہیں کیا۔ سزا کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ تو قدامت کی حکایت ہے باقی اسی زمانہ کا واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ماموں صاحب میں ایک خاص شورش تھی۔ بعضے طریقے ان کے ہمارے بزرگوں کے مسلک کے خلاف تھے۔ میں نے ان کو خیر خواہی و ہمدردی سے ایک خط لکھا اور آخر میں لکھا کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کو طریقہ سنت پر قائم فرمائیں جواب لکھا کہ بیٹا تم جو ان صاحب ہو۔ قبول الدعاء ہو میرے لئے ایسی دعا نہ کرنا میری تو ساری عمر کا ذخیرہ ہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ میں جس چیز میں ہوں۔ اسی پر ختم ہو جاؤں تمہارا طریق تم کو مبارک ہو اور میرا طریق مجھ کو مبارک ہو غرض میرے ساتھ رد و قدح نہیں کیا۔ دیکھئے یہ تو حالت اختلاف کی اور اس پر یہ جواب۔

شورش و غلبہ کمال نہیں

(ملفوظ ۲۹۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب کچھ سہی مگر یہ شورش اور غلبہ کی حالت کمال نہیں۔ کمال وہی ہے جو حضرت انبیاء علیہم السلام کی حالت تھی کہ قلب میں بلکہ رگ رگ میں تو آگ بھری ہوئی ہے۔ اور ظاہر اسکون ہے اسی طرح چشتیہ میں ایک آگ ہے جو سامنے پڑتا ہے وہ بھی جلنے لگتا ہے ان کی یہ شان ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
(عشق وہ آگ ہے کہ جب یہ بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا اور سب چیزوں کو جلادیتی ہے)
تو ایسے جلے بھنوں کے پیچھے سے کیا فائدہ بات یہ ہے کہ یہ چشتی بیچارے بولتے نہیں کسی سے اس لئے ان ہی پر سب کی مشق ہوتی ہے۔

۱۸۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

آج کل کے کامل ناقص ہو کر اپنا نقص چھپاتے ہیں

(ملفوظ ۲۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے کامل ایسے ہیں کہ باوجود ناقص ہونے کے اپنے نقص پر پردہ ڈالتے ہیں گو اخیر میں ان ہی کے اقوال و افعال سے نقص ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ایک شخص سے کسی نے کہا کہ خط لکھ دو کہا کہ میری ٹانگ میں درد ہے۔ اس نے کہا کہ لکھنے کا ٹانگ سے کیا تعلق کہ میرا لکھا ہوا میں ہی پڑھ سکتا ہوں۔ دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ مگر یہ نہیں کہا کہ مجھ کو لکھنا نہیں آتا گو اخیر میں ظاہر ہو گیا۔ اس بد خطی پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک عالم متقدمین سے ہیں بہت بڑے شخص ہیں۔ ان کا قلم نہایت بد خط تھا۔ ایک روز بازار گئے تو اپنے سے بھی بڑے خط کی ایک کتاب نظر پڑی اس کو گراں قیمت پر خریدا۔ طاعنین کے جواب کے واسطے کہ لوگوں کو دکھاؤں کہ مجھ سے بھی زیادہ بد خط لوگ ہوئے ہیں۔ مگر گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ بھی میرا ہی ابتداء کا خط ہے۔ مگر سادگی و نیکینے کے خود ہی اپنے اس قسم کے کپے چٹھے کھول رہے ہیں۔ آجکل کے مدعیوں کی طرح اپنے نقص کو چھپایا نہیں۔

یورپ میں خود کشی کا بازار گرم ہونے کی وجہ:

(ملفوظ ۲۹۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یورپ میں بوجہ ہریت کے خود کشی کا بازار گرم ہے اسلئے کہ جب اسباب کے اعتبار سے کسی کام سے مایوس ہوتے ہیں تو بوجہ مسبب کے قائل نہ

ہونے کے آگے تو کوئی چیز دل کی تھانے والی ہے ہی نہیں۔ فرمایا کہ حقیقت میں بدون دین کے راحت نہیں۔ حتیٰ کہ راحت کے سامان بھی راحت نہیں یہی خود کشی کرنے والے چونکہ آخرت کے قائل نہیں۔ اس لئے کچھ خبر نہیں کہ خود کشی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اگر دین ہوتا تو مصیبت میں بھی دیکھتے کہ شریعت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر اجر کا وعدہ ہے تو پریشان نہ ہوتے ایسی مثال ہوتی کہ اگر کسی کا ایک روپیہ کھویا جائے اور ایک شخص کہے کہ گھبراؤ مت ایک گنی دوں گا۔ تو اس وقت کچھ عجب نہیں کہ اس کھوئے جانے کو نعمت سمجھے بلکہ یہ تمنا کرے کہ ہر روز کھویا جایا کرے کہ کئی ملا کریں ایک رئیس تھے۔ میرٹھ میں اپنے نوکر کے ایک چپت مار دیا مگر تھے رحمدل۔ اس لئے اس کے بعد اس کو ایک روپیہ دیا پھر پوچھا کہ کیا حال ہے کہا کہ حضور کی جان و مال کو دعاء کر رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک چپت ہر روز مار دیا کریں تو تیس روپیہ مہینہ میں مل جایا کریں۔ غرض جب تکلیف کا عوض ملتا ہے تو اسکی تمنا ہوتی ہے۔ اسی طرح دیندار آدمی آخرت کے عوض کے اعتقاد سے مصیبت کو بھی خیر سمجھتا ہے

زہد کی حقیقت اور اس کا صحیح مطلب

(ملفوظ ۲۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ (زہد یہ نہیں کہ حلال کو عملاً حرام کر لو مثلاً خربوزہ حلال ہے مگر زہد کے سبب نہ کھاتا ہو سو یہ زہد نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ جو چیز اپنے ہاتھ میں ہو اس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا بھروسہ اس پر ہو جو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ حقیقت ہے زہد کی اور یہ مضمون حدیث مرفوعہ کا ہے۔ جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے

۱۶۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

بالغ ہونے کے بعد ختنہ کا حکم

(ملفوظ ۲۹۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد بھی ختنہ کرانا چاہئے۔ یا نہیں فرمایا کہ اگر وہ برداشت کر سکے۔ یعنی گھبرائے نہیں، ڈرے نہیں تو ختنہ کرانا چاہئے۔ عرض کیا کہ اس لڑکے پر تو نہ کرانے میں گناہ نہیں فرمایا اگر برداشت کر سکتا ہے اور نہیں کراتا تو گناہ ہوگا ورنہ گناہ نہیں۔

تصوف کا عطر، خوف، رجا اور محبت ہیں

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ دیکھا ہے جو عطر ہے۔ تمام طریق کار میں اس کو اس لئے بیان کرتا ہوں کہ اس سے

میرے دوست کام لیں وہ فرماتے ہیں کہ آدمی تین چیزیں اختیار کر لے۔ بس کافی ہیں۔ ایک خوف اور دوسری رجاء، تیسری محبت یہ سب سنت کا رنگ ہے۔ خوف سے تو یہ ہوگا کہ گناہ نہ ہونگے اور رجاء سے یہ ہوگا کہ طاعت کی رغبت ہوگی۔ اور محبت سے یہ ہوگا کہ تکلیف برداشت کرے گا اور جو امور غیر اختیار یہ ہیں۔ جیسے حوادث و مصائب وہ تو محبت کی وجہ سے برداشت کر لے گا اور جو امور اختیار یہ ہیں جیسے طاعات یا معصیت ان میں خوف اور رجاء سے کام ہو جائے گا اگر آدمی کچھ بھی نہ کرے یہ تین باتیں اختیار کر لے۔ بس کافی ہیں۔ خواجہ صاحب نے کیا اچھی بات فرمائی آخر بڑے ہیں۔ کسی وجہ سے تو بڑے ہیں۔ بس یہی باتیں ہیں۔ بڑے ہونے کی میرا اس ملفوظ سے آج بڑا ہی جی خوش ہوا کیونکہ ایک ضرورت ہے گناہ سے بچنے کی اس کے لئے خوف ہے اور ایک ضرورت ہے طاعات کی۔ اس کے لئے رجاء ہے اور ایک ضرورت ہے معصیت اور تکلیف کے وقت ثابت قدم رہنے کی اس کے لئے محبت ہے۔ مجھے تو یہ ملفوظ دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ جیسے بڑی دولت نصیب ہوگئی۔

چشتیہ کا خاص رنگ

(ملفوظ ۲۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں میں ایک خاص رنگ ہے۔ تعلق مع اللہ اور قطع تعلق عن غیر اللہ میں اس رنگ کے غلبہ میں ان کو دوسروں کو ترجیح دیتا ہوں۔

دین کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے پھر آسان ہے

(ملفوظ ۲۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر صحیح طریقہ سے کام کرنا چاہیں۔ افراط و تفریط نہ کریں تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ دین میں بہت آسانی ہے اب تو جو اذکار بالکل الگ ہو گئے۔ یہ چاہتے ہیں کہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے خود بخود سب کام ہو جائیں۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیز تو بدون مشقت کے حاصل ہوتی نہیں۔ دین کیسے حاصل ہو جائے آدمی کچھ تو کر لے کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔

شکایت سے متاثر نہ ہونا اور عدل کرنا

(ملفوظ ۲۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عدل کا نام و نشان نہیں رہا اس کو تو دین کی فہرست سے خارج ہی سمجھ رکھا ہے۔ الحمد للہ میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ بھائی مرحوم کے یہاں حاجی عبد الرحیم ملازم تھے۔ بڑے گھر میں سے مجھ سے ان کی کچھ شکایت کی میں نے ان کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے نفی کی۔ میں نے گھر میں سے کہا کہ شرعی ثبوت لاء تو انکار کرتے ہیں۔ وہ ثبوت پیش نہیں کر سکیں۔ تب میں نے کہا کہ بدون ثبوت شرعی کے کسی پر الزام نہیں لگانا چاہئے۔ انہوں نے توبہ کی ایسے موقع پر بڑی مشکل ہوتی ہے۔ جہاں دونوں طرف تعلق ہو مگر شریعت کے اصول پر عمل

کرنے کی صورت میں کچھ بھی مشکل یا دشواری نہیں ہوتی اور گودو شخص سے جو تعلق ہوتا ہے۔ اس میں فرق ضرور ہوتا ہے مگر عدل کے وقت دونوں کے مساوات ہونا چاہئے۔ میں نے خاص یہ صفت یعنی شکایت سے متاثر نہ ہوتا۔ دو بزرگوں میں ایک خاص شان کی دیکھی ہے۔ یوں تو سب ہی بزرگوں میں اچھی صفات ہوتی ہیں مگر پھر بھی تفاوت ضرور ہوتا ہے۔ ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ایک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سو حضرت مولانا صاحب تو شکایت سنتے ہی نہیں تھے فرمادیتے کہ میں سننا نہیں چاہتا اور حضرت حاجی صاحب سن کر فرمادیتے کہ سب جھوٹ ہے۔ وہ شخص ایسا نہیں حضرت حاجی صاحب کی اس عادت کی دلیل قرآن میں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی۔ حق تعالیٰ اس باب میں فرمادیتے ہیں۔ **كُلُّوْا جَاؤْا عَلَیْہِ بِاَرْبَعَةِ شَہْدَآءَ فَاِنْ لَّمْ یَاْتُوْا بِاَشْہَادٍ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰہِ ہُمُ الْکَاذِبُوْنَ** (یہ لوگ اپنے قول پر چار گواہ نہ لائے۔ سو اس صورت میں کہ یہ لوگ موافق قاعدہ کے گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

اور ”عند اللہ سے مراد ہے فی دین اللہ فی قانون اللہ“ اللہ کے دین میں اللہ کے قانون میں) آگے ارشاد ہے۔ **وَكُلُّوْا اِذَا سَمِعْتُمْ سُوْۤہٗ قُلْتُمْ مَا یَكُوْنُ لَنَا اَنْ نُّتَکَلِّمَ بِہِذَا سُبْحَانَکَ ہٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ** (اور تم نے جب اس بات کو اول سنا تھا تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں محاذ اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حسن ظن کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا یہی ہی کافی دلیل ہے۔ حسن ظن کی پس حضرت حاجی صاحب پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ بلا دلیل شاک کی کو کیسے کاذب فرمادیا۔ البتہ باوجود غلط سمجھنے کے اگر کسی دوسری بناء پر عمل کیا جاوے تو دوسری بات ہے جیسا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کے متعلق شکایت کو جھوٹ سمجھا مگر انتظامی مصلحت کی بناء پر ان کو معزول کر دیا۔

اجنبی شخص کا ہدیہ اور حضرت کا کمال ادب

(ملفوظ ۳۰۳) ایک نو وارد ناشناسا صاحب آئے انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں کھجوریں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ مدینہ طیبہ کی ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک کھجور لے سکتا ہوں۔ بالکل نہ لینے کو مدینہ کی بے ادبی سمجھتا ہوں۔ آپ نے ہدیہ دینے میں غلطی کی۔ جس سے بے تکلفی نہ ہو۔ میں اس سے ہدیہ لیا نہیں کرتا۔ آپ کو دینا نہ چاہئے تھا اب مجھ کو دونوں پہلوؤں کے جمع

کرنے میں متنگی ہوئی پھر فرمایا کہ بعض مرتبہ آدمی دریاٹ کے بیچ میں آجاتا ہے۔ اسی پر بعض نے گھبرا کر کہہ دیا۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ بازی گوئی کہ دامن ترکن ہشیار باش
(دریا کی تہ میں مجھ کو باندھ کر ڈال دیا ہے اور حکم یہ دیا جاتا ہے کہ خبردار دامن تر بھی نہ ہو)
مگر ایسے موقع پر وہ شخص نہیں گھبرائے گا جو جامع بین الاضداد ہوگا۔ بحمد اللہ کوئی ایسا موقع پیش نہیں آتا جس پر مجھ کو گھبراہٹ ہو۔ اس کے قبل بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب جو میرے مخالف تھے وہ مدینہ طیبہ کی کھجوریں لائے۔ اور بطور ہدیہ مجھ کو دیں۔ میں نے ایک کھجور لے لی اور مزاحا کہہ دیا کہ ایک مدینہ کی ہے اور سب تہباری ہیں۔ غرض بین الاضداد ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔

اخلاق کے دو درجہ ہیں ایک فطری دوسرا کسبی
(ملفوظ ۲۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میرے ذہن میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ لوگوں کو اپنے ساتھ مربوط رکھا جائے جو اپنا طرز ہے کھلم کھلا ہے اب کیا اپنا طرز بدلیں گے اور طبعی بات کیسے بدل سکتی ہے۔ اپنا تو یہ مشرب اور مسلک ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برد داد گیر و صاحب و دربان دریں درگاہ نیست

(جس کا جی چاہے آوے اور جس کا جی چاہے چلا جاوے اس دربار میں کسی کی دار و گیر نہیں ہے)
اور حضرت یہ مربوط رکھنا تو ایک مستقل شغل ہے کہ وہ چلا نہ جاوے وہ ناراض نہ ہو جاوے استغفر اللہ پھر فطریات کے بدل سکنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی فطری بات ہے تو اس کے بدلنے کی کوشش کرنا بے ادبی ہے گویا دوسری عبارت میں قدرت کا مقابلہ ہے اور قدرتی طور پر اس میں حکمتیں بھی ہیں۔ جیسے بخل ہے۔ طمع ہے تو امان میں جہاں تک فطری درجہ ہے وہ مصالح کے سبب خود مطلوب ہے چنانچہ بدون اس فطری درجہ کے بعض ضروری انتظام نہیں ہو سکتا اس لئے ایسے درجہ کی ضرورت ہے تاکہ انتظام کر سکے۔ البتہ جو درجہ فطرت سے زائد کسی عارض کے سبب پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے تبدیل بدرجہ تعدیل کی ضرورت ہے اور اسی تفصیل کے ناجائز سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے کہ تہذیب اخلاق کی کوشش کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ اخلاق فطری ہے مگر محققین نے وہی جواب دیا ہے۔ جو میں نے ابھی عرض کیا ہے جو درجہ فطری ہے وہ اعتدال کے

خلاف نہیں ہے۔ اس میں حکمتیں ہیں کہ وہ بعض مقاصد کا معین ہے میرا بڑا جی خوش ہوا۔ جس روز یہ بات سمجھ میں آئی۔

اصول کے خلاف کرنے سے محبت کا ختم ہو جانا

(ملفوظ ۳۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو احباب سے بے حد محبت ہے مگر جب کوئی اصول کے خلاف کرتا ہے تو ایک دم قلب اس سے خالی ہو جاتا ہے یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ خدا کی اس میں بھی میرا کوئی کمال نہیں۔ حق تعالیٰ ہی سب انتظام فرمادیتے ہیں۔

حضرات چشتیہ کی خاص دولت فنا

(ملفوظ ۳۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشاق کے حالات پڑھ لیا کرے ان کے پاس بیٹھ لیا کرے اس سے ہی بہت کچھ ہو رہتا ہے۔ بالخصوص حضرات چشتیہ سے تعلق رکھنے سے ایک خاص دولت ملتی ہے یعنی فنا۔ کیونکہ ان کے یہاں یہی خاص چیز ہے۔ کہ اپنے کو مٹا دو فنا کر دو بعض حضرات کے یہاں بقا مقصود ہے۔ فنا تابع اور حضرات چشتیہ کے یہاں فنا اصل ہے۔ بقا تابع۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فنا کی ایک خاص شان غالب تھی۔ چنانچہ حضرت سے کوئی عرض کرتا کہ حضرت کی وجہ سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا فرماتے میاں میں نے کچھ نہیں کیا۔ تمہارے اندر دولت تھی میرے پاس آ کر میری تعلیم پر عمل کرنے سے اس کا ظہور ہو گیا۔ یہ شان فنا کی تھی اور یہ بھی فرماتے کہ تم یہ مت سمجھنا یہ مصلحت طالب کی تھی۔ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی کہتے تھے یہ مولانا شیخ محمد صاحب کے مرید تھے کہ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی حضرت حاجی صاحب کے متعلق فرماتے تھے کہ حاجی صاحب بزرگان سلف میں سے ہیں۔ اس وقت کے بزرگوں میں سے نہیں۔ واقعی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی۔

۲۰۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

مولانا اسماعیل شہید کی ایک عبارت پر شبہ کا حکیمانہ جواب

(ملفوظ ۳۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری ہمارے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ مولانا شہید صاحب نے لکھا ہے۔ کہ خدا اگر چاہے تو محمد ﷺ جیسے سینکڑوں بنا ڈالے اور محاورہ میں بنا ڈالنا تحقیر کے لئے اور تحقیر حضور کی کفر ہے۔ مولانا احمد علی نے فرمایا کہ تحقیر فعل کی ہے یعنی بنانا مشکل نہیں۔ مفعول کی نہیں تو حضور کی تحقیر نہیں وہ کوڑمغز کیا سمجھتا ہے اس جواب کو اور کیا قدر کرتا کہنے لگے آپ لوگ باتیں بناتے ہیں۔ تحقیر صاف

ہوئی یہ حضرات بڑے متین ہوتے ہیں۔ مولانا خاموش ہو گئے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے وہی صاحب مولانا سے کہنے لگے کہ حضرت فلاں فلاں کتاب آپ نے چھاپی اگر بیضاوی چھپواڈالتے تو اچھا ہوتا مولانا نے فرمایا کہ جناب یہ ڈالنا وہی ہے جس پر مولانا شہید صاحب پر فتویٰ دیا گیا تھا۔ اس سے تحقیر ہوئی بیضاوی کی اور بیضاوی مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جز کی تحقیر کو اور قرآن کی تحقیر کفر ہے۔ اب بتلائیے کیا جواب ہے۔ اب وہ صاحب کہتے ہیں کہ حقیقت میں میرا مقصود فعل ہی کی تحقیر تھی۔ مفعول کی نہ تھی۔ نہایت عجیب جواب ہے محققانہ جواب ہے۔ حکیمانہ جواب ہے۔ اس میں مناظرانہ طرز نہیں اور یہ طرز بہت مفید ہوتا ہے۔

اہل باطل کی کوششیں اور مسلمانوں کی حفاظت

(ملفوظ ۳۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل ہر وقت اہل حق کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ چھیڑ چھاڑ کرنا تو ان کا ایک ادنیٰ مشغلہ ہے۔ ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست تھے وہ قادیانی ہو گئے تھے۔ مجھے چھیڑا کرتے تھے میں نے کہا کہ بھائی قیل و قال سے کیا فائدہ بس مختصر فیصلہ یہ ہے کہ میں تمہارے پاس مرزا کے پاس چلتا ہوں۔ اگر مجھ پر اثر ہو گیا تو میں قادیانی ہو جاؤں گا۔ اور اگر نہ ہو تو تم قادیانیت سے توبہ کر لینا یہ طے ہو گیا دونوں وہاں گئے اول جاتے ہی وہاں منشی نے اس مرید صاحب سے پوچھا کہ تمہارا کیا نمبر ہے؟ نمبر بتلایا تو رجسٹر دیکھ کر چندہ کا تقاضا کیا۔ اس کے بعد مرزا سے ملے مرید صاحب نے مرزا سے تمام واقعہ باہمی معاہدہ کے ذکر کیا۔ مرزا نے ان پر اثر ڈالنے کے لئے بہت زور لگایا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اللہ نے ایمان کو سلامت رکھا اور واپس آکر ان صاحب نے بھی توبہ کر لی۔ یہ ایک معمولی خوش عقیدہ کے تعلق کا اثر تھا اور بزرگوں کے تعلق میں تو اور زیادہ برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک اور صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک عیسائی مجھ کو اپنی طرف مائل کرتا تھا۔ ایک روز مجھ کو کہنے لگا کہ تمہارا کسی عالم یا بزرگ سے تعلق ہے۔ کہتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا نام لیا کہ ان سے تعلق ہے فوراً اٹھ کر چل دیا۔ پھر کبھی نہ آیا۔ واقعی یہ حضرات سپر اور ڈھال ہوتے ہیں۔ ان حضرات سے صرف تعلق رکھنا بھی ایک قوی سبب ہے فلاح اور بہبود کا دیکھئے مولانا کا نام سن کر اس کی طع قطع ہو گئی۔ بعض اسباب اس برکت قطع طبع کے محض معمولی امور بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایچولی کے وعظ میں کہا تھا اس وعظ کا نام محاسن الاسلام ہے کہ گائے کا گوشت کھانا مت چھوڑنا جب تک اسکو کھاتے رہو گے کوئی تم کو شہید کرنے کی ہوس نہ کرے گا چنانچہ اسی کے قریب ایک گاؤں

والوں کو شدید ہونے پر رضا مند کر لیا گیا تھا وہ لوگ وعظ میں بھی آئے تھے اور وعظ کے بعد آنے والوں کو گائے کے گوشت کا پلاؤ کھلایا گیا۔ پس اسی روز دونوں جانب سے شدید سے مایوس ہو گئی اور اسی لئے تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان میں گاؤں کشی شعائر اسلام سے ہے۔ اس قصد سے اس کا گوشت کھانا موجب اجر ہے۔

فضول گوئی اس طریق میں زہر قاتل ہے

(ملفوظ ۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر خاموش بیٹھا رہنا طائیفین کو بے حد مفید ہوا ہے جو لوگ چند عرصے خاموش بیٹھ کر واپس جاتے ہیں۔ وطن پہنچ کر اس کا نفع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس وقت تو یہ معمول تلخ معلوم ہوتا تھا مگر اس قدر نفع طویل مجاہدات سے بھی شاید نہ ہوتا جو دس دن کے اندر خاموش بیٹھنے سے ہوا۔ بد فہم لوگ اس کو نالنا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے اور قسم بھی جو سلف سے خلف تک معمول یہ ہے کیونکہ مجاہدہ کی چار قسمیں ہیں۔ قلت للطعام، قلت الکلام، قلت الزنا، قلت الاختلاط مع الانام ان میں سے محققین نے اس وقت کے لوگوں کی قوت اور صحت کو دیکھتے ہوئے دو کو حذف کر دیا ہے۔ قلت الطعام اور قلت الزنا اور دو کو باقی رکھا ہے۔ قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام سو کم بولنا نہایت مفید چیز ہے۔ خصوصاً مبتدی کے لئے اور عام طور پر بھی کم بولنا نہایت مفید ہے۔ زیادہ بولنا اور بلا ضرورت بولنا نہایت مضر چیز ہے۔ اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اور نورانیت فنا ہوتی ہے چنانچہ بلا ضرورت اگر کوئی کسی سے اتنا بھی پوچھ لے کہ کہاں جاؤ گے اس سے بھی قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب مردہ ہو جاتا ہے اور اگر کسی کو جس ہی نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے اور ضرورت میں اگر شب و روز کلام کرے مثلاً ایک شخص ہے کنجواہ بیوی بچوں کی وجہ سے تجارت کرتا ہے اور سر پر خر بوزوں کا ٹوکرا لئے دن بھر آواز لگاتا ہے کہ لے لو خر بوزے اس سے ایک ذرہ برابر بھی قلب پر ظلمت نہ ہوگی۔ غرض فضول گوئی اس طریق میں سم قاتل ہے اس سے قلب برباد ہو جاتا ہے۔ باقی فضول کو ضروری پر قیاس کرنا مع الفارق ہے۔ مثلاً شیخ اپنے کو قیاس کرنے لگے کیونکہ اس کا بولنا بضرورت ہے۔ پس یہ قیاس ایسا ہوگا جس کو فرماتے ہیں۔

کار پا کان را قیاس از خود مکیر گر چہ مانند در نوشتن شیر و شیر

(مرشد کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس مت کرو) کہ جو کچھ شیخ کرے وہی تم بھی کرنے لگو۔

کیونکہ اگرچہ دونوں فعل یکساں ہیں مگر باطنی طور پر بہت فرق ہوتا ہے دیکھو شیر (یعنی جانور) اور شیر (یعنی دودھ) دونوں لفظ ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں مگر دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے) باقی فضول و ضروری کے امتیاز کے لئے خود ابھمن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے وہ جو تعلیم کرے اس پر عمل کرتا رہے۔ کیونکہ اس کو وہی سمجھتا ہے کہ ہر چیز کا موقع محل ہے؟ چنانچہ سکوت بھی مطلقاً فضیلت کی چیز نہیں۔ بعض لفظ سکوت سے افضل ہے بلکہ سکوت کی فضیلت تو بولنے ہی کی بدولت معلوم ہوئی ہے۔ جیسے خلوت کی فضیلت بدولت جلوت ہی کے معلوم ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ موقع ہے ہر چیز کا کہیں سکوت مناسب ہے۔ کہیں بولنا مناسب ہے۔ کبھی خلوت کی ضرورت ہے۔ کبھی جلوت کی ضرورت ہے۔ اس اختلاف موقع کی ایک مثال ذکر کرتا ہوں۔ یہ مثالیں مقصود کی توضیح کے لئے ہوتی ہے۔ ایک بہو کی حکایت ہے نئی نئی شادی ہو کر سسرال میں آئی مگر بولتی نہ تھی۔ ساس نے کہا کہ بہو تو بولتی کیوں نہیں کہنے لگی کہ میری ماں نے مجھے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔ ساس نے کہا کہ ماں تیری بیوقوف ہے۔ ضرور بولا کر بہو نے کہا کہ تو پھر کچھ بولوں ساس نے کہا ضرور بول۔ اب بہو بولتی ہیں تو دیکھو کیا نور برساتی ہیں۔ کہتی ہے کہ ماں ایک بات تم سے پوچھتی ہوں وہ یہ کہ اگر تمھارے لڑکے کا اشتغال ہو جاوے اور میں بیوہ ہو جاؤں تو میری کہیں اور شادی کر دو گی یا یونہی بٹھلائے رکھو گی۔ ساس نے کہا کہ بہو بس تو خاموش ہی رہا کر تیری ماں کا منع کرنا ہی صحیح رہا ہے۔ امام ابو یوسف املا لکھوایا کرتے تھے طلباء میں سے ایک شخص بالکل نہ بولتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کبھی نہیں بولتے کچھ پوچھتے پاجھتے نہیں۔ عرض کیا کہ اب پوچھا کروں گا۔ ایک مجلس میں امام صاحب نے مسئلہ فرمایا کہ آفتاب کے غروب ہونے پر روزہ فوراً افطار کر لیا جاوے تو وہ شخص کہتا ہے کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا پوچھو کہتا ہے کہ اگر کسی روز آفتاب غروب نہ ہو تو کیا کرے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ بس بھائی تمھارا نہ بولنا ہی مناسب ہے۔ حاصل یہ کہ موقع محل ہوتا ہے ہر چیز کا جس چیز کو مربی مناسب سمجھے گا اسی کی تعلیم کرے گا۔

کشف میں بڑی مصیبتیں ہیں

(ملفوظ ۳۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ ضرورت کی باتیں ذہن میں ڈال دیتے ہیں۔ ورنہ ہر شخص کو کشف نہیں ہوتا اور مجھ کو تو ہوتا بھی تو سلب کی دعاء کرتا۔ کشف میں بڑی مصیبتیں ہیں۔ ایک تو یہ ایک بات ہونے والی ہے۔ دس روز بعد، معلوم ہو گئی آج،

اب کھل رہے ہیں۔ ایک یہ کہ اب تو سب مسلمانوں سے حسن ظن ہے اور اس وقت دوسروں کا عیب بھی منکشف ہوتا۔ اِجْتَنِبُوا کَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ (بہت سے گمانوں سے بچا کرو) کو صاحب کشف نہیں بجالا سکتا۔ اور جس کو کشف نہ ہو وہ اس کو بجالا سکتا ہے تو کشف نہ ہونے میں یہ کیا تھوڑی نعمت حاصل ہوتی ہے کہ حکم شرعی پر عامل ہونے کی توفیق ہوگئی۔ اسی طرح الہام بھی کوئی کمال کی چیز نہیں۔ فَا لَهُمَهَا فُجُورُهَا وَتَقْوَاهَا کی رو سے ہر شخص ملہم ہے۔ ہاں بڑی چیز یہ ہے کہ اپنے کو فنا کر رہا ہو یہ ہے بڑی دولت اس کے سامنے کیا الہام اور کیا کشف اور کیا کرامت اسی کو کہتے ہیں۔
 ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے
 اور اسی کو کہتے ہیں

تو دروغم شو وصال ایں است و بس گم شدن کم کن کمال ایں است و بس
 (تو اس میں فنا ہو جا۔ یہی وصال کا حاصل ہے۔ فنا ہونے کی طرف بھی توجہ نہ کرو یہی کمال فنا ہے)
 آجکل کی تہذیب تعذیب ہے

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے مدعیان تہذیب میں تہذیب تو خاک نہیں۔ ہاں تعذیب ہے ان نیچے یوں سے میں کہا کرتا ہوں کہ تم چالیس روز پاس رہو۔ تب سوال پیدا کرنے کی قابلیت پیدا ہو اور صاحب میری تو بڑے بڑے مدعیوں سے گفتگو ہوئی۔ سچ جانے چار منٹ بھی نہ چلے اور یک بک کرنا یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔

بدعتی اور حضور ﷺ کی تنقیص

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں بیان کیا تھا کہ یہ بدعتی حضور ﷺ کو والد ماننے ہیں مگر ناقص اور ہم عہد کہتے ہیں مگر کامل تو تم حضور کی تنقیص کرتے ہو اور ہم کمال کے قائل ہیں۔

چشتیہ کی مسکنت اور انکساری

(ملفوظ ۳۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں کے اندر نہایت مسکنت غربت انکساری اور شاکستگی ہے۔ مگر ان عوام میں جو اللہ کا نام لینے والے ہیں باقی جو صرف گانے بجانے کودنے ناچنے ہی کو اصل مغل سمجھتے ہیں وہ تو چشتی ہی نہیں پھر شاکستگی پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طالب علم نے دعوت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور

ہے کہ خود کچھ مدت پکاتا بلکہ گھروں پر جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں۔ وہی ہم کو بھی کھلا دینا اس کو اس نے منظور کر لیا یہ ہے شان مسکنت اور غربت اور انکساری اور عاجزی کی کہ اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو منائے ہوئے تھا۔

مالی خسارہ سے مجاہدہ

(ملفوظ ۳۱۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ ان کا لڑکا بھاگ گیا تھا لکھا ہے کہ ایک مہینہ کے بعد خود واپس آ گیا اور آ کر تعلیم میں مصروف ہو گیا لیکن بقدر نصاب رقم سفر میں برباد کر آیا۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ اس مالی خسارے سے آپ کا مجاہدہ ہو گیا سو اس کے شمرہ کے مقابلہ میں نصاب کیا چیز ہے۔

نفس قید میں ہو تو اس کا کید نہیں چلتا

(ملفوظ ۳۱۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس اگر قید میں ہو تو اس کا قید منظر نہیں آزاد نفس کا کید منظر ہے۔

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(ملفوظ ۳۱۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جنازہ دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کے لئے دعا کرنا جائز ہے۔ فرمایا کہ منقول نہیں۔ اس لئے ترک اولیٰ ہے اور منہی عنہ بھی نہیں اگر لازم نہ سمجھے تو دعا بھی جائز ہے اور رفع یدین اس کے آداب میں سے ہے۔

ذلت اور تواضع کے درمیان فرق

(ملفوظ ۳۱۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذلت اور تواضع کے درمیان کیسے فرق معلوم ہو کہ یہ ذلت ہے یہ تواضع فرمایا کہ تواضع کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ذلت کا درجہ خود سمجھ آ جائے گا تواضع کی حقیقت ہے اپنے کو حالانیا مالاً سب سے کمتر سمجھنا مثلاً کسی کافر کی نسبت اگر یہ سمجھے کہ یہ برا ہے اس اعتبار سے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن مال کی کیا خبر ہے تو یہ تواضع مامور ہو گئی اور یہ سمجھنا اعتقادی تواضع ہے اور عملی تواضع یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی کی تحقیر نہ کرے۔ یہ حقیقت ہے تواضع کی۔

پیغمبروں کا بکریوں کا چرانا ثابت ہے:

(ملفوظ ۳۱۸) ایک صاحب نے آ کر عرض کیا کہ حضرت محنت مزدور تمام پیغمبروں نے کی ہے اس کی کوئی اصل ہے فرمایا کہ یہ کلیہ تو منقول نہیں مگر اتنا ثابت ہے کہ بکریاں سب نے چرائی ہیں۔

پوری عبارت بیان نہ کرنے پر مواخذہ

(ملفوظ ۳۱۹) ایک شخص آ کر خاموش بیٹھ گئے۔ حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی پوری بات اور اپنا تعارف نہ کرایا۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص حاجت لے کر آوے اس کو خود کہنا چاہئے کیا یہ میرا ذمہ ہے کہ میں پوچھا کروں کس کس سے پوچھوں۔ میں ان چیزوں کی بھی تعلیم کرتا ہوں۔ اس لئے بدنام ہوں۔ لوگ تو یہ جانتے ہیں کہ ساری دنیا کے غلام ہو جاؤ سو مجھ سے غلام نہیں بنا جاتا۔ اس غلامی کا نام رکھنا ہے۔ اخلاق اس کی اخلاق کی بدولت جہل دوسرے کا راسخ ہوتا جاتا ہے۔ میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کی بد اخلاقی ہے۔ جس سے لوگوں کا دین خراب ہو اور وہ جہل میں مبتلا رہیں۔

تشبہ ممنوع ہے تشابہ جائز ہے

(ملفوظ ۳۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے فمن تشبہ بقوم فهو منهم اس کی حکمت یہ ہے کہ اہل باطل سے امتیاز ہو مگر تشابہ جائز ہے تشبہ جائز نہیں۔ تشابہ وہ ہے جو فطری ہو اور تشبہ وہ ہے جو قصد سے ہو۔

۲۱۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

مسلمانوں میں اتحاد مگر کونسا

(ملفوظ ۳۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں باہم تفرق نہ ہو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسری قوموں کو ان کو ضرر پہنچانے کی جرات ہوتی ہے۔ اس لئے باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ مگر یہ اتحاد نہیں جو آجکل کے لیڈراوران کے ہم خیال مولوی کراتے پھرتے ہیں۔ جس میں شریعت بھی محفوظ نہیں رہی بلکہ وہ اتحاد مقسود ہے۔ جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ اِنَّیْ اَعْتَصِمَ بِحَبْلِ اللَّهِ کے ساتھ اتحاد یہی اتحاد کا رآمد اور مفید ہے۔ (اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلے کو اس طور پر کہ تم سب باہم متفق بھی ہو۔)

مولویوں کو چندہ جمع کرنا نہیں چاہئے

(ملفوظ ۳۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کا کام نہیں۔ چندہ جمع کرنے کا یہ کام تو دنیا داروں ہی کے سپرد رہنا چاہئے۔ مولویوں کو مالیات میں پڑنا ہی نہیں چاہئے اس باب میں ان کا مذہب تو یہی ہونا چاہئے۔

لنگے زیرو لنگے بالا نے غم دزد نے غم کالا

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ کا قصہ ہے کہ بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے فرمایا کہ لگانے کے بھی اہل ہو تم ہی خرچ کر دو۔ اس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا فرمایا میرے پاس اسکی دلیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کواہل سمجھتے تو مجھ ہی کو دیتے۔ تبسم فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اس کا جواب تو یہ تھا کہ حضرت اللہ میاں دے تو رہے ہیں۔

کیفیات مقصود نہیں رضا حق مقصود ہے

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کے ساتھ صحیح تعلق ہونا چاہئے۔ پھر چاہے کچھ جائے یا رہے پر واہ بھی نہ کرنا چاہئے۔ بعض لوگ کیفیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس میں کیا رکھا ہے۔ بعض منافع کے اعتبار سے وہ بھی خدا کی نعمت ہے مگر مقصود نہیں۔ ان کی رضا کے سوا سب غیر مقصود ہے۔

تعلق مع اللہ میں استغناء کی خاصیت ہے

(ملفوظ ۳۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلق مع اللہ میں استغناء کی خاصیت ہوتی ہے۔ جس کو بھی اللہ تعالیٰ یہ دولت عطا فرما دیں یعنی ایمان کی معرفت کی۔ تعلق مع اللہ ہے۔ حضرت محمد یوسف صاحب تھانوی تحصیلدار یا قلعہ دار تھے۔ بھوپال میں اس وقت مولوی عبد الجبار صاحب بھی وزیر تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے ملنے کی کوشش کی۔ بلایا حافظ صاحب نے تین شرطیں لگائیں کہ اگر یہ منظور ہوں تو آسکتا ہوں۔ اول تو یہ ہے میری تعظیم نہ کریں۔ دوسرے یہ کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں اٹھایا نہ جاوے۔ تیسرے یہ کہ میں جس وقت واپس آنا چاہوں مجھ کو روکا نہ جائے۔ وزیر صاحب نے تینوں شرطیں منظور کر لیں۔ پہنچے وزیر صاحب کے پاس وہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے کہا کہ دیکھئے شرط اول کی مخالفت ہو رہی ہے پھر ہی ادنی جگہ میں بیٹھ گئے۔ وزیر صاحب نے کہا کہ حضرت یہاں آجائے فرمایا کہ شرط ثانی کی مخالفت ہو رہی ہے۔ وزیر صاحب نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ حضرت جو عہدہ منظور فرمائیں اس کا انتظام کروں۔ فرمایا کہ اس وقت میری تنخواہ پچاس روپیہ ہے بیوی منتظم ہوتی تو پچاس روپیہ سے کم میں بھی گزر ہو سکتی ہے مگر اب پچاس روپیہ میں بھگت اللہ بخوبی گزر ہو جاتا ہے۔ سو میں چاہتا ہوں کہ اس پچاس میں تو کمی نہ ہو۔ رہا عہدہ سو اس کے متعلق یہ ہے کہ چاہے ہنگیوں کا جعدار بنا دیجئے۔ ہاں پچاس روپیہ دے جائیں۔ بس کافی ہے۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔ یہ اپنے باپ کے رنگ پر تھے۔ حافظ ضامن

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی شان تھی۔ بھوپال میں ایک فقیر آیا تھا۔ امراء کو معتقد بناتا پھرتا تھا چونکہ حافظ صاحب بڑے آدمی تھے۔ ان کو بھی مسح کرنے آیا۔ مسند پر بیٹھے تھے کہ کونے میں کھڑے ہو کر توجہ کی حافظ صاحب کو محسوس ہو گیا اس پر اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

سنجھل کے رکھنا قدم دشت خاں میں بجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے یہ کہنا تھا کہ دہرام سے زمین پر گر پڑا۔ اور اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ میں بھی حضور ہی کا شغال رنگین (رنگا گیدڑ) ہوں کہا کہ جاؤ ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اتباع سنت اختیار کرو۔ یہ حافظ صاحب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت ہی سے مجاز تھے۔

حضرت گنگوہی اور حضرت حاجی صاحب

(ملفوظ ۳۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا باکمال ہونا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کا تعلق عقیدت حضرت سے تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہونا تو اس درجہ کی حجت نہیں۔ اس لئے کہ وہ خودی اخلاق میں اور عشق میں مغلوب تھے۔ البتہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں ایک خاص انتظامی شان تھی۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کے ورثاء میں ہونا چاہئے۔ وہی شان تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جس کا اثر تھا۔ لا یخافون فی اللہ لومة لائم حق میں ذرہ برابر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اگر حضرت حاجی صاحب میں ذرا بھی کمی ہوتی تو مولانا علی الاعلان تعلق قطع فرما دیتے۔

مولویوں کو مالیات میں نہ پڑنا چاہئے

(ملفوظ ۳۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کو مالیات سے بچنا چاہئے۔ اس معاملہ میں ان کو پڑنا ہی نہیں چاہئے۔ میں ایک مرتبہ نواب صاحب ڈھا کہ کا مدعو کیا ہوا ڈھا گیا۔ نواب صاحب نے بدون میری تحریک کے مدرسہ دیوبند کے لئے روپیہ دینا چاہا۔ مجھے لیتے ہوئے بھی غیرت آئی لیکن اگر انکار کرتا ہوں تو خواہ مخواہ کا تقویٰ بگھاڑنا تھا۔ اور ان کی دل شکنی کا بھی خیال تھا اور مدرسہ کا بھی نقصان۔ میں نے کہا کہ میرا سفر ہوگا اور سفر میں اتنی بڑی رقم کا پاس ہونا خطرہ سے خالی نہیں۔ ہر وقت یہ ہی کھٹک رہے گی کہ کہیں گم نہ ہو جائے۔ کوئی نکال نہ لے۔ اسلئے مناسب یہ ہے کہ آپ بیہ کر کے روانہ کر دیجئے وہ سمجھ گئے کہا کہ بہت اچھا۔ آپ مہتمم صاحب کو رقعہ تو لکھ دیں میں بیہ کر دوں گا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ میں لکھ دوں گا۔ تو مالیات میں مولویوں کا پڑنا ہی برا ہے۔

حضرت تھانوی پر حضرت گنگوہی کی شفقت

(ملفوظ ۳۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ حاضر ہوا۔ حضرت کی شفقت کی یہ حالت تھی یہ فرمایا کہ تم جب آ جاتے ہو۔ دل تازہ ہو جاتا ہے۔ میں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ حضرت جاؤں گا فرمایا کہ اتنی جلدی میں نے کہا کہ کپڑے میلے ہو گئے ہیں۔ زیادہ ٹھرنے کا ارادہ سے نہیں آیا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے تو ہم دیدیں گے میں نے عرض کیا کہ حضرت اور بھی کام ہے۔ پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ حضرت کے کپڑے پہننے کو بھی جی نہیں چاہا۔ بے ادبی معلوم ہوئی۔

توسل کی حقیقت کا انکشاف

(ملفوظ ۳۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو توسل کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ سوال کرنے سے بھی مقصود حاصل نہ ہوا۔ ایک روز دفعۃً قلب پر اس حقیقت وارد ہو گئی وہ یہ کہ حدیث میں ہے۔ "المراء مع من احب" جب اس سے معلوم ہوا کہ مقبولین کی ساتھ محبت اور تعلق رکھنے سے رحمت خاص کا وعدہ ہے۔ پس کسی صالح سے توسل کا حاصل یہ ہوا کہ اے اللہ مجھ کو فلاں شخص سے تلبس ہے اور اس تلبس پر آپ کا رحمت خاص کا وعدہ ہے پس میں اس رحمت خاص کا سوال کرتا ہوں اور جس جگہ یہ بات سمجھ میں آئی تھی وہ جگہ بھی یاد ہے اس وقت اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ اگر دس ہزار روپیہ بھی ملتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی اور توسل بالاعمال کی بھی ذرا تغیر الفاظ کے ساتھ یہی حقیقت ہے کہ فلاں عمل سے آپ کو محبت ہے اور اس عمل پر رحمت خاص کا وعدہ ہے۔ اور ہم کو اس عمل سے حدود کا تلبس ہے۔ اب ہم اس رحمت خاص کا سوال کرتے ہیں۔

رذائل کے ازالہ کی نہیں امالہ کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۳۲۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فطری رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں۔ امالہ کی ضرورت ہے۔ وہ چیزیں اپنی ذات میں مذموم نہیں اس لئے کہ فطری ہیں۔ ان کا فطری ہونا دیکھ کر حکماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے۔ کہ ریاضت اور مجاہدہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ جو چیزیں جبلی ہیں وہ بدل نہیں سکتی۔ اس لئے سعی اور کوشش بیکار ہے۔ یہ حکماء سمجھ نہیں۔ مجاہدہ سے جبلی اور فطری کا ازالہ نہیں کیا جاتا۔ اس میں تو حکمتیں ہیں۔ اس لئے اس کو باقی رکھا جاتا ہے۔ البتہ وہ کبھی اپنے اختیار سے اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں۔ ریاضت اور مجاہدہ سے وہ اعتدال پر آ جاتی ہیں۔

غیر مقلدوں کے مشرب کیا مثال

(ملفوظ ۳۳۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین کے مشرب کی حقیقت ایک خواب میں مجھ پر ظاہر ہوئی تھی جو میں نے طالب علمی میں دیکھا تھا گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن اگر نصوص شرعیہ سے موید ہو جائے تو سکون ضرور ہوتا ہے۔ اسلئے کہ بروئے حدیث ہمشرات میں سے ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دہلی ہوں اور ایک غیر مقلد مولوی صاحب کے مکان کے دروازہ میں طلبہ جمع ہیں۔ میں بھی ہوں اور چھانچ تقسیم ہو رہی ہے۔ مجھ کو بھی دینا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کی صورت مثالیہ دودھ کی سی ہے اور چھانچ مشابہ ہوتی ہے۔ دودھ کے تو خواب کے معنی یہ ہووے کہ ان کا مشرب دین کی صورت تو ہے مگر اس میں دین کے معنی نہیں۔

۱۔ ملا رج کرنے والا نشانہ ملاامت بنتا ہے

(ملفوظ ۳۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اختلافی مسائل میں متاخرین نے بڑا جھگڑا پھیلادیا۔ دین کو اچھا خاصہ میدان جنگ بنا دیا۔ اختلاف مذہب کو اختلاف عمل بنالیا۔ یہ ابن مسعود کا قول سنا گیا ہے گو بڑا عالم نہیں مگر کھجدار آدمی ہے۔ یہ اختلاف تو علوم ظاہری میں ہو رہا ہے۔ باقی علم باطن میں اختلاف سے بڑھ کر خلاف کیا جاتا ہے۔ چونکہ اکثر اس سے بے خبر ہیں۔ اس لئے اہل خبر پر بکثرت اعتراض ہوتے ہیں۔ مخصوص جو شخص اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیتا ہے اس کو تو نشانہ ملاامت بننے کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ ہر شخص اس کو برا بھلا کہتا ہے۔ بدنام کرتا ہے چنانچہ ایک شخص نے اس کا اقرار بھی کیا تھا مجھ کو لکھا تھا کہ میں تم کو قانون باز بلکہ قانون ساز کہا کرتا تھا میں معافی چاہتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں۔

کھانے کے ذریعہ مناسبت کی پہچان

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مرید ہونے آتا اس کو کھانا بھیجتے۔ جب برتن واپس آتے دیکھتے اگر روٹی سالن تناسب سے بچا ہوتا تو اس سے معاملہ کی گفتگو فرماتے ورنہ شروع ہی سے جواب دیدیتے کہ ہمارا تمہارا نباہ نہ ہوگا۔ تم میں انتظام کا مادہ نہیں۔

تعویذ کے سلسلے میں کچھ حکایات

(ملفوظ ۳۳۳) ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ اس باب میں لوگوں کو بہت نلو ہے۔ ہر کام

تعویذ ہی سے لینا چاہتے ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو آئندہ اولاد بھی تعویذ ہی سے مانگنے لگیں گے۔ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی فرمایا کہ ہر چیز کے لئے تعویذ مانگنے پر یاد آ یا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے پاس ایک بھنگو آیا کہ حضرت بھنگ نہیں کھتی۔ ایک تعویذ دیدیتے تھے آپ نے تعویذ لکھ کر دیدیا۔ خوب بھنگ بکنا شروع ہو گئی۔ طلبہ نے شبہ کیا کہ حضرت نے بھنگ کو بھی تعویذ دے دیا یہ تو اعانت علی المصیبت ہے۔ آپ نے اس بھنگ فروش سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لے آتا تعویذ لے آیا۔ کھول کر طلبہ کو دکھلایا کہ اس میں لکھا تھا کہ اے اللہ جن لوگوں کی قسمت میں بھنگ پینا کما ہے۔ وہ تو بھنگ ضرور ہی پیئیں گے تو وہ اسکی ہی دکان سے پی لیا کریں۔ سب نے دیکھ لیا کیسا تعویذ ہے۔ بھلا ان حضرت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ خوب کہا ہے۔

دریاد بد حال پختہ پیچ خام پس سخن کو رتاء با ید السلام

(کاملوں کے افعال کی حقیقت کو ناقص نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا سکوت ہی کرنا چاہئے)

تعویذ کے سلسلہ میں بعضی حکایات بھی بیان فرمائیں کہ حضرت سید صاحب بریلوی تعویذ میں یہ لکھ دیتے تھے۔ خداوند اگر منظور داری حاجتیں رابر آری حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ سے ایک بیمار لڑکی پر دم کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے اس کے منہ میں تھوک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شفاء بھی عطا فرمادی۔ اور اس بی بی نے خود بیان کیا کہ اس روز سے میرا ذہن اور حافظہ اور فہم سب سے بڑھ گیا۔ پھر حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکات کے متعلق فرمایا کہ حضرت میاں جی صاحب کہتے تھے کہ ہماری موت کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کیسی پھیلتی ہے۔ پھر حضرت میاں جی صاحب کے اخلاق کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب تھے۔ کاندھلہ کے رہنے والے جن کی تصنیف تفسیر سورۃ یوسف منظوم ہے۔ یہ کوئی باقاعدہ مولوی تو نہ تھے مگر مشہور تھے۔ اور ایک زمانہ میں حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتے تھے۔ پھر تنبیہ ہوا تو توبہ کی اور مرید ہو گئے۔ حضرت نے مرید کر لیا اور برابر آتے جاتے رہے۔ مگر ایک مدت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ اور کہیں رجوع کریں مجھ سے آپ کو نفع نہ ہوگا۔ میں ہر چند آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور نفع پہنچانا چاہتا ہوں۔ مگر آپ کی وہ گستاخیاں یاد آ کر مانع ہو جاتی ہیں۔ وصول برکات سے۔

۲۲۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

بزرگان اسلام کے یہاں اتباع سنت کا اہتمام

(ملفوظ ۳۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے اتباع سنت کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ کی حکایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چونکہ اس طرح خلال کر کے نماز نہیں پڑھی۔ جو سنت کے موافق ہے۔ اس لئے میں برس کی نماز لوٹائی۔ سنت کے موافق خلال کر کے حضرت شیخ عبدالحق صاحب رودلوی باوجود اس کے کہ ان پر استغراق کا ایسا غلبہ تھا کہ تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ یاد نہیں ہوا۔ پھر بھی اتباع سنت کس قدر غالب تھا کہ فرماتے کہ منصور بچہ بود کہ از یک قطره بفریاد آمد این جامردانند کہ دریا با فرو برد و آروغ زد زند (منصور مبتدی تھا کہ ایک قطره پی کر فریاد کرنے لگا۔ یہاں مرد ہیں کہ دریا کے دریائی جاویں اور ذکر بھی نہ لیں) دیکھئے اس غلبہ حال میں بھی خلاف سنت پر نکیر فرمایا پھر ایک غلبہ حال کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کو ان کے بھائی کے علم درسی پڑھانا چاہا۔ نحو شروع کرائی اس میں ایک مثال آئی شرب زید عمر اپو چھازید نے کیوں مارا انہوں نے کہا مارا اور انہیں یوں ہی ایک مثال ہے کہا کہ مارا نہیں تو کذب ہے اگر مارا تو ظلم ہے۔ میں ایسی کتاب نہیں پڑھوں گا جس میں پہلے ہی سے تعلیم کذب اور ظلم کی ہو۔

اس طریق میں فنا و انقیاد ہے

(ملفوظ ۳۳۵) ایک صاحب کی تحریری غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ اس طریق کا نفع چاہتے ہیں تو محمود فنا کا ثبوت دیجئے آپ تو زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں سو اگر انقیاد نہیں ہے تو آئنا بیکار اور آگ آنا چاہتے ہو تو انقیاد سے کام لو۔

مرتب کی تعلیمات اہل خصوصیت کیلئے

(ملفوظ ۳۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والے اپنی کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے میرے مواخذہ پر نظر کرتے ہیں۔ اور واقعہ کا یہ خلاصہ نکالتے ہیں کہ ذرا سی بات پر خفا ہو گئے۔ یا ہم نے خدمت کی تھی۔ مجھ گئے۔ کچھ معلوم بھی ہے کہ بدون گرفت اور سختی کے کج نہوں کی اصلاح غیر ممکن ہے۔ دیکھئے جب مر با بنانا ہوتا ہے پہلے اس کو تنکے سے کوپتے ہیں تب اس میں شیرینی پہنچتی ہے۔ نیز اس کو آگ پر بھی ابلاتے ہیں۔ اسی طرح مرتب کی فصل کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ مر با بنائے۔ سو یہاں پر جب مر با بننے آتے ہیں تو یہ امور ضرور ہوتے ہیں۔ غرض شیخ تربیت کے لئے جس کیلئے جو مناسب

سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے۔ برتاؤ کرتا ہے۔ نرمی ہو یا سختی ہو مگر یہ معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو اپنے کو سپرد کرتا ہے اور محبت کا مدعی بن کر آتا ہے۔ اس لئے کہ حقوق کی بھی قسمیں ہیں۔ ایک حقوق تو عامہ مسلمانوں کے ہیں۔ اور ایک حق اس سے آگے ہے۔ جس کا منشا تعلق ہے۔ خصوصیت کا اس کے اور قواعد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے قوانین بتائے۔ ساتھ رہنے کے دیکھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کس درجہ کی ہستی مگر چونکہ خضر علیہ السلام سے ایک خاص کام لینا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس احتیاج کے شرائط بیان کئے اور خصوصیت کے لئے شرائط تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر موسیٰ علیہ السلام ان شرائط کو قبول نہ فرماتے تو خضر علیہ السلام ساتھ رکھنے سے یقیناً عذر فرما دیتے اس کے بعد جب شرائط میں اختلال ہوا صاف کہہ دیا **هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ** حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی فعل معصیت نہ تھا۔ پس خضر علیہ السلام کا عذر رکاوٹ حاصل تھا کہ ہماری تمہاری موافقت نہ ہوگی۔ اور یہ تفریق ایسی تھی کہ بدوں کسی وجہ کے بھی جائز تھی۔ اس لئے افتراق کے لئے معصیت شرط نہیں۔

کشف صحیح کے بھی حجت نہ ہونے پر ایک عملی تمثیل

(ملفوظ ۳۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض کشف ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بالکل احتمال غلطی کا نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی شرعاً حجت نہ ہوگا اور اس کو مستبعد نہ سمجھا جاوے کہ جب اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔ پھر حجت نہ ہونے کی کیا وجہ۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص رمضان کی ۲۹ تاریخ کو عید کا چاند دیکھتا ہے اور دیکھنا ظاہر ہے کہ حسی طور پر ہے جس میں کوئی اشتباہ نہیں پھر اس پر یہ بھی واجب ہوگا کہ قاضی سے جا کر ظاہر کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اور بھی کوئی شہادت ہوگو اپنے علم میں یہ واحد مگر یہ نہ سمجھے کہ واحد کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ تو شہادت سے کیا فائدہ کیونکہ اگر سب دیکھنے والے اپنے کو واحد واحد سمجھ کر شہادت سے تقاعد کریں تو رویت کیسے ثابت ہو۔ غرضیکہ اس نے جا کر قاضی سے کہا مگر اتفاق سے اور کوئی شہادت نہ تھی۔ اس لئے قاضی نے کہہ دیا کہ حجت نہیں تو اس صورت میں باوجود اس کے کہ اس نے خود دیکھا اور بلا اشتباہ دیکھا مگر پھر بھی خود اس کے لئے بھی حجت نہیں۔ چنانچہ یہ بھی روزہ ہو جو بار کھے گا (یعنی اس کو بھی بوجہ عید کا چاند خود دیکھ لینے کے بعد افطار کرنا جائز نہیں بلکہ روزہ ہی رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ شہادت شرعی سے چاند ثابت نہیں ہوا) ایسے ہی اگر کسی کو کشف ہوا اور بالکل بلا تلبیس

مگر پھر بھی عدم تلبیس مستلزم نہیں۔ حجت کو شیخ اکبر بعض کشف میں تلبیس کی نفی فرماتے ہیں مگر غلطی سے یہ مشہور ہو گیا کہ کہ وہ کشف بلا تلبیس کو حجت سمجھتے ہیں ان کے قول میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ بعض کشف حجت ہے۔ پس مذہب منسور سب کے نزدیک یہی ہے کہ کشف حجت نہیں۔

محبت کے حقوق

(ملفوظ ۲۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل محبت اور تعلق کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں مگر امتحان کے وقت کورے نکلتے ہیں۔ محبت کے حقوق میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر دوست دوست سے اپنی ضرورت میں روپیہ طلب کرے اور دوست یہ پوچھے کہ کتنا تو وہ دوستی کے قابل نہیں۔ بلکہ جو کچھ پاس ہو سب پیش کر دے۔ پھر وہ خواہ کل لے لے یا جڑ لے لے۔ ایک شخص کی حکایت ایک کتاب میں مذکور ہے کہ ان کے ایک دوست نے مکان کے دروازہ پر آکر آواز دی۔ یہ شخص مکان سے کچھ توقف کے بعد باہر اس طرح آیا کہ ایک غلام کے سر پر روپیہ کی تھیلیاں ہیں اور خود اس شخص کی کمر سے تلوار بندھی ہے اور ساتھ ایک عورت نہایت حسین زیور سے آراستہ ہے۔ دوست نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ کہا کہ مجھ کو یہ خیال ہوا کہ دوست آیا ہے نہ معلوم کیا ضرورت ہے اگر کسی دشمن کا مقابلہ ہے تو میں حاضر ہوں اسی لئے تلوار ساتھ لایا ہوں اگر روپیہ کی ضرورت ہے تو یہ تھیلی موجود ہے۔ اگر خادم کی ضرورت ہے تو یہ غلام حاضر ہے اگر انس کے لئے عورت کی ضرورت ہے تو یہ کنیز موجود ہے۔ یہ ہے دوستی۔ محبت پر ایک اور قصہ یاد آ گیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے یہاں مہمان ہوئے۔ دو رئیس نہایت منتظم تھے۔ وہ کھانوں کی ایک فہرست مرتب کر کے غلام کو دے دیتے تھے کہ یہ کھانے تیار ہوں گے ایک دن امام صاحب نے غلام سے فہرست لے کر اس میں ایک کھانے کا اضافہ کر دیا۔ جب دسترخوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ فہرست میں جو کھانے لکھے تھے اس سے زائد دسترخوان پر ایک کھانا موجود ہے اُس کا سبب غلام سے دریافت کیا غلام نے عرض کیا کہ امام صاحب نے کھانا میں اضافہ کر دیا تھا جب دسترخوان پر کھانا آیا تو رئیس نے دیکھا کہ فہرست میں جو کھانا لکھے تھے اس سے زائد دسترخوان پر ایک کھانا موجود ہے اس کا سبب غلام سے دریافت کیا غلام نے عرض کیا کہ امام صاحب نے کھانے کا اضافہ فرمایا تھا اس رئیس پر سرت کا ایسا حال طاری ہوا کہ اس غلام کو آزاد کر دیا۔ محض اس بناء پر کہ مہمان کی فرمائش پر اس نے عمل کیا۔

بعض متعلقین کا اختلاف اور حضرت کا طرز عمل

(ملفوظ ۲۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے فلاں صاحب

سے جو یہاں خانقاہ میں مقیم تھے کہا تھا کہ تم یہاں پر رہے۔ پلے بڑھے سب کچھ ہو مگر میں پھر بھی تمہاری رائے میں مزاحمت نہ کروں گا۔ مگر تم کو بھی یہاں رہ کر اختلاف کرنا مناسب نہیں تو اس حالت میں یہاں پر تمہارا رہنا بھی مناسب نہیں۔ ایک جگہ سے دو مختلف جواب ملنا اس میں بڑا منصفہ ہے باقی اگر تم اپنی رائے پر عمل کرو اور طریقہ کے ساتھ کرو تو مجھ کو بھلائیے اللہ ایسے اختلاف سے کبھی گرائی نہیں ہوتی۔ گرانی ہوتی ہے خلاف سے اور یہ بھی صرف ان کے خلاف سے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ ورنہ ادروں کی طرف سے خلاف کرنا بھی گراں نہیں۔ فلاں خاں صاحب نے مجھ کو ہمیشہ گالیاں دیں۔ کافر کہا ذرہ برابر بھی مجھ پر کبھی اثر نہیں ہوا۔ اس لئے کہ وہ مخالف تھے۔ شکایت دوستوں سے ہوا کرتی ہے۔ دشمنوں سے کیا شکایت۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے کہ انہوں نے یہاں کار بٹلکھا اور لوح پر بلا ضرورت خانقاہ امدادیہ کا نام بھی لکھ دیا۔ پھر معافی چاہی میں نے ان سے بھی یہی کہا کہ عمل تو اسی پر کرو جو تمہاری رائے ہے اور جب تم معافی چاہتے ہو تو اس کا اعلان کر دو کہ رائے تو میری وہی ہے جو لکھ چکا ہوں مگر میں نے جو لوح پر یہ لکھا ہے کہ یہ خانقاہ امدادیہ تھا نہ بھون کا جواب ہے۔ اسے لکھنے کی ضرورت نہ تھی جواب تو بدون اس کے بھی ہو جاتا لوگ خود سمجھ لیتے کہ فلاں فتوے کا رد ہے۔ بس اس طرح کا اعلان کرو مگر وہ اس اعلان پر آمادہ نہ ہوئے میرا بھی دل منقبض رہا۔ میرا خاصہ ہے کہ اگر کوئی اصول صحیح پر رہے تو مجھ کو محبت بدرجہ عشق ہوتی ہے اور اگر اصول کے خلاف ہو تو اس سے قلب پھر جاتا ہے۔ مگر اب دس برس کے بعد اعلان کیا میں صاف ہو گیا کیونکہ مجھ کو تو دیکھنا تھا وہ نہ اعلان نہ کرنے سے میرا کوئی ضرر نہ تھا۔ اور اب اعلان کر دیا میرا کوئی نفع نہیں ہو گیا۔ نفع اور ضرر سب انہیں کا تھا۔ اور یہ ہی میں فلاں مولوی صاحب سے چاہتا ہوں جو دارالعلوم دیوبند کو بدنام کر چکے ہیں اور اب معافی چاہتے ہیں۔ ان سے بھی اس لئے انتباہ ہوا کہ وہ مجھ سے ایک زمانہ میں تعلق رکھ چکے ہیں اور مجھ سے تربیت کی خدمت لے چکے ہیں گو ممکن ہے کہ ان کو ضرورت نہ ہو مگر خدمت لی تو یہی۔ ان چیزوں کا طبعی اثر ہوتا ہے پھر اس میں تو میرا معاملہ بھی نہیں۔ مدرسہ کا معاملہ ہے۔ وہ ایک چیز ہے جس سے مخلوق کو نفع ہو رہا ہے ممکن ہے اس میں کچھ کوتاہیاں ہوں اور اصلاح کی ضرورت ہو۔ اصلاح کرو نہ کہ انہدام کرنے لگو مدرسوں کو بدنام کرنے کا جو طرز اختیار کیا گیا تھا اس کے تدارک کے لئے اس اعلان کی ضرورت ہے کہ ہم نے جو طرز اختیار کیا تھا وہ غلط تھا گو مطالبات ہمارے اب بھی وہی ہیں اور مشورہ یہ ہے لیکن اگر ہماری رائے قبول نہ کی جاوے ہم پھر بھی مدرسہ کے خادم

ہیں۔ بتلائے اس میں کیا ضرر ہے تو سب کی مصالحت کی رعایت رکھتا ہوں۔ مگر بے اصول کام مجھ سے نہیں ہو سکتے۔ معافی بھی بے اصول نہیں ہو سکتی۔ چاہے کسی کو گوارا ہو یا ناگوار۔ کوئی راضی رہے یا ناراض اور کسی کی ناراضی سے ہوتا کیا ہے؟ حق تعالیٰ راضی رہیں اور کسی کی کچھ پروا نہیں کرنا چاہئے۔ ایک اور صاحب کا واقعہ ہے جن کو محبت اور تعلق کا دعویٰ تھا مگر انہوں نے ایک تحریر لکھی اس میں میرے متعلق طعن آمیز کلمات لکھے تھے۔ وہ یہاں پر مہمان ہوئے ہیں۔ میں نے بھمکھانہ ان کے حقوق مہمان کے ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کی مگر جو شکایت ان سے تھی وہ اب بھی ہے اور جب تک اس کا تدارک نہ ہوگا رہے گی۔ باقی مجھے تدارک کا ناظر ہے نہ استدعا ہے اسلئے کہ یہاں تکثیر سوا کی ضرورت ہی نہیں۔ یہی تو میرا گنوار پن ہے۔ جس کی وجہ سے بکثرت لوگ مجھ سے ناراض ہیں۔ اسی اخیر کے واقعہ میں انہوں نے تو اپنی بھڑاس نکال لی مگر مجھ کو وہ ناراضی ادائے حقوق سے مانع نہیں ہوئی۔ ہاں انبساط نہیں ہوا اور ان پر ظاہر بھی کر دیا کہ میں ناراض تھا اور ہوں اور رہوں گا۔ مجھ کو رنج تھا اور ہے اور رہے گا۔ مجھ کو آپ سے شکایت تھی اور ہے اور رہے گی اس کو بھی صاف کہہ دیا یہ اس معاملہ کا حق تھا اس کو بھی نہیں چھپایا۔

تحریرات کا دینی نقصان

(ملفوظ ۳۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تحریرات میں یہاں کے لوگ تو اپنا دشمن سمجھتے ہی ہیں مگر بعضے عیسائی بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں چنانچہ کوہ منصور پر عیسائیوں کا ایک وفد تبلیغ کے لئے امریکہ سے آیا تھا اس میں ایک پادری تھا میرے ایک عزیز سے اس کی ملاقات ہو گئی اس نے میرے متعلق پوچھا کہ ان تحریرات میں اس کا کیا خیال ہے انہوں نے کہا کہ وہ ان تحریرات کے خلاف ہے یہ سکر اس پادری نے کہا یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن معلوم ہوتا ہے ان عزیز نے کہا کہ یہ تحریرات خود عیسائیت کے خلاف ہیں تو اگر وہ اسمیں شریک ہوتے تب تو عیسائیت کی دشمنی کے کیا معنی کہا کہ تم اس بات کو نہیں سمجھتے اس وقت ہندوستان میں دو مذہب ہیں ایک ہندو اور ایک مسلمان اور دونوں میں بوجہ اختلاف مذہب کے تصادم ہے اسوجہ سے اپنے اپنے مذہب پر سختی سے جئے ہوئے ہیں مگر ان تحریرات میں دونوں بہت سے کام اپنے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں جس سے ان پر لاندہی کا غلبہ ہو جائے گا اور لاندہی کے بعد عیسائیت کی قابلیت قریب ہو جاتی ہے تو تحریرات کے خلاف کرنا عیسائیت سے روکنا ہے یہ راز ہے جس کو یہ شخص سمجھا ہے اور تحریرات کا مخالف ہے اس لئے ہم کہتا ہے کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن ہے پھر فرمایا کہ آج کل کی عیسائیت کا پہلا زینہ لاندہیت

جے عیسائی ہوتے ہی وہ ہیں جو بد مذہب ہیں اور ان تحریکات میں مسلمانوں نے تو بڑا مجاہد سر کھانے نہ ہند وہی راضی ہوئے نہ انگریز ان کو تو صرف ایک ذات راضی کرنے کی ضرورت ہے اگر وہ راضی ہو جائیں تو پھر کسی کی ناراضی سے کچھ ضرر نہیں اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور اب تو مسلمان اسکے مصداق ہو گئے جیسا کہ ایک صاحب سرگرم تحریکات نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے۔

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل

ہم کو چوڑے رقیب میں بھی سر کے بل گئے

حضرت حاجی صاحب سے سماع سننے کی درخواست

(ملفوظ ۳۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روم میں ایک مولویہ سلسلہ ہے یہ لوگ اہل سماع ہیں یہ لوگ مولانا رومی کے خاندان سے ہیں اور سماع آلات کے ساتھ سنتے ہیں اس میں نے بجاتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سننے کی درخواست کی حضرت کو نہ سننا منظور تھا نہ اسکی دل شکنی فرمایا کہ میں اس فن کو جانتا نہیں تو نا اہل کے سامنے پیش کرنا فن کی ناقدری کرنا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ہمارے فلاں مولوی صاحب ہوتے تو وہ قدر کرتے حضرت کے اس ارشاد کو بعض نے تو ان مولوی صاحب پر اعتراض سمجھا اور بعض نے یہ سمجھا کہ ان مولوی صاحب کو سماع کی اجازت ہے۔

حضرت حاجی صاحب اور تقریر کا اعادہ

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جہاں کسی نے کسی تقریر کے اعادہ کی درخواست کی تو یہ فرماتے کہ بھائی یہاں کوئی مدرسہ نہیں ہے قبل و قال کے لئے اور کبھی یہ فرمادیتے کہ حاضرین مجلس میں سے فلاں شخص سمجھ گیا اس سے سمجھ لینا۔

بزرگوں کا مالی معاملات میں دخل نہ دینا

(ملفوظ ۳۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہے کہ ایک شخص نے بہت بڑی رقم آپ کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا مجھ کو اس وقت حاجت نہیں عرض کیا کہ حضرت کسی مصرف خیر میں صرف فرمادیتے فرمایا کہ میں کوئی تمہارا نوکر ہوں جو تقسیم کرتا پھروں خود صرف کر دو یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو مگر تک نہ پہنچو گے کہ کچھ بھی

باقی نہیں رہے گی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو بریلی میں ایک صاحب نے پانچ چھ ہزار روپیہ یا اس سے زائد دینا چاہا۔ حضرت نے انکار فرمادیا اس نے بھی وہی بات کہی کہ کسی مناسب مصرف میں صرف کر دیجئے آپ نے فرمایا مجھ میں اسکی بھی لیاقت نہیں اس نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں دلیل سے کہتا ہوں وہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بخل نہیں اگر مجھ میں لیاقت ہوتی تو مجھ کو دیتے جب تم کو دیا تو تم ہی اسکے اہل ہو خود ہی صرف کر و عرض کیا کہ پھر کوئی مصرف ہی بتلا دیجئے حضرت کو مدارس دینیہ کیساتھ خاص شغف تھا فرمایا کہ اس رقم سے کوئی مدرسہ دینیہ جاری کر دو وہاں ضرورت بھی تھی کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا پھر اس واقعہ پر بطور تفریح کے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولویوں کو مالیات میں پڑنا نہ چاہئے اور یہ مال ایسی چیز ہے کہ اکمیں بہت جلد بدنامی ہو جاتی ہے اور بدنام کرنے والے حقیقت پر بھی مطلع ہونے کی کوشش نہیں کرتے بد اعتقاد ہو جاتے ہیں دہلی میں ایک متمول صاحب تھے جو میرے صرف اس وجہ سے معتقد ہونے تھے ایک شخص نے جھکوا دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے نہیں لئے انکار کر دیا اس لچر بنا پر تو معتقد ہو گئے پھر اعتقاد بھی ایسی ہی لچر بات پر ہو گئے انہوں نے ایک دنیاوی معاملہ میں مجھے سفارش چاہی میں نے نامناسب ہونے کے سبب انکار کر دیا بس اس پر غیر معتقد ہو گئے ان لوگوں کے نہ اعتقاد کا بھروسہ اور نہ بد اعتقاد ہی کا۔

مدارس میں ضروری علوم کا اضافہ:

(ملفوظ ۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ تورات انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں اسکے شمرہ کا ظہور ہوا واقعہ یہ ہے کہ ایک پادری آیا بعض اہل بدعت کے بہکانے سے اس نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کا نام لے کر مناظرہ کا اعلان کیا بہکانے کی وجہ یہ تھی کہ شاہ صاحب سے عداوت تھی جانتے تھے کہ شاہ صاحب کو اس سے کیا مناسبت۔ بار جائیں گے ذلت ہوگی نفسانیت بھی کیا بری چیز ہے یہ نہ سمجھا کہ اگر ایسا ہوا تو نعوذ باللہ اسلام کی ذلت ہے شاگردوں نے یہ دیکھ کر کہ مولانا کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا یہ عرض کیا کہ حضرت ہمکو مناظرہ کی اجازت دیجاوے فرمایا کہ وہ میرا نام لے کر اعلان کرے اور میں خاموش بیٹھا ہوں مجھکو غیرت آتی ہے اب شاگردوں میں بڑی کھلبلی پڑی مگر یہ کون کہہ سکتا تھا کہ آپ کو عیسائیوں کے مناظرہ سے مناسبت نہیں کیونکہ ایسے مناظروں میں عادیہ الزامی جو ہیں کی ضرورت ہوتی ہے قلعہ میں

مناظرہ ٹھہرایا غدر کے زمانہ سے قبل کا واقعہ ہے حضرت شاہ صاحب مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے مناظرہ ہوا حضرت شاہ صاحب نے توریت و انجیل کے حوالہ سے جواب دینا شروع کئے پادری کو شکست ہوئی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں جوابوں کی کیا خبر فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کیساتھ توریت اور انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ ضرورت کی بنا پر میری رائے ہے کہ مدارس میں تین چیزوں کی تعلیم کا اور اضافہ کر دیا جائے ایک ریلوے قانون کا دوسرے ڈاکخانہ کے قواعد کا تیسری فوجداری کی دفعات کا تاکہ جرم کی حقیقت سے واقف ہو جائیں بعض مرتبہ جرم کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جرم کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔

اہل اللہ کی عقل کامل ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو دنیا بھی حاصل کرنا ہو تو وہ اللہ والوں کی صحبت حاصل کرے کیونکہ ان کی عقل نورانی ہوتی ہے قلب صاف ہوتا ہے حقائق منکشف ہوتے ہیں گو تجربہ نہیں ہوتا مگر جن چیزوں میں عقل کی ضرورت ہے ان میں ان حضرات کو کامل دسترس ہوتی ہے۔

سلف کا زہد فی الدنیا کا حال

(ملفوظ ۳۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس دنیا میں رہتے ہی نہیں تھے کسی اور ہی عالم میں رہتے تھے انکی بات جیت بھی اور رنگ کی کھانا پینا بھی اور ہی رنگ کا ہر بات ہر کام میں رنگ ہی اور تھا اور ساری عمر ای میں ختم کر گئے کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے تعلق مع اللہ کا اور کسی کام کے رہے ہی نہ تھے۔

۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

تعویذات کے سلسلہ میں حضرت کا واقعہ

(ملفوظ ۳۳۷) ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا کہ فلاں چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے حضرت ۱۱۱ نے اور کام چھوڑ کر تعویذ لکھنا شروع کیا اور فرمایا کہ چونکہ اس نے آکر پوری بات کہی میں نے سب کام چھوڑ کر اس کا تعویذ لکھ دیا میرے یہاں تو اگر کوئی اصول سے کام لے ایک منٹ کی بھی دیر نہیں ہوتی فوراً کام ہو جاتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر ہر قسم کے تعویذ پہلے سے لکھ کر رکھ لئے

جائیں تو بڑی سہولت ہو فرمایا کہ یہ تو کبھی خیال نہیں آیا کہ لکھ کر تعویذ رکھ لئے جائیں مگر سہولت کی ایک صورت اس سے بھی زیادہ تجویز کی تھی کہ جو شخص تعویذ لینے آئے اسکو بسم اللہ لکھ کر دیدیا کرونگا نہ لوگ سوال و جواب کی گڑبڑ میں پڑیں گے نہ میں الجھونگا اسکے بعد ایک روز دو شخص آئے میں نے بدون ان سے دریافت کئے بسم اللہ لکھ کر تعویذ دیدیا وہ لے کر چلے گئے میں اس تجویز پر بہت خوش تھا کہ یہ اچھا طریقہ باتھو آیا مجمع میں اس کو بیان کرنے لگا ایک صاحب نے مجھے کہا کہ کچھ خبر بھی ہے کہ کیا نتیجہ ہوا اور آپس میں یہ کہتے جا رہے تھے کہ ہم نے کچھ کہا بھی نہیں اور ان کو دکی خبر ہوگئی میں نے کہا کہ یہ تو اس سے بھی بڑا مفسدہ آخراں تجویز کو چھوڑ دیا لوگ بھی بڑے ہی حضرت ہیں ان کا کہاں تک کوئی انتظام کرے۔

چشتیہ کے یہاں فنا اول قدم ہے

(ملفوظ ۳۳۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مجھے کہتے تھے کہ حضرات علما دیوبند درویش ہیں مگر اپنے کو چھپاتے ہیں فرمایا کہ یہ تو درویشی کے لوازم سے ہے ایسے سمجھنا لغو نہیں خصوص چشتیہ کے یہاں تو شہرت کی سخت ممانعت ہے وہ اس کو حجاب سمجھتے ہیں چشتیہ میں فنا کا بہت زیادہ غلبہ ہے اپنے کو مٹائے ہوئے ہیں وہ نہ کشف کو کمال سمجھتے ہیں نہ کرامت کو نہ الہام کو ان کے یہاں فنا ہو جانا مٹ جانا اول قدم ہے بس انکی تو یہ حالت ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تج لا در قتل غیر حق براند و رگر آخر کہ بعد اچہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت مر جا اے عشق شرکت سوز تفت

امراء کی طرف رغبت ٹھیک نہیں گوئیت صحیح ہو۔

(ملفوظ ۳۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل درویشوں کی دو قسمیں ہیں ایک حق ایک مبطل پھر حق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق باستثناء محققین کے کہتا ہوں کہ آج حق بھی اسکی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو گواہی نیت بری نہیں مگر پھر بھی اس مذاق کا ضرر ہی زیادہ ہے اس لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت سختی کے ساتھ نفرت رکھتے تھے لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں گویا دنیا بھی نہ ہو تب بھی بڑا مفسدہ ہے جسکا

بکثرت مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ جز اہل بصیرت کے اسکو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا ایک صاحب کے سوال پر کہ اگر کسی جائز مصلحت کے لئے تعلق رکھا جاوے تو کیا حرج ہے فرمایا کہ ہر جائز چیز سے بھی تو طہائع سلیمہ کو رغبت نہیں ہوتی مثلاً اونچھڑی کا کھانا جائز ہے مگر لطیف المزاج کو اس سے طبعی نفرت ہے اکثر مدرسہ والے بھی ان ہی خیالات میں مبتلا ہیں گو ان کے مقاصد اور نیت بری نہیں مگر اسکا انجام دیکھ کر جھکھو تو طبعی نفرت ہے اس طریقہ کار سے۔

بے تکلفی اور بے ادبی میں حفظ حدود

(ملفوظ ۳۵۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکلف تو کسی کے ساتھ بھی نہ ہوتا چاہئے باقی بڑوں کے ساتھ تو تعظیم نہ ہو مگر ادب ضرور ہونا چاہئے ایسا بے تکلف ہو جانا جو مساوات کا رنگ پیدا کرے یہ بے تکلفی نہیں بلکہ یہ گستاخی ہے اور اتنا بے تکلف ہو جانا جو بے ادبی کے درجہ میں پہنچ جائے کبر سے ناشی ہے اور حالاً دوسروں پر یہ نگاہ کرنا ہے کہ جھکھو اسقدر قرب حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں اسلئے اذخشاء کبر ہے۔

ہدیہ لینے میں حضرت کا معمول

(ملفوظ ۳۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ہدیہ میں یہ میرا معمول ہے کہ دو چیز دیکھتا ہوں ایک تو یہ کہ ہدیہ میں کامل شوق ہو میں ایسے شخص کی خدمت کو منظور کر لیتا ہوں اور ایک یہ کہ ایک دن کی آمدنی سے زائد نہ ہو اسیں حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات شوق کے غلبہ میں اپنے مصالحوں پر نظر نہیں رہتی مگر اپنا جی چاہتا ہے کہ جو اپنے سے محبت کرے اسکو بھی تکلیف نہ ہو اسلئے مصلحت سے زیادہ مقدار میں لیتا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ دینے کے وقت ہیئت اور صورت ایسی ہونا چاہئے کہ لینے والی کو اکسیں ذلت کا شبہ نہ ہو اور یہ تو ہدیہ ہے جس میں آداب کی ضرورت ظاہر ہے میرا تو یہ مذاق ہے کہ جو میرے تنخواہ دار ملازم ہیں ان کے سامنے بھی تنخواہ کا روپیہ کبھی پھینکا نہیں اکرام کے ساتھ سامنے رکھ دیتا ہوں اسلئے کہ نوکری کی حقیقت ہے منافع ہدیہ کا معوضہ اعیان مالہ سے اور جہاں دونوں جانب اعیان مالہ ہوں جیسے تجارت وہاں کوئی شخص متاع کی قیمت بصورت اہانت ادا نہیں کرتا اور منافع ہدیہ زیادہ بڑے ہوئے ہیں منافع مالہ سے سوجب تجارت میں تاجر کی اہانت نہیں کیجاتی تو ہسکو کیا حق ہے نوکری کی اہانت کا۔

ادب السیاستہ یعنی اصلاح کے آداب

(ملفوظ ۳۵۲) (ملقب بہ ادب السیاستہ) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا مواخذہ فرما رہے تھے

ان سے جواب طلب ہو رہا تھا وہ صاحب خاموش تھے ایک صاحب نے جو کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ان صاحب سے خطاب کیا کہ آپ جواب دیجئے اسپر حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ بس آپ دخل نہ دیجئے آپ کو میں نے دیکھ نہیں بنایا آپ کیوں دخل در معقولات دیتے ہیں اس طرز میں بڑے مفسدے ہیں ایک مفسدہ تو یہ ہے کہ ایک غریب پر چار طرف سے ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے جس سے اسکی دلکشی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مخاطب کو مجھ سے تو محبت ہے اس لئے اس کو میری ہر بات گوارا ہوگی اور تم سے محبت نہیں اس لئے اس کو ناگواری ہوگی اور ایک تیسری بات ان دونوں سے باریک ہے جس پر بدون غور کے نظر ہو چننا مشکل ہے وہ یہ کہ میری اس میں اہانت ہے اب تو کافی نہیں ہمارے جوڑ لگانے کی ضرورت ہے اور ان تاصح صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپ کو بیٹھے بٹھلائے کیوں جوش اٹھا آدمی کو پہلے اپنی فکر چاہئے یہ سب فضول باتیں بے فکری سے ہوتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو منانا فنا کرنا ہے یہاں پر آنوالوں کو تو ایسا رہنا چاہئے کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے کہ کوئی یہاں پر رہتا بھی ہے عرض کیا کہ معاف کیجئے غلطی ہوئی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ایسی غلطی نہ ہوگی فرمایا کہ معافی تو میں کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں معاف ہے مگر کیا غلطی پر متنبہ بھی نہ کروں ہمیشہ اس کا خیال رکھئے کہ جہاں پر آدمی جائے اول وہاں کے اصول اور قواعد اور آداب معلوم کرے۔ ہر جگہ کے جدا اصول اور قواعد ہوتے ہیں دوسرے آدمی کو نئی جگہ میں ہوتے ہوئے ویسے بھی تو حجاب ہوتا ہے خصوصاً میرے یہاں آنوالوں کو اور رہنے والوں کو تو اس کا مصداق بنکر آنا اور رہنا چاہئے

بہشت آنجا کہ آزارے نداشت کے رابا کسے کارے نداشت
ان ہی بد تمیزیوں کی وجہ سے میں ایسے لوگوں سے جن سے بے تکلفی نہ ہو یا بے تکلفی ہو مگر اس شخص میں سلیقہ نہ ہو کوئی خدمت نہیں لیتا اس لئے کہ اس حالت میں بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے اب پنکھا ہی ہے اس کو کھینچنے میں بعض بد تمیزی کرتے ہیں مشین بجاتے ہیں اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ مجلس سے کوئی اٹھ رہا ہے اس کے سر میں لگ جاوایا کچھ پروا نہیں اور میں تو عین مواخذہ کی حالت میں بھی مخاطب کی رعایت رکھتا ہوں کہ اس کی اہانت نہ ہو ذلت نہ ہو اور اہانت تو وہ کریگا جو اپنے کو اس سے افضل خیال کرتا ہو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ کے وقت بھی میں اسی کو اپنے سے افضل اور بہتر سمجھتا ہوں اور اس وقت اس کا احتضار ہوتا ہے کہ معلوم نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک بوجہ نیت کے اس کی بات پسند ہو اور میری ناپسند ہو اس وقت مجھ پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے ڈرتا رہتا ہوں تو

بھلا ایسا شخص کیا کسی کی دل سے اہانت کر سکتا ہے یا اس کو ذلیل سمجھ سکتا ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ عتاب کی حالت میں معتب کو ذلیل نہ سمجھے یہ دونوں چیزیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں تو بعض اکابر نے اس کی ایک عجیب مثال فرمائی ہے کہ کسی شہزادے کے کسی جرم پر بادشاہ بھنگی کو حکم دے کہ اس کے بید لگاؤ تو عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی اپنے کو شہزادے سے افضل سمجھے گا ہرگز نہیں یہ ہی سمجھے گا کہ شہزادہ شہزادہ ہی ہے میں بیچارہ بھنگی میرا کیا وجود اور کیا ہستی مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہے اس فرض کو پورا کر رہا ہے اور یہ خیال بھی لازم حال ہے کہ اگر حکم کے خلاف ہاتھ پاؤں بھی پڑا تو کہیں اسکی جگہ میں نہ رکھا جاؤں ان دونوں کو جمع کر نیکی مثال اس سے زیادہ واضح دوسری نہیں ہو سکتی اسی طرح واللہ کبھی وسوسہ بھی میرے قلب میں اس کی اہانت کا نہیں ہوتا اسی کو افضل سمجھتا ہوں مگر چونکہ حکم ہے اس لئے کہنے کی بات کہتا ہوں اصلاح کا کام سپرد ہو گیا ہے اس لئے ضروری بات نہ کہنے کو خیانت سمجھتا ہوں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اظہر من الشمس ہیں مگر اخیر میں سنا ہے کہ حضرت بعض لوگوں کے متعلق یہ رائے ظاہر فرمادیتے تھے کہ ایسے متکبرین کا علاج تھا نہ بھون، ہو سکتا ہے ہمارے مجمع میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رانی پوری بے انتہا خلیق تھے ان کا اخلاق کی یہ حالت تھی کہ جو کسی نے دوا بتائی کھالی بعض دفعہ اس سے تکلیف بھی ہو جاتی لیکن اگر وہ شخص پوچھتا ہے کہ حضرت کو دوائے نفع دیا فرماتے بڑا فائدہ ہوا اور میری حالت یہ ہے کہ اکثر طبیب بھی آتے رہتے ہیں اگر وہ کسی موقع پر مجھ سے کسی دوا کے استعمال کو کہتے ہیں تو میرا معمول ہے کہ میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ میرے معالج فلاں حکیم صاحب ہیں آپ ان کو مشورہ دیجئے میں ان کے کہنے سے کھالوں گا آپ کے کہنے سے نہیں کھادوں گا غرض مجھ سے ان کے اخلاق بدرجہا بڑھے ہوئے تھے، لیکن باوجود اس کے اخیر میں جب حضرت مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور انہیں بھی لوگوں نے چین نہیں دیا تب فرمایا کہ واقعی اشرف علی کے ضوابط اور قواعد کی سخت ضرورت ہے یہ مقولہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رانی پوری کا ہے خود پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ ایک خانصاحب آپ کی خدمت میں اکثر دوپہر کے وقت آیا کرتے وہی وقت، حضرت کے آرام کا ہوتا تھا مگر ان کی وجہ سے دوپہر میں بیٹھے رہتے اور کبھی منع نہیں فرمایا ایک روز حافظ محمد ضامن صاحب نے دیکھ لیا فرمایا کہ خانصاحب رات بھر تو جو رو کی بغل میں پڑے سوتے رہتے ہو اور اللہ --- والے رات کو جاگتے ہیں یہ دوپہر کو قیلو لہ کر لیتے ہیں انہیں بھی آکر تم نخل ہوتے ہو خبردار جو کبھی دوپہر میں آئے جب خانصاحب کا آنا بند ہوا مگر حضرت نے اپنی زبان سے کبھی منع نہیں فرمایا

مگر باوجود ان اخلاق کے اب حضرت کی رائے کا واقعہ یہ ہے کہ مولوی ظفر احمد حضرت، مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت ہیں انہوں نے ایک روز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء کر دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اگر اصلاح کراؤ تو اپنے ماموں سے کرانا اس سے میں مراد ہوں تو دنیا میں رہنے والوں کی اور آخرت میں دیکھنے والوں کی سب بزرگوں کی، رائے یہاں کے قواعد اور ضوابط اور اصول کے نافع ہونے پر متفق ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا ملازمت چھوڑنے سے منع کرنا

(ملفوظ ۳۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اپنے فرائض کے مجتہد تھے امام تھے مجدد تھے حضرت کی بصیرت دیکھئے اللہ اکبر ناجائز ملازمت کے چھوڑنے کی اجازت نہ دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر معصیت وقایہ ہو کفر کی تو ایسی معصیت کو کفر پر ترجیح ہوگی وجہ یہ ہے کہ اب تو گناہ ہی میں مبتلا ہے اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد افلاس کا شکار ہوگا جس سے ضعف طبیعت کی وجہ سے بعض کے لئے اندیشہ ہے کفر کا اسلئے فرماتے تھے کہ پہلے جائز ملازمت تلاش کر لو پھر ناجائز کو چھوڑ دو معمولی علماء بھی ایسی تحقیقات بیان نہیں کر سکتے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک مرتبہ حضرت کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ دوں اس وقت مولانا مطیع بھٹائی میں دس روپیہ تنخواہ پر ملازم تھے حضرت نے کیا عجیب جواب لکھا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ رہے ہیں یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور حالت خامی میں ملازمت کا چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش کا ہوگا جب مولانا کو یہ جواب فرمایا گیا تو اور کس کا منہ ہے قوت کے دعوے کا البتہ اقواء کا دوسرا حکم ہے چنانچہ خود حضرت پر بڑے سخت وقت گزرے ہیں مگر حضرت نے کبھی اسباب و تدابیر کا اہتمام نہیں فرمایا اور حضرت کی تو بڑی شان تھی حضرت کی صحبت کی برکت سے حضرت پیرانی صلابہ کا وہی رنگ ہو گیا تھا چنانچہ ان کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات کے بعد میں نے پیرانی صلابہ کو لکھا کہ پہلے تو ہم خدام بے فکر تھے حضرت کی وجہ سے اب حضرت کی وفات ہو گئی تو ہم خدام آپ کی ضروریات کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں اس لئے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں پر رہنا چاہتی ہیں یا مکہ ہی میں تاکہ اسی جگہ راحت کا انتظام کر دیا جاوے جواب آیا کہ ہم اس وقت عدت میں ہیں جس میں خروج جائز نہیں تو خروج کا تذکرہ بھی مناسب نہیں عجیب بات تحریر فرمائی جس سے اکابر مشائخ کی سی شان تحقیق معلوم ہوتی ہے یہ باتیں

ہیں قابل وجہ غرض میں عدت کے ختم ہونے کا منتظر رہا جب عدت ختم ہو گئی میں نے پھر لکھا کہ اب تو عدت ختم ہو گئی اب کیا حکم ہے اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہمیں سہولت تو آپ کے یہاں آجانے میں ہے جواب آیا کہ میں عورت ہوں اور عورت ناقص العقل ہوتی ہے میری کیا رائے تم اور مولانا رشید احمد صاحب مشورہ کر کے جو تجویز کر دیں میں اسی کی تعمیل کروں گی پھر میں نے حضرت مولانا سے مشورہ کیا حضرت نے وہاں ہی کے قیام کو ترجیح دی میں نے پیرانی صاحبہ کو اطلاع کر دی اور ارادہ کیا کہ وہاں رہنے کی حالت میں کچھ انتظام مالی خدمت کا کر دیا جاوے مگر سامان یہ ہو گیا کہ ایک رئیس نے بقدر کفایت ماہوار مقرر کر دیا اور تاحیات جاری رکھا اس لئے بے فکری ہو گئی۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

حضرت گنگوہی کی انتظامی شان

(ملفوظ ۳۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ واقعی حضرت اپنے وقت میں اس فن کے مجتہد تھے اس کے ساتھ ہی حضرت میں انتظامی شان بڑی تھی خصوصاً شریعت کی حفاظت میں ایک مرتبہ امیر شاہ خانصاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوے کے متعلق جس میں کچھ توسع فرمایا گیا تھا حضرت کو ایک خط لکھ مارا کہ جب آپ حضرت ایسی باتوں کو جائز کہیں گے تو بدعتی یہ معلوم کہاں پہنچ جائیں گے لکھنے کو تو لکھ لوں گا مگر اسکے بعد متنبہ ہوا کہ ایسا لکھنا سوء ادب ہے دوسرا خط لکھا کہ ایک خط ایسی بے ادبی کا لکھ چکا ہوں اور تادم ہوں امید ہے کہ احقر کو معاف فرمائیں گے حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ امیر شاہ خانصاحب مجھے حیرت ہے کہ انہما حق کے بعد نہ امت مجھ کو تو پیسے پہلے خط سے خوشی ہوئی تھی دوسرے سے اتنا ہی رنج ہوا یہ تھی ان حضرات کی شان حفاظت شریعت کی۔

حضرت حاجی صاحب اور ایک غیر مقلد

(ملفوظ ۳۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ بھی شرط لگائی کہ میں غیر مقلد ہی رہوں گا۔ حضرت نے منظور فرمایا اور کچھ اللہ کا نام بتلادیا۔ حضرت ذکر کے عاشق تھے۔ یہ چاہتے تھے کہ ساری دنیا ذکر اللہ میں لگ جائے چاہے کوئی غیر مقلد ہو مقلد ہو، بدعتی ہو، وہابی ہو، مطلب یہ تھا کہ ذکر نہیں۔ سب سے غفلت دور ہو۔ اسی وجہ سے حضرت نے اس غیر مقلد کو بھی بیعت کر کے کچھ تعلیم فرما دیا۔ ایک دور روز کے بعد کسی نے حضرت کو خبر دی کہ آپ کی برکت سے اس نے غیر مقلد ہی سے توبہ کر لی جبر

آمین اور رفع یدین سب چھوڑ دیا۔ حضرت نے بلا کر دریافت فرمایا کہ تم نے آمین بالجبر اور رفع یدین وغیرہ چھوڑ دیا۔ عرض کیا ہاں حضرت سب چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اگر خود تمہاری تحقیق اور رائے بدلی ہے تو میں مزاحمت نہیں کرتا کیونکہ عدم جبر و عدم رفع بھی سنت ہے اور اگر میرے تعلق کی وجہ سے چھوڑا ہے اور سنت اسی عمل سابق کو سمجھتے ہو تو میں ترک سنت کا وبال اپنے ذمہ نہیں لیتا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے تحقیق کی عادل یہ حضرات ہیں۔ عدل ان کی کھٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ محقق ہی کی شان ہو سکتی ہے اور غیر محقق تو قیامت تک بھی اتنی وسعت نہیں کر سکتا۔ حضرت نہ غیر مقلد تھے نہ بدعتی تھے۔ محقق کی یہی شان ہوتی ہے۔

تصرف سے اعمال میں اثر ہونا

(ملفوظ ۳۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصرف سے جو عمل میں اثر ہوتا ہے وہ مقصود نہیں اس سے طبیعت میں اس وقت ایک قسم کا نشاط پیدا ہو جاتا ہے ایسے آثار کیفیات نفسانیہ ہیں جو تصرف پر مرتب ہو جاتی ہیں۔ نفیا بھی اثباتاً بھی سلباً بھی اور اس سے جو نشاط کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ذرا اعمال میں سہولت ہوتی ہے ورنہ بعض اوقات تکلف کے ساتھ ادا ہوتے ہیں مگر جو تکلف سے ادا ہوں اس سے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ سبب زیادتِ اجر کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس میں نفس پر تعب زائد ہوتا ہے۔

حضرت پر گھر والوں کا اعتقاد

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل وطن خصوص گھروالے مشکل سے معتقد ہوتے ہیں مگر اللہ کا فضل ہے کہ گھروالے خصوص اہل و عیال مجھ سے اعتقاد اور محبت رکھتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ میرا کچا چٹھا واقعات کا عیوب کا حالات ان کو معلوم ہے مگر پھر بھی ان کو محبت ہے۔ یہ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ کو آرام پہنچانا منظور ہے۔

بعض اوقات تواضع کبر سے پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۵۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کمال کا دعویٰ تو کبر سے ناشی ہوتا ہی ہے مگر بعض اوقات نفی کمال اور تواضع بھی کبر سے ناشی ہوتا ہے کہ اس کو ذریعہ بڑائی کا بناتا ہے۔

خادم قوم اور خادم قوم

(ملفوظ ۳۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع مناسبت پر موقوف ہے۔ بدو مناسبت کے نفع نہیں ہو سکتا۔ وہ صاحب ایک مولوی صاحب کو سفارش کے لئے لے کر آئے کہ ہم

کو بیعت کر لیا جائے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ہی بیعت کر لیں۔ ان کو آپ سے مناسبت ہے۔ اس لئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں۔ یہ بھی خادم قوم ہیں اور میں نہ خادم قوم ہوں۔ کہ کبھی قوم کو نفع نہیں پہنچایا اور نفع کا مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے۔ اور میرے طریق میں جب تک تمام تعلقات غیر ضروریہ کو قطع نہ کر دے کام نہیں چل سکتا۔ ان دو صاحبوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم کچھ روز کے لئے تمام تعلقات سے یکسوئی کر لیں اس کے بعد پھر پہلے کام میں لگ جائیں۔ میں نے کہا کہ کام کی بات پوچھی اب جواب سنئے کہ عزم تعلقات دلو بعد میں (اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد) یہ بھی مانع نفع ہے کیونکہ اس صورت میں یکسوئی کب ہوئی۔ جب یہ خیال رہا کہ پھر یہ کرنا ہے یکسوئی تو جب ہو سکتی ہے کہ عمر بھر کے لئے قطع کا ارادہ کر لے پھر خواہ شیخ اپنی رائے سے کسی تعلق کو جوڑ کر دے۔

مجدد ہونے کے متعلق ایک صاحب کے سوال کا جواب

(ملفوظ ۳۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مجدد ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ اب اگر کوئی اور ہوتا تو لکھتا کہ ہوں یا نہیں۔ مگر میں نے لکھا کہ جزم کی تو کوئی دلیل نہیں اور احتمال مجھے بھی ہے۔ جو بات تھی صاف لکھ دی۔ دوسرے کو پریشان کرنا اس سے کیا فائدہ نہ اثبات پر جزم نہ نفی پر جزم مثبت کو منفی کرنا اور منفی کو مثبت کرنا یہ بھی تو پریشان ہی کرتا ہے۔

ایک بدعتی پیر کا واقعہ اور عبدیت و فنائیت کی ضرورت

(ملفوظ ۳۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس راہ سلوک میں راہ زن بہت پیدا ہو گئے ہیں۔ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کو کیا راستہ بتلا یگا۔ ایک بدعتی دوکاندار پیر کا واقعہ ہے کہ ایک شخص پولیس میں ان کا مرید تھا۔ وہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر لین حاضر ہوا اور اتفاق سے میرے ایک عزیز بھی حاضر ہو گئے۔ اس شخص نے اپنے پیر کو خط لکھا تھا کہ یہ صورت حال ہے دعا کیجئے اور ان عزیز نے بھی ان سے اپنے لئے دعا کرنے کو لکھوا دیا۔ پیر نے جواب میں لکھا کہ آجکل پولیس پر خدا کا غضب ہے اور اس کا انتظام میرے سپرد ہے اور ہر جمعرات کو پیران کلیر میں اولیاء اللہ کی کمیٹی ہوتی ہے اور یہ معاملات پیش ہوتے ہیں اور ظالم نے میرا نام بھی لکھا کہ وہ بھی کمیٹی میں شریک ہوتا ہے۔ اس کمیٹی میں پیش کر دیا جائے گا۔ اب جو حکم ہو۔ اور قرآن سے اس خرافات کے لکھنے کی یہ مصلحت تھی کہ جب مجھ کو یعنی اشرف علی کو بذریعہ اس عزیز کے یہ جواب معلوم ہوگا جس میں میری ولایت بھی ثابت ہوتی ہے تو میں خوش ہو کر ان کو دلی کہوں گا۔ تو

وہ عزیز بھی معتقد ہو جائیں گے۔ ان عزیز نے مجھ کو لکھا کہ اب کی جمعرات کو وہ معاملہ پیش ہوا تھا یا نہیں اور کیا حکم ہوا۔ میں نے ان عزیز کو ڈانٹا کہ کیا وہ ایسا ہے اور تعجب ہے تم کو ایسی بات کا یقین آگیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر عبدیت میسر ہو جائے تو قطبیت ابدایت سب اس پر قربان ہیں۔ حضور ﷺ کی عبدیت کی صفت کو رسالت پر مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ تشہد میں عبدہ در سولہ کہا گیا ہے باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبوت سے ولایت افضل ہو جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اور غشا اشتباہ کا یہ ہوا کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق اور ظاہر ہے کہ اول افضل ہے ثانی سے مگر محققین نے نبوت ہی کو ولایت سے افضل کہا ہے اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبوت میں صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ ہمیں اصل مقصود توجہ الی الحق ہے اور توجہ الی الخلق تابع اور چونکہ وہ بھی مامور بہ ہے اس لئے وہ توجہ الی الخلق بھی مضرب نہیں بلکہ توجہ الی الحق ہی ہے۔ گولون (رنگ) اس کا دوسرا ہوا ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب وہ توجہ الی الخلق مضرب نہیں تو پھر لیغان علی قلبی وانی استغفر اللہ کیوں فرمایا۔ فرمایا کہ صورتہ تو اس طرف توجہ ہی اس کو غنن فرمایا گیا اور استغفار سے اس کو صاف کیا گیا جیسے آئینہ کے اندر بھی محبوب کی صورت نظر آ سکتی ہے اور کسی حکمت کی وجہ سے محبوب کا حکم ہوا کہ وہ گھٹنے ہم کو بلا واسطہ دیکھو اور ایک گھنڈہ آئینہ میں ہمارے عکس کو دیکھو تو واقع میں وہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے مگر صورتہ بلا واسطہ حجاب کے ہے اور امتثال امر کے وقت رویت بلا واسطہ سے بھی قرب میں بڑھی ہوئی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے محبوب نے کہا کہ مجلس سے اٹھ کر آم لاؤ وہاں دو عاشق ہیں ایک تو نہیں گیا کہ میں قرب سے محروم ہوں گا ایک نے کہا میں لاتا ہوں اور وہ آم لینے چلا گیا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نہیں گیا وہ مقرب ہے مگر واقع میں مقرب وہ ہے جو چلا گیا اس کو رضا بھی میسر ہے۔ بظاہر بھی میسر ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ولایت نبوت کا جز ہے اور جز کل سے کیسے افضل ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکی ہے کہ یہ جز یعنی توجہ الی الخلق دوسرے جز کو مضرب نہیں مگر باوجود اس کے عاشق طبعاً چاہتا ہے کہ یہ حجاب بھی نہ ہو بلکہ بعض اوقات وہ غایت غیرت سے اپنے کو بھی حجاب سمجھ کر اس کو منانا چاہتا ہے اس کو کہتے ہیں۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ ہم
اسی کو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بھی غنن یعنی حجاب ہوتا ہے اور میں اس کے لئے استغفار کرتا ہوں پس صورتہ جو کی ہو جاتی ہے اس کا تدارک اس سے کیا جاتا ہے۔ میں آج کل

حضرات چشتیہ کے حالات دیکھ رہا ہوں۔ ان کے یہاں ایسے تھے ہی نہیں کہ نبوت افضل ہے۔ ولایت سے یا ولایت افضل ہے۔ نبوت سے ان کے یہاں تو صرف یہ ہے کہ آخرت کا خوف پیدا کرو کام میں لگو۔ عمل کرو۔ خدا کے سامنے آؤ خشیت پیدا کرو۔ محبت پیدا کرو۔ زیادہ وقت ان حضرات کا ذکر اور فکر میں گزرتا تھا یہ لوگ فانی تھے بالکل اس کے مصداق تھے۔

عشق آس شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہر چہ بزم معشوق باقی جملہ سوخت
(عشق وہ آگ ہے کہ یہ جب بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا سب کو جلا دیتی ہے)
پڑھ لکھ کر بھی روزگار کی کمی

(ملفوظ ۳۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل شرفا بہت پریشان ہیں۔ روزگار نہیں ملتا زیادہ تر شریفوں ہی کے ایسے خطوط آتے ہیں غریب لکھتے ہیں کہ نوکری ڈھونڈتے ہیں مگر نہیں ملتی۔ بڑا ہی رنج ہوتا ہے۔ بی اے پاس ہیں۔ ایم اے پاس ہیں مگر نوکری نہیں ملتی۔ اب تو یہ سوال ہونے لگا ہے کہ انگریزی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے۔ پہلے یہ لوگ عربی دانوں سے پوچھتے تھے کہ عربی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے یہاں ایک بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ علم دین کا تو ادنیٰ نصاب بھی معاش کے لئے کافی ہے۔ دیکھئے کوئی شخص اذان یاد کر لے جو پانچ منٹ کا کام ہے اور کسی مسجد میں جا بیٹھے پھر سارے کنبہ کو روٹیوں کی کمی نہ ہوگی۔ اور انگریزی میں اعلیٰ نصاب سے کم تو بالکل ہی بیکار ہے اور اب اعلیٰ اعلیٰ پاس کرنے پر بھی روٹیاں ملنی دشوار ہو گئیں۔

۲۵۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر چہار شنبہ

خاوند کو مسخر کرنے والا تعویذ

(ملفوظ ۳۶۳) ایک نو وارد شخص نے عرض کیا کہ مولوی جی میں بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ اس کہنے سے کیا غرض کیا بعید اور قریب سے آنے کے جدا جدا اثر ہوتے ہیں۔ مجھ پر تو نہیں ہوتے جو بات کہنا ہو وہ کہہ لو۔ عرض کیا کہ میں ایک بیوہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں کوئی تعویذ دیدیا کوئی عمل پڑھنے کو بتلا دو فرمایا کہ میں اس قسم کے تعویذ گنڈے نہیں کیا کرتا۔ بخار یا درد سر وغیرہ کا تعویذ دیدیتا ہوں۔ عرض کیا کہ میں تو بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ میں پہلی ہی اس کہنے سے منع کر چکا ہوں اور تم پھر ایسی کو دہراتے ہو۔ کہے جاؤ اس کہنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب میں ایک کام کو جانتا ہی نہیں تو اس میں بعید یا قریب کیا تیر چلائیگا۔ عرض کیا کہ ہم زمیندار لوگ ہیں۔ ایسے ہی گنوار ہوتے ہیں فرمایا اور ہم ایسے گنواروں کو اسی طرح درست کیا کرتے ہیں۔ تم بدتمیزی

کیا کرو اور ہم درست کیا کریں۔ اپنے اپنے کام میں لگے رہو۔ اپنے اپنے کام کرنے پر ایک مثال یاد آئی ایک سنی نے ایک شیعہ کو تہرا کہنے پر قتل کر دیا تھا۔ مقدمہ چلا شیعہ کے یہ سرنے حاتم سے کہا کہ ہمارے یہاں تمہارا کہنا عبادت ہے۔ اور ہر شخص کو مذہبی آزادی دینا چاہیے پھر قتل محض بیجا ہوا۔ سنی کے وکیل نے کہا کہ جو تہرا کہے ہمارے یہاں اس کو قتل کر دینا عبادت ہے۔ پس یہ بھی آزاد رہے وہ بھی آزاد رہے مقدمہ خاتم کر دیتے۔ اس آزاد رہنے پر ایک مسئلہ یاد آ گیا۔ فقہاء نے عورت کو خاوند کے مسخر کرنے کے لئے تعویذ کرانے کو حرام کہا ہے۔ اسکی وجہ محمد اللہ میری سمجھ میں آگئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسا تعویذ مراد ہے جس کا یہ اثر ہو کہ وہ اپنے نفع نقصان کو نہ سمجھ سکے۔ اضطرابی حالت پیدا ہو جائے اس کی آزادی مسلوب ہو جائے اور حقوق واجبہ میں تو سلب آزادی اور جبر کا مضائقہ نہیں مگر تبرع میں اس کی ممانعت ہے۔

احکام دین جدید تحقیقات کے محتاج نہیں

(ملفوظ ۳۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعض کا یہ خیال کہ ہم اپنے احکام دینیہ میں منافع یا تحقیقات جدیدہ کے محتاج ہیں۔ شیطان دھوکہ ہے۔ بخدا ہم کو قیامت تک کے لئے کسی کا محتاج نہیں جھوٹا بلکہ بعض اوقات ان پر مدار رکھنے میں سخت گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ دیکھئے ان احکام میں طلوع وغروب کے بھی مسائل ہیں۔ یہ تحقیق جدیدہ ہے کہ آفتاب طلوع حسی سے ذرا پہلے نظر آنے لگتا ہے اور غروب حسی کے ذرا بعد تک نظر آتا رہتا ہے۔ سو اگر اس تحقیق پر عمل کیا جاوے۔ تو پہلی صورت میں عین طلوع کے وقت فجر کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں ابھی طلوع نہیں ہوا۔ دوسری صورت میں عین غروب کے وقت مغرب کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں غروب ہو چکا ہے تو شریعت نے حسی طلوع وغروب پر احکام کا مدار رکھا ہے۔ نہ کہ حقیقی طلوع وغروب پر۔ اسی طرح اگر منافع جدیدہ کا احکام میں اتنا بار ہو تو احکام شرعیہ میں خلل پڑ جائے۔ مثلاً آتہ بکرا الصوت سے بکیرات انتقالات سن کر رکوع و سجہ کیا جاوے تو نماز ہی فاسد ہو جائے۔

ظہور و جال کے وقت طویل دن کی تحقیق

(ملفوظ ۳۶۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دجال کے ظہور کی وقت جو ایک سال کا ایک دن ہوگا کیا حقیقت میں وہ ایک دن ہوگا۔ فرمایا کہ وہ ایک دن نہ ہوگا۔ تین سو ساٹھ ہی دن ہوں گے۔ مگر وہ ابصار میں تصرف کرے گا۔ اس تصرف کی وجہ سے ایک دن معلوم ہوگا۔ اور جہاں اس کا تصرف نہ پہنچے گا وہاں یہ اثر نہ ہوگا۔ یہ تحقیق مشہور نہیں۔ مگر ایک حدیث سے مفہوم ہوتی ہے

وہ حدیث یہ ہے۔ لیفت حون لسنطینہ فینا ہم یقتسمون الغنائم اذ صاح فیہم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اہلیکم فیخرجون و ذلک باطل فاذا جاءوا الشام خرج . رواہ مسلم کذا فی مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الملاحم دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبر غلط ہوگی مگر اس کے غلط ہونے پر شام پہنچنے تک بھی اس سے استدلال نہ کر سکیں گے کہ دن تو طویل ہوا ہی نہیں۔ اگلے صاف ظاہر ہے کہ یہ مستعین (سننے والے) بھی سمجھیں گے کہ اس کا تصرف عام نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ خروج کی خبر بھی صحیح ہو مگر ہم پر اس تصرف کا اثر نہ ہوا تو میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی نے یہ تقریر فرمائی تھی۔

انگریزوں اور ہندوؤں کا اختلاف محض سیاسی ہے۔

(ملفوظ ۳۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا گو کفار کسی اپنی مصلحت سے مسلمانوں کی کچھ رعایت کریں مگر یہ یقینی بات ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لئے مضرب سمجھتے ہیں اور اس واسطے اس کے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ جب تک مسلمان باقی ہیں۔ ہم چین سے سلطنت نہیں کر سکتے۔ اور ایک یہ بات بھی سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کا ان کے ساتھ اختلاف محض مطالبات سیاسی کے لئے ہے اگر وہ پورے کر دیئے جاویں اختلاف ختم ہو جاوے گا۔ اور مسلمانوں کا اختلاف مذہبی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو اصلی مخالف سمجھتے ہیں۔

ظہور دجال کے وقت نمازوں کی تحقیق

(ملفوظ ۳۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دجال غلط احکام ہی کے لئے تصرف کرے گا جیسا ایک ملفوظ پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد اس کے ایک خاص تصرف کے متعلق ایک حدیث سے مستنبط کیا ہوا گزرا یہ تصرف نمازوں میں غلطی کی غرض سے کریگا مگر وہ تصرف محدود ہو گا۔ جہاں تک اس کا تصرف ہوگا وہاں تک اوقات میں یہ تلخیص ہوگی۔ اور اس سے آگے نہیں ہوگی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ جہاں عشاء کا وقت واقع ہی میں نہیں آتا وہاں نماز کا کیا حکم ہے جواب میں فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں یہ بھی ہے کہ جہاں وقت نہیں آتا نماز فرض نہیں ہوتی۔

گاندھی دجال سے کم نہیں

(ملفوظ ۳۶۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گاندھی کم بخت بھی دجال سے کچھ کم نہیں نہ معلوم کتنے لوگوں کے ایمان برباد کئے اور دجال ہی کیا کرے گا وہ بھی یہی کرے گا۔

تحریکات میں عدم شرکت پر ایک صاحب کے اعتراض کا جواب

(ملفوظ ۳۶۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جب دل کو ننواتا ہوں کہ اگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات زندہ ہوتے تو اس تحریک میں کون شریک ہوتے اور کون نہ ہوتے۔ تو دل میں سے یہ جواب ملتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تو شاید شریک ہو جاتے مگر حفاظت حدود کے ساتھ اور حضرت مولانا گنگوہی آل پر نظر فرما کر ہرگز ہرگز شرکت نہ فرماتے جیسا میرا مذاق عدم شرکت کا ہے۔ جس وقت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالے سے تشریف لائے۔ میں زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوا۔ ایک صاحب معترضانہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کو تو معلوم ہوگا کہ آپ کے بزرگ عذر میں اٹھے تھے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو یہ معلوم ہے اور اس کے ساتھ ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں یا غور نہیں کیا وہ یہ کہ وہ اس کے بعد بیٹھ بھی گئے تھے اور آخری فعل ناسخ ہوتا ہے اور سابق منسوخ تو تم منسوخ پر عمل کرو اور میں ناسخ پر عمل کرتا ہوں تو بتلاؤ اپنے بزرگوں کا تابع کون ہوا جواب نہیں دے سکے۔

حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کا علمی اختلاف

اور حضرت حاجی صاحب کا فیصلہ

(ملفوظ ۳۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے راجوپور کے ایک صاحب سے جن کے خاندان کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلقات تھے یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی حج کو تشریف لئے جا رہے تھے۔ جہاز میں ایک مسئلہ میں گفتگو ہو گئی جب کوئی فیصلہ نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اب گفتگو ختم کی جاوے اس کا فیصلہ حضرت فرمائیں گے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ حضرت فن تصوف کے امام ہیں ان علوم کا فیصلہ حضرت کس طرح فرما سکتے ہیں یہ علمی بحث ہے یہ رائے حکیمانہ تھی۔ حضرت مولانا گنگوہی کی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اگر حضرت ان علوم کو نہیں جانتے تو ہم نے فضول ہی حضرت سے تعلق پیدا کیا۔ ہم نے تو حضرت سے تعلق ان ہی چیزوں کے جاننے کے واسطے کیا ہے۔ یہ رائے عاشقانہ تھی کیا ٹھکانا ہے۔ اس عاشقانہ حالت کا غرض مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت کے سامنے مسئلہ پیش بھی نہیں ہوا۔ مگر حضرت نے خود

کسی تقریر میں پورا فیصلہ فرمادیا اور اکثر غامض مسائل کا وہاں حل ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات درسی اصطلاحی الفاظ بھی تقریر میں ہوتے تھے ایک دفعہ کسی کو شبہ ہوا کہ علوم تو الہامی ہوتے ہیں مگر اصطلاحات تو مکتبہ ہوتی ہیں۔ حضرت کو یہ اصطلاحات کیسے معلوم ہوئیں۔ حضرت نے از خود فرمایا کہ الہام کبھی بواسطہ الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی بلا واسطہ الفاظ کے مگر باوجود اتنے بڑے انکشاف کے اس پر اعتماد نہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ الہام بھی وہی معتبر ہے جو کتاب و سنت کے موافق ہو بہر حال اس مسئلہ کا پانچ منٹ میں حضرت نے فیصلہ کر دیا۔ اس پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تو مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت کو کوئی انتہا نہ تھی۔

طریق کی غیر مقصود اشیاء بعض کے لئے خطرناک ہیں

(ملفوظ ۳۷۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعض چیزیں محمود ہیں مگر مقصود نہیں اور یہ غیر مقصود بعض کے لئے خطرناک بھی ہیں۔ خصوصاً علوم مکاشفہ۔

مسائل کلامیہ میں متکلمین کے موقف کی وضاحت

(ملفوظ ۳۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکلمین نے مسائل کلامیہ میں جتنے دعوے کئے ہیں۔ ان میں بعض پر جزم نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ رویت بے کیف ہوگی بے جہت ہوگی صحابہ کا توفہ ب اس میں یہ تھا کہ کیا خبر کیسی ہوگی واللہ اعلم ان تفصیلات کی وجہ سے بعض متقدمین ان متکلمین کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ جیسے بدعتی کے پیچھے مگر میری سمجھ میں الحمد للہ اس کا فیصلہ آگیا وہ یہ کہ اگر ان تفصیلات کو باطل فرقوں کے دعووں کے مقابلہ میں منع کے درجہ میں رکھا جاوے دعویٰ نہ کیا جاوے گو بصورت دعویٰ کے ہوں مگر مقصود دعویٰ نہ ہو تو بدعت نہیں۔ اور واقعی دعویٰ خطرناک ہے میں تو اسی توجیہ کی بناء پر متکلمین کا بے حد معتقد ہوں انہوں نے حق کی بڑی نصرت کی ہے اور یہ نصرت بڑی عبادت ہے۔

مکمل اور واضح گفتگو کرنا چاہئے

(ملفوظ ۳۷۳) ایک شخص نے تعویذ مانگا اس کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ پوری بات کہا کرتے ہیں۔ یہ اذیت پہنچانا کہاں سے سیکھی ہے۔ جاؤ تم نے دل برا کر دیا اس وقت تعویذ نہ ملے گا آدھ گھنٹہ کے بعد آدرا کر پوری بات کہو اس وقت کی گفتگو کے بھروسہ نہ رہنا اس وقت کی بات تو مجھے یاد نہ رہے گی۔

بزرگوں کے بارے میں فاسد اعتقاد

(ملفوظ ۳۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل فساد اعتقاد کا بہت غلبہ ہے۔ تسبیح چلانے والوں کو سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے۔ جہاں تعویذ دیا یا دم کر دیا بس آرام ہو گیا۔ طبیب کے یہاں سے نسخہ لا کر کبھی نہیں سمجھتے کہ ایک ہی نسخہ پی کر آرام ہو جائے گا۔ وہاں تو کہتے ہیں کہ کوئی کھیل ہے کم از کم تین دن تو پی لیں پھر اطلاع دیں گے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں سے حسن اعتقاد کی وجہ سے غالباً ایسا سمجھتے ہوں گے فرمایا کہ یہ حسن اعتقاد نہیں شریعت کے خلاف ہونے سے فساد اعتقاد ہے۔

حضرت نانوتوی کے انتقال پر حضرت گنگوہی کا مقولہ

(ملفوظ ۳۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر فرمایا تھا (جس سے حضرت کا عشق معلوم ہوتا ہے) کہ اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا اور دریافت کیا گیا کہ حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا وہی چیز جس کی وجہ سے تم مجھ کو بڑا سمجھتے ہو۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد تعلق مع اللہ ہے۔

حضرت قطب صاحب اور حضرت سلطان جی

(ملفوظ ۳۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آج کل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں۔ حضرات چشتیہ کی نصرت میں اسکی ضرورت سے بزرگان سلف کے ملفوظ کو دیکھنے کی حاجت پیش آئی بہت سے بزرگوں کی مجموعی حالت دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت قطب صاحب میں بہت زیادہ شورش ہے انکی ہر حالت میں عشق کا رنگ ہے اور سب میں زیادہ سنبھلے ہوئے حضرت سلطان جی ہیں انکے ملفوظات میں علم کا رنگ ہے۔

حب عقلی اور حب عشقی میں ترجیح

(ملفوظ ۳۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حب عقلی کو افضل فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حب عشقی کو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب تطبیق دی ہے مجھ کو تو وجد ہو گیا کہ حیات میں تو حب عقلی افضل ہے اور مرنے کے وقت حب عشقی۔

اتباع سنت اور شہرت

(ملفوظ نمبر ۳۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اتباع سنت بڑی چیز ہے مگر اس میں شہرت نہیں

ہوتا مولانا محمد حسین صاحب آلہ آبادی کا سماع میں انتقال ہوا اور مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی کا جو میرے ایک دوست تھے انتقال مجددہ تلاوت میں ہوا مگر اسکی شہرت ہوئی اسکی شہرت نہ ہوئی پھر سماع کے متعلق کچھ بیان ہونے لگا فرمایا حضرت جانی نے اسکا خوب اور مختصر فیصلہ کیا ہے۔

زندہ دلائل مردہ تئیں دار و است مردہ دلائل زندہ تئیں را خطاست
(جن کے دل زندہ ہوں اور تن مردہ ہوں ان کو سماع سننا جائز ہے اور جن کے دل مردہ ہوں اور تن زندہ ہوں ان کو سماع سننا غلطی ہے۔)
کام شروع کرنے سے قبل مقصود کو سمجھئے

(ملفوظ ۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے آدمی اپنے مقصود کو سمجھ لے تب آگے قدم بڑھائے میری اس تمام تر کھوکھلیہ کا منشا یہی ہوتا ہے جسکو لوگ سخت گیری سے تعبیر کرتے ہیں۔ مقصود نہ معلوم ہونیکل وجہ سے آدمی منزل مقصود تک نہیں پہنچتا اور ہمیشہ پریشانی یا محرومی کا شکار رہتا ہے آلہ آباد میں ایک درویش طے بقدر ضرورت فن داں تھے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ چشتی ہو کر سماع کیوں نہیں سنتے میں نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے آپ اسکا جواب دیں تب میں اسکا جواب دوں میں نے پوچھا کہ اس طریق کا حاصل کیا ہے کہا کہ مجاہدہ میں نے پوچھا کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے کہا کہ نفس کی مخالفت میں نے کہا کہ اب تلاؤ ایمان سے کہ سماع کو تمہارا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا بھی چاہتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ تم تو نفس کے چاہنے پر عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اب تلاؤ مجاہدہ تم نے کیا یا ہم نے کیا صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم درویش تم ہوئے یا ہم کہنے لگے کہ اتنے زمانہ کے بعد آج غلطی سمجھ میں آئی اور ہمیشہ کے لئے سماع سے توبہ کر لی اور حضرت حاجی صاحب سے بذریعہ خط بیعت ہوئے یہ تسلیم فن سے واقفیت کی بدولت نصیب ہوئی دیکھیے انکو مقصود و طریق کا معلوم تھا کہ قدر جلد سمجھ گئے اور حق تعالیٰ کا فضل ہوا واقفیت فن کے متعلق فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ساحرین بھی آئے اور فرعون بھی چونکہ ساحرین فن سحر سے واقف تھے انکو اسکی حقیقت معلوم تھی اس لئے ایمان لے آئے اور فرعون واقف نہ تھا وہ سمجھا کہ یہ اس سے بھی بڑا سحر ہے۔

سحر رابا معجزہ کردہ قیاس ہر دور ابرمگر بہادہ اساس
(فرعون نے معجزہ کو سحر پر قیاس کیا اور سمجھا کہ دونوں کی بنیاد مگر پر ہے۔ ۱۴۔)

۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

حضرت کے معمولات میں نہ تو اضع نہ کبر

(ملفوظ ۳۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو اپنی تعظیم کے لئے اٹھنے کو منع کیا کرتا ہوں اسکی وجہ تو اضع نہیں بلکہ میرے قلب پر دوسرے کو مقید دیکھ کر گرانی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میرے جو معمولات ہیں وہ نہ تو اضع سے ناشی ہیں نہ کبر سے بلکہ طرفین کی راحت رسانی کے لئے ہیں اب دوسرا خواہ کچھ ہی سمجھا کرے۔

شریعت میں دشمنی کی حدود مقرر ہیں

(ملفوظ ۳۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت میں جو لوگ شریک تھے سب بدنیت نہ تھے بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ جو صلحا شریک تھے انکی نیت اچھی ہی تھی مگر طریق کار غلط تھا اور ایک کی یہ تھی کہ جوش سے کام لیا گیا۔ حالانکہ کام وہی مفید ہوتا ہے جو ہوش سے کیا جائے شریعت میں تو دشمنی تک کے بھی حدود میں اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہی ہے جو دوسرے ادیان والے نہیں دکھلا سکتے کہ وہ دشمنوں کی بھی رعایت کرتا ہے نیز ہم جس طرح مخالفین کے دشمن ہیں اپنے دوست بھی تو ہیں اس غلو میں اپنی بھی مضرت ہے سو اس حالت میں اور کچھ نہیں مگر اپنی تو خیر خواہی کرنا چاہئے اور صاحب بے ڈھنگے پن سے تو جان نہیں دیجاتی یہ تو اطمینان ہو کہ جسکے لئے جان دے رہے ہیں وہ بھی راضی ہیں اور یہ جان دینا انکے احکام اور مرضی کے خلاف نہیں ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بنی ہاں آجکل آئینی جنگ کے معنی یہ ہیں کہ خدع فریب جھوٹ اور آجکل کے کفار اس فن کے امام ہیں اس کو کوئی ان سے سیکھ لے بعض لوگ مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ انگریزوں سے معاہدہ ہے سودہ معاہدہ کب ہوا ہے میں اسکا خاص جواب دیا کرتا تھا مگر پھر ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا اور وہ تحریر بھی چھپی ہوئی دکھائی وہ معاہدہ شاہ عالم سے ہوا ہے انہوں نے خوشی سے بطور تھیکہ کے ملک انگریزوں کے سپرد کیا ہے اور میں پہلے یہ جواب دیا کرتا تھا کہ معاہدہ کبھی قالا ہوتا ہے اور کبھی حالا اور حالا معاہدہ ہے کہ وہ ہم سے مامون اور ہم ان سے مامون۔

حدود شریعہ کا اتباع اور چند بزرگوں کے واقعات

(ملفوظ ۳۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کی مصالح مسلم سہی مگر حدود شرعیہ کا اتباع تو ہم

پر ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے اور احکام شرعیہ ہر وقت اور ہر حالت میں واجب العمل ہیں مگر اس تحریک میں تو بڑی ہی گڑبڑ سے کام لیا گیا میں ایک مرتبہ سفر کرتا تھا چند ساتھی ہمراہ تھے ایک صاحب ناشناسا ہمارے قریب آکر بیٹھ گئے نکت چیکر آیا اس نے نکت مانگئے نکت ہمارے ایک ہی جگہ تھے میں نے ساتھیوں سے کہا کہ دکھا دو اس نے سب نکت اکٹھے دیکھ لئے اور وہ صاحب جو بیٹھے تھے انکو بھی ہمارا ساتھی سمجھ کر علیحدہ ان سے نکت نہیں مانگا شمار میں غلطی ہو گئی اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ اعتماد کرتے ہیں کہ یہ نکتہ لوگ ہیں حالانکہ حساب سے ایک نکت کم تھا مگر وہ چلا گیا تو وہ صاحب بولے کہ صاحب آپکی بدولت میں بھی مواخذہ سے بچ گیا میں نے پوچھا یہ کیا بات کہنے لگے کہ میرے پاس نکت نہ تھا میں نے پوچھا کیوں کہا کہ علماء کا فتویٰ ہے کہ بلا نکت سفر کرنا جائز ہے میں نے پوچھا کہ کون علماء کہا کہ علماء تحریک نے فتویٰ دیا ہے اسکو نقل کر کے حاضرین سے فرمایا کہ مسائل سے قطع نظر کر کے ایک بات تو یہی دیکھنے کی ہے کہ ایسے کام کرنے والے کو قلب کی جمعیت میسر نہیں ہو سکتی یہ کیا تھوڑا عذاب ہے کہ پریشان حال چور بنے بیٹھے ہیں اور جمعیت ظاہر ہے کہ بڑی دولت ہے حضرات صوفیہ نے تو جمعیت قلب کا بڑا اہتمام کیا ہے اسی لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ کسی سے عداوت پیدا نہ کرے کیونکہ عداوت میں جمعیت قلب برباد ہو جاتی ہے ہر وقت دشمن کی طرف سے قلب پریشان اور مشوش رہیگا ایک بزرگ کے ایک مرید جو لوگوں سے الجھتے بہت تھے ان بزرگ نے منع فرمایا کہ تم کو ایسی باتوں سے بہت دلچسپی ہے اس کا نتیجہ برا ہے عرض کیا کہ لوگوں کو راستی پر لانے کے لئے ایسا کرتا ہوں فرمایا کہ تم کو راستی کا طریقہ ہی معلوم نہیں تم تو دشمن بنا لیتے ہو پھر فرمایا کہ ایسی راستی ہی چھوڑ دینا چاہئے جس سے عداوت عامہ پیدا ہو اہل بیت یہ اس امر میں ہے جو واجب نہ ہو اور اگر واجب ہو اس میں کسی کی دشمنی دوستی کی ذرا پروا نہ کرنا چاہئے پھر فرمایا کہ بعض طبائع فطرۃ تیز ہوتی ہیں۔ ان کو کسی کی مخالفت سے تشویش ہی نہیں ہوتی بنگلور میں مولوی رحیم الہی صاحب ایک مشہور بزرگ تھے ان کا واقعہ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ پڑوس میں کچھ لوگ مولوی صاحب کے مخالف رہتے تھے اور اکثر بزرگوں کے تھوڑے بہت مخالف ہوتے ہی ہیں اس میں بھی حکمت ہے کہ ان بزرگ میں عجب کا مرض نہ پیدا ہو جائے اس لئے جہاں معتقدین وہیں مخالفین جہاں گل وہیں خاران مخالفین کو شرارت جو بھی مولوی صاحب کے مکان اور مسجد کی درمیان ایک تھوڑی سی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی محض مولوی صاحب کی مخالفت اور ایذا کی غرض سے اس جگہ میں ایک طوائف کا ناچ کرایا مولوی صاحب نماز کے لئے گھر سے مسجد آئے راستہ میں یہ

خرافات ہو رہی تھی مگر صبر کیا کچھ نہیں بولے مگر جب مسجد سے گھر کو واپس ہوئے اور اس جگہ پہنچے اور پھر وہی منظر دیکھا جوش آگیا بھری مجلس میں بلا کسی خوف کے جو نکال کر اس عورت پر بجانا شروع کر دیا مجمع سب قریب قریب مخالفین ہی کا تھا مگر کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ اسکو کوئی چھوڑا ہی لیتا دین کی بزرگی اور ہیبت خدا داد ہوتی ہے کتنا ہی کوئی مخالف ہو مگر دین کا ادب ہر شخص کے مخصوص مسلمان کے قلب میں ضرور ہوتا ہے غرض کہ مجلس رقص درہم برہم ہو گئی ان شریر لوگوں نے اس عورت کو مشورہ دیا کہ مولوی صاحب پر دعویٰ کر ہم گواہی دیں گے اور روپیہ بھی ہم ہی صرف کریں گے اس عورت نے جواب میں کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی ہے (حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ ماٹراؤ دی تو ہوتی ہی ہیں) اور میں دعویٰ بھی کر سکتی ہوں اور تم گواہی بھی دید گے مگر ایک چیز اس سے مانع ہے وہ یہ کہ میں خیال کرتی ہوں اس شخص کے دل میں اگر دنیا کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو مجھ پر اسکا ہاتھ ہرگز اٹھ نہ سکتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بالکل اللہ والا ہے تو ایسے شخص کا مقابلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا ہے سو میری اتنی ہمت نہیں اور اس عورت نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ مولوی صاحب کے مکان پر پہنچی معافی چاہی اور عرض کیا کہ میں اپنے پیشے سے توبہ کرتی ہوں کسی بھلے آدمی سے میرا نکاح کر دیجئے مولوی صاحب نے توبہ کرائی اور کسی سے نکاح کرا دیا بھلا کیا کوئی اپنے علم پر ناز کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسکو جو چاہے، دیدیں دیکھئے اسکو کیا دولت فہم عطا ہوئی اگر یہ نہ معلوم ہو کہ جواب دینے والا کون ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ولی کاملہ عارفہ ہوگی جسکا یہ جواب تو اس حالت میں آدمی کیا ناز کرے اپنے علم اور تقویٰ پر نہ معلوم دوسرے میں کیا چیز ہے اور خدا کے ساتھ اسکو کیا تعلق ہے کسی کو کیا خبر تھی کہ اس عورت کے اندر ایسا نور فہم ہے یہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون کیسا ہے کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مجھ کو عاصی سے نفرت نہیں معاصی سے نفرت ہے اس لئے پلک جھپکنے میں عاصی کا کایا پلٹ ہو جاتی ہے نیز مولوی صاحب کے اخلاص کی بھی برکت تھی کہ حقیقت پر سے حجاب اٹھ گیا۔ ایک اور آوارہ عورت کی حکایت ہے گنگوہ میں ایک درویش باہر سے آئے وہ بدعتی تھے شہرت ہوئی ایک بازاری عورت کے آشنائے کہا کہ ایک بزرگ آئے ہیں چلو زیارت کر آئیں اس عورت نے کہا کہ ضرور چلو غرضیکہ بزرگ کی جائے قیام پر دونوں پہنچے یہ مرد تو مجلس میں جا بیٹھا اور عورت ایک طرف کسی آڈ کی جگہ میں بیٹھ گئی اس شخص سے ان بزرگ نے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے اس آشنائے کہا کہ ایک ایسی ہی عورت ہے زیارت کو آئی ہے مگر اپنے اس فعل کی شرمندگی کے سبب آگے آنے کی ہمت نہیں ہوتی

وہ بزرگ کیا کہتے ہیں کہ بھائی شرمندگی کی کیا بات ہے سب وہی کرتا ہے۔ وہی کراتا ہے یہ کہتا تھا کہ اس عورت کے آگ لگ گئی اور فوراً کھڑی ہو کر اپنے آشنا سے کہا کہ بھڑوے تو کہتا تھا کہ بزرگ ہیں یہ شخص تو مسلمان بھی نہیں اور فوراً واپس ہو گئی اب دیکھ لیجئے۔ یہ درویش بنے ہوئے تھے جنکا باطن ایمان سے بھی قریب قریب خالی تھا اور وہ قاحشہ تھی جسکا باطن عرفان سے پر تھا تو کسی کے دل کی کسی کو کیا خبر حاصل یہ ہے کہ اپنے تقویٰ اور زہد پر ناز نہ کرنا چاہیے اور اسکی بناء پر دوسروں کو نظر تحقیر سے نہ دیکھنا چاہیے اور عقاید حق اجمال کے درجہ میں تو فطری ہی ہیں اور ہر شخص میں ہوتے ہیں اگر کسی عارض سے مختل نہ ہو گئے ہوں۔

حضرت کی صاف گوئی

(ملفوظ ۲۸۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے نفع بدون مناسبت کے نہیں ہو سکتا اسی واسطے جس سے مناسبت نہیں ہوتی میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ تم کو یہاں پر نفع نہ ہوگا کسی دوسری جگہ جا کر تعلق پیدا کر لو اور اگر تم ایسی جگہ کا پتہ پوچھو گے میں بتا دوں گا یہ تو تعلق خاص کے شرائط ہیں باقی خدمت سے کسی کی بھی انکار نہیں گو کسی سلسلہ کا ہو چنانچہ حاجی شاہ وارث علی کے ایک مرید یہاں پر آئے مجھ سے کہا کہ حضرت نے یعنی حاجی صاحب نے فرمایا کہ وہاں جا کر مثنوی پڑھو سنو میں نے کہا کہ آج کل مثنوی ہو رہی ہے سن لیا کرو مگر ایک ضروری بات سن لو کہ ہم لوگ حاجی صاحب کے معتقد نہیں ہم انکے مسلک اور طریق کو پسند نہیں کرتے کبھی کبھی ہماری مجلس میں انکی شکایت بھی ہوتی ہے ممکن ہے کہ تم کو برا معلوم ہوا بھی اطلاع کر دیتا ہوں کہا کہ آپ جانیں وہ جانیں مجھے اس سے کیا غرض میں تو دونوں کو اپنا بڑا اور بزرگ سمجھتا ہوں چنانچہ وہ شخص یہاں پر بہت روز رہے آدی سمجھدار تھے خدا معلوم کس طرح پھنس گئے ایک روز بدون اطلاع کئے ہوئے چلے گئے یہ بے ڈھنگا پن پیر کے فیض کا اثر تھا۔

دن میں کئی بار لباس بدلنا

(ملفوظ ۲۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریزی تعلیم یافتہ صاحب یہاں پر آئے تھے چند روز مقیم رہ کر واپس ہو گئے حالت یہ تھی وہ صبح سے شام تک کئی کئی لباس بدلتے تھے وطن پہنچ کر یاد نہیں کس مضمون کا خط لکھا میں نے اسکا جواب دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ آپ یہاں پر قیام میں اس شعر کے مصداق تھے۔

گمے در کسوت لیلے فروشد گمے در صورت مجنوں بر آمد

(کبھی لیل کے لباس میں آئے کبھی جنوں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ ۱۲)

پھر خط آیا لکھا کہ واقعی یہ میری حرکت قابل نفیر تھی اب میں نے اس طرز سے توبہ کر لی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسماعیل شہید

(ملفوظ ۳۸۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رعایت مصالح کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیض عام تھا مگر تام نہ تھا اور مصلحت سوزی کی وجہ سے حضرت مولانا شہید صاحب کا فیض عام نہ تھا مگر تام تھا۔ تقویہ الایمان کا طرز اسکا شاید ہے گو حضرت شہید کا تقویت الایمان کو ایک دم شائع کرینا ارادہ نہ تھا سمجھتے تھے کہ بد فہم لوگ اس سے متوحش ہو گئے مگر جہاد کا سفر پیش آ گیا جبکا انجام معلوم نہ تھا احتمال تھا کہ اگر شہادت ہو گئی تو اسکی اشاعت رہ جائے گی۔ مصلحت عامہ پر اس خیال کا غلبہ ہوا اور تعیل اشاعت کا داعی ہوا اور اصل بات تو یہ ہے کہ اگر مصالح کی رعایت بھی ہوتی تب بھی مخالفت ضرورت ہوتی کیونکہ کج فہم ہر زمانہ میں ہوتے ہیں گو کئی نیشی کا فرق ہو اسی مصلحت کے سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ مصالح کا سوال بھی باخبری کی حالت میں ہوتا ہے مگر آجکل بعض دفعہ اس فقیری اور درویشی کے ڈھونگ سے بعض علماء خود حق جانہوں کے معتمد ہو جاتے ہیں انکو اس طریق کی حقیقت کی خبری نہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔

تفسیر اور تصوف سے حضرت کی مناسبت

(ملفوظ ۳۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نہ عرفی تو اشع کو پسند کرتا ہوں نہ کبر کو اس لئے و اما بسنعمۃ ربک فحدث کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی تھی کہ تجھ کو چیزوں سے اللہ تعالیٰ مناسبت عطا فرمائے گا تفسیر اور تصوف اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کے لئے بھی اگر دعا کر لیتا تو اس میں معتد بہ مناسبت ہو جاتی اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرت ہی کی وعادوں کی برکت ہے۔

بزرگوں کے یہاں مواخذہ سے بچنے کی آسان صورت

(ملفوظ ۳۸۷) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ جو یہاں اجازت لیکر آتے ہیں اس اجازت کو اپنے مقاصد مزعمہ کے حصول کا وعدہ سمجھتے ہیں میرا نے اسکا یہ علاج کیا ہے کہ آنے کے قبل ہی صاف لکھ دیتا ہوں کہ یہاں آ کر نہ مخاطبت کرو نہ مکاتبت نہ کسی فائدہ کا قصد صرف خالی الذہن ہو کر آزادی کے ساتھ بیٹھ رہو باتیں سنو اور اپنی حالت پر

منطبق کرو خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو تو آجاء لوگ ان شرطوں سے برامانتے ہیں کہ پھر فائدہ ہی کیا ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ طریق کا معلوم ہو جانا کیا تھوڑا نفع ہے عمل کر کے تو دیکھیں مولانا فرماتے ہیں۔

چند گوئی خواجہ نظم و نثر فاش، چند روزے امتحان کن گنگ باش
میاں نظم نثر کب تک کہتے رہو گے چند روز کے لئے بطور امتحان کے خاموش ہو جاؤ۔

اسی طرح بعضے لوگ میرے مواخذوں سے برامانتے ہیں حالانکہ مواخذہ اس لئے ہوتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو یہاں آوے کچھ لیکے جاوے چاہے ایک ہی علم ہو مگر لوگ اسکو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مشائخ اور علماء کے ان عرفی اخلاق ہی نے عوام کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا ہے ایک شخص نے میرے مواخذوں کے متعلق کہا تھا کہ منکر کثیر کے سوالوں کا جواب تو آسان مگر اسکے سوالوں کا جواب مشکل ہے میں نے سکر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے مگر اس کا منشا میرا کوئی فعل نہیں بلکہ تمہارا فعل ہے وہ یہ کہ وہاں تو تم سچ بولو گے یا اگر معلوم نہ ہوگا تو لادری (مجھے معلوم نہیں) کہہ دو گے یہ بھی سچ ہوگا غرض جو بات دل میں رچی ہوگئی اور جی ہوگی وہ کہہ دو گے اور سچ بولو گے اور یہاں پر اسچ پیچ سے کام نکالنا چاہتے ہو اور چلتی نہیں اس لئے آپ ہی جواب مشکل ہو جاتا ہے تو تم نے ایک آسان چیز کو خود ہی مشکل بنایا اب لیجئے آسانی کی صورت بھی بتلاتا ہوں وہ یہ کہ سچ بولنے کا قصد کر لیں تو بہت سوالوں کی نوبت ہی نہ آئیگی۔

بزرگوں کا استغناء اور سلطان شمس الدین التمش کا واقعہ

(ملفوظ ۳۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ بھی درویشی کے لوازم سے سمجھا جاتا ہے کہ ہر بات کی برداشت کرے اور ہر شخص کی کرے مگر اصلاح تو اس صورت سے ہو نہیں سکتی البتہ برداشت کی ایک صورت ہے کہ دل میں سے اس بات کو نکال دوں کہ اصلاح نہ کرونگا پھر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا تغیر تو اصلاح کی وجہ سے ہوتا ہے میں نے ایک بار اسکا بھی قصد کر لیا تھا مگر احباب سے جو مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اصلاح ہی چاہتے ہیں تو صاحب اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے یہاں پر تو اسکا مصداق بنکر آنا چاہئے فرماتے ہیں۔

یا مکن یا عیبا نان دوستی یا بنا کن خانہ برانداز بیل

یا کمش بر چہرہ نکل عاشقی یا فرو شو حامہ تقویٰ بہ نیل،

(یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ کرو۔ یا گھڑ ایسا بناؤ جس میں باقی آسینے اور یا تو اپنے اندر عاشقی کی

حالت پیدا نہ کرو یا اس ظاہری تقویٰ کے جامہ کو دریا میں دھو ڈالو۔ (۱۲۔)

اس برداشت اور خوش اخلاقی متعارفہ کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچ گئی جو مشاہدہ ہے۔ ایک پیر صاحب یہاں پر آئے مجھ سے ایک بڑے شخص کے متعلق کہا کہ تم سفارش کرو کہ وہ مجھ کو ریاست سے چھ ہزار روپیہ قرض دلوادیں میں شرمایا گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ اتنا قرض کس طرح ہوا۔ بہت سادگی سے کہنے لگے کہ مرید کھا گئے۔ لنگر جاری رہا، آکر مہینوں پڑے رہے اور کچھ دے کر بھی نہیں گئے میں نے پوچھا کہ پھر یہ قرض جو اس وقت لے رہے ہو کہا نے ادا کر دے کہا کہ مریدوں سے آمدنی ہوگی اس سے ادا کر دوں گا دیکھئے یہاں تک تو نوبت آگئی مگر مریدان کے پھر بھی معتقد تھے۔ یہ سب کچھ اخلاق متعارفہ کی بدولت پریشانی ہوئی میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کر نیکو تیار نہیں اور امیروں سے مانگنا تو اچھی خاصی دوکانداری ہے اسکو درویشی سے کیا تعلق درویشوں کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے کہ خلاف اصول خود دینے سے بھی نہیں لیتے حضرت غوث پاک سے شہنجر نے کہلا کر بھیجا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے لئے حضرت کو پیش کر دوں آپ نے جواب میں لکھ بھیجا۔

چوں چتر سنجر رخ ختم سیاہ باد، در دل اگر بود ہوس ملک سنجر

زانتہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ملک نیم روز بیک جوئی خرم

(ملک سنجر کا جھنڈا سیاہ تھا اور شاہ سنجر نے ملک سنجر کا جو حصہ حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا اس حصہ کا نام ملک نیم روز تھا۔ اب ترجمہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ ملک سنجر کے جھنڈے کی طرح میرا نصیب بھی سیاہ ہو۔ اگر ملک سنجر کے کسی حصہ کی ہوس میرے دل میں آوے۔ اور میں نے تو جب سے ملک نیم شب (یعنی راتوں کو عبادت کرنے) خبر پائی ہے میں ملک نیم روز کو ایک جوئے بدلہ میں بھی خریدنے کو تیار نہیں۔)

اسی طرح حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے عجیب بات فرمائی تھی شمس الدین اہلس نے چند دیہات کا فرمان لکھ کر ان کی خدمت میں بھیج دیا کہ یہ آپکی خانقاہ والوں کے اخراجات کے لئے تجویز کر دیا گیا ہے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ افسوس ہم کو تو تم سے محبت اور ہم سمجھتے تھے کہ تم کو ہم سے محبت ہوگئی مگر ہمارا خیال غلط نکلا اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو تم ہمارے لئے ایسی چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کی مخلوق ہے۔ یعنی دیا خرم یہ تو درویش تھے مگر اس وقت کے سلاطین کی حالت سنئے قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جس میں تین شرطیں

پائی جائیں ایک تو یہ کہ کبھی کسی غیر محرم پر نظر نہ کی ہو اور ایک عصر کی نماز کے قبل کی مستحب چار کعتیں اسکی ٹانہ نہ ہوئی ہوں تیسری شرط یا نہیں رہی اس وقت جنازہ پر بڑے بڑے علماء اور مشائخ عظام کا مجمع تھا خادم نے اس وصیت کا اعلان کیا کسی نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ نہ کیا بلاآخر سلطان شمس الدین نے کہا کہ آج حضرت قطب الدین صاحب نے مجھ کو رسوا کیا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دولت نصیب کی ہے اور نماز پڑھائی یہ اس وقت کے سلاطین کی حالت تھی پھر فرمایا کہ ان بزرگوں کے ذکر کے وقت میری حالت قابو میں نہیں رہتی مجھ کو تو ان حضرات کیساتھ عشق کا درجہ ہے اور زیادہ عشق کی بناء یہ ہے کہ باوجود غلبہ محبت کے حدود شریعہ کا حق ادا کرتے تھے۔

بالنیت کے بھی ثواب ملتا ہے

(ملفوظ ۳۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد اور نیت کے بھی ثواب ملتا ہے انصاف الاعمال بالنیات۔ جو آیا ہے یہ اعمال نیت ہے یعنی اعمال کا ثواب تو نیت ہی پر موقوف ہے مگر غیر اعمال کا ثواب بدون نیت کے بھی مل جاتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کوئی باغ لگائے یا کھیتی کرے اور اس سے بدون اس شخص کے قصد کے کوئی آدمی یا بہیہ (جانور) انتفاع حاصل کرے اور اسکی خبر نہ ہو پھر بھی ثواب ملتا ہے۔

آ تو الزکوٰۃ سے مالدار بننے پر استدلال فاسد

(ملفوظ ۳۹۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے مجھ سے کہا جہاں قرآن میں اُفیو الصلوٰۃ کا حکم ہے، اتوا الزکوٰۃ بھی تو ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مالدار بنواؤ زکوٰۃ دو فرمایا کہ بے بودگی ہے اسکے معنی تو یہ ہیں کہ اگر مال ہو تو زکوٰۃ دو اور اسکی تو ایسی مثال ہوگی کہ کوئی کہنے لگے کہ اُفیو الصلوٰۃ کا حکم ہے اور وجوب صلوٰۃ کے لئے بلوغ شرط ہے تو اسی سے ثابت کرنے لگے کہ جلد سے جلد بالغ ہو جانا چاہئے اگر نہ ہو تو عدم ادائے فریضہ کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

ترقی کی حقیقت

(ملفوظ ۳۹۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو ایک مرتبہ لکھنؤ میں بیان کے اندر کہا تھا کہ اس میں بڑے بڑے ہیر سنرا اور دکا جمع تھے کہ ہر ترقی کو تو آپ بھی محمود نہیں کہہ سکتے جیسے درم کی ترقی ہے اسکا طبیب اور ڈاکٹر سے کیوں علاج کراتے ہو حالانکہ کچھ ترقی ہی ہوئی تنزل تو نہیں ہوا تو درجہ آپ کے یہاں درم (بالواد) کا نہ وہی درجہ ہمارے یہاں بعض حالات میں درم بالمال کا ہے اس وقت لوگوں کو ترقی کی حقیقت معلوم ہوئی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو علم

دین ہے اور نہ اہل علم کی صحبت اکبر الہ آبادی نے صحبت کے باب میں خوب کہا ہے۔

انہوں نے دین کب سیکھا ہے کہ شیخ کے حضرت۔ چلنے لگنے کے حکم میں مرصع صاحب کے فقر میں پھر فرمایا کہ لوگ کسی ترقی یافتہ کے اسباب ظاہرہ کر دیکھ کر کہتے ہیں کہ فلاں نے اس صورت سے ترقی کی حالانکہ یہاں علاوہ اسباب کے ایک دوسری چیز اور ہے اور وہ ہے اصل علت ترقی کی اسکو نہیں دیکھتے اور وہ مشیت حق ہے ورنہ اسکی کیا وجہ کہ ایک شخص نے مال تجارت لاکر الماریوں میں لگا کر اعلان کر دیا۔ یہ تو اسکا اختیاری فعل تھا مگر آگے خریداروں کی رغبت یہ تو اسکے اختیار میں نہیں محض مشیت پر ہے چنانچہ دو دوکانیں پاس پاس ہوتی ہیں ایک پر خریدار آتے ہیں ایک پر نہیں آتے تو یہ کس کے قبضہ میں ہے جن اسباب سے ایک نے ترقی کی ہے امتحان دوسرے کو دیکھ کر لہو وہ بھی ایسی ہی ترقی کر سکتا ہے یا نہیں۔

۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر کیوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۳۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں سماع کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اصل میں یہ مثل، وا کے معالجہ ہے بعض حالات کا اب لوگوں نے دال روٹی بتالیا بلکہ بعض جگہ تو اور آگے ہو گیا فقر و غنور کامیں تو کہا کرتا ہوں کہ پہلے جو اہل سماع تھے وہ اہل ماتھے اب تو اہل ارض ہیں جن پر یہ صادق آتا ہے۔
وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ۔

ہند میں اسلام صوفیہ اور تاجروں کے ذریعہ پھیلا ہے
(ملفوظ ۳۹۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں اسلام تاجروں اور صوفیوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے بزور شمشیر نہیں پھیلا حضرات صوفیہ کی طرز زندگی کو دیکھ کر اور تاجروں کی تبلیغ کو سنا کر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

۲۷۔ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ

مولوی احمد رضا خاں صاحب اور چند بدعتی حضرات کا واقعہ
(ملفوظ ۳۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی نے عجیب خواب دیکھا وہ یہ کہ ایک مولوی خاں صاحب مبتدع کو خواب میں دیکھا ان بی بی سے دریافت کیا کہ اس کی (یعنی میری) مجلس میں کبھی میرا بھی ذکر آیا ہے بی بی نے کہا ہمارے ماننے تو آیا نہیں خاں صاحب بولے کبھی ذکر نہ کرنا دیکھنا کیا کہے گا پھر خود ہی کہا میں بتلاؤں کیا کہے گا یہ کہے گا کہ بڑا ہی لپی تھا میں نے کہا کہ واقعی

سچا خواب ہے میں نے اس سے زیادہ کچھ کہا ہی نہیں (یعنی شدید کلمات نہیں کہے گو اس نے ساری عمر مجھ کو گالیاں دیں۔ ایک اور مولوی صاحب بدعتی کا ذکر کر فرمایا کہ وہ انا وہ میں ملے مجھے کہتے تھے اگر تم ایک کام کرنے لگو تو تمام ہندوستان کو میں تمہارا غلام بنادوں یہ میری ذمہ داری ہے وہ کام یہ ہے کہ مولد میں قیام کرنے لگو میں کہا اگر کسی کو غلام بنانا ہی مقصود نہ ہو کہنے لگے کہ بس یہی تو افسوس کی بات ہے آپ لوگ مصالح کو سمجھتے ہی نہیں میں کہتا ہوں کہ مصالح تو ہمارے یہاں خوب پیسے جاتے ہیں تاکہ سالن مزہ دار ہو اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تم کو اپنی قوت کی خبر نہیں کہ لوگوں پر کتنا اثر ہے بس ذرا سا حجاب ہے اگر وہ اٹھ جائے تو پھر تم کو معلوم ہو کہ لوگوں کے قلب پر تمہارا کتنا اثر ہے پھر مزاح فرمایا کہ یہ قوت تو ایسی ہوئی جیسے مشہور ہے کہ بھڑے کو اپنی قوت کی خبر نہیں اسی سلسلہ میں اسی پہلے خان صاحب کا ذکر فرمایا ایک مرتبہ انٹیشن بریلی پر ان خان صاحب سے مواجہہ ہو گیا معلوم نہیں ان کو کیا دھوکہ ہوا انہوں نے مجھ کو دور سے سلام کیا اتفاق سے میں نے دیکھا بھی نہیں اس لئے جواب بھی نہیں دیا پھر ان کو کسی سے معلوم ہوا کہ یہ تو اشرف علی ہے اس قدر غصہ آیا کہ پلیٹ فارم چھوڑ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھے پھر شہر میں اس سلام کی شہرت ہو گئی اب عوام کا کون ان نظام کرے اس طرف کے لوگوں نے کہا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے کہ جبکہ کر سلام بھی کر لیا ان کے معتقدین نے جواب دیا کہ پہچانا نہ تھا لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسے دودھ پیتے بچے تھے پہچانا نہ تھا غرض اچھا خاصا تماشا ہو گیا اسی سلسلہ میں ایک اور قصہ بیان فرمایا بریلی میں بدعتیوں کا ایک جلسہ ہوا اس میں ایک صاحب نے ایک نعت پڑھائی کہ نعتیں کی تفسیر بیان کی قیامت کے روز پوشی کے وقت خدا اور رسول دونوں مجتمع ہوں گے تو ہم اس وقت خدا کی طرف منہ کر کے کہیں گے۔ ابساک نعبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کہیں گے۔ و ابساک نستعین۔ اس پر بڑی تحسین ہوئی کہ واہ واہ کیا نکتہ ہے کیوں صاحب یہ بھی کوئی نکتہ ہوا۔ رنگون میں ایک ہندوستانی بدعتی مولوی شجرہ میں بزرگوں کے نام کے ساتھ صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم چھپوایا ہے اور کہتا ہے کہ تبعا کہنا جائز ہے جواب میں فرمایا کہ کیا مفسدہ کے وقت بھی جائز ہے دوسرے لفظی تبعیت زیادہ موثر ہوگی یا منوی تبعیت ظاہر ہے کہ اس شخص کو اصل مقصود تو بزرگان شجرہ پر صلوة بھیجنا ہے خود حضور اقدس ﷺ کا نام جیلے جواز کے لئے تبعا بڑھایا گیا ہے۔

خاں صاحب بریلوی کے ایک معتقد کا بیان

(ملفوظ ۳۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کلکتہ میں ایک شخص ان ہی خاں صاحب مذکور کا معتقد

ہے میری کتابیں بہت دیکھتا ہے ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ وہ شخص کہتا تھا کہ یہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیوبندی ہے وہ تو ہماری جماعت کا آدمی ہے اور اسکے ثبوت میں کچھ میری کتابوں کے مضمون بیان کئے اور معتقدانہ یہ کہتا تھا کہ ایک مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا اور اس کے ادا کام اور آثار کا تو صدیوں سے گم تھا۔ اس کو ایسا ظاہر کیا کہ کسی نے نہیں کیا اور یہ بھی کہا کہ بھلا دیوبند والے کہیں ایسی باتیں اور ایسے مضامین لکھ سکتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

صفائی اور زینت میں فرق

(ملفوظ ۳۹۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نفاست و صفائی میں اور تزئین میں کیا فرق ہے فرمایا کہ صفائی تو یہ ہے کہ میل پچیل نہ ہو چاہے کپڑا گھٹیا اور پھٹا ہی سہی مگر ہو صاف اور تزئین میں یہ ہوتا ہے کہ کپڑا قیمتی ہو خوبصورت ہو وضع قطع بھی درست ہو غرضیکہ نفاست اور تزئین میں زمین آسمان کا فرق ہے سو صفائی تو ہر حال میں محمود ہے اور تزئین بعض حالات میں مذموم بھی ہے۔ اسی درجہ مذمومہ کی نسبت کہا گیا ہے۔

عاقبت سازد ترا از دین بری ایں تن آرائی دایں تن پروری
(یہ تن پروری اور بناؤ سنگار آخر کا رتھ کو دین سے بالکل خالی کر دے گا۔)

تہجد کے لئے آنکھ نہ کھلنے کا علاج

(ملفوظ ۳۹۷) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ہر شخص کیلئے جدا علاج ہے کسی کو کم کھانا مفید ہے اور کسی کو بالکل نہ کھانا اور کسی کو خوب کھانا جس کو ضعف بڑھ جانے کا اندیشہ ہو ایک شخص تھے چرتھاول میں ان کی تہجد کی نماز کے لئے آنکھ نہ کھلتی تھی انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جس روز ایسا ہوتا ہے صبح کو روزہ رکھ لیتا ہوں مگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا میں نے کہا کہ یہ تو تمہارے لئے اور زیادہ کسل کا سبب ہوگا۔ اس لئے کہ جب روزہ سے رہو گے خوب تن کے کھاؤ گے۔ تن کے پیو گے تو نشہ ہو کر اور کسل بڑھے گا۔ کہا کہ ہوا تو ایسا ہی میں نے کہا کہ یہ تدبیر کرو کہ عصر سے قبل کھانا کھاؤ اور ذرا کم کھاؤ اور مغرب سے پہلے پہلے پانی جس قدر پیاس ہو پی لو پھر نہ پیو یہ تدبیر کامیاب ہوگی۔

انسان کی خواہش

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان بھی عجیب چیز ہے۔ اس کو ایک حالت پر چین نہیں چاہتا یہ ہے کہ جو میراجی چاہے وہ ہوتا رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں باوجودیکہ ہر بات اس کے خیال کے موافق نہیں ہوتی پھر جو کچھ کرتا ہے خیال ہی کے

تالبع ہو کر کرتا ہے اور تمام عالم اسی خیال پر چل رہا ہے۔ اتنی بڑی موثر چیز اور نظر تک نہیں آتی۔
جیسے گھڑی کی بال کمائی کہ بالکل باریک مگر تمام پرزوں کو نچا رکھا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

نیمت و ش باشد خیال اندر جہاں تو جہا نے بر خیالے میں رواں
کہ خیال آسیا و باغ و راغ مگر خیال مرغ و مرغ و تیغ و لاغ

سماع میں اختلاف

(ملفوظ ۳۹۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق خود علمائے
ظاہر میں اختلاف ہے۔ چنانچہ محدثین اور فقہاء میں اختلاف ہے محدثین اس مسئلہ میں کسی قدر
اقرب الی الصوفیہ ہیں۔

آج کل کے صوفیوں کا وجد

(ملفوظ ۴۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگوں پر کسی شیخ کا خط پڑھ کر وجد کی کیفیت طاری
ہو جاتی تھی۔ آج کل جو صوفی ہیں ان میں اکثر کو ڈھونگ کی وجہ سے وجد ہوتا ہے۔ تن تن پن پن
سے وجد ہوتا ہے۔ ایسے لوگ نفل ہیں۔ نفسانیت سے پر ہیں۔ بکثرت ہوا پرست امر پرست
زن پرست ہیں اہل باطل ہیں۔ خدا سے غافل ہیں۔ دنیا والوں سے بھی زیادہ اپنے اغراض میں
بیدار ہیں۔ رات دن ان ہی تدابیر میں لگے رہتے ہیں۔ جس سے شوکت ہیبت عظمت ظاہر ہو۔

جو حاصل ہے حب جاوہ کا

آواز میں غضب کی خاصیت ہے

(ملفوظ ۴۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آواز بھی غضب کی چیز ہے۔ آفت کی چیز ہے۔ اسی وجہ
سے شریعت نے بعض اصوات سے منع کیا ہے اور اس راز کو فقہانے سمجھا ہے۔ یہ ایک قسم کی آگ
ہے تو کیا آگ میں کوونے کی شریعت اجازت دے سکتی ہے۔ سماع آگ ہے جس کو اطمینان ہو
کہ میں نہ جلوں گا اس کو بشرائط جائز ہے اور جس کو یہ اطمینان نہ ہو اس کو کسی طرح جائز نہیں یہ آواز بڑی
آفت کی چیز ہے۔ اس میں غضب کی خاصیت ہے۔ سنا ہے کہ دیکھ ایک راگنی ہے اس کے گانے
سے آگ لگ جاتی ہے۔ چراغ میں تیل جی درست کر کے رکھو اور گاؤ چراغ روشن ہو جاتا ہے۔

محقق کی نظر اور سنت رسول کی تحقیق

(ملفوظ ۴۰۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق چونکہ بڑا عالم ہوتا ہے۔ اس کی نظر وسیع ہوتی ہے۔

اس لئے اس میں بجز ضروری مواقع کے تشدد نہیں رہتا۔ اکثر مواقع میں ڈھیلا ہو جاتا (بیائے معروف) ہے ڈھیلا نہیں ہوتا (بیائے مجہول) جس سے چوٹ لگ جائے۔ قاضی ضیاء الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ مصنف الاحساب کا ایک واقعہ سنا ہے۔ وہ واقعہ حضرت سلطان نظام الدین صاحب کے ساتھ ہوا ہے وہ یہ کہ قاضی ضیاء الدین صاحب سلطان جی کو سامع سے منع فرماتے تھے ایک بار سلطان جی نے غلبہ حال میں قاضی صاحب کی حاضری کے وقت قوال کو اشارہ کیا سامع شروع ہو گیا۔ سلطان جی کھڑے ہو گئے قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلادیا۔ سلطان جی سہ بارہ کھڑے ہوئے۔ قاضی صاحب پھر بٹھلاتا چاہتے تھے مگر خود ہی ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہوئے جب وہ حالت فرد ہوئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا پھر آ کر احتساب کروں گا۔ بعضوں نے قاضی صاحب سے اس کا راز پوچھا فرمایا یہ جب اول بار کھڑے ہوئے۔ ان کی روح نے آسمان دنیا تک عروج کیا۔ میں نے وہاں سے واپس لا کر بٹھلادیا۔ دوسری بار تحت العرش تک پہنچے میں نے وہاں سے بھی لوٹا لایا۔ تیسری بار فوق العرش پر پہنچے میں نے جاتا چاہا تو ملائکہ جلال نے روک دیا کہ یہاں صرف نظام الدین کے قدم جاسکتے ہیں۔ تم نہیں جاسکتے۔ وہاں انوار جلال دیکھ کر میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان بدعتی کے سامنے تھوڑا سی کھڑا ہوا دیکھئے شریعت ایسی اہتمام کی چیز ہے اور بعض نے اس میں اتنا خلو کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فعل سے ثابت کر کے سنت کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ سو خوب سمجھ لو اس سے سنیت پر استدلال محض باطل ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کے کان میں کوئی شعر پڑ گیا ہو یا حیانا بسبیل ندرت (کبھی اتفاقی طور پر) سن لیا ہو سو محض اس سے سنیت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ میرا اس استدلال کی حقیقت میں ایک وعظ سے الغالب للطلاب اس میں یہ مضمون نہایت مبسوط ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا ہر فعل سنت نہیں بلکہ سنت وہی ہے جو حضور کی عادت غالبہ ہو۔ نیز غالی صوفیہ بھی اس بات کو نہیں کہہ سکتے کہ حضور اس مروج صورت کی اجازت فرماتے پس بیت مرویہ کو منقول پر قیاس کرنا ایسا ہے جیسے تہ حضور باندھتے تھے۔ اس پر کوئی دھوتی کو قیاس کر لے اور یہ کہے کہ دذیوں میں زراعی سا تو فرق ہے۔ ایسے تغیر سے کیا ہوتا ہے؟ پس بھی تو فرق ہے۔ دھوتی میں کہ ایک پلا پیچھے اڑس لیا جاتا ہے۔ اس کو تو فقہاء ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کون فرق مؤثر ہے اور کون نہیں۔

علماء میں سلاطین کی سی سیاست ہونی چاہئے

(ملفوظ ۴۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کی شان تو سیاست اصلاحی میں سلاطین کی سی ہونا

چاہئے۔ یعنی کوتاہی پر محاسبہ بمعاقبہ ہوان کے ڈھیلے ہونے سے عوام کی جرات بڑھ گئی۔ بلکہ مشائخ کی بھی یہی شان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ خدمت اصلاح ان کے بھی تو سپرد ہے مگر آج کل یہ کام کون کرے یہ تو خود اکثر مصلحین کی نیت اچھی نہیں۔ کس دنیا جب دنیا غالب ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

بیعت سے قبل تعلیم کی شرط لگانے کی وجہ

(ملفوظ ۴۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ بیعت کو اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آیا بیعت ہونا چاہتے ہو بدون تعلیم۔ یا تعلیم چاہتے ہو بدون بیعت کے تو یہی کہیں گے کہ بیعت ہونا چاہتے ہیں اور یہ خیال ایک غلطی پر مبنی ہے۔ جس کی اصلاح نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ یہ سمجھتے ہیں کہ بدون بیعت ہوئے تعلیم کا اثر نہ ہوگا اور نہ کوئی نفع ہوگا۔ میں اسی جہل سے نکالنے کے لئے بیعت سے قبل تعلیم کی شرط لگاتا ہوں۔ تاکہ عقیدہ صحیح ہو جاوے اور جہل سے نجات ہو اور رسمی مشائخ کے یہاں تو بدون بیعت کے تعلیم ہی نہیں دیتے۔ وہ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ اگر جال میں اب پھنس گیا تو پھنس گیا۔ ورنہ نہ معلوم کل کو اس کا خیال بدل جائے بھلا اللہ میرے یہاں یہ بات نہیں کل کو تو کیا خیال بدلتا وہ ابھی بدل لے ہمارا کیا ضرر اگر سورتہ جی چاہے اور اپنا نفع سمجھے تو تعلیم پر عمل کرے ورنہ جہاں چاہے جائے۔ ایسے بد فہموں کے ساتھ یہی برتاؤ ضروری ہے۔

۳۔ صفر المظفر ۱۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

حسن معاشرت کی اہمیت اور اصول کی پابندی

(ملفوظ ۴۰۵) ایک صاحب آسب کا تعویذ لینے کے لئے سفر کر کے آئے درخواست پر حضرت والا نے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں۔ یہ عاملوں کا کام ہے دوسرے یہ کام تو خط سے بھی ہو سکتا تھا بلا وجہ آپ نے اتنا لمبا سفر کیا اس لئے اگر میں تعویذ دیتا بھی تو اب نہ دوں گا۔ تاکہ تم نا کامیاب ہو جاؤ پھر تمہاری روایت سے اور لوگوں کو بھی واقعہ معلوم ہو جائے پھر اس واقعہ کو جو جو سنیں گے سب کا رویہ اور وقت بچ جائے گا۔ اور اگر میں ایسا نہ کروں تو یہاں پر تو ایک ہجوم ہو جائے۔ اور پھر سوائے اس کے اور کوئی کام نہ ہو سکے۔ اور آپ سے تعجب ہے کیونکہ آپ تو اس قدر ناواقف نہیں جو ایسی فضول حرکت کی آخر خیریت کا تو خط پہلے سے لکھا ہی کرتے تھے۔ اس ہی میں یہ بھی معلوم کر لیا ہوتا اور جو لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان ہی سے یہ شکایت ہے دوسروں کی کیا شکایت اور ان تعلیمات میں میں کسی کو اپنا تابع نہیں بنانا صرف یہ بات ہے کہ اصول صحیحہ کا میں خود بھی غلام

ہوں اور دوسروں کو بھی اصول صحیح ہی کا غلام بنانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس سے دھشت ہوتی ہے چاہتے ہیں کہ وہی پرانے رواج کا برتاؤ ہمارے ساتھ بھی کیا جائے اور ہم بھی وہی برتاؤ کریں جس کی عادت ہے۔ اور طبیعت خوگر ہے مگر یہاں پر وہ باتیں نہیں چلتیں مدتوں کے بعد تو باب تعلیم معاشرت کھلا ہے۔ اب پھر چاہتے ہیں کہ بند ہو جائے حسن معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست سے نکال ہی دیا تھا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو اور یہ کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہنچے اور یہ حالت رہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کے رہا کے کارے نباشد
(بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور) سب راحت سے ہوں حتیٰ کہ کسی کو کسی سے کام بھی نہ ہو کہ دوسرے کی احتیاج بھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے)
اور اس معاشرت کے خراب اور برباد ہونے کی وجہ سے ایک سے دوسرے کو سخت اذیت پہنچتی ہے اور باہمی الفت پیدا نہیں ہوتی میرے سارے انتظامی معمولات کا حاصل صرف یہی ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچے تکلیف نہ ہو اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں پر نہ آئے بلانے کون جاتا ہے۔ بقول غالب

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاوہ بے وفا کسی جس کو جو جان و دل عزیز اس کی لگی میں جائے کیوں
بزاروں مشائخ کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں جائیں بلانے کون گیا تھا اگر آتے ہو تو تمام اصول صحیح کا اتباع کرنا ہوگا۔ اور جو ہم کہیں کرنا پڑے گا۔ جس طرف اور جس طرح چلائیں گے۔ چلنا پڑے گا لوگوں نے طریق کو بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے یہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد زندہ ہوا مجھ کو اس پرنا نہیں مگر *وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ* کے طور پر ذکر کرتا ہوں اس چودھویں صدی میں ایسے ہی ہیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں لکھتا ہوں اور یہ کوئی ناز کی بات نہیں۔ اس لئے کہ جس سے چاہیں خدا تعالیٰ اپنا کام لے لیتے ہیں۔ الحمد للہ میں نے ذوقیات اور کشفیات کو حیات بنادیا ہے۔ ان وجدانیات میں لوگ جن چیزوں پر ایمان بالغیب لاتے تھے اب وہ چیزیں کھلی آنکھوں نظر آتی ہیں اور اس طرز سے اصلاح یہ ایسی چیز ہے کہ میرے ایک اہل علم عزیز نے حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے گا کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے اور وہ اپنے ماموں سے کراؤ۔ سو حضرت اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے باقی تمام دنیا کو کون خوش رکھ سکتا ہے اور خوش رکھنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے جن کے خوش رکھنے کی انسان کو ضرورت ہے

اس کی فکر چاہئے اور میں تو صاف کہتا ہوں تاکہ لوگوں کو بھوک نہ ہو کہ یہاں پر تو فقیری و قیری کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اور ہم کو اسی میں فخر ہے کہ طالب علموں میں ہمارا شمار کیا جائے اور واقع میں بھی ہم فقیر کہہ رہے ہیں۔ جب کھانے پینے میں خوب دل کھلا ہوا ہے فقیری کی تو شان ہوتی ہے کہ ایک بزرگ شب کو سامنے حلوہ رکھ کر نفس سے کہتے تھے۔ دو رکعت نماز نفل پڑھ لے پھر یہ حلوہ کھلاؤں گا پھر دو رکعت کے بعد ایسا ہی وعدہ کرتے تھے۔ تمام شب اسی طرح ختم ہو جاتی تھی اور حلوہ رکھا ہی رہتا تھا۔ ہمارا نفس تو تیرہویں صدی کا ہے ایک دفعہ بھی اگر وعدہ خلافی ہو جائے پھر قبضہ میں نہیں آسکتا۔ ہماری حالت پر نظر فرما کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس سے خوب کام لو۔ غرض یہاں کی حالت تو بالکل واضح ہے جس کا دل چاہے تعلق رکھے۔ جس کا چاہے نہ رکھے محض لوگوں کے معتقد بنانے کے لئے ہم سے تو بنا نہیں جاتا۔ جیسا آج کل بکثرت یہی حالت ہو رہی ہے کہ تقویٰ اور زہد سب لوگوں کے دکھانے کے واسطے اختیار کیا جاتا ہے۔ اور زیادہ اہتمام اسی کا کیا جاتا ہے کہ لوگ معتقد ہوں مگر اس کا اہتمام علاوہ مذموم ہونے کے خود موجب پریشانی بھی تو ہے کیونکہ عوام کے اعتقاد کی اور بنائیں ہیں اور خواص کے اعتقاد کی اور نیز امراء کے اعتقاد اور غرباء کے اعتقاد کی اور اس حالت میں بتلائے سب کو معتقد بنانے کا کہاں تک اہتمام کر دے اور اگر کیا بھی تو ساری عمر اسی ضیق میں گزرے گی تو میں کہتا ہوں کہ کس جھگڑے میں پڑے اعتقاد کی بناؤں کے اختلاف پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک شخص دہلی میں امراء میں سے تھے ان کے اعتقاد کی بنیاد سنئے کیسی ضعیف تھی وہ یہ کہ ایک شخص نے مجھ کو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے اپنے قواعد کی بناء پر لینے سے انکار کر دیا۔ بس اس سے وہ معتقد ہو گئے پھر مدت کے بعد ایک دنیاوی معاملہ میں انہوں نے مجھ سے۔ فارش کرانی چاہی۔ میں نے کسی عذر سے انکار کر دیا۔ اس سے غیر معتقد ہو گئے اور ایسے امراء سے اکثر بیچارے غرباء پھر غیبت ہیں۔ ان کے اعتقاد کی بنیاد اکثر محض تعلق مع اللہ ہی ہوتی ہے اور ایسے غرباء بلکہ دیہاتی بے نکھے پڑھے متقی بھی ہوتے ہیں اور خوش فہم بھی۔ چنانچہ وہ لوگ ایسی سمجھ کی بات کرتے ہیں کہ ان امراء کے کبھی خواب میں بھی نہ آئی ہو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص آیا۔ حضرت اس وقت خادم سے پاؤں دبوڑ رہے تھے۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم بھی ایسے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جی تو خوش ہوتا ہے مگر بڑا بیوہ کی وجہ سے نہیں بلکہ آرام پہنچنے کی وجہ سے تو وہ گاؤں والا کیا کہتا ہے کہ مولوی جی تم کو پاؤں دبوڑانا جائز ہے۔ اس فہم کا کیا ٹھکانہ ہے کہاں نظر پہنچی ہے۔ آج کل تو مشائخ کی بھی دقائق پر نظر نہیں۔

علمی کاموں کے لئے خلوت درکار ہے

(ملفوظ ۲۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں مدت سے چاہتا ہوں کہ اور سب کام بند کر دوں اور صرف خدمت تربیت ہی کا کام رکھوں مگر میں اس وقت تک اس میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جو ضروری کام ہو رہے ہیں ان کو کیسے بند کروں اور یہ غیر ممکن ہے کہ یہ سب کام بھی کرتا رہوں اور طالبین تربیت سے مجلس بھی گرم رہے۔ مجمع میں مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ تنہائی اور یکسوئی میں کام کر سکتا ہوں۔ حتیٰ کہ کام کرنے کے وقت کسی کا آئینہ نامیری گرانی کا سبب ہوتا ہے۔ ایک وکیل صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں تو مجمع میں بیٹھ کر کام کر لیتا ہوں میں نے کہا کہ وہ کام ہی کیا ہے یہاں تو دماغی کام ہے۔ وہاں نہ ترتیب مضامین ہے نہ تدقیق، نہ تہذیب، نہ رطب دیا بس کی تکفیس یہاں تدقیق کی حاجت ترتیب کی حاجت تہذیب کی حاجت رطب دیا بس کا فیصلہ غرضیکہ دماغی کام ہے جو مجمع میں بیٹھ کر نہیں ہو سکتا۔

بعض معصیت و وقایہ کفر ہوتی ہے

(ملفوظ ۲۰۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو نوکریاں ناجائز ہیں۔ ان کے کرنے میں مفسدہ ضرور ہے مگر جس کو حلال نوکری نہ ملے اسکے لئے نہ کرنے میں اس سے زیادہ اندیشہ ہے۔ اس لئے کہ افلاس سے بعض اوقات کفر تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ تو یہ معصیت کفر کی وقایہ ہو جاتی ہے۔ اس وقایہ کی ایک جزئی یاد آگئی کان پور کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے گنجیر وہاں پر ایک مسلمان رئیس تھا۔ اس کا نام تھا ادھار سنگہ میں نے سنا تھا۔ کہ اس گاؤں کے لوگ آریہ ہونے والے ہیں۔ میں ایک مجمع کے ساتھ ان کی تبلیغ کے لئے وہاں گیا تھا۔ ادھار سنگہ سے بھی اس کا ذکر آیا تو اس نے جواب میں کہا کہ ہم آریہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں تو تعزیہ بنتا ہے میں نے کہا تعزیہ بنانا مت چھوڑنا۔ بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا میں نے کہا کہ تم نے غور نہیں کیا۔ یہ فحش جب تک تعزیہ بنائے گا۔ کافر نہ ہوگا۔ تعزیہ بے شک معصیت اور بدعت ہے مگر اس کے لئے تو یہ معصیت اور بدعت وقایہ کفر ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں امیر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے عشرہ محرم میں ایک مقام پر تعزیہ داروں میں اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔ کوئی درخت تھا وہاں کے سنی عمائد نے علماء سے استفتاء کیا کہ ہندوؤں کا اور تعزیہ داروں کا جھگڑا ہے۔ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ علماء نے جواب دیا کہ کفر اور بدعت کی لڑائی ہے۔ تم کو الگ رہنا چاہئے۔ پھر وہ لوگ مولانا کے پاس دریافت کرنے آئے۔ مولانا

محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں ہے۔ بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ کفار بدعت سمجھ کر تھوڑا سی مقابلہ کر رہے ہیں وہ تو اسلامی شعار سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ جاؤ انکا مقابلہ کرو غرضیکہ تمام مسلمان متحد ہو کر لڑے فتح ہوئی تو ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ صرف ایک ہی پہلو پر نظر نہیں کرنا چاہئے۔ شعار اسلامی سمجھنے پر ایک واقعہ یاد آیا۔ کیرانہ میں زمانہ تحریک خلافت میں میری ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ اور بات تو بعد میں ہوگی پہلے ترکوں کی سلطنت کو اسلامی سلطنت تو ثابت کر دیجئے تب دوسروں کو نصرت کی ترغیب دیجئے گا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بتلائیے کہ مجموعہ کفر اور اسلام کا کیا ہوگا کہا کہ کفر میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ ترکوں کی حکومت جو اس وقت ہے وہ شخصی ہے یا جمہوری کہا کہ جمہوری۔ میں نے کہا کہ اس میں جو پارلیمنٹ ہے وہ کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے۔ یا خلاص مسلمانوں کی جماعت ہے کہا کہ مسلم اور کافر میں مشترک ہے۔ میں نے کہا کہ جموئی کیا ہوا۔ پھر نصرت کیسی کیا غیر اسلامی سلطنت کی نصرت کراتے ہو۔ حیرت زدہ رہ گئے۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی نکلا۔ سارا بن بنایا قصر ہی منہدم ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو اپنے علماء اور لیڈروں سے پوچھ کر جواب دو۔ خاموش تھے بیچارے میں نے کہا کہ جاؤ جن کو مخالف سمجھتے ہو اور خشک ملا کہتے ہو۔ اس کا جواب بھی انہی کے پاس ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی انکی نصرت واجب ہے اس لئے کہ کفار تو اس کی اسلامی سلطنت ہی سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں اسلئے اس وقت ترکوں کی نصرت اسلام اور مسلمانوں کی نصرت ہے۔ اس پر بے حد خوش ہوئے اور دعا میں دیں۔ اور مجھ کو خوشی میں کچھ نقد نذرانہ بھی دیا۔

حضرت شیخ الہند کا حضرت تھانوی کے بارے میں ایک قول

(ملفوظ ۲۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے اسی زمانہ تحریک میں میری شکایت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کی کہ وہ اس تحریک میں شریک نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم کو اس پر بھی فخر ہے کہ ایسی ہمت کا بھی ہمیں میں سے ہے کہ جس نے تمام ہندوستان بلکہ دنیا کی پروادہ کی جو اس کی رائے میں حق ہے۔ اس پر استقلال سے قائم ہے۔ کسی دباؤ یا اثر کو ذرہ برابر حق کے مقابلہ میں قبول نہ کیا۔ پھر تحریک فرد ہونے کے بعد کثرت سے لوگوں کے خطوط طلب معافی میں آئے۔ میں نے لکھ دیا کہ معافی کے متعلق تو غور نہیں بقول غالب

سفینہ جبکہ کنارہ پہ آگیا غالب خدا سے کیا تتمہ دجور تا خدا کیجئے

باقی دل ملنے کے متعلق وہ بات ہے جس کو شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بسا لے زجورت جگر خوں کنم بیک ساعت از دل بروں چو کنم
(سال بھر تک تیرے مظالم سہہ کر جگر خون کروں تو ایک گھڑی میں ساری کلفت کو دل سے کس طرح نکال دوں۔)

ندامت سے دل صاف ہو جاتا ہے

(ملفوظ ۳۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں کا معیار صرف یہ ہے کہ مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنی غلطی پر دل سے نادم ہے اور یہ بات اس شخص کے اعلان کر دینے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

عوام کے اعتقاد کے لئے کمالات کا اظہار فضول

(ملفوظ ۳۱۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنا خواہ کسی رنگ میں ہو حد ورج کی بے ادبی ہے۔ مثلاً علم ہی میں اس کا اظہار ہو کہ ہم بھی پڑھے ہوئے ہیں اور غور کیا جائے تو چیزیں کچھ تازکی بھی نہیں۔ کیونکہ ان میں کوئی ذاتی کمال نہیں۔ دیکھئے حضور کے امی ہونے کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ اصطلاحی عالم ہونے پر فخر نہیں فرمایا گیا اور عوام کے اعتقاد کی غرض سے کمالات کا اظہار یہ تو بہت ہی بڑا مرض ہے اس سے تو اجتناب سخت ضروری ہے۔ عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے بے توفیق مگر ہے بالکل چسپاں فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پیہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔

شیخ کامل کی سب شقوں پر نظر ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ وہ ہے جس کی سب شقوق پر نظر ہوا اگر یہ بات نہیں وہ شیخ نہیں۔ اس کی ہر جزئی پر نگاہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ہر پہلو پر نظر کر کے انتظام کرتا ہے سو اس کو سختی نہیں کہیں گے۔ انتظام کہیں گے البتہ اس انتظام کی تنقید میں وہ بے شک سخت ہوتے ہیں مگر بے اصول رعایت کر کے وہ حقائق کو کیسے بدل سکتے ہیں۔

اصلاح چاہنے سے اصلاح ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی غاۃ ہے کہ اسی کی اصلاح فرماتے ہیں جو

خود بھی اپنی اصلاح چاہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اُنلِزُ مَکْمُوہَا وَاَنْتُمْ لَهَا کُرْهُوْنَ۔

حضرت گنگوہی کا نظم و ضبط

(ملفوظ ۴۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اپنے اور بزرگوں سے زیادہ انتظام تھا۔ اس انتظام کا نام معترضین نے آج کل قانون رکھا ہے۔ اور قانون حکومت سے تشبیہ دے کر طعن کرتے ہیں۔

بلا ضرورت سفر کرنے پر عتاب

(ملفوظ ۴۱۴) ایک نو وارد شخص نے تعویذ مانگا اور یہ ظاہر کیا کہ میں فلاں مقام سے سفر کر کے اس ہی غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ جو کام ڈھائی آنہ میں ہو سکتا تھا۔ اس کے واسطے اتنا طویل سفر اور اس قدر صرف کرنے کی کون ضرورت تھی۔ آدمی سوچ سمجھ کر تو سفر کرے اور خرچ کرے اب اس کا علاج یہ ہے کہ وطن واپس جا کر تعویذ کے لئے لکھو میں بھیج دوں گا۔ تاکہ اس بے ڈھنگے پن کی حقیقت تو معلوم ہو اور ہمیشہ کے لئے یاد تو رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس وقت اگر تعویذ دیدیا جائے تو لوگ ایسے کوڑ مغز ہیں یوں سمجھیں گے کہ یہ تعلیم کی باتیں تو ویسی ہی تھیں۔ تعویذ تو دے ہی دیا تو میرا جو مقصود ہے کہ فضولیات کا انسداد ہو وہ حاصل نہ ہوگا۔ اور میں جو ان کے اوقات اور رقوم بچانے کے انتظام کر رہا ہوں۔ جس وقت یہ اسکو محسوس کریں گے۔ اس وقت قدر ہوگی۔ اس فضولی کی یہاں تک نوبت آچکی ہے کہ ایک صاحب ضلع گیا سے محض تعویذ اور پانی پڑھوانے کے واسطے آئے تھے۔ میں نے کہا کہ میں یہاں تعویذ نہ دوں گا۔ وطن جا کر منگا لینا اور یہ سب بے فکری اور نعمت کی بے قدری ہے۔ فضول اور بلا ضرورت مال کو برباد کرنے کا نام سخاوت رکھا ہے۔ یہ سخاوت نہیں۔ یہ اسراف ہے۔

اصول صحیحہ پر عمل کرنا راحت ہے

(ملفوظ ۴۱۵) ایک سلسلہ گنگوہی میں فرمایا کہ اصول صحیحہ پر عمل کرنا طرفین کی راحت کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لئے میں نے نئے آنے والوں کے واسطے یہ قید لگا دی ہے کہ زمانہ قیام میں مخاطب مکاتبت کچھ نہ ہو۔ خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کرو اور بیعت میں بھی جگلت نہ کرو اسکے بعد جو رائے قائم ہوگی وہ بصیرت سے ہوگا۔ اس میں انسان بچتا نہیں کیونکہ دیکھنے بھالنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع اچھی طرح مل جاتا ہے۔ دوسرے استماع میں جو لطف ہوتا ہے وہ انکلم میں نہیں ہوتا۔ جیسے حافظ اچھا قرآن پڑھنے والا ہو تو سننے والے کو زیادہ لطف ہوتا ہے۔ پڑھنے والے کو وہ لطف نہیں ہوتا۔

تکثیر سواد یا تکثیر بیاض

(ملفوظ ۴۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مزاحاً فرمایا کہ تکثیر سواد تھوڑا ہی مقصود ہے یعنی تکثیر مجمع تکثیر بیاض مقصود ہے۔ یعنی قلب کا روشن ہونا۔

کثرت مشاغل سے قواعد کی ضرورت پڑتی ہے

(ملفوظ ۴۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے قواعد و ضوابط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر کثرت سے مشاغل نہ ہوں تو پھر قواعد و ضوابط کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اور بے ضابطگی سے جگہ بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص عصر کے بعد ملنا چاہتا ہے اور مجھ کو کوئی کتاب دیکھنا ہے یا کوئی فتویٰ لکھنا ہے تو اب تنگی ہوگی یا نہیں۔ یقینی بات ہے کہ تنگی ہوگی۔ سب اس کا وہی مشاغل اور اگر کوئی کام نہ ہوتا تو اس شخص کو لے کر بیٹھ جاتا دس پانچ منٹ میں کوئی حرج نہ تھا۔

نجس اپنے معدن میں نجس نہیں

(ملفوظ ۴۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہا فرماتے ہیں جو نجس چیز اپنے معدن میں ہو وہ نجس نہیں ہوتی۔ چنانچہ پیشاب مثلاً نہ میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ وجہ یہ کہ وہاں ازالہ پر قادر نہ تھا۔ پس معدن میں ضرورت ہے اور خارج میں پاک کرنا ضروری ہوا۔

صاف اور سچ بات کرنا آسان ہوتا ہے

(ملفوظ ۴۱۹) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس مواخذہ اور کھود کرید کی وجہ سے میں اس قدر بدنام ہوں کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ منکر تکبر کے سوالوں کا جواب تو آسان مگر اس کے سوالوں کا جواب مشکل ہے میں نے سن کر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے وہاں سچ بولو گے۔ بات نہیں بناؤ گے۔ اس لئے ان کا جواب آسان ہے اور یہاں بات بناتے ہو وہ جلتی نہیں اس لئے جواب مشکل ہوتا ہے۔

امراض کی تشخیص صرف مصلح کر سکتا ہے

(ملفوظ ۴۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امراض کی تشخیص اور تجویز مصلح ہی کر سکتا ہے۔ طالب نہیں سمجھ سکتا۔ جیسے طبیب ہی مرض کو پہچان سکتا ہے اور علاج تجویز کر سکتا ہے۔ مریض نہیں کر سکتا مجھ کو ایک مرتبہ کم خوابی کی شکایت تھی۔ حکیم صاحب سے تدابیر پوچھا کرتا تھا مگر جب نفع نہ ہوا میں سمجھا کہ حکیم صاحب زیادہ خوش نہیں کرتے میں خود کتاب دیکھ کر تجویز کروں گا چنانچہ اسی غرض سے میں حکیم صاحب سے شرح اسباب الایا اور اس کو دیکھنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں جیسے اسباب لکھے تھے سب اپنے اندر پاتا تھا۔ اس لئے کچھ تجویز نہ کر سکا۔ تب خیال ہوا کہ کیا بات کو

جزئیات پر صاحب فن ہی منطبق کر سکتا ہے۔ غیر اہل فن کا یہ کام نہیں۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جس کو فرماتے ہیں۔

گردِ مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید لیک، حیرانم کہ تازشِ راجاں خواہد کشید
(اگرچہ مصور اس محبوب کی صورت کی تصویر تو بنا دیگا۔ مگر اس کی تاز و انداز کی تصویر کس طرح کھینچے گا)
حافظ فرماتے ہیں

نہ برکہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہرکہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ بار یکسر زموانخواست نہ ہرکہ سرتر اشد قلندری داند
(یہ بات نہیں ہے کہ جس نے بناؤ سنگار کر لیا وہ تاز و انداز محبوبانہ سے بھی واقف ہو نہ یہ کہ جس کے پاس آئینہ ہو۔ سکندر کی طرح آئینہ بنانا بھی جانتا ہو۔ درویشوں کی سی شکل بنالینے سے حقیقی درویشی حاصل ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اس راستہ میں بہت سی بال سے زیادہ باریک باتیں ہیں جن کے لئے نور باطن کی ضرورت ہے)
وہ کر میں یکسوئی نہ ہونا مضرت نہیں

(ملفوظ ۲۱۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے کہ ذکر میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ میں نے لکھ دیا کہ کچھ مضرت نہیں اور مزاف فرمایا کہ اگر کپڑا سل جائے اور ایک سوئی بھی پاس نہ رہے تو حرج کیا ہے۔ کپڑا پہن لیا جائے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میاں یہ تو ساری عمر کی ادھیڑ بن ہے ایسے تغیرات سے بد دل نہ ہونا چاہئے۔ اسی کو فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش دی خراش تادم آخر دے فارغ مباحش
(اس راہ میں خشیب فراز بہت ہیں۔ ابتدا آخر دم تک ایک لمحہ کے لئے بھی بے فکری نہ چاہئے)
پہلے بزرگوں کے یہاں تو برکات پر کام چلتا تھا۔ آئین کی ضرورت نہ تھی اور اب ضرورت کی وجہ سے آئین بنا کر میں نے اس کا مستقل محکمہ بنا دیا ہے پس وہاں برکت تھی یہاں حرکت ہے۔

مناسبت معلوم کرنے کا ایک طریقہ از حضرت حاجی صاحب
(ملفوظ ۲۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار اعظم مناسبت پر ہے۔ میں عدم مناسبت کی وجہ سے طالب سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ چونکہ تم میں مجھ میں مناسبت نہیں اس لئے نفع نہ ہوگا کہیں اور تعلق پیدا کر لیا جائے اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ اگر کسی کا نام پوچھو گے تو میں

تلا دوں گا خود نہیں بتلا تا کیونکہ بے طلب جس کا نام بتلایا جائے اس کی بے قدری کا اندیشہ ہے۔ اس مناسبت پر ایک حکایت یاد آئی۔ حضرت حاجی صاحب سے ایک صاحب علم نے مرید ہونے کے متعلق مشورہ لیا کہ میں جتنی شیخ سے بیعت کروں یا نقشبندی سے آپ نے فرمایا کہ ایک بات بتاؤں ایک کھیت ہے۔ اس میں جھاڑ جھنکاڑ بہت کھڑے ہیں اور اس میں تخم ریزی کا ارادہ ہے تو تمہاری رائے میں کیا صورت زیادہ مناسب ہے آیا پہلے اس کو صاف کر لیا جائے تب تخم ریزی کی جاوے یا ویسے ہی بدوں صاف کئے تخم ریزی کر دینی چاہئے اور آہستہ آہستہ صاف کرتے رہیں عرض کیا کہ حضرت اول تخم ریزی کر دینی چاہئے تاکہ صفائی کے انتظار تک محروم نہ رہے۔ فرمایا کہ تو پھر نقشبندیوں میں جاؤ۔ یہ حضرت کے اعلیٰ مبصر ہونے کی دلیل ہے۔ مثال سے مزاق کو کیسے پہچان لیا۔

۹۔ صفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

مدارس میں ترفع کا مرض

(ملفوظ ۴۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر اہل مدارس میں ترفع کا بڑا مرض ہو گیا ہے مگر یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا خصوصاً مدارس دینیہ تو اگر سادہ ہی وضع میں رہیں یہی ان کی خوبی ہے ان کی رفتار سے گفتار سے نشست و برخاست سے ان کے لباس سے اسلامی شان کی جھلک معلوم ہو رہی ہے۔ یہی خوبی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ ضلع کے انگریز کلکٹر نے کہا کہ بھیجا کہ ہم مدرسہ کا معائنہ کریں گے ہم نے کہا کرو بھائی یہاں تو غریب لوگ رہتے ہیں اور میں ایک ضرورت سے ایک قصبہ قریب ہے۔ وہاں چلا گیا اور یہاں کے لوگوں کو سمجھا گیا کہ جو بات پوچھے بتا دی جائے مگر ترفع کی کوئی بات نہ کی جائے مثلاً اگر وہ سوال کرے کہ یہ مدرسہ ہے تو کہنا کہ مدرسہ وغیرہ کچھ نہیں۔ ایک چھوٹا سا مکتب ہے۔ اگر سوال کرے آمدنی کی کس قدر ہے تو کہنا کہ تو کل پر معاملہ ہے۔ کوئی آمدنی مستقل نہیں۔ کام بھی مختصر آمدنی بھی مختصر۔ غرض اسی طرح سب باتیں سمجھا گیا تھا اور واقعہ بھی یہی ہے یہاں پر تو غریبوں کا مجمع رہتا ہے۔ امیر ہوتا کون فخر کی بات ہے۔ فخر کی بات تو یہ ہے کہ طالب صاحب صلاح ہو صاحب تقویٰ ہو صاحب استقلال ہو مگر کلکٹر کا آنا نہیں ہوا ایک اور مرتبہ بھی یہاں قصبہ میں کلکٹر آیا تھا۔ چند مکانات کے فوٹو لئے یہاں کا یعنی خانقاہ کا بھی فوٹو لینے کا ارادہ تھا مگر اس کو قصبہ میں اس قدر دلگ گئی کہ یہاں نہیں آ۔ کا۔ پھر ہم کو مولائی کہا جاتا ہے حالانکہ خود رات دن ان سے ظالمار کھیں مصافحہ اور گفتگو کریں اور اپنے کو ترک موالات کا حامی رکھیں۔ عجیب فلسفہ ہے۔ فرائض ہے۔

آج کل کے لیڈر

(ملفوظ ۴۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جو رہبران قوم بنے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے کہ کام کے لئے تو دوسرے اور نام کے لئے یہ زمانہ خلافت میں ان لوگوں نے احکام اسلام کی ذرہ برابر پروا نہیں کی جو اپنی سمجھ میں آیا کیا جو منہ میں آیا کہا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو نیک نیت تھے ورنہ اکثر تو حکومت اور عہدوں کی فکر میں تھے۔ کثرت سے ایسے ہی لوگ زیادہ تھے۔ ہزاروں مسلمانوں کو بلاوجہ کنوادیہ نفسانی اغراض بھی بری بلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے موبلوں کی قوم کو ان لیڈروں ہی نے برباد کر لیا جو شبلی اور اشتعال آمیز تقریریں کر کے ان کو بھڑکادیا۔ غیور قوم عرب لوگ ان کی باتوں میں آکر گورنمنٹ کا مقابلہ کر بیٹھے۔ جب ان پر مصیبت آئی پھر ان لیڈر یا رہبران قوم میں سے کوئی بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ ایسے خود غرض لوگوں کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک قصائی کا انتقال ہو گیا تھا اس کی بیوی روتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ ہائے اس کے تیل کون لے گا۔ تو ایک بولا میں لوں گا ہائے اس کی چھری کون لے گا کہا کہ میں لوں گا ہائے اس کا مال کون لے گا کہا کہ میں لوں گا۔ ہائے اس کے ذمہ اتنا قرض تھا وہ کون دے گا تو وہ کیا کہتا ہے کہ بولو بھائی کس کا نمبر ہے۔ یہ ہی حالت ان لیڈروں کی ہے کہ مال و جاہ کے تو خود مالک ہوئے اور مصیبت اٹھانے کو دوسرے غریب ہوئے۔ ایک نئی روشنی والے صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس تحریک میں کیوں شریک نہیں ہوتے میں نے کہا کہ یہ کام موقوف ہے۔ فوت پر اور فوت موقوف ہے بقاء اتفاق پر خواہ وحدت ارادہ، وہ یا وحدت قہر یہ ہواور یہ ہم میں مفتقدار و جب تک یہ نہ ہو کام نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ میں ان اصول مختصر کا کار بند نہیں ہو سکتا۔ اصول شرعیہ کے ماتحت رہ کر کام کر سکتا ہوں اور اسی کو تم لوگ روزے انکا تا سمجھتے: جوتی کہ اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مسائل کا بہت نہیں۔ کام کا وقت ہے حالانکہ یہ کام کے کچھ شرائط اور اصول ہوتے ہیں۔ دیکھو نماز جیسی بڑی چیز مگر حدود اور قیود سے وہ بھی خالی نہیں۔ ان ہی حدود کی تقسیم کے متعلق میں نے حیدر آباد، کن کے وعظ میں کہا تھا کہ حضور ﷺ میں دو شانیں تھیں۔ شان نبوت اور شان سلطنت اس کے بعد خلفاء راشدین بھی ۱۰ باتوں کے جامع تھے مگر اب یہ دونوں شانیں دواگر وہ پر تقسیم ہو گئیں۔ شان نبوت۔ مظہر علماء ہیں اور شان سلطنت کے مظہر سلاطین اسلام اب اگر یہ سلاطین سے استغناء کرتے ہیں تو حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے اور اگر علماء سلاطین کی مخالفت کرتے ہیں تو اس سے بھی حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے۔ اب

صورت دونوں کو جمع کرنے کی یہ ہے کہ سلاطین سے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے حدود میں کوئی حکم اس وقت تک نافذ نہ کریں۔ جب تک علماء اہل حق سے استفتاء نہ کر لیں اور علماء سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اس نفاذ کے بعد اس پر کاربند ہوں اگر یہ دونوں شائیں جو کہ حضور ربی کی ہیں۔ اس طرح جمع ہو جائیں تو مسلمانوں کی بہبود اور فلاح کی صورت نکل آئے اور ان کی ذوقی ہوئی کشتی ساحل پر جاٹے۔ ورنہ اللہ ہی حافظ ہے۔ غرض یہ سیاسی کام علماء کا نہیں علماء کا جو کام ہے وہ ان سے لینا چاہئے اور یہ کام لیزر کریں البتہ علماء سے حجروں میں آکر مسائل پوچھیں اور ان کے موافق کام کریں اگر یہ صورت ہو جائے تو پھر مولوی صاحب سب سے آگے نظر آئیں گے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عدم قدرت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ فعل جائز نہ ہو پھر اگر احکام کو پامال کر کے کامیابی بھی ہوگئی تو وہ مسلمانوں اور اسلام کی کامیابی تھوڑی ہی ہوگی۔ وہ کامیابی تو بدوینوں اور خدا کی ہوگی۔ جن سے آئندہ بھی خطرہ ہے کہ ملکی مصالح کی بناء پر نہ معلوم اہل اسلام اور احکام اسلام کے ساتھ کیا برتاؤ کریں۔ جو اس وقت شریعت مقدسہ کے احکام کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ ان سے آئندہ وہی کیا امید ہو سکتی ہے کہ احکام اسلام کا تحفظ کریں گے اور یہ عوام جو آج ان کے ساتھ ہیں اگر یہ دین سے بے خبر ہیں تو ان کا کیا اعتبار اور اگر باخبر ہیں تو علم کے ساتھ ان کا اعتقاد اسی وقت تک ہے جب تک کہ یہ دین پر ہیں۔ اگر ذرا شبہ ہو جائے کہ یہ مذہب کے خلاف ہے فوراً اعتقاد جاتا رہے اور ساتھ چھوڑ دیں۔ غرض موجودہ حالت میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ عوام ان کی ساتھ رہیں۔

مسلمانوں کی حالت کا غم اور حیوۃ المسلمین کی تصنیف

(ملفوظ ۴۲۵) ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر کھانا تک اچھا نہیں لگتا۔ اس قدر غم ہے بس یہ فکر ہے کہ مستقبل مسلمانوں کا کیا ہوگا؟ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ بہت سے احباب دل سے محبت کرنے والے ہیں مگر بعض مقام پر میں خود گیا اور آپس کے قصوں جھگڑوں کے متعلق چچہ انتظام کیا کہ آپس میں اتحاد رہے لیکن کوئی اثر نہیں ہوا جب ان کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے تو آتا جاتا سب بند ہو جاتا ہے۔ یہ ان کا ذکر ہے جو عاشق کہلاتے ہیں مگر خود ان سے اتنی بھی کامیابی نہیں ہوئی اب بتانا کہ میں کس بوتے پر مسلمانوں کو آگ میں دھکا دے دوں جب ان کی یہ حالت ہے ہوائے اس کے کہ خدا سے بہبود اور فلاح کی وعاء کی جائے۔ اس فلاح کی تدبیر بتانے کے لئے میں نے حیات المسلمین آیہ رسالہ لکھا ہے اس کے لکھنے میں مجھ کو

بہت تعجب ہوا۔ پھر اس کے انتخاب اور سہل بنانے میں بھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس کی طرف بھی مسلمانوں کو التفات نہیں تجر یہ سے معلوم ہوا کہ بعض فتنے وہ ہیں جو رفیع نبوی نہیں سکتے۔

۹۔ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

شیخ سے فضول سوالات

(ملفوظ ۳۲۶) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے۔ بعض فضول سوالات لکھے ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ تمہیں یہ ہی نہیں معلوم کہ مصلح کے ذمہ کن چیزوں کا علاج ہے۔ اور کن کا نہیں۔ پہلے یہ طے کرو ورنہ پریشان ہو گے اور پریشان کرو گے۔

سوال بلا ضرورت نہیں کرنا چاہئے

(ملفوظ ۳۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس سوال کی انسان کو خود ضرورت نہ ہو کیوں فضول وقت خراب کرے۔ اپنا بھی اور دوسرے کا بھی۔ اور اگر بلا ضرورت ہی شوق ہے تحقیقات کا تو مدارس میں جا کر ترتیب سے تعلیم حاصل کیجئے مگر آج کل یہ بھی ایک مرض عام ہو گیا ہے کہ لاؤ خالی بیٹھے کچھ نہ کچھ مشغلہ ہی سہی۔ سو ہر شخص کو اپنے عمل کے لئے پوچھنا چاہئے۔

عوام کا مساجد کے ائمہ کو تحفہ مشق بنانا

(ملفوظ ۳۲۸) ایک استفتاء آیا اس کو ملاحظہ فرمایا کہ کسی امام کے متعلق چند سوالات ہیں۔ اس کے نقائص لکھے ہیں پیارہ اماموں کو لوگ اپنا تحفہ مشق بنائے رکھتے ہیں۔ فتویٰ کو آڑ بنا کر لڑا کرتے ہیں مگر میں مسلمانوں کے افتراق کا سبب کیوں بنوں۔ میں اس باب میں سخت احتیاط کرتا ہوں ان مستحقوں کی دوسروں کے عیوب پر تو نظر پڑتی ہے مگر اپنی خبر نہیں کہ ہم ہیں کیا کچھ بھرا ہوا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یاد پڑتا ہے لکھا ہے کہ اے عزیز اس شخص کی کیا حالت ہے کہ اپنے جسم پر تو سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کی خبر نہیں اور دوسرے کے جسم پر اگر کبھی بیٹھ گئی اس پر نظر ہے۔ خود کہاں میں مبتلا دوسروں کے صفائے پر مواخذہ خود صغائر میں مبتلا دوسروں کے مباحات پر مواخذہ۔

بزرگی سے پہلے آدمیت مقصود ہے

(ملفوظ ۳۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقلی مسئلہ ہے کہ طلب سے پہلے مطلوب کی تعیین کرے اور بزرگی سے مقدم مطلوبیت میں آدمیت ہے۔ یہاں اسی آدمیت کی تعلیم پہلے ہوتی ہے اور بزرگی کی تعلیم بعد میں۔ کسی نے لکھا ہے کہ:

زائد شدی و شیخ شدی دانشمند اس جملہ شدی دے مسلمان نہ شدی
میں نے اسی آدمیت کی ضرورت پر نظر کر کے اس کو اس طرح بدل دیا ہے۔

زائد شدی و شیخ شدی دانشمند اس جملہ شدی و لیکن انسان نہ شدی
اور اس آدمیت کا حاصل یہ ہے کہ اپنے سے دوسرے کو اذیت نہ پہنچے۔ خصوصاً مصلح کو اس لئے کہ
مطمئن کے قلب میں ذرا بھی کدورت آئی فوراً فیض بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلے سلیقہ دیکھنے کی
ضرورت ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے کسی کامل کی صحبت کی تو بڑی یہ چیز ہوئی کہ کسی کی صحبت
میں رہ کر اپنی اصلاح کرائے خواہ کتنی ہی دیر لگے اب تو حساب لگا کر آتے ہیں کہ جاویں گے مرید
ہو جاویں گے۔ شیخ و وظیفہ بتلا دیں گے وظیفہ لے کر گھر آ جاویں گے۔ بس کام ختم ہو گیا یہ سب
طریق کے بے خبری ہے۔ اسی بے خبری کو مولانا برومی فرماتے ہیں۔

بے خبر بودن از حال دروں استعید اللہ مما یفخرون
جو علاج بے طریق ہوتا ہے اس کی بالکل یہ حالت ہوتی ہے۔

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند آں عمارت نیست ویران کردہ اند
اصول کی ہر کام میں ضرورت ہے۔ ہر کام قاعدہ اور قانون کا محتاج ہے مگر لوگ قانون
سے گھبراتے ہیں۔ وہ کہتا ہی بہل ہو مگر لوگ اس کو سخت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قانون کی سختی وہ ہے کہ وہ
قانون اپنی ذات میں سختی ہو لیکن اگر قانون اپنی ذات میں نرم ہو مگر اس کی پابندی سختی سے کرائی
جاوے تو وہ سخت نہیں اگر اس کو بھی سخت سمجھا جاوے تو اس کا کیا علاج۔ اس کو کیسے نرم کیا جاسکتا
ہے۔ دیکھئے نماز کیسی آسان چیز ہے مگر اس کی تاکید کس قدر سختی سے کی گئی ہے تو کیا اس سے نماز
سخت چیز ہو گئی۔

طالب کے لئے تجویزوں کا فنا

(ملفوظ ۴۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کے لئے یہ بھی لوازم اور آداب طریق سے ہے کہ
طالب کی تجویزوں کو فنا کر دیا جاوے اور اس کو مصلح ہی سمجھ سکتا ہے اور وہی مناسب تجویز کر سکتا
ہے۔ طالب کو اس میں چوں و چرا نہ کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے عقیدہ کی بات ہے
کہ مصلح سے بھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس نے بھی تو قرآن و حدیث ہی پر تشخیص اور
تجویز کی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث پاک کے پاس ایک شخص بیعت ہونے گیا۔ آپ نے کشف

سے سمجھ کر بیعت کرنے سے انکار فرمادیا۔ ان کے ہم عصر حضرت شیخ احمد کبیر رفاعیؒ تھے۔ وہ ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اس کی بیعت کو قبول فرمالیا۔ سو یہ امور وجدانی اور ذوقی ہیں۔ ان قرآن میں تمہیں غلطی بھی ہو جاتی ہے اور ایسی غلطی یہ اہل فن کے کمال کے معانی نہیں۔ غرض شیخ سے بھی غلطی ہوتی ہے۔ لیکن طالب کو اس سے مزاحمت کا حق نہیں کیونکہ اول تو ایسی غلطی بہت کم ہوتی ہے۔ دوسرے اس کو جلد متنبہ ہو جاتا ہے۔

کشف بلا تلخیص بھی حجت نہیں

(ملفوظ ۴۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے منصوص ہے کہ بعض کشف میں تلخیص بالکل نہیں ہوتی۔ مگر یہ تلخیص نہ ہونا مستلزم حجت کو نہیں یعنی اگر کشف بلا تلخیص بھی ہو تب بھی حجت نہیں جیسا اگر کوئی شخص ۲۹ رمضان کو عید کا چاند دیکھ لے مگر تفرقہ کی وجہ سے اس کی شہادت مقبول نہ ہو تو خود اس کو بھی اس رویت پر عمل جائز نہیں۔ یعنی صبح کو روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ دیکھتے یہاں تلخیص نہیں مگر پھر بھی اس پر عمل جائز نہیں۔ اس کی ایک تائید آیت سے ہوتی ہے قرآن پاک میں ہے لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاٰیٰتُ فَوَلَّيْهُنَّ عَظِيْمًا هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ تقریر تائید یہ ہے کہ اسمیں یہ فرمایا گیا ہے کہ: لَوْلَا جَاؤْا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَآتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ حالانکہ شہداء کا نہ ہونا مستلزم نہیں کذب واقعی کو مثلاً خود مشاہدہ کر لیا مگر نصاب شہادت پورا نہیں۔ ہوا یہاں تلخیص بالکل نہیں مگر باوجود اس کے یہ مشاہدہ حجت نہیں حتیٰ کہ خود صاحب مشاہدہ کو بھی زبان سے اس کا تکلم کرنا جائز نہیں۔ اور دوسروں پر بھی واجب ہے کہ سنتے ہی کہہ

وَس۔ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

خوش اخلاقی اور اصول کی سختی

(ملفوظ ۴۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص سرکاری سکول میں مدرس تھے۔ ان کو علم تو تھا ہی نہیں کتابیں مختلف مذاہب کے دیکھنے کا شوق تھا۔ شیعوں کی قادیانیوں کی، عیسائیوں کی انہوں نے مجھ کو لکھا کہ حضور ﷺ کی شان میں اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ ارشاد ہے مگر آپ نے تلواریں چلائی۔ کیا یہ اخلاق کے خلاف نہیں۔ میں نے لکھا کہ اسلام کی حفاظت کے واسطے تلواریں چلائی گئی تاکہ کفار کا غلبہ اسلام پر نہ ہو۔ ان کے غلبہ سے اسلام کو بچانے کے لئے تلواریں چلی تو فساد اخلاق کے اسناد کے لئے تلواریں چلانا عین خوش اخلاقی ہے۔ ایک شبہ اخلاق کے متعلق اس کے مقابل

جانب بھی ہو سکتا ہے یعنی اوپر خلی کو خلاف اخلاق سمجھا گیا اور آئندہ شبہ کا حاصل ایک خاص نرمی پر خلاف اخلاق ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس کی تقریر ایک خواب کے ضمن میں نقل کرتا ہوں میں نے ایک مرتبہ ملکہ وکنوریہ کو خواب میں دیکھا اس نے ایک شبہ پیش کیا کہ حضور ﷺ مزاح فرماتے تھے جو شان نبوت سے بعید ہے۔ حاصل یہ کہ جو اخلاق وقار و متانت شان نبوت کے لئے زیبا ہیں۔ مزاح اس وقار کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ ہر مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ صرف وہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور یہاں بڑی مصلحت تھی وہ یہ کہ حضور کو خدا اور رب عطا فرمایا گیا تھا۔ اس بیت کی وجہ سے بعض لوگ استفادہ علوم کا نہ کر سکتے۔ اس لئے حضور قصداً مزاح فرماتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو انبساط ہو کر موقع استفادہ کا حاصل ہو اور جو غرض بعثت سے ہے اس کی تکمیل ہو جائے اس جواب پر وہ بے حد مطمئن ہو گئی۔ اس حسن اخلاق پر اور اپنا واقعہ یاد آیا جب میں حیدر آباد دکن گیا تھا وہاں تقریباً چودہ روز قیام رہا۔ اس میں دارالضرب بھی دیکھنے گیا۔ وہاں کا میٹر ایک انگریز دکھلانے والا تھا۔ جب سب دیکھ چکے تو وہ انگریز رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور ہمراہ آیا۔ اس وقت میں نے اس سے کہا کہ آپ کے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا۔ آپ کے اخلاق تو مسلمانوں کے سے اخلاق ہیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا کہ مذہبی شخص نے میری تعریف کی اور ایک صاحب ارکان ریاست میں سے ہمراہ تھے۔ وہ دور آکر کہنے لگا کہ آپ نے عجیب طرز سے تعریف کی کہ اس کا دل بھی خوش کر دیا اور اس کو گھٹنا بھی دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے واقعہ بیان کیا کہ یہ اخلاق تمہارے گھر کی چیز نہیں۔ کبھی تم کو اس پر ناز ہو بلکہ یہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ ان کے گھر میں کیا کیا دولتیں مخزون ہیں اس لئے دوسروں کے سامنے گداگری کرتے پھرتے ہیں افسوس ہوتا ہے۔

۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

یہاں بزرگی تقسیم نہیں ہوتی انسانیت سکھائی جاتی ہے

(ملفوظ ۳۳۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بے تکلفی تو مطلوب ہے مگر بد تمیزی اور بد تہذیبی بری چیز ہے بے تکلفی سے تو محبت بڑھتی ہے اور بد تمیزی اور بد تہذیبی سے کمزورت اور انقباض ہوتا ہے میں جانتا ہوں کہ جان کر کوئی اذیت نہیں پہنچاتا مگر قلت مبالغہات بے فکری اذیت کا سبب ہو جاتا ہے اسی کی شکایت ہے اور ان رسوم تکلف کے بانی امراء ہیں انہوں نے ایسے ایسے برے طریقے ایجاد کئے ہیں جن کا منشاء خالص کبر ہے مثلاً نوکر سامنے نہیں بیٹھ سکتا

جس درجہ میں خود ہوں اس میں نہیں رہ سکتا جس وقت گھنٹی ہو اس وقت آواہی خاصی فرعونیت ہے غرض اعتدال نہیں اگر ادب ہے تو تکلف کے درجہ تک اور بے تکلفی ہے تو بد تمیزی کی حد تک آدمی کو چاہیے کہ آدمیت دیکھے بزرگ بننا تو آسان ہے مگر انسان بننا بڑا مشکل ہے میرے یہاں آدمیت کی تعلیم ہوتی ہے اگر کسی کو یہ پسند ہو یہاں پر آئے ورنہ جہاں بزرگی تقسیم ہوتی ہے وہاں جائے لانے کون جاتا ہے اور جب خود آتے ہو تو جہاں کے اصول اور تعلیم ہے اس پر کار بند ہونا پڑیگا۔

معصیت سے توبہ

(ملفوظ ۴۳۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ کا مقولہ میں نے خود دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ جس مصیبت سے توبہ کر لی ہو اور وہ پھر یاد آئے تو یہ کہو کہ یاد آ کر لذت آتی ہے یا نفرت اگر لذت آتی ہے تو یہ اسکی علامت ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوئی اور اگر نفرت معلوم ہو تو اس کی علامت ہے کہ توبہ قبول ہو چکی (مگر نظر ثانی کے وقت اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ مقولہ حضرت سلطان جی کا ہے یا کسی اور کا)

شیخ کا پرانی تدبیر بدلنا

(ملفوظ ۴۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طبیب کا نسخہ بدلنا دو وجہ سے ہوتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس نسخہ میں کوئی کوتاہی ہو گئی تھی اور وہ پہلی رائے ناقص تھی دوسری وجہ یہ کہ مریض کی حالت بدل گئی ان دونوں میں فرق ہے مگر اس کو بھی طبیب ہی سمجھ سکتا ہے مریض نہیں سمجھ سکتا اس کے لئے تو اسی ہی میں خیر ہے کہ اپنے کو اس کے سپرد کر کے جو وہ کہے اس پر کار بند رہے۔ اسی طرح اگر شیخ کسی تدبیر کو بدلے تو طالب کو شبہ کریکا حق نہیں۔

انسان کا کام صرف طلب ہے۔

(ملفوظ ۴۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے انسان کا کام صرف یہ ہے کہ لگا رہے جو کچھ ہو سکے کرتا رہے وہ طلب کو دیکھتے ہیں اگر ادھر سے طلب ہے تو ادھر علم بھی ہے قدرت بھی ہے رحمت بھی اس لئے سب کچھ عطا ہو رہیگا۔

ازالہ شبہات کا طریقہ عظمت و محبت

(ملفوظ ۴۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو چیزیں ہیں اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائیں پھر کبھی شبہات پیدا نہیں ہو سکتے ایک عظمت اور ایک محبت شبہات کا پیدا ہونا خود دلیل ہے عدم محبت اور عدم عظمت کی باقی بدون محبت و عظمت کے محض سوالوں سے یا تحقیقات سے کبھی شبہات کا ازالہ

نہیں ہوا کرتا ساقط شہادت کا یہ طریقہ ہی نہیں اب صرف سوال ہوتا ہے کہ پھر اس محبت اور عظمت کا کیا طریقہ ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ وہ طریقہ اہل محبت کی صحبت ہے اور بعد تخریب کے اس میں کوئی شبہ نکال ہی نہیں سکتا۔

اہل اللہ کی صحبت حاصل کرنے کا طریقہ

(ملفوظ ۴۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اتنا وقت نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ سکے تو کم از کم ان سے خط و کتابت ہی رکھے اور جب کبھی موقع مل جائے چاہے دو چار ہی روز کے لئے کیوں نہ ہو اس میں انکے پاس رہ جایا کرے اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے غرض کوئی کام ایسا نہیں جسکی کوئی راہ نہ ہو مگر کام کرنا چاہیے راہیں سب نکل آتی ہے۔

مشائخِ چشت کے حالات پڑھنے کا نقد فائدہ

(ملفوظ ۴۳۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضراتِ چشتیہ کے بزرگوں کے حالات پڑھ کر اور اپنے موجودہ بزرگوں کے حالات دیکھ کر کبر تو پاس نہیں پھٹکتا بڑا نفع ہوتا ہے۔

کون سے تعلقات مفید ہیں؟

(ملفوظ ۴۴۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب تعلقات کے رہتے ہوئے پھر کوئی چاہے کہ کامیاب ہو بہت مشکل ہے اور یہاں وہ تعلقات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں باقی ضروری کا تو امر ہے وہ مراد نہیں جیسے آجکل جاہل صوفیوں نے اسکو بھی کمال میں داخل کر رکھا ہے کہ بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔

بزرگوں کے تبرکات سے متعلق ایک فقہی غلطی

(ملفوظ ۴۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبرکات کے متعلق ایک نازک غلطی عام ہے نہ پیروں کو اسکا خیال نہ سجادوں کو وہ یہ کہ جو چیزیں بزرگوں کی ہوتی ہیں انکو تبرکات میں رکھ لیتے ہیں حالانکہ ان میں ورشہ کا بھی حق ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاید وقف کر دیتے ہوں فرمایا اول تو کوئی وقف نہیں کرتا دوسرے اگر کرے بھی تو بوجہ عدم اجتماع شرائط کے وہ وقف جائز بھی نہیں ہوگا پیر زادوں میں علماء بھی ہوئے ہیں مگر کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور یہ جواب تو اس پر ہے کہ کوئی وقف کرتا بھی ہو مگر یہاں تو کوئی وقف بھی نہیں کرتا یوں ہی مر جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے بعض ملبوسات میرے پاس تھے جو جائز طریق سے چھٹکے ملے تھے مگر میں نے دوسروں کو دیدئے ایک تو اس

لئے کہ میرے بعد انکو کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ بنادے دوسرے اسی محذور سے بچنے کے لئے جسکا ابھی ذکر ہوا ہے باقی حضرت نے توجہ سے جو دعائیں کی تھیں وہ تمبرکات میرے پاس ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کا ایک واقعہ

(ملفوظ ۴۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ کی عجیب شان ہوتی ہے ان میں بھی ہر رنگ کے ہوتے ہیں سب مختلف الاحوال ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام مختلف الاحوال تھے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سکندر آباد شریف لے گئے طبعیت علیل ہو گئی فرمایا کسی طبیب کو لاؤ وہاں پر ایک طبیب تھے بالکل جاہل انکو بلایا گیا تو بڑے ٹھاٹ سے بن ٹھن کر آئے عمامہ جو عمدہ زیب تن تھا انکو حضرت شاہ صاحب نے نبض دکھائی شاہ صاحب جو جو حالت بیان کرتے اسکے مناسب دو تین اجزاء تجویز کر دیتے اور نسخہ میں لکھ دیتے وہ نسخہ ایک اچھی خاصی قراہا دین ہو گئی حضرت شاہ صاحب نے نذر بھی دی لیکر چل دیئے حضرت شاہ صاحب کے بعض شاگرد طب کے عالم تھے انہوں نے عرض کیا کہ بے اصول نسخہ ہے پھر اتنی مقدار میں اسکو نہ پیا جاوے شاہ صاحب نے فرمایا نہیں ہم پیسے گے آخر وہ دوا میں ایک پتلے میں جوش دی گئیں اور شاہ صاحب نے ایک ایک پیالی کر کے دن بھر میں اسکو ختم کیا حکیم صاحب کی خوب شہرت ہوئی خوب دوکان چلی دیکھے حضرت شاہ صاحب نے جاہل کی اتنی رعایت فرمائی اتفاقی شہرت پر ایک جولاہہ کی حکایت یاد آئی ایک مہاجن کی لڑکی پر مہاجن (یعنی زبردست جن) آگیا کسی عامل کے قابو میں نہ آیا وہاں ایک بیچارے جولاہے میاں نجی تھے کسی نے اس مہاجن سے کہہ دیا کہ وہ جن اتارنا جانتے ہیں وہ بلانے آیا یہ غریب کچھ بھی نہ جانتا تھا اس لئے عذر کیا اس نے دفع الوقتی پر محمول کر کے اصرار کیا آخر اسکے اصرار پر میاں نجی نے سوچا کہ چلنا چاہیے یا تو معاملہ اوہر ہوا یا اوہر یا تو اچھی ہو گئی تو خوب مال ہاتھ آدیا گیا مارے گئے تو اس مفلسی سے مرنا ہی اچھا بیچارے پر مفلسی بہت تھی اور اس مہاجن کی یہ حالت تھی کہ جو عامل جاتا اسکو اٹھا کر ٹپک دیتا غرض یہ میاں نجی پہنچے گھر والوں نے کہہ دیا کہ ہم تو ذر کے مارے ساتھ جانیں سکتے اس کیلئے مکان میں وہ لڑکی موجود ہے اندر جا کر جو تدبیر کرنا ہو کر وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اندر داخل ہوئے اس جن نے دیکھ کر ایک ڈانٹ دی اور پوچھا کہ کیوں آیا ہے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور کی رعیت کا ایک غریب جولاہہ ہوں حضور عمل وغیرہ تو مجھے آتا نہیں ہاں بھوکا ضرور ہوں اگر آپ میرے اوپر رحم کریں اور پرورش فرمائیں تو تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو جائیں تو جھکوا پانچ سو روپیہ مل جائے میرا کام بن جائے آپ کا کوئی حرج نہ ہو گا جی چاہے پھر آجائے جن کو یہ سکر

رحم آگیا اور یہ کہا کہ تو تو تھوڑی دیر کو کہتا ہے میں تیری خاطر سے ساری عمر کو جاتا ہوں غرض وہ جن چلایا اور میاں جی کو پانچ سو روپیہ تو فی الحال مل گیا پھر جو شہرت ہوئی تو تمام علاقہ کے پیر بن بیٹھے اور ساری عمر اسی شان سے گزری۔

گنوار + زمین + بیہودہ

(ملفوظ ۴۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو گنوار کہلاتے ہیں ان میں بعض بڑے ذہین ہوتے ہیں گو اس ذہانت کو بیہودگی میں صرف کرتے ہیں ایک گاؤں میں مولوی صاحب نے ایک شخص کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی اور یہ کہا کہ اگر تو چالیس روز نماز پڑھ لے تو تو تجھ کو یہ بھینس دوں گا وہ چالیس روز تک نماز پڑھتا رہا جب دن پورے ہو گئے کہا کہ لاؤ بھینس مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میرا تو یہ مطلب تھا کہ جب چالیس روز نباہ کر نماز پڑھ لیگا عادی ہو جائیگا پھر نہ چھوڑیگا اور بھینس نہ دی تو کیا کہتا ہے جاؤ پھر یاروں نے بھی بے وضو ہی ٹر خائی ہے۔ ایک ایسے ہی شخص کو کسی مولوی صاحب نے روزہ رکھوایا تھا اتفاق سے اس کی بھینس مر گئی اسکے لڑکے نے گھر میں سے کھیت میں آ کر خبر دی تو کیا حرکت کی کہ رمضان شریف کا روزہ تھا بدھنا اٹھا کر پانی پی لیا اور پانی پیکر کہتا ہے کہ لے رکھ لے روزہ بخود بانٹ۔

آجکل کے پیر جیوں کی حالت

(ملفوظ ۴۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عجیب جہالت کا زمانہ ہے ایک مرتبہ پیر جی اپنے کی شہرت ہو جائے پھر تو رجسٹری ہو جاتی ہے چاہے زنا کرے جھوٹ بولے جھوٹے دے مگر پھر بھی پیر جی ہی رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کوئی ڈاکٹر (چھوٹے حوض) تھوڑا ہی ہیں کہ ناپاک ہو جائیں ہم تو سمندر ہیں جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے جیسے سمندر ہیں جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے جیسے سمندر میں گڑگا جتنا آکر بھی سمندر ہی ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے اندر معصیت آکر بھی نکلی ہو جاتی ہے یہ مذہب ہے ان جاہل بددین لوگوں کا۔

دنیا کی ترقی کا انجام تنزل ہے۔

(ملفوظ ۴۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا کی ترقی بھی انجام میں تنزل ہی ہے اسی طرح دنیا کی راحت میں بھی کلفت ہی ہے خواہ انکی خواہ اسکے سبب دوسروں کی ایک نادار مگر خواندہ شخص ملازمت پر مجھے اتفاق سے پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے اپنے گھر اطاعتی خط بھیجا گھر والوں نے انکے گھر پر بچوں کی تعلیم پر میاں جی تھے ان کو پڑھنے کو دیا میاں جی پڑھ کر رہے تھے یہی نے کہا خیر تو

ہے کیا نکمسا ہے کہنے لگے تم رو دو تو بتلاؤں وہ بھی روئی اور یہ دیکھ کر بچے رونے لگے محلہ کے لوگ جمع ہو گئے پوچھا کہ کیا ہے کہنے لگے تم بھی رو دو تو بتلاؤں واقعہ معلوم کرنے کے لئے وہ سب بھی روئے تب آپ نے کہا کہ وہ پانچ سو کو کر ہو گئے میں لوگوں نے کہا کجخت اس میں رونے کی کیا بات کہنے لگے رونے کی بات تو ہے ہی سنو جب وہ اتنی بڑی تنخواہ پانے لگے تو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے لگے تو سب سے اول مجھ کو نکالیں گے یہ تو میرے رونے کی بات ہے پھر بیوی پوڑھی ہے وہ نئی شادی کرینگے اس بیوی کو نکال دینگے اسکے رونے کی یہ بات ہے پھر امیرانہ سواری بھی رکھیں گے تو اطمینان وغیرہ کی ضرورت ہوگی گھر کافی نہیں محتاجہ والوں کے گھر خرید کر گھوڑوں کے اصطبل بنادینگے محلہ خالی ہوگا محلہ والوں کے رونے کی یہ بات ہوگی واقعی خوب صحیح حساب لگایا کہ جسکی ترقی ہوتی ہے انہوں کا تنزل ہوتا ہے۔

بعض بزرگوں کے غلبہ عشق کے حالات

(ملفوظ ۴۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف پر جو اعتراضات ہیں لوگوں کے انکے معاملات کی حقیقت معلوم نہیں ہوتا اس لئے اعتراض کرتے ہیں جا سمیت اور کامیت کے بعد بھی باستشارائین اکثر کو جب ایک طرف مشغولی زیادہ ہو جاتی ہے دوسری طرف سے ذہول ہونے لگتا ہے تو اس جانب کے حقوق میں بعض اوقات کوتاہی ہوتی ہے اس لئے یہ حضرات معذور تھے اعتراض کرنے والوں کے کیا خبر کہ کسی پر کیا گزر رہی ہے اور کس حالت میں ہے اصل میں یہ حضرات عاشق تھے تو عشق کے غلبہ میں کوئی فرد گنڈا شت ہو جانا بعید نہیں چنانچہ عشق کے غلبہ میں بعض بزرگوں کے جذبات کے بعض واقعات یاد آگئے جو ظاہری انتظام کے خلاف تھے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب نے مرض الموت میں مولوی اسماعیل صاحب مقیم مکہ سے فرمایا میں نے اوروں سے تو کہا نہیں تم سمجھو ہر ہوتم سے کہتا ہوں میرا یوں ہی چاہتا ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ نہ کر بہر کیا جائے انہوں نے کہا کہ حضرت فقہانے مکہ وہ کہا ہے حضرت نے فرمایا بہت اچھا جیسے مرضی ہو جب حضرت کا جنازہ چلا ایک عرب کو خود بخود جوش آیا اور حاضرین سے کہا اذکر اللہ اور بلند آواز سے ذکر شروع کر دیا پھر کیا تھا تمام مجمع ذکر میں مشغول ہو گیا تب مولوی اسماعیل صاحب نے کہا کہ حضرت یہ بی جا بتے تھے میں نے حضرت کو تو منع کر دیا اب اسکو کون منع کرے۔ ایک بزرگ نے نصیحت لی تھی۔ اے ہمارے جنازہ کیساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے۔

مناہنم آمد میرا ہوتو۔ میں اللہ از ہمال روئے تو

دست بکشا جانب زمیئل ما، آفرین بردست و بر بازوئے تو
حضرت سلطان جی کے جنازہ کے ساتھ ان کے ایک مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

سرو سیمینا بصر امی روی، سخت بے مہری کہ بے مای روی
آفرین بردست و بر بازوئے تو سخت بے مہری کہ بے مای روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا جی روی
(ہم مفنس میں تیرے در پر آئے ہیں۔ اپنے چہرہ کا تھوڑا سا جمال دکھا دیجئے۔ ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائے آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ ۱۱۲ اے محبوب تو بڑا ہی نڈوا ہے کہ بغیر ہمارے جنگل کی طرف سیر و جارہا ہے تو تو سارے عالم کے لئے تماشا گاہ ہے پھر تو سیر و تماشا کے لئے کہاں جارہا ہے۔ ۱۱۳۔)

حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سماں (الطف) دکھائے۔

۱۱ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز جمعہ،

طبعی پریشانی مضر نہیں

(ملفوظ ۴۴) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ کا الہام ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندہ رزق کی وجہ سے کیوں پریشان ہے یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر تو یہ بھی دعا کرے کہ اے اللہ مجھ کو رزق نہ دے تب بھی دیں گے نہ کہ تو مانگے اور ہم نہ دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے واقعی اگر کوئی شخص تمام دن تسبیح تکریم کرتا کرے کہ اے اللہ مجھ کو کھانے کو نہ دیجو تب بھی ملے گا مگر رزق کی اسی پریشانی سے کسی پر ضعف ایمان کا حکم نہیں لگا سکتے امور طبعیہ میں انسان معذور ہے اور ان امور طبعیہ کے مناشی بھی اکثر واقعات غیر اختیار یہ ہوتے ہیں بعض واعظین بڑی زیادتی کرتے ہیں سطحی نظرات مسلمانوں پر غلط فتویٰ لگا دیتے ہیں چنانچہ وعظوں میں اکثر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خدا پر اتنا بھی بھروسہ نہیں جس قدر ایک دعوت کر دینے والے پر ہوتا ہے کہ کوئی دعوت کر دے تو کھانا نہیں پکواتے پورا یقین ہوتا ہے کہ کھانا آویگا اور خدا تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں مگر ان واعظ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ جس وعدہ میں وقت اور سبب مبہم ہو وہاں طبعی پریشانی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر موت آئے، یا ایسا ہی ابداً نہ آئے، اسی کی جگہ کھانا آویگا تو ایسی دعوت

پر کسی کو بھی بھروسہ نہ ہوگا پس اس طرح وعدہ الہیہ میں وقت اور سبب مبہم ہے تو اس میں پریشانی ہونا منافی توکل نہیں اعتقاد تو یقیناً یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے مگر وقت اور سبب نہ معلوم ہونگی وجہ سے طبعی پریشانی ہوتی ہے تو اس میں دور رہے ہیں اعتقادی اور ایک طبعی جس طرح ہر مسلمان کے قلب میں حق تعالیٰ کی خشیت ضرور ہے مگر اس میں بھی وہی تقسیم ہے یعنی ایک خشیت اعتقادیہ ایک خشیت طبعیہ اسی طرح کوئی شخص مومن نماز پڑھتا ہے اور اس میں کسل ہوتا ہے تو یہ کسل اعتقادی نہیں کسل طبعی ہے اگر کسل اعتقادی ہوتا تو پڑھتا ہی کیوں تو امور طبعیہ سے اپنی بد حالی کا گمان کر کے پریشان نہ ہونا چاہیے اور ان اصول کے استحضار کے بعد بھی اگر پریشانی ہو تو یہ جہل ہے یا کید نفس ہے اسکو علم صحیح میں قید کرنا چاہیے اور حضرت اگر یہ موانع طبعیہ مانع نہ ہوں تو پھر عبادت میں اجر ہی کس بات کا ہونا واقف ان موانع کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ موانع حکمت کے لئے پیدا ہوتے ہیں ازالہ کے واسطے پیدا نہیں کئے گئے ہاں ازالہ کی ضرورت ہے مثلاً انسان کے اندر طاعات سے ایک بڑا مانع شہوت ہے مگر اسکی حکمت کو مولانا فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است، کہ اردہ نام تقویٰ روشن است

یعنی اس شہوت سے تقوے کا تمام گرم ہوتا ہے روشن ہوتا ہے اس طرح دنیا کی شہوت اور رغبت سے داعیہ محصیت کا پیدا ہوا ادھر عقل اور دین کی قوت سے اس کی مقاومت کی بس ملکر درویشی ہوگئی ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا تھا کہ فوج کسے کہتے ہیں اس نے کہا تیرا میاں میرا میاں سب ملکر فوج ہوگئی مگر لوگوں نے درویشی کو کم فہمی کے سبب مصیبت بنا دیا تھا مقاصد یعنی اعمال کو غیر مقاصد اور غیر مقاصد یعنی کیفیات طبعیہ مثلاً زوال داعیہ شہوت و غضب کو مقاصد سمجھ لیا شریعت کی حقیقت اصلہ یعنی رسوخ اعمال اگر حاصل ہو جائے بس یہی درویشی ہے اسی کی تدابیر کو طریقت کہتے ہیں۔

سنت کی تعریف اور اسکی وضاحت

(ملفوظ ۴۴۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سنت کہتے ہیں عادت غالبہ کو تو حضور ﷺ کی جو عادت غالب ہے اسکو سنت کہا جاتا ہے ورنہ ہر منقول سنت نہیں ابادت ہوگی پھر غالبہ خواہ حقیقیہ ہو یعنی کثرت صدور اور خواہ حکمیہ ہو یعنی اگر موانع نہ ہوتے تو کثرت صدور ہوتا جیسے تراویح کہ حضور نے اس پر دوام نہیں فرمایا مگر خود آپ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر افتراض کا اندیشہ نہ ہوتا تو دوام فرماتے۔

مشائخ چشت کی سادگی اور حضرت کا طرز عمل

(ملفوظ ۴۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح کو بھی اپنے کو اصلاح سے مستغنی و مستغنی نہ سمجھنا چاہیے اپنی نگرانی بھی کیا کرے کہ غلطی کا احتمال اسکے افعال میں بھی ہے گو طالب کو حق نہیں اس پر اعتراض کرنا کہ لہذا طالب اعتراض نہ کرے چنانچہ الحمد للہ مجھ کو اپنے طرز اصلاح پر ناز نہیں ممکن ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں ہوتی ہوں لیکن طالب کو یہی احتمال رکھنا چاہیے کہ میرا غصہ موقع پر ہوتا ہے۔ گویقین نہ ہو میری اس صفائی سے کہ نہ اپنی براعت کا دعویٰ نہ طالب کو اعتراض کی اجازت یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں الحمد للہ متکبر ہوں اور نہ متواضع اور یہ بے تکلفی فیض ہے مشائخ چشتیہ کا ان حضرات میں نہایت سادگی ہے حتیٰ کہ انہوں نے کسی مصلحت سے بھی کبھی ظاہری تصنع گوارا نہیں کیا چنانچہ نقشبند یہ حضرات فرماتے ہیں کہ شیخ کو قہر (شان) سے رہنا چاہیے تاکہ مستفیدین پر ہیبت رہے اور ہیبت کے سبب کامل اتباع کریں اور ہمارے حضرات چشتیہ فرماتے ہیں کہ اپنے کو فنا کر دو منادو اگر رعب اور ہیبت نہ ہو گا تو ہم کوئی ٹھیکیدار نہیں اگر محبت ہے تو سب کچھ ہے اتباع کامل بھی ہو گا ورنہ نہ سب بیکار۔

سماع کے بارے میں مذاہب

(ملفوظ ۴۵۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محدثین کا تو مذہب ہے کہ وہ بلا مزامیر کے سماع کو جائز سمجھتے ہیں اور جمہور صوفیہ کا بھی یہی مذہب ہے فقہاء اکثر نفس سماع سے بھی منع کرتے ہیں اور صوفیہ میں بہت شاذ بعض آلات کی بھی اجازت دیتے ہیں مگر خاص شرائط پر سب کا اتفاق ہے۔

نور نہیں بلکہ نار ہے

(ملفوظ ۴۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ باطن میں جو نور مد رک ہو مگر وہ غیر مشروع کی طرف بجائے وہ نور نہیں نار ہے اور وہ نار عشق بھی نہ کہلائیگی بلکہ نار جہنم ہے اس ہی لئے ضرورت ہے کہ جو شیخ محدث بھی ہو فقیہ بھی ہو صوفی بھی ہو اسکی صحبت اور اتباع اختیار کرنا چاہئے ورنہ غلطی کا سخت اندیشہ ہے یہ بڑا ہی نازک راستہ ہے قدم قدم پر خطرات ہیں۔

تقویٰ سے علوم میں ترقی

(ملفوظ ۴۵۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: و من يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحسب ریزقہ میں علوم بھی داخل ہیں تقویٰ سے ان میں بھی ترقی ہوتی ہے۔

غیر مقلدین اور بدگمانی

(ملفوظ ۳۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اجتہاد یہ میں بزرگان سلف سے بھی بعض فرد گذشتہ ہو سکتی ہیں لیکن انکا اصل مسلک اور قصد اتباع سنت ہی تھا جہلا معترضین خواہ خواہ انکو ہتم کرتے ہیں اور یہ مرض بدگمانی کا زیادہ تر گستاخ غیر مقلدین میں ہے انکا ہر وقت یہ ہی مشغلہ ہے۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

برکت کی حقیقت:

(ملفوظ ۳۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ برکت کے معنی یہ نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تدابیر کی بھی ضرورت نہیں رہتی مثلاً کسی وظیفہ سے بلا نکاح اولاد ہو جاوے برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تدبیر میں زیادہ اثر ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص نکاح کرے اولاد کے واسطے تو نکاح کے بعد اگر وظیفہ پڑھے تو اس سے نکاح میں زیادہ اثر ہو جاویگا۔

ترک اسباب میں احتیاط لازم ہے

(ملفوظ ۳۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ حالت جوش میں ترک اسباب کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ایک کیفیت ہوتی ہے جس کے زوال کے بعد اندیشہ پریشانی کا ہے اسی واسطے بزرگوں نے منع کیا ہے اس میں جلدی نہ کرنی چاہیے کیا معلوم کہ وہ حالت راسخہ ہے یا نہیں الہ آباد میں ایک شخص تھے وہ اپنی ملک سے کتابیں نکالنا چاہتے تھے ان حضرات کو میں نے منع کیا اس وقت ان پر ایک حالت تھی جو چند روز میں فرد ہو گئی اس وقت وہ میری رائے کے ممنون ہوئے۔ ایسی حالت کا کیا اتہار خود مجھ پر ایک حالت آئی جس میں موت کو ترجیح دیتا تھا زندگی پر جسکا سبب ایک اور بزرگ کی تعلیم پر عمل تھا میں نے حضرت کو لکھا حضرت کا جواب آیا کہ جب تک یہ خادم تمہارا زندہ ہے کیوں کسی طرف توجہ کرتے ہو اطمینان سے کام میں لگے رہو۔

گہن گاروں پر رحم چاہیے

(ملفوظ ۳۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ مجھ کو گہن گاروں پر بجائے تحقیر کے رحم آتا ہے جیسے بیمار پر رحم آتا ہے۔

بیٹے کے سامنے باپ کی عزت کرنا

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ اگر باپ بیٹے دونوں ساتھ ملے

آئیں تو باپ کے ساتھ کوئی ایسا رتاؤ نہیں کرتا جس سے بیٹے کی نظر میں اسکی سبکی ہو میں ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتا ہوں۔

نفع کا مدار شیخ کی بشاشت پر ہے

(ملفوظ ۳۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طالب کو اسکا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ شیخ کو اس کے کسی قول یا فعل سے گرائی نہ ہو ورنہ محروم رہیگا کیونکہ اس طریق میں نفع کا مدار زیادہ تر مناسبت اور بشاشت پر ہے۔

یہاں دلجوئی نہیں داشوئی ہے

(ملفوظ ۳۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آنیوالوں کی داشوئی (قلب کو دھونا) کرتا ہوں اور دوسرے مشائخ دلجوئی کرتے ہیں جسکو داشوئی مقصود ہو وہ میرے پاس آئے ورنہ اور کہیں جائے بہت حیر ہیں اور کسی کا یہ وہم کہ دوسری جگہ نفع نہ ہو گا محض باطل ہے یہ تو حضرت انبیاء علیہم السلام ہی کی شان ہے ان سے بھاگ کر کہاں جاوے البتہ اگر خدا نخواستہ کوئی اور جگہ نہ ہوتی تو میں اپنا طرز بدل دیتا اب مجھ سے بہتر کام کرنے والے موجود ہیں وہاں جاسکتے ہیں۔

کامیابی تعلیم شیخ پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے

(ملفوظ ۳۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یوں تو مطلق تعلق بھی اہل اللہ کے ساتھ مفید ہے مگر اصل چیز فائدہ کی انکی تعلیم کا اتباع ہے عادت اللہ بھی ہے کہ صحیح تعلیم ہی پر عمل کرنے سے کامیابی ہوتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ حق تعالیٰ کسی کے عقیدہ پر بدون مجاہدہ شمرہ مرتب فرمادیں اس میں کس کا کیا دخل مگر لوگ خود شمرہ ہی کے طالب نہیں اس لئے اسکے طرق سے گھبراتے ہیں اور وہ شمرہ حسب عادت اللہ بغیر اس طریق کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مجھ کو ان طرق کا اہتمام ہے یہ بے وجہ اختلاف کی مجھ میں اور عام طالبین میں۔ اب یہ دیکھ کر میں ہی اپنا طرز بدلہ دنگا اور احتساب کی صورت ہی چھوڑ دوں گا اگر کسی کو وہ شمرہ ہی مقصود نہ ہو تو میں فضل کیوں اتنی کج و کاؤ کروں میرے اس طرز کا دار و مدار اس شمرہ کے قصد پر ہے اگر اس شمرہ سے قطع نظر کر لی جاوے پھر کچھ بھی نہیں الحمد للہ فطری طور پر میرا مزاج سخت نہیں میں جب چاہوں گا اس طرز احتساب کو چھوڑ دوں گا میں تو اپنے اس طرز کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ میری بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے یعنی شفقت سے چاہتا ہوں کہ طالب کو وہ شمرہ حاصل ہو یہ شفقت ظاہر ہے کہ خوش خلقی ہے جب وہ اسکی پیروی کرتا ہے اسوقت ناگواری ہوتی ہے اس ناگواری کا اظہار یہ خلقی ہے، تو بد خلقی کا منشاء خوش خلقی ہوتی آخری بات یہ ہے کہ جسکو یہ طرز پسند نہ

ہودہ آئے کیوں میں نے کس کو دعوت نہیں دی کوئی اشتہار نہیں دیا اس پر بھی اگر آتے ہیں تو جو ہمارا مسلک اور طرز ہے اسکا اتباع کرو یہاں آنیوالوں کو اسکا استحضار کر کے آنا چاہیے۔

یا مکن باپیلا نان دوستی، یا بنا کن خانہ برانداز بیل،

یا کش برچہ نیل عاشقی، یا فرد شو جامہ تقویٰ بہ نیل،

(یا تو ہاتھی والے سے دوستی مت کرو یا گھریسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے یا تو عاشقی کا رنگ اپنے اندر مت پیدا کرو یا پھر تقویٰ (ظاہری) کو خیر باد کہو ۱۲۔)

یہاں تو جیسے معاصی پر روک ٹوک ہوتی ہے ویسے ہی بدتہذیبی پر بھی ہوتی ہے اس حالت میں ہر کہ خواہد گویاؤ ہر کہ خواہد گو برو (جسکا دل چاہے آوے اور جسکا دل چاہے جاوے)

۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

حضرت کا طریق اصلاح اور تجدید تصوف

(ملفوظ ۳۶۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھکو تو تمہاری ان نالائق حرکتوں سے اذیت ہوتی ہے جسکو میں تو یہ سمجھ کر برداشت کر سکتا ہوں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اصلاح کے لئے اذیتیں سہتے تھے ہم تو کیا چیز ہیں ہماری ہستی اور وجود ہی کیا ہے سو میں تو اپنے دل کو اس طرح سمجھا سکتا ہوں لیکن اس میں آپ لوگوں کا تو ضرر ہے اسکے متعلق آپ نے کیا تسلی سوچی ہے اگر آپ ایذا نہ دیتے اور یہاں بیٹھتے تو مفید مفید باتیں سنتے ان سے نفع ہوتا جو اصل مقصود ہے مجانت و مصاحبت سے رہا برکت کا خیال اور مجاہدت سے اسکا قصد سوا گر خواجہ معین الدین قطب الدین بختیار کاکی بابا فرید گنج شکر یہ سب بھی جمع ہو جائیں تو اتنی برکت نہ ہوگی۔ جتنی قرآن شریف سے برکت ہوگی اور میں بیچارہ تو کس شمار میں ہوں اس لئے کہ آدمی تو گوشت اور پوست اور قاذورات کا مجموعہ ہے قرآن شریف تو نور ہی نور بلکہ نور علی نور ہے سوا یک قرآن مجید آٹھ آنہ بارہ آنہ میں خرید لو برکت حاصل ہو جاوے گی سو برکت اور چیز ہے اصلاح اور چیز ہے لوگوں کو اسکا اہتمام نہیں اور مجھ کو اسکا اہتمام ہے یہ حاصل ہے میرے اور عام لوگوں کے اختلاف کا مگر اس تجربہ کے بعد اب میں بھی اس طرز کو غالباً چھوڑ دوں کیونکہ جب کوئی نفع نہیں تو کیوں خود اذیتیں اٹھاؤں اور کیوں دوسروں کو تکلیف پہنچاؤں اور لوگوں کے عدم اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ انکی اہمیت انکی نظر میں نہیں چنانچہ لوگ عالم بنا چاہتے ہیں بزرگ بنا چاہتے ہیں مگر انسان بنا کوئی نہیں چاہتا مٹا اور فنا ہونا کوئی نہیں چاہتا ارے بندہ خدا کیوں اس طریق کو بھی بدنام کرتے ہو بدتوں کے

بعد طریق زندہ ہوا ہے کیا پھر یہ چاہتے ہو کہ یہ مٹ جائے اور گم ہو جائے اور عوام کی شکایت ہی کیا اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ اصلاح کی فکر نہیں جنکی بدولت علم کی جگہ جہل ہو گیا بزرگی کی جگہ فسق ہو گیا اور مدارس میں جا کر دیکھ لو کہ طالب علم اور اساتذہ کا کیا رنگ ہے نہ حدود ہیں نہ انسانیت اور آدمیت ہے کہتے ہیں کہ مولوی ہو کر سب درست ہو جائیں گے ارے نادانو! اور بگڑ جائیں گے اسوقت تو دوسروں کے ماتحت ہیں جب ابھی ٹھیک نہ ہوئے تو آئندہ مختار ہو کر کیا امید ہے اس وقت تو کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکے گا کہ مولانا آپ سے یہ کوتاہی ہوئی یا آپ نے مسئلہ کے خلاف کیا درست ہونے کا تو یہی وقت ہے مگر ان باتوں کی طرف مطلق لوگوں کو خیال نہیں اور طلباء بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر انکے بڑوئی یہی حالت ہے ایک شخص لکھے پڑھے ممتاز لوگوں میں سے یہاں پر معافی چاہنے کے لئے آئے میرے متعلق انہوں نے ایک تحریر میں تہذیب کے خلاف الفاظ قلمبند فرمائے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ معافی سے مقصود کیا ہے آیا عدم مواخذہ آخرت یا کچھ اور کہا کہ جی ہاں میں نے کہا اس درجے میں معاف ہے آپ سے نہ دنیا میں انتقام لیا جائے گا نہ آخرت میں بالکل بے فکر رہے غنوباً معنی عدم الانتقام حاصل ہو گیا ہمارے وہ اس معافی سے ذائل نہیں ہوا مجھ کو آپ سے رنج تھا اور ہے اور ہے مجھ کو انقباض تھا اور ہے اور ہے گا مجھ کو شکایت تھی اور ہے اور ہے گی اس پر کہا کہ اس کا کوئی حرج نہیں دیکھئے یہ محبت ہے نہ معلوم پھر دعویٰ ہی کیوں کرتے ہیں محبت کا اور کسی بنا پر معافی چاہنے آئے تھے یہ حالت تو انکی ہے جو اصلاح شدہ اور سنورے ہوئے کہلاتے ہیں معلوم نہیں ان کے بگڑے ہوئے کیا کچھ ہونگے اس تھوڑے سے عرصہ میں کا پلٹ ہوگی افسوس ہوتا ہے اب اپنے بزرگوں کا رنگ ہی نظر نہیں آتا اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

سلاطین کے اہل اللہ سے مشورہ لینا

(ملفوظ ۴۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے سلاطین حضرات اہل اللہ سے مشورہ لیتے تھے کیونکہ ان حضرات کے قلوب نورانی ہوتے ہیں اس لئے ان کو زیادہ تجربوں کی ضرورت نہیں اسی نورانیت سے سیاست اور ملکی امور میں ان کا مشورہ مفید ہوتا تھا اور اب تو بجائے مشورہ کے ظلیہ طے کر لیا گیا ہے کہ یہ لوگ جو کہیں ان کے خلاف کرنا چاہیں کیونکہ یہ لوگ بیوقوف ہوتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ان سے تعلق ہوا، رنکے ہوئے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوا اور بیکار ہوئے۔ نعوذ باللہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ معلوم بھی ہے کہ بدون تعلق مع اللہ کسی چیز میں اور کسی کام میں بھی خیر و برکت نہ ہوگی لہذا ویزمی چوٹی تک کا زور تجربہ کر کے دیکھ لیا اور دیکھ لو کہ اس کے ترک

سے تمام راستے فلاح اور بہبود کے چار طرف سے بند نظر آتے ہیں خیر کا نام و نشان نہیں ایسوں ہی کی بدولت نحوست مسلمانوں کے گلوگیر ہو رہی ہے۔

دوسروں کی فکر وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو

(ملفوظ ۴۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کا مقصود حضرت حق ہوں اس کو فضول خرافات اور قصوں جھگڑوں کی کہاں فرصت یہ تو ان ہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں دوسروں کی فکر تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

حضرت حاجی صاحب کی اپنے بارے میں ایک مثال

(ملفوظ ۴۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص جھگڑو اپنا ہر رنگ سمجھتا ہے مگر میں سب رنگوں سے علیحدہ ہوں اور اس پر وہ ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ پانی میں کوئی رنگ نہیں ہوتا مگر جس رنگ کے شیشہ میں بھر دو اس کا ہم رنگ نظر آتا ہے اور فروغ اختلاف اجتہادیہ کے باب میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی اپنی تحقیق ہے دنیا مقصود نہ ہو ترجیح مقصود نہ ہو لڑو جھگڑو نہیں نیت اچھی ہو اخلاص ہو کیا حکم کیا نہ فیصلہ ہے۔

حقیقی ادب کیا ہے؟

(ملفوظ ۴۶۵) ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق کا مدار زیادہ تر ادب پر ہے۔ ریاضت نہ ہو مجاہدہ نہ ہو مگر کم از کم ادب تو ہو اور ادب تعظیم و تکریم دست بوی جھک کر سلام کرنے اور پیچھے پیروں ہانے کا نام نہیں ہے ادب حقیقی یہ ہے کہ اپنے سے کسی کو اذیت نہ پہنچے تکلیف نہ پہنچے۔

قرآن میں عورتوں کی صفات

(ملفوظ ۴۶۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہودہ ہیں جو عورتوں کے لئے عرفی ترقی کو کمال سمجھتے ہیں حق تعالیٰ نے تو عورتوں کی صفات بیان کی ہیں فرماتے ہیں۔ ان الذین یؤمنون بالمحسّنات الغفلات المؤمنات۔ اس میں عافلات کو مدح میں فرمایا یکہ جن چیزوں سے اس کا تعلق نہیں اسکی خبر بھی نہ ہونا چاہیئے چنانچہ محسنات عفیفات کو غیر مردوں کا خطرہ بھی ذہن میں نہیں آتا اسی باب میں ان کا یہ مذہب ہوتا ہے۔

دلاراے کے داری دل درو بند، دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند،
(جو محبوب حاصل ہے اسی سے دل لگاؤ سارے عالم کی طرف سے آنکھیں بند کر لو ۱۲۷ ع)

ہیں اصلی زیور عورت کا عفت ہے خواہ سلیقہ میں کچھ کمی ہی ہو اسی کو فرماتے ہیں: فان کرہتموہن
فَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

اکثر چھوڑ عورتوں میں ایک ایسی خوبی ہوتی ہے جو بعض اوقات عاقلہ اور عالمہ میں بھی نہیں ہوتی اور
وہ عقیف ہوتا ہے۔

جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کفار سے مرعوبیت

(ملفوظ ۲۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ان جدید تعلیم یافتوں کو
ہندوؤں کی اور انگریزوں کی تجویزیں تو پسندائے تو ان سے معتقد اور مقلد اور حضور ﷺ کے احکام کی
وقت نہیں محض کور مغربہ فہم اور خود انکے یہ امام یعنی انگریز وغیرہ لاکھوں تجربوں و مشاہدات کی بناء پر
احکام اسلام کے قائل ہوتے جاتے ہیں یورپ میں ایک بہت بڑا فلاسفر وضو کے حکم اور اسرار بیان
کر کے کہتا ہے کہ قربان جائیے اس نبی کے جس نے اپنی امت کو ایسی چیز کی تعلیم کی۔

۱۴ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

شریعت و طریقت کے اتحاد کا مطلب

(ملفوظ ۲۶۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شریعت و طریقت کے اتحاد
سے یہ مراد نہیں کہ دونوں میں کل الوجوہ عین ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں تضاد و تنافی نہیں جیسے مثلاً
ایک صلوة ہے ایک زکوٰۃ ہے ان کے مسائل بھی الگ الگ ہیں ان میں اتحاد بمعنی عینیت نہیں مگر
تنافی اور تضاد بھی نہیں کہ کتاب الصلوٰۃ میں جس چیز کو حلال کہا کتاب الزکوٰۃ میں اس کو حرام کہا ہو۔

دوسروں کے معاملات میں دخل نہ دینا

(ملفوظ ۲۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو دوسروں کے معاملات میں پڑنے سے طبعی نفرت
ہے اور تو کوئی کیا ہوگا بھائی اکبر علی مرحوم سے زیادہ تعلق دنیا کے اعتبار سے اور کس کے ساتھ ہو سکتا
تھا اس لئے کہ حقیقی بھائی تنھے مگر میں ان کے معاملات میں بھی کسی قسم کا دخل نہیں دواں کی لڑکیوں
کے رشتوں کے متعلق میرے پاس خطوط آتے تھے میں جواب میں لکھ دیتا تھا کہ مجھ کو ان قصوں سے کوئی
تعلق نہیں اور یہ شعر لکھ دیتا تھا

ما بچ ندار یم غم هیچ ندار یم، و ستار ندار یم غم بچ ندار یم،

(ہمارے پاس کچھ نہیں ہے تو ہمسکو کسی چیز کی فکر بھی نہیں نہ بگڑی ہے نہ داسکو باندھنے کی فکر ۱۲)

عورت کو مرد سے مشورہ کرنا ضروری ہے

(ملفوظ ۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورت کو بدون مشورہ مرد کے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے یہ حدیث نسائی میں ہے کہ اگر عورت اپنا مال بھی صرف کرے وہ بھی بدون اجازت زوج کے نہ کرے۔

آج کل کی تعلیم کا اثر

(ملفوظ ۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کی تعلیم اور تہذیب کا یہ اثر ہے کہ امریکہ میں ایسے تعلیم یافتہ لوگ اہل تمول کے بچوں لڑکوں کو پکڑ کر چھپا دیتے ہیں اور گناہم اطلاع کر دیتے ہیں کہ اتنا ہزار روپیہ فلاں جگہ رکھ دو بچوں کو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ ضائع کر دیا جائے گا۔ حضرت کوئی ترقی جب تک کہ وحی کے ماتحت نہ ہو پر امن نہیں ہو سکتی۔

رزق میں تدبیر کا مل طور پر موثر نہیں

(ملفوظ ۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بین ظاہر طور پر ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے کہ رزق میں کوئی تدبیر کافی موثر نہیں ایک ہی تدبیر دو شخص کرتے ہیں ایک کامیاب ہوتا ہے دوسرا ناکام ایک ہی سامان کی دو دکانیں پاس پاس ہیں ایک چلتی ہے دوسری نہیں چلتی پس نہ اسکے ہونے پر ناز چاہیے اور نہ اسکے نہ ہونے پر مایوس ہونا چاہیے فقہانے اس راز کو خوب سمجھا ہے افلاس کی حالت میں افلاس کا حکم نہیں کیا کماؤ کہ وہ فی باب الحجر بالمدین اور غنا کی حالت میں غنی کو رزق قاضی نہ لینے کی اجازت نہیں دی اور تصریح فرمائی ہے کہ اگر قاضی کو مالی وسعت ہو اور بیت المال سے کچھ ملے تو لے لے انکار نہ کرے اس لئے کہ بعد میں اگر قاضی کا تقرر ہوگا اور اس میں وسعت نہ ہوئی تو پھر بند ہونے کے بعد کھانا مشکل ہوتا ہے، نیز اس وسعت والے ہی کا وسعت پر کیا اختیار ہے اگر وسعت نہ رہی تو پھر مشکل پڑے گی۔

صوفی کا سب سے بڑا کمال

(ملفوظ ۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں کوئی عبادت کو کوئی تقویٰ کو مگر حقیقتیں سب سے بڑا کمال اسکو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش نظر رکھے۔

تحریکات حاضریہ میں ظلمت

(ملفوظ ۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ان نئی چیزوں میں اکثر میں نور نہیں

بلکہ ظلمت محسوس ہوتی ہے اب یہ تحریکات حاضرہ ہی ہیں ان کے سوچنے سے قلب پر ظلمت اور کدورت معلوم ہوتی ہے جسکی وجہ یہی ہے کہ اصول اسلام اور احکام اسلام پر اسکی بنیاد نہیں اس لئے اس میں ظلمت ہے۔

خلوص کے لئے اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرنا ضروری ہیں۔

(ملفوظ ۴۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جن میں باطنی کیفیت نہیں انکی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں خلوص جسکا نام ہے وہ بدون اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

آجکل کے تعلیم یافتہ

(ملفوظ ۴۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے تعلیم یافتہ محض نام کے ہوتے ہیں قابلیت خاک بھی پیدا نہیں ہوتی سمجھتے تک بھی نہیں ایک مقام پر مولانا نور شاہ صاحب کا بیان ہوا کم لیا قت لوگوں کی سمجھ میں تو آیا نہیں اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس بیان سے نفع ہی کیا ہوا جب سامعین سمجھ ہی نہیں میں نے سنا اپنے ایک بیان میں کہا کہ شاہ صاحب کے بیان سے سننے والوں کو اپنے جہل کا تو علم ہو گیا اور لیاقت و ذہانت کا دعویٰ تو فنا ہو گیا یہ کیا نفع نہیں۔

صحابہ کرام کی فضیلت

(ملفوظ ۴۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہ کا یہ عمل کہ ایمان کے ساتھ حضور ﷺ کو دیکھ لیا اتنا بڑا ہے کہ تمام اقطاب ابدال اتقیا عباد کے اعمال ایک طرف اور ان کا یہ عمل ایک طرف۔ بعض جگہ سختی کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۴۷۸) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں پہلے سے نرمی کا برتاؤ کر رہا تھا ایک نسنی اب سختی کی گئی تو آنکھیں کھل گئیں اب جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ اس منظر کو دیکھ کر فیصلہ دیں میں کیا کروں سختی ہی سے لوگ مانتے ہیں نرمی سے مانتے ہی نہیں مگر اگر اب بھی اعتراض ہے تو میں کسی کو بلائے نہیں جاتا لوگ خود آتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں نہ آئیں اگر میرا طرز پسند نہیں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ بیوفا سبھی،

جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

تجدید بیعت سے متعلق ایک سوال کا جواب

(ملفوظ ۹۷۷) تجدید بیعت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر شیخ سابق متبع سنت تھے تب تو ان کی بیعت مع اپنی برکت کے ویسی ہی باقی ہے پھر ضرورت نہیں تجدید بیعت کی اور اگر قبیح سنت نہ تھے تو وہ بیعت ہی صحیح نہیں ہوئی اب جہاں چاہے اور جس سے چاہے بیعت کر لی جائے مگر اس کی ساتھ ہی شیخ سابق کے متعلق اس کا لحاظ رہے۔ واھجرھم ہجر اجمیلا یعنی ہجرت ہو مگر جمیل یعنی شیخ سابق کی بیعت فسخ کرنے کے بعد بھی اسکی گستاخی نہ کرے اس تجدید میں میرا یہ بھی معمول ہے کہ میں گستاخی کو منع کر دیتا ہوں

۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

دوسروں کے کہنے پر کسی سے شکایت نہ ہونا

(ملفوظ ۲۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو جو کسی سے شکایت پیدا ہوتی ہے وہ اپنی تحقیق سے ہوتی ہے کسی کے اثر سے نہیں ہوتی بعض لوگ احباب میں سے دوسروں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے اس معاملہ سے یہ فاسد غرض ہے مگر الحمد للہ میں کبھی اس سے اثر نہیں لیتا حسن ظن اس قدر عطا ہوا ہے کہ روایت سے کبھی سوء ظن ہوتا ہی نہیں یہ بھی میرا ایک معمول ہے۔

آجکل کے مصنف

(ملفوظ ۲۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت میں ایک قائد غیر مسلم کی مدح لکھی ہے وہ کتاب میرے پاس بھی بھیجی میں نے لکھ دیا کہ میں ایسی کتاب اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکتب کی مدح کی گئی ہو آجکل ہر شخص مصنف بن بیٹھا ہے آزادی کا زمانہ ہے مگر میں نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور یہ ایک ضروری چیز ہے کہ حقیقت ظاہر ہونا چاہیے پھر خواہ کوئی اس طرف جائے خواہ اس طرف انا ہدینہ السبیل اما شا کرا و اما کفورا دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں البتہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں کہنے کی بھی ضرورت نہیں اور اگر تبلیغ نہیں ہوئی تو کہنا واجب ہے اور تبلیغ وہاں کرنی چاہیے اب یہ صاحب یہاں پر آتے ہیں اس میرے لکھ دینے پر لکھا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا لکھا گیا ہے۔

۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

مہر کم کرنے کا مطلب

(ملفوظ ۲۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مہر کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام

برادری جمع ہو کر اس کو کم کر دے ورنہ مقدار متعارف لڑکی کا حق ہے دلی کم کے اسکا نقصان کرتا ہے جسکا اسکو حق نہیں عرض کیا کہ یہ سنا ہے کہ میں روپیہ سے کم مہر نہ ہو فرمایا کہ غلط ہے دس درہم سے کم نہ ہو میں نے حساب لگایا تھا ایک درہم چار آنہ چار پائی کا ہوتا ہے تو دس درہم قریب پونے تین روپیہ کے ہوتے ہیں اس سے کم مہر نہ ہونا چاہئے۔

اپنے عیب نظر نہ آتا بہت بڑا عیب ہے۔

(ملفوظ ۲۸۳) ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اصلاح چاہتے تھے میں نے لکھا کہ تم ان عیوب کو بیان کرو میں اصلاح کا طریقہ بتا دوں گا لکھا کہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میرے اندر کیا عیب ہے میں نے لکھا کہ تبلیغ دین کا مطالعہ کرو آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ تبلیغ دین کو پڑھا چند عیوب اپنے اندر سمجھ میں آئے فرمایا کہ جب طلب ہوتی ہے راہ نکل ہی آتی ہے اور انہوں نے تو یہ ہی لکھا تھا کہ سمجھ میں نہیں آتا ایک شخص نے تو یہ لکھا تھا کہ میرے اندر کوئی عیب ہی نہیں ارے بندہ خدا یہ ہی کیا تھوڑا عیب ہے کہ اپنے اندر کوئی عیب ہی نہیں بتلاتا اگر حقیقت معلوم ہو جائے تو یہ کہنے لگے کہ میں سرتا پا عیوب ہی میں غرقاب ہوں حقیقت سے بے خبری ہے جس وجہ سے اپنے کو عیوب سے پاک ہونیکا خیال ہے میں نے جواب میں لکھا کہ جب کوئی عیب ہی نہیں تو بالکل بے فکر رہو اصلاح ہی کی ضرورت نہیں۔

اختیاری اور غیر اختیاری کا فرق

(ملفوظ ۲۸۴) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایک شخص مقصود میں مشغول ہے مگر غیر مقصود کی طرف مشغولی کا خیال آتا ہے تو کیا یہ مذموم ہے فرمایا کہ اگر وہ غیر اختیاری ہے تو کچھ مذموم نہیں محمود اور مذموم ہونے کا مدار اختیاری اور غیر اختیاری ہونے پر ہے اگر غیر اختیاری ہے تو مذموم نہیں اور اگر اختیاری ہے تو مذموم ہے

بیعت میں جلدی نہ کرنے کی نصیحت

(ملفوظ ۲۸۵) ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی دریافت فرمایا کہ کیا کام کرتے ہو کچھ لکھے پڑھے بھی ہو یا نہیں عرض کیا کہ کتابیں دیکھتا ہوں فرمایا کہ کتاب دیکھنے کو میں نہیں کہہ رہا ہوں جو سوال ہے اسکا جواب دینا چاہئے خبر اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لکھ پڑھ لیتے ہوا چھا اس کے متعلق خط و کتابت وطن سے کرنا خط و کتابت سے آپ کے خاص حالات معلوم ہو گئے ان حالات پر خاص تعلیم ہو گئی اس پر عمل کر کے دیکھنا کہ پہلے حالات میں کچھ فرق ہوا یا نہیں اس کے بعد اگر بیعت کی

درخواست کیجائے تو مضائقہ نہیں جلدی کرنے میں کبھی دھوکہ ہو جاتا ہے۔

اہل تدین میں بدعت کا سبب دو چیزیں ہیں

(ملفوظ ۲۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل تدین میں بدعت شدت محبت اور قلت فہم سے پیدا ہوتی تھی پہلے جو بدعتی ہوئے تھے وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے مگر محبت کی زیادتی اور فہم کی کمی سے بدعت میں مبتلا ہو جاتے تھے جس سے انکی نیت کا اچھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

بازار میں تجارت کے لئے احکام فقہ سے واقف ہونا

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل سیاست سیاست گاتے پھرتے ہیں کیا آجکل کی سیاست ہے اس کا بھی نور فہم ہی سے تعلق ہے اور یہ بدون وحی کے اتباع کے میسر نہیں ہو سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب تجویز فرمائی آجکل کے تمام مدبریں اور عقلا سرگڑ کر مرجائیں وہ ذہن میں آہی نہیں سکتی یعنی یہ حکم دیا تھا کہ بازار میں صرف وہ لوگ تجارت کریں جو احکام فقہیہ سے واقف ہوں اس تجویز سے تمام لوگ مسائل سے واقف ہو سکتے ہیں انہوں نے تمام ملک کو دور رسا بنادیا تھا تمدن بھی کوئی ان ہی حضرات سے سیکھ لے۔

بزرگوں کی غلطی پکڑنا پکڑنا

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا غلطی تو اپنے بزرگوں کی بھی پکڑنا چاہئے مگر ادب کے ساتھ ہو اور یہ فہم ہی آدمی کر سکتا ہے۔

آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد نہ کرے

(ملفوظ ۲۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں بہت قوت کے ساتھ کہ آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد نہ کرے مراد یہ ہے کہ نفس کی وقت میں فرشتہ ہے اور کسی وقت میں شیطان۔

نہ دوستی نہ دشمنی

(ملفوظ ۲۹۰) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص یہاں پر آتا ہے اس سے اول کہد یا جاتا ہے کہ نہ کسی سے دوستی کرو نہ کسی سے دشمنی جو ایسا کرتے ہیں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور جو دوستی وغیرہ میں پھنس جاتے ہیں وہ محروم جاتے ہیں۔

شکستہ خط سے متفر

(ملفوظ ۲۹۱) ایک خط کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ نہایت ہی شکستہ لکھا ہے پڑھنے میں بھی تکلف ہوا

ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دو چیزوں سے خاص نفرت ہے ایک شکت خط اور ایک غیر مانوس لغات سے یعنی تقریر میں ایسے لغت بولنے سے اور وجہ ظاہر ہے کہ تقریر اور تحریر سمجھانیکے واسطے ہے جب یہ مقصود حاصل نہ ہو تو نتیجہ کیا۔

اہل علم کا شان بے تکلفی اور تواضع

(ملفوظ ۴۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کی شان ہی جدا ہوتی ہے مچھلی شہر میں میرا قیام تھا باہر سے ایک اور عالم آگئے وہ عالم ہم سے عقائد میں اختلاف رکھتے تھے جو کادن تھا وہ عالم مہر کے پاس مصلے کے قریب بیٹھے تھے امام ان کے معتقد تھے میں ذرا فاصلہ سے بیٹھا تھا اب جماعت کا وقت آیا امام نے ان صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیے مگر لوگوں کا خیال اس کے مخالف تھا کہ میں نماز پڑھاؤں ایک تحصیلدار صاحب کو عوام کے اس خیال کا اطلاع بھی انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں میں نے با آواز بلند کہا کہ مجھ کو امام کی اجازت نہیں یہ میں نے اس لئے کہا کہ امام شکر شاید اجازت دیدیں کیونکہ وہ عالم غیر مقلد تھے اور وہ مہر کے قریب پہنچ چکے تھے امام تو کچھ بولے نہیں مگر ان تحصیلدار صاحب نے ایک دم بڑی بے تکلفی سے میری بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھ کو کھڑا کر دیا کہ آپ نماز پڑھائیں میں کھڑا ہو گیا اور یہ خیال کیا کہ اب نماز نہ پڑھانے میں اندیشہ فتنہ کا ہے میں خطبہ اور نماز پڑھائی وہ مولوی صاحب بیچارے اپنی جگہ پر جا بیٹھے کلام اسپر تھا کہ علم کی شان ہی اور ہوتی ہے یہ تحصیلدار صاحب عالم تھے اس لئے علمی مناسبت سے بے تکلف بغلوں میں ہاتھ دے کر مجھ کو کھڑا کر دیا اسی طرح شاہجہانپور میں ایک کورٹ انسپکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی بظاہر انکی وضع خلاف شہادت تھی مگر انکی طرف میرے دل کو کشش ہوتی تھی میں متوجہ تھا کہ کیوں کشش ہوتی ہے معلوم ہوا کہ عالم ہیں کتنا ہی بڑا آدمی ہو مگر عالم ہو اس میں بے تکلفی اور تواضع ضرور ہوگی۔

غیر مسلم لیڈر اور مسلمان لیڈر

(ملفوظ ۴۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر ایک مولوی صاحب آئے تھے نیک نیت آدمی ہیں مجھ سے کہنے لگے کہ فلاں غیر مسلم قائد میں ایسی کیا بات ہے کہ ہندو سب اسکی اقتدا کرتے ہیں میں نے کہا کہ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اس کے لوگ پہلے سے طالب ہیں یعنی دنیا تو حقیقت میں یہ اسکا اتباع یا اقتدا نہیں اپنی خواہش و غرض کا اتباع اور اقتدا ہے اور اسکا معیار یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے منع کر کے دیکھے تو معلوم ہو جائیگا کہ پھر کون اقتدا اور اتباع کرتا ہے سمجھ گئے

بہت خوش ہوئے اور یہ کہا کہ بالکل ٹھیک ہے یہ ہی بات ہے سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آئی تھی پھر کہنے لگے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسی ہستی نہیں کہ سب مسلمان انکی اقتدا کریں میں نے کہا کہ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ کوئی ایسی ہستی نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے جماعت میں ایک عالم فاضل موجود مگر لوگ بلا جماعت نماز پڑھ رہے ہیں اب اگر اس عالم فاضل امام سے سوال کیا جائے کہ یہ تمہارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو وہ یہی کہے گا کہ مجھ کو کیا معلوم یہ تو نماز نہ پڑھنے والوں سے سوال کیا جاوے کہ یہ میرے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر مسلمانوں میں کوئی اہل نہیں تو وہ کی بات تحقیق کر کے بتلائی جاوے تاکہ کوئی اسکو اپنے اندر پیدا کرے بشرطیکہ پیدا کرنے کی ہوا اور اگر ایسے اہل ہیں تو پھر مسلمانوں سے پوچھئے کہ انکی اقتدا کیوں نہیں کرتے اس پر خاموش ہو گئے

ایک صاحب کے مشورہ مانگنے پر حضرت کا جواب

(ملفوظ ۳۹۳) ایک بہت طویل خط آیا جس میں کسی معاملہ میں مشورہ چاہا تھا اور لکھا تھا کہ اپنے قلب سے مشورہ فرما کر لکھیں جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرا اور قلب کا یہی مشورہ ٹھہرا ہے کہ دعائے جاوے سول سے دعا کرتا ہوں کہ جو مصلحت ہو آپ کے قلب میں آ جاوے۔

کام اصول اور ضابطے سے ہونے چاہئے

(ملفوظ ۳۹۵) ایک صاحب نے وقتی استفتاء پیش کیا دریافت فرمایا کہ جواب کی کب ضرورت ہے عرض کیا کہ ابھی لکھ دیکھئے فرمایا کہ اتنی جلدی تو یہ کام نہیں ہو سکتا بعض اوقات کتاب دیکھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے بعض مرتبہ تلاش میں دیر لگ جاتی ہے تلاش سے تو میں نہیں گھبرا تا کیونکہ ایک مسلمان کی خدمت ہے مگر تلاش کے لئے کچھ وقت کی بھی تو ضرورت ہے عرض کیا کہ بہت اچھا فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ تمہارے پاس کس طرح پہنچا جائے گا عرض کیا کہ میں خود آ کر لیجاؤنگا فرمایا کہ ممکن ہے کہ آج ہی تیار ہو جائے تو اسکو امانت رکھئے کا ایک مستقل کام ہے اور میں کثرت مشاغل سے بھول بھی جاتا ہوں عرض کیا کہ بذریعہ ذابک روانہ فرما دیں فرمایا کہ ماشاء اللہ یہ بات کہی کام کی بہت اچھا اب یہ سمجھئے کہ ایک لفافہ خرید کر اور اپنا پورا پتہ لکھ کر جھکودیا جائے جس وقت بھی فتویٰ تیار ہو جائیگا روانہ کر دوں گا اصول سے کام کرنے میں راحت ہی راحت ہے میں کام سے نہیں گھبرا تا نہ انکار ہے چاہتا یہ ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو میں آلہ آباد ایک مرتبہ گیا ہوا تھا تعویذوں کی فرمائش ایسے وقت ہوئی کہ وہ عین چلنے کا وقت تھا میں نے کہا انکی صورت یہ ہے کہ کاغذ قلم دوات اسٹیشن پر ساتھ لیجلیو میں ریل میں بیٹھ کر لکھوونگا اور جب گاڑی چلے گی کاغذ قلم دوات واپس کر کے میں بھی چل

دونگا چنانچہ میں بیٹھا ہوا لکھتا رہا جب ریل چلی قلم و دوات حوالہ کر کے روانہ ہو گیا تو اصول سے بڑی راحت ملتی ہے آجکل یہ ہی بات نہیں رہی اصول اور ضابطوں سے لوگ گھبراتے ہیں اور میں بے اصولی اور بے قاعدہ باتوں سے گھبراتا ہوں کیونکہ وہ دوسروں کے کام کے ساتھ اپنی بھی کچھ مصالحتیں ہیں آرام بھی ہے کوئی کام بھی ہے کس طرح پابند ہو جاؤں دوسروں کا۔

اہل حاجت کی فوری ضرورت فوراً پوری کرنا

(ملفوظ ۴۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ غلوٹ کی حفاظت کے لئے کواڑ بند کر کے بیٹھے ہیں اور میں لڑ بھڑ کر غلوٹ ہی میں غلوٹ کی حفاظت کر لیتا ہوں میں اس قسم کی حفاظت کو پسند نہیں کرتا اس لئے کہ بعض اہل حاجت کو فوری ضرورت ہوتی ہے تو اس وقت اس کو نظر آنا چاہیے فوری حاجت کی مثال یا دآئی ایک مرتبہ غالباً نصف شب کا وقت تھا پڑوس میں ایک مکان سے آواز آئی کراہنے کی برداشت نہ کر سکا اٹھ کر باہر آیا اس مکان کے دروازہ پر پہنچ کر پوچھا معلوم ہوا کسی کے دروازہ پر مورہا ہے مکان پر واپس آ کر تعویذ لکھ کر لے گیا سو ضرورت کے وقت تو اگر کوئی آدھی رات بھی آواز دے ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی جان بھی حاضر ہے مگر طریقہ سے لیکن اگر کوئی کام موخر ہو سکتا ہے یا پہلے سے کر سکتا تھا مگر نہیں کیا اسکی رعایت کرنے کو جی نہیں چاہتا باقی ضرورت کے وقت کبھی تسامح نہیں کرتا۔

دوسروں کے پیچھے بالکل نہ چلنا چاہئے

(ملفوظ ۴۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ بالکل اس کا خیال نہیں کرتے کہ ہمارے کسی کام سے کسی بات سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو ایک شخص کو میں نے بالکل سیدھ میں ہو کر پیٹھ پیچھے چلنے سے منع کیا ممکن ہے کہ آگے چلنے والے کو جوت میں کوئی کنکر وغیرہ آ جائے اس کا نکلنے کے لئے یا اور کسی ضرورت سے رکنا پڑے اور پیچھے چلنے والا بے فکری سے چلتا رہے اور اس طرح تصادم ہو جائے اس پر ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک ڈپٹی صاحب آئے تھے میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا وہ کسی ضرورت سے رکے تو میں ان پر جا پہنچا وہ گرے میں انکے اوپر گر ان کے چوٹ آئی فرمایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوتا ہے دو صاحب مراد آباد کے یہاں پر آئے تھے جو لوگ یہاں چار پائی بچھا کر طلباء ہوں یا اگرین لیٹے ہوں یہ قاعدہ ہے کہ نماز فجر سے قبل اٹھا لیجا دیں ایک شخص نے نہیں اٹھائی میں نے مواخذہ کیا تو ان دو صاحبوں میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے کہا کہ بڑی جنتی ہے پھر وہ یہاں سے وطن کی واپسی کے ارادہ سے گئے سہارنپور جامع مسجد میں نماز کے لئے گئے

وہاں اطراف میں برآمدے بنے ہیں مغرب کے بعد کسی ضرورت سے وہاں گئے کسی قدر اندھیرا ہو گیا تھا اس برآمدہ میں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا اس میں یہ ہی معترض صاحب الجہ کر گرے تو کہنے لگے کہ لوگ بڑے نالائق ہیں یہ کوئی وقت تھا پلنگ بچھا نیکادوسرے صاحب نے کہا کہ وہی تھا نہ بھون کا واقعہ یاد کرو تب کہا کہ بالکل ٹھیک ہے اب حکمت سمجھ میں آئی جب اپنے اوپر گزری۔

اللہ تعالیٰ کا کاموں میں سہولت پیدا فرمانا

(ملفوظ ۵۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کا ارادہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اکثر اس میں سہولت پیدا فرمادیتے ہیں گاڑی نہیں نکلتی سب کام ہو جاتے ہیں یہ ان کا فضل ہے احسان ہے۔

فضولیات سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۹۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول کلام لغو کلام عبث کلام سب ایک ہی ہیں اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے نورانیت فنا ہوتی ہے باطن کی استعداد برباد ہوتی ہے اس استعداد کے ضعیف ہونے کو بعض احادیث میں موت قلب کہا گیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ قلب میں ایک نور ہوتا ہے وہ ضعیف ہو جاتا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

دل ز پر گفتن ببرد در بدن گر چہ گفتارش بود در بدن

محبت اور عشق کے ساتھ صحبت کامل ضروری ہوتی ہے

(ملفوظ ۵۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری محبت اور عشق سے کام نہیں چلتا جیسے انجن کہ اس میں نری آگ ہونے سے کام نہیں چلتا انجن میں آگ تو رہے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اسکو پیچھے کونہ لیجائے سیدھا آگے کو لے جائے اسی کے لئے صحبت کامل کی ضرورت ہے وہ اس فن کا ماہر ہوتا ہے مشتبہ مواقع میں حقیقت کو جانتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جس وقت فارس کے خزانہ پیش کئے گئے تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا آپ کا ارشاد ہے: *زین للناس حب الشهوات الخ* تو ان چیزوں کی محبت فطری ہے اے اللہ ہم اس کا ازالہ نہیں چاہتے اور ان کا یہ قول بڑے عارف ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب یہ فطری ہے تو اس کے پیدا کرنے میں مصلحت ہے تو اس کا ازالہ خلاف حکمت ہوگا اس لئے گو وہ محبت رہے مگر اے اللہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ محبت آپ کی محبت میں محین ہو جاوے کہتے بڑے کام کی بات ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاق روزیلا امور فطریہ ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً بجل ہے تو یہ اپنی ذات میں مذموم نہیں اگر مصرف صحیح میں اس کا استعمال ہو تو محمود بھی ہے مثلاً کسی نے زکوٰۃ

دیئے میں بخل کیا تو یہ مذموم ہے اور اگر معصیت کے لئے کسی نے روپیہ مانگا اور اس کو نہ دیا تو یہ بھی لغتہ بخل ہی ہے مگر محمود ہے کیونکہ غیر مصرف میں مصرف نہیں کیا۔

۲۶ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

اصل مدرسہ کو توکل کرنا چاہئے

(ملفوظ ۵۰۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توکل بھی اتم تقویٰ ہی کی ایک فرد ہے اور مثل کلی کے اس جزئی کی مستقل فضیلت بھی آئی ہے چنانچہ جیسے محب المتقین آیا ہے اسی طرح محب المتوکلین بھی آیا ہے

یعنی جیسی محبت متقین کے ساتھ ہے ویسی ہی متوکلین کے ساتھ ہے تو اہل مدرسہ جیسے تقویٰ پر عمل کرتے ہیں ویسے ہی توکل پر عمل ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ غیرت دین کو مصلحت مدرسہ پر غالب رکھنا چاہئے مدرسہ سے بھی تو تحفظ دین ہی مقصود ہے خودنی نفسہ تو مدرسہ مقصود نہیں ہاں مقصود کا معین ہے۔

عقل اور ذہانت میں فرق ہے

(ملفوظ ۵۰۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا ذہن سے عقل کو کوئی واسطہ نہیں فرمایا کہ عقل اور چیز ہے ذہانت اور چیز ہے اور بعضوں کا ذہن چلتا ہے مگر حقیقت کو نہیں پہنچتا یہ کام عقل کا ہے۔

علماء کا اصلاح باطن کی طرف متوجہ نہ ہونا

(ملفوظ ۵۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے مگر اس کی بھی تو ضرورت ہے بلکہ خود درس و تدریس وغیرہ سب کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کے لئے کرایا جاتا ہے۔

دوستوں کے ساتھ صبر و تحمل نہ کرنا

(ملفوظ ۵۰۴) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے ساتھ صبر و تحمل کرنا کمالات میں سے ہے مگر دوستوں کے ساتھ صبر و تحمل کرنا جب کہ اس سے ان کا دینی ضرر ہو عیوب میں سے ہے اس سے وہ جہل اور غلطی میں مبتلا رہیں گے اور اس غلطی میں مبتلا رہنے سے ان سے کدورت اور انقباض بھی پیدا ہوگا صورت دیکھتے ہی خیال ہوگا کہ پھر ستانے کو آئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ دوستوں سے کبھی تحمل نہ کرے ان کی غلطیوں پر تنبیہ کر دینا ہی دوقی اور موجب بقاء تعلق ہوگا اور یہ امور علم معاملات میں سے ہیں یہ اسرار نہیں البتہ امور مکاشفہ اسرار ہیں اس لئے اگر امور معاملہ کو چھپائے تو خیانت ہے اور امور مکاشفہ کو اگر ساری عمر بھی ظاہر نہ کرے تو کوئی مضرت نہیں ان پر کسی مقصود کا مدار نہیں۔

آیت

وَجَعَلْ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً

کا ایک نکتہ

(ملفوظ ۵۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیبیوں کے باب میں جو ارشاد: وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ہے میں اس کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ وہ وقت میں ایک تو جوانی کا اس میں توجوش خروش کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے مودت کا اور جب ڈھل گئے تو اس وقت ہمدردی کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے رحمت کا اور یہ بھی لذت محبت ہی کی ایک فرد ہے مگر عرف و محاورہ میں اس کو محبت کہتے نہیں اس کا نام عرف میں ہمدردی رحم مہربانی ہے اور یہ نکتہ اسی محاورہ پر مبنی ہے۔

کثرت مکاتبت کا فائدہ

(ملفوظ ۵۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کثرت مکاتبت کا جو مشورہ دیا کرتا ہوں اس سے یہ مقصود نہیں کہ ولی بنا دیا جاتا ہے بلکہ وہ بڑا ذریعہ ہے مناسبت کا جو شرط اعظم ہے نفع کی۔

نبیل اور قصائی کی تمثیل

(ملفوظ ۵۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میرے مواظبات کو دیکھ کر کہتے ہوں گے کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں ان کی بدتمیزی کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا نبیل اور قصائی میں ایک تقابل بھی ہے بات یہ ہے طبیعتوں میں آزادی کی زہریلی ہوا گھسی ہوئی ہے چاہتے ہیں کہ ہو تو جائیں سب کچھ مگر نہ تو ہم کو کوئی کچھ کہے اور نہ کچھ کرنا پڑے یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی کو اولاد کی تو تمنا ہو مگر نہ رشتہ بھیجے نہ کہیں آنا جانا پڑے نہ نکاح ہو اور اولاد ہو جائے۔ اس خیال ست و محال ست و جنوں۔

۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یومِ دو شنبہ

حضرت نانوتوی کا طریقہ اصلاح

(ملفوظ ۵۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ سنا ہے کہ جس کا چیر ٹرانہ ہو اس مرید کی اصلاح ہو نہیں سکتی۔ مولانا احمد حسن صاحب امر دہلی بڑے نازک مزاج تھے عالی خاندان تھے دیوبند پڑھنے آئے مولانا نے دیکھا کہ صلاحیت ہے ان میں، عالی دماغ ہیں اب تربیت بھی ساتھ ساتھ شروع فرمادی حضرت ان کو چاہتے بہت تھے مگر اصلاح میں ذرا رعایت نہ فرماتے تھے کوئی جولاہہ آتا دعوت کرنے فرماتے کہ ایک لڑکا بھی ساتھ ہوتا وہ

خوشی سے قبول کر لیتے کہیں چٹائی پر بیٹھ کر اور کہیں کبیل پر بیٹھ کر روٹی کھانی پڑتی اس میں ترک تکلف کی عادت ڈالنا مقصود تھا ایک گاؤں والا ایک گاڑھے کا تھان حضرت مولانا کے واسطے لایا حضرت نے درزی کو بلا کر فرمایا کہ اس میں سے اس لڑکے کے واسطے کرتہ پا جامہ قطع کر کے سی دو ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے بندوق ماری ہو مگر پھر پہننا پڑا اور سب تکلف طبیعت سے رخصت ہوا گو لطافت اس وقت بھی رہی لطافت تو فطری چیز ہے مگر کبر کا نام و نشان نہ تھا غرض اصلاح اس طرح ہوتی ہے اور گواس مقتددانہ طریق سے اصلاح کرنے کی ہمارے بزرگوں میں کثرت نہ تھی مگر اس وقت اس کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ پہلے طالبوں کی طبیعتوں میں سلامتی تھی اور اب نہیں فرق کی وجہ یہ ہے۔

نام معقول سوال پر حضرت حاجی صاحب کا جواب

(ملفوظ ۵۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی شخص فن کو بے سمجھے سوال کرتا تو فرماتے کہ بھائی یہ قیل وقال کے لئے مدرسہ نہیں۔

مولانا احمد حسن امروہی اور ختم قرآن کی تقریب

(ملفوظ ۵۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب امروہی نے ایک مرتبہ اپنے لڑکے کے ختم قرآن کا نشر کیا سب کو بلایا مگر مجھ کو نہ بلایا میں اس لئے خوش ہوا کہ شاید رسم کے شبہ سے مجھ کو عذر کرنا پڑتا مگر جب ملاقات ہوئی تو نہ بلانے کا یہی عذر فرمایا کہ شاید تیری طبیعت کے خلاف ہوتا دیکھئے کتنی رعایت فرمائی۔

راحت کا اہتمام ضروری ہے تعظیم ضروری نہیں

(ملفوظ ۵۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تعظیم و تکریم کی تو زیادہ رعایت کرتا نہیں البتہ راحت کا خاص اہتمام کرتا ہوں آپ کو سن کر تعجب ہو گا میں نے آج تک دونوں گھروں میں اس کی فرمائش نہیں کی کہ فلاں چیز پکا لویہ خیال ہوتا ہے کہ شاید انتظام میں کوئی الجھن ہو البتہ خود ان کے پوچھنے پر بتا دیتا ہوں وہ بھی محض ان کی دلجوئی کی وجہ سے کہ یہ گمان نہ ہو کہ ہم سے اجنبیت برتنے ہیں پھر وہ بتانا بھی اس صورت سے ہوتا ہے کہ میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ تم بہولت جو جو پکا سکتے ہو اس میں دو چار چیزوں کے نام لودہ نام لیتی ہیں تو میں اس میں سے ایک کو منتخب کر دیتا ہوں اور اب تو اسکی پرواہی نہیں کہ دوسروں کو کوئی تکلیف نہ ہو تعظیم و تکریم کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر راحت کا کوئی سامان نہیں کرتا۔

اناللہ کے معنی اور دعوت کی تین قسمیں

(ملفوظ ۵۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اناللہ کے معنی ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کو ہم میں ہر تصرف کا حق ہے اور انالیہ راجعون کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مرا ہے اور جس پر رد ہے ہیں وہ اور ہم سب وہاں ہی جائیں گے وہاں ہی ملیں گے پس ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہوا کہ جب تم ان دونوں مضمون کا مراقبہ کرو گے تو تمہاری کلفت جاتی رہے گی راحت ہوگی اور تعزیت کے بھی یہی معنی ہیں کہ رنج والے کو تسلی دی جائے سو یہ آج کل عرف میں رواج ہے کہ جا کر کہتے ہیں کہ ہائے ایسی عمر نہ تھی ہائے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے وغیرہ وغیرہ یہ تعزیت نہیں یہ تو اور رنج کو بڑھانا ہے اس سے تو تعزیت کونہ ہی جاتے تو اچھا تھا معاشرت کے باب میں شریعت کی جتنی تعلیمات ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حاجی محمد یوسف صاحب رگونی نے مجھ سے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ مولانا کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو فرمایا کہ حاجی یوسف صاحب نے ٹھیک کہا شریعت کی تعلیم کا یہ ہی حاصل ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو وہاں بھی راحت سے رہو اب دیکھ لیجئے دعوت ہی ہے یہ محبت اور خلوص کی بناء پر ہوتی ہے مگر اصول چھوڑ دینے کی بدولت کس قدر اس میں تکلیف ہوتی ہے شیخ اصغر علی صاحب لکھنوی کہا کرتے تھے کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں اعلیٰ ادنیٰ اوسط اعلیٰ تو یہ کہ دام دے دو جو چیز چاہے خرید کر پکا کر کچوا کر کھالے۔ اوسط یہ کہ خشک جنس دے دو اس میں بھی ایک درجہ آزادی ہے اور ادنیٰ یہ کہ پکا کر کھلاؤ اور پکا کر کھلانے کو جو ادنیٰ کہا واقعی حقیقت ہے اس میں عادت وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول لگھی زائد یا کم مرج زائد یا کم۔ نمک زائد یا کم۔ پھر بلایا بڑے اہتمام سے احترام سے اور رخصت کے وقت بتلادیا کہ یہ راستہ ہے سیدہانہ سواری ہے نہ کوئی ساتھ ہے چلے جاؤ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا اسکو بھی تکلیف تم کو بھی تکلیف وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول اس باب میں حاجی صاحب کی بھی یہی رائے تھی البتہ یہ تکلفات نہ ہوں تو وہ اس میں داخل نہیں۔

راستے میں چیز کھا لینا

(ملفوظ ۵۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دروازہ پر کھڑے ہو کر یا راستے میں چلتے ہوئے کسی چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اگر کبھی اسلامی سلطنت ہو جائے تو زائد سے زائد میری شہادت

قبول نہ ہوگی عدالت میں جانے سے بچ جاؤں گا کوئی گناہ تو ہے نہیں۔

۲۸ صفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

مجلس میں صحیح طریقہ سے بیٹھنا

(ملفوظ ۵۱۳) ایک صاحب کو مجلس میں بے طریقہ بیٹھنے پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مقصوداً بیٹھنے اور غرض کے لئے بیٹھنے میں فرق ہوتا ہے صاحب غرض تو ایسا بیٹھتا ہے جیسا اٹھاؤ چولہہ اور مقصوداً بیٹھنے کی ہیئت میں اطمینان اور سکون ہوتا ہے اور غرض والوں کی صورت بنا کر بیٹھنے سے قلب پر بار ہوتا ہے اگر کسی غرض سے بیٹھے ہو تو اس غرض کو فوراً ظاہر کر دو تا کہ گرانی دفع ہو۔

تہجد کے وقت کبھی آنکھ کھلنا اور کبھی نہ کھلنا

(ملفوظ ۵۱۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت کبھی آنکھ کھلتی ہے اور کبھی نہیں میں نے لکھ دیا کہ پھر دینی ضرر کیا ہے۔

بات صاف کہنا اور آج کل کے محاورے

(ملفوظ ۵۱۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں ایک یہ بھی مستقل تعلیم ہے کہ بات صاف کہو مجھے آج کل کی تہذیب سے سخت نفرت ہے جیسے عام محاورہ ہو گیا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے حالانکہ استفہام مقصود نہیں ہوتا یہاں ایک صاحب مقیم تھے وہ کسی کوائٹیشن پر پہنچانے کے لئے جانا چاہتے تھے مجھ سے اجازت لینے آئے سیدھی بات یہ تھی کہ میں کوائٹیشن جانے کی اجازت چاہتا ہوں مگر اس کے بجائے یوں فرماتے ہیں کہ کیا میں کوائٹیشن جاسکتا ہوں میں نے کہا کہ کیوں نہیں جاسکتے خدا نے پاؤں دیئے چلنے کو۔ آنکھ دی دیکھنے کو قوت ارادہ دی ارادہ کرنے کو ارادہ کیجئے اور تشریف لیجائیے چلنا شروع کیجئے پہنچ جاؤ گے کیا خرافات ہے اور کیا مہمل بات ہے غالباً یہ عیسائیوں سے لیا ہے اور ان میں یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ نیا محاورہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَجُلٌ اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ۔ ان عیسائیوں سے مسلمانوں نے یہ محاورہ سیکھ لیا ہے دوسروں کی نفائی کرنا تو اس وقت مسلمانوں کے لئے بعث فخر ہو گیا ہے ہونا تو یوں چاہئے تھا کہ دوسرے لوگ ان کی وضع اختیار کرتے مگر انہوں نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور دوسروں کی وضع اور طرز اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

انگریزوں کا غرض پر مبنی ظاہری اخلاق

(ملفوظ ۵۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر انگریز ظاہراً بہت ہی خلیق ہوتے ہیں گو یہ اخلاق

ان کا اکثر غرض پر مبنی ہوتا ہے مگر اس کی وجہ سے دوسرا آدمی فوراً مسخر ہو جاتا ہے جس کا اثر بعض اوقات دین پر بھی پڑتا ہے اسی لئے ایک تجربہ کا فتویٰ ہے کہ بلا ضرورت سخت ان سے نہ ملنا چاہئے یہ بہت ہی جلد مسخر کر لیتے ہیں ان میں یہ خاص بات ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ انگریزوں میں دو چیزیں رکھ دیں ورنہ اب تک نصف ہندوستان عیسائی ہو جاتا۔ ایک کبر اور ایک بخل بڑے کام کی بات فرمائی مگر جس میں یہ بات نہ ہو۔ وہ اس میں داخل نہیں۔ بعض احکام قوم کے ہوتے ہیں آحاد (خاص) و افراد کے نہیں ہوتے۔

طریق تصوف کی تکمیل اور اس کا احیاء

(ملفوظ ۵۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ صرف نقلیں اور وظائف کے پڑھ لینے کو انتہائی کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی کمال کی چیز نہیں ہاں ثواب کی چیزیں ہیں جو کمال پر موقوف نہیں کمال پیدا ہوتا اصلاح کے بعد اور اصلاح کا ہونا عادت موقوف ہے صحبت کامل پر مگر نری صحبت بھی کار آمد نہیں جب تک کہ اعمال مامور بہ کا اہتمام نہ ہو یہی اعمال اصل سلوک ہیں بدون ان کے اختیار کئے ہوئے کوئی شخص منزل مقصود تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ آسمان پر پرواز کرنے لگے یا دریا پر بدون کشتی اور جہاز کے چلنے لگے حقیقت یہ ہے مگر آج کل جاہل صوفیوں نے لوگوں کی راہ ماری ہے اور گمراہ کیا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب طریق بالکل زندہ ہو گیا۔ مدتوں کے بعد یہ دن نصیب ہوا اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ بطور نعمت کے عرض کر رہا ہوں وہ جس سے چاہے اپنا کام لے سکتے ہیں طریق سے لوگوں کو اجنبیت اور وحشت ہو چکی تھی وہ اس کو دین سے خارج سمجھ چکے تھے اب بحمد اللہ طریق کی تکمیل ہو گئی۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم

(ملفوظ ۵۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم باہم استاد شاگرد ہیں مگر غصیارے بہت ہیں باقی ہیں ذہین اور سلطان القلم بہت تیز چلتے ہیں موثر سے بھی زیادہ پھر نہیں دیکھتے کہ سڑک پر بچہ ہے یا جانور بس اڑے چلے جاتے ہیں اپنی ہی کہتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے مگر یہ طرز شان تحقیق نہیں۔

حافظ شیرازی شاعر اور مفسر

(ملفوظ ۵۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حافظ شیرازی رند مشہور ہیں میں بھی پہلے یہی سمجھتا تھا کہ

آزاد ہوں گے مگر میں نے ایک کتاب دیکھی حیات حافظ اس میں ان کی سوانح ہے اس سے معلوم ہوا کہ مفسرین کشاف کے محشی ہیں طلبہ تفسیر پڑھنے ان کے پاس آتے تھے عالمانہ وضع میں رہتے تھے دیوان میں بہت سے مسائل ہیں اصولیہ کلامیہ۔ ایک مولوی صاحب ان کے معتقد نہیں تھے میں نے بھی معتقد بنانے کا اہتمام نہیں کیا کیونکہ کسی امتی کا معتقد ہونا فرض و واجب نہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دای طرح رہنے دو اہتمام تو ضروری چیز کا کرنا چاہئے البتہ گستاخی کرنا برا ہے۔

بزرگوں کی سادہ باتوں میں اثر ہونا

(ملفوظ ۵۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی معمولی باتوں میں بھی برکت ہوتی ہے حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر بھی کریں تو اس میں بھی ایک خاص برکت ہوتی ہے علاوہ برکت کے اس میں کشش بھی ہوتی ہے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پڑھ کر آئے و عظم کہا بہت زور لگایا سامعین پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اسکے بعد حضرت ممبر پر بیٹھے اور کچھ بیان بھی نہیں کیا صرف یہی فرمایا کہ رات ہم نے سحری کے لئے دودھ رکھا تھا لیکن بلی بلی گئی حق جل علاہ شانہ کا ارادہ غالب رہتا ہے تو حید کا بیان کرنا مقصود تھا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس لوٹ پوٹ ہو گئی تڑپ گئی اب بتلائے کون سا ایسا عالی مضمون تھا ان حضرات کے اقوال افعال سب میں نور ہوتا ہے۔

بزرگوں کے ساتھ تعلق رنگ لاتا ہے اور بزرگوں کے موہم کلمات

(ملفوظ ۵۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کا تعلق بدون رنگ لائے خالی نہیں جاتا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے فشی جمل حسین یہ دنیا دار تھے اور ان کے ایک بھائی تھے فشی عبدالباسط یہ نقشبندی شیخ تھے وہ اپنے بھائی سے کہتے مجھے بھی بیعت کرلو وہ جواب دیتے کہ حضرت حاجی صاحب کا تعلق کافی ہے باقی میں ہی کچھ نہ کروں یہ میری کوتاہی ہے فشی جمل حسین کی موت کا وقت آیا سکرات کی حالت میں کلمہ کی تلقین کی جاتی تھی مگر ان کو ہوش نہ تھا فشی عبدالباسط عین اس وقت کہنے لگے کہ کہاں ہے وہ حضرت حاجی صاحب کا تعلق اب کیسی سخت ہو رہی ہے سخت تکلیف کا وقت تھا مگر آنکھ کھول دی اور آیت پڑھی۔ **بَلِّسَتْ قَوْمِيْ بِعُلُوِّ بَعَاغْفَرُلِيْ** **رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ** حضرت حاجی صاحب کے بعض خدام نے کہا دیکھا حضرت کا تعلق۔ دوسروں کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا غلطی ہے نہ معلوم خدا کے ساتھ اس کا کیا معاملہ ہے کسی پر بدگمانی ہرگز جائز نہیں بعض بزرگوں نے **لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ** کہا اور دم نکل گیا **لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ** کہا دم نکل گیا بعضے خشک لوگ سمجھ گئے کہ یہودی عیسائی ہو کر

مرا مگر معلوم بھی ہے کہ کلمہ اسلامیہ ہی پر خاتمہ ہوا راز اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام شیون کمالیہ کے جامع ہیں تو موسیٰ سے مراد ایک خاص شان کے اعتبار سے حضور ہی ہیں اسی طرح عیسیٰ سے مراد حضور ہی ہیں حضرت نجم الدین کبریٰ بہت بڑے شخص ہیں ان کو متناہی کہ مجھ کو اپنا مقام معلوم ہوا ایک بزرگ تھے اس ہی زمانہ میں تو شیخ نجم الدین کبریٰ کا ایک مرید ان سے ملنے گیا شیخ نجم الدین نے ان کو سلام کہلا بھیجا انہوں نے سلام کے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا اس مرید کو برا معلوم ہوا اور بہت ہی غصہ آیا مگر شیخ سے سنے ہوئے تھا کہ بہت بڑے شخص ہیں کچھ بولنا نہیں پیر کے پاس حاضر ہوا انہوں نے سب حال دریافت کیا عرض کیا اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ کچھ کہا تو نہیں عرض کیا کہ سلام کہہ دیا ہے فرمایا کہ نرا سلام ہی ہے یا کچھ اور بھی کہا عرض کیا کہ ایسی بات کہی جس کا عرض کرنا خلاف ادب ہے فرمایا بیان کرو تم تھوڑا ہی کہہ رہے ہو عرض کیا کہ یہ فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا مجھ کو تو اس وقت بڑا غصہ آیا مگر یہ سن کر شیخ نجم الدین پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور یہ فرمایا کہ آج اپنا مقام معلوم ہو گیا میں موسوی المشرّب ہوں مجھ کو شہ تھا سوان بزرگ نے بتلادیا اور مرید سے کہا کہ تم خواہ خواہ ان پر خفا ہوتے ہو سو اس طریق میں جیسے بعض حقائق غامض ہیں اسی طرح بعض عنوانات بھی نیز عنوانات غیر غامضہ میں بھی بعض بلسان العقل ہوتے ہیں اور بعض بلسان العشق بعض لوگ اس میں غلط کر دیتے ہیں میرا ایک وعظ ہے روح الارواح اس میں ایک مقام پر حضرت حاجی صاحب کا ذکر آگیا اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت حاجی صاحب کی تعظیم و تکریم سب رخصت ہو گئی حضرت کے لئے نہ الفاظ تعظیم رہے نہ جمع کا صیغہ نہ صرف ایسے الفاظ تھے کہ یہ شخص ایسا تھا ایسے فن کا امام تھا مجتہد تھا مجدد تھا تھا نہ بھون کا شیخ زادہ تھا معمولی صورت سے رہتا تھا مگر اس غیر تعظیفی عنوان کا یہ اثر تھا کہ جمع میں جج و پکار بڑ رہی تھی کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوں تو یہ کہنا بلسان العشق تھا گویا یہ شخص ناطق نہیں عشق ناطق ہے جو قانون سے آزاد ہے اس کی نظیر ملاحظہ فرمائیے۔ پکجبری میں ایک معمولی آٹھ دس روپیہ کا ملازم بڑے بڑے معززین کو اس طرح آواز دیتا ہے کہ فلاں گواہ حاضر ہے تو کیا وہ اس کی زبان ہے یا حاکم کی زبان ہے صاف ظاہر ہے کہ حاکم کی زبان ہے تو اگر کبھی یہ حضرات بھی اس زبان عشق سے کچھ کہہ دیا کریں تو کیا جرم ہے ساوی پکجبری ایسے تصوف سے بھری پڑی ہے۔

بزرگوں کا عمل علم پر غالب تھا

(ملفوظ ۵۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند میں کیسے کیسے حضرات تھے چند ہی روز میں کیا

سے کیا ہو گیا اب ان حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اور جواب موجود ہیں اور جگہ سے پھر بہتر ہیں مگر عملی قوت گھٹ گئی باقی علمی قوت اب بھی ہے اور ان حضرات کی عملی قوت غالب تھی علمی قوت پر۔

حضرت حاجی صاحب کی حضرت تھانوی سے محبت

(ملفوظ ۵۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے وری کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب نہیں دیکھی یہ دوسری بات ہے کہ کسی مضمون کی ضرورت ہوئی اسکی تلاش میں کوئی اور مضمون بھی نظر سے گذرا گیا اس لئے کہ کوئی نشانی تو اس مقام پر ہوتی نہیں کہ کھول کر اس کو ہی دیکھ لیا جائے ہاں بالاستیعاب کوئی کتاب بھی نہیں دیکھی کچھ دیکھی اور چھوڑ دیا۔ حالانکہ مجھ کو تصوف کا بید شوق ہے مگر کوئی کتاب اس کی بھی پوری نہیں دیکھی اور چھوڑ دیا مگر یہ سب ظاہر اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ اور حقیقۂ حق تعالیٰ کا فضل ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دل سے یہ چاہا کرتے تھے کہ یہ بات کو مجھ لے سوجوان حضرات نے چاہا وہ ہو کیا شیخ کو اپنے معتقد سے جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی فیض ہوگا عادت اللہ اس طرح ہے حضرات کے تعلق کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ ندوہ والوں نے حضرت سے میری شکایت کی کہ وہ ہم سے مخالفت کرتے ہیں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس میں تو مادہ ہی نہیں مخالفت کرنے کا یہ دیکھئے حضرت نے کس طرح پہچان لیا حالانکہ میں نے کبھی کوئی بات حضرت کے سامنے نہیں بکھاری یہ حضرت کا نور قلب اور فراست تھی اہل ندوہ نے حضرت سے درخواست کی کہ وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں اس کو لکھ دیجئے کہ وہ ہمارے ساتھ ہو جائے حضرت نے مجھ کو تحریر فرمایا کہ وہاں کی مصلحت اور معاملات کو میں نہیں سمجھ سکتا تم خوب سمجھ سکتے ہو جو مصلحت ہو اس پر عمل کیا جائے وہ خط ندوہ والوں نے میرے پاس بھیج دیا میں نے دیکھ کر کہا کہ تم نے تو میرے خیال پر رجسٹری کرادی اب میری مصلحت یہی ہے کہ میں شریک نہ ہوں یہ حضرت کی فہم و فراست تھی کہ مجھ کو مجبور نہیں کیا۔ کیا ٹھکانا ہے اس بصیرت کا لکھتے ہیں کہ جو وہاں کی مصلحت ہو وہ کرنا یہ شان ہوتی ہے ان حضرات کی تحقیق کی کہ غائب چیز میں قطعاً وظل نہیں فرمایا ایک زمانہ میں حضرت سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ شکایت کی گئی حضرت نے مولانا کو میرے ہاتھ کہا کہ بھجبا کہ تم بالکل بے فکر ہو مجھ پر شکایت کا کوئی اثر نہیں مجھ کو تمہارے ساتھ حب فی اللہ ہے سو جیسے اللہ کو بقاء ہے حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے عجیب شان کی تحقیق ہے اگر تمام دنیا کے مدبر اور فلاسفر بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بات بیان نہیں کر سکتے اور حضرات کے یہاں یہ روزانہ کی باتیں تھیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنے فن کا امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے۔

تغزیر مالی کی صورت

(ملفوظ ۵۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے فقہانے لکھا ہے کہ اگر مالی جرمانہ کرے تو اس کی جائز صورت یہ ہے کہ اس کو محفوظ رکھے اور پھر اس کو واپس کر دے تصرف کے لئے اس کا رکھنا جائز نہیں کیسی حکمت کی بات ہے۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

اہل سلسلہ کا ایک مرض

(ملفوظ ۵۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل سلسلہ میں آج کل ایک یہ مرض بھی پیدا ہو گیا ہے کہ لوگوں کو پھانستے پھرتے ہیں معتقدین کے لئے یہ کافی سمجھتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنا تعلق تو ظاہر کرتا ہے سو کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہیے جس سے وہ بدک جائے اور حکمت یہ بتلاتے ہیں کہ کبھی بدعتوں کے ہاتھ میں نہ جا چھنے اور یہاں سے تعلق منقطع کر دے یہ تو سب کچھ ہے مگر جیسے اسے بے راہی سے بچانا مقصود ہے اسی طرح راہ پر لگانا بھی تو مقصود ہے سو اس کی کیا صورت تجویز کی ہے یا ویسے ہی فوج بھرتی کرنا ہے کیا خرافات ہے کس عبث اور فضول چیز کی طرف خیال کیا۔

بچوں پر حکومت چلانے والے میاں جی

(ملفوظ ۵۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو بچوں کو پڑھانے والے میاں جی ہوتے ہیں کافی علم تو ان کو ہوتا نہیں پھر کرتے ہیں حکومت اس سے اور بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اکثر ان میں عقل کی کمی ہوتی ہے اس طبقہ میں کثرت سے حماقتیں کرتے ہیں ایسے ہی اسکولوں کے ماسٹر وغیرہ یہ بھی اس ہی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ جیسے کبر کے لئے حماقت لازم ہے ایسی حماقت کے لئے کبر لازم ہے متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے اور ان میاں جیوں کی رعونت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ان کو حکومت کا موقع ملتا ہے اور جن پر حکومت کرتے ہیں وہ ہوتے ہیں سب نا سمجھ اور مغفل۔ کوئی ان کے عیوب بیان کر نہیں سکتا اس لئے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں سمجھتے ہی کہ ہر بات ہماری عقلندی اور سمجھداری کی ہوتی ہے اس کی وجہ سے دماغ سڑ جاتا ہے البتہ اگر معلم پورے عالم ہوں تو وہ بے شک عاقل ہوتے ہیں ان کی یہ حالت نہیں ہوتی مگر یہ درمیانی میاں جی تو یونہی ہوتے ہیں اپنی عقل بچوں ہی کو دے بیٹھتے ہیں۔

الفت کا تقاضا بے تکلفی ہے

(ملفوظ ۵۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس قدر کسی کے ساتھ تعلق زیادہ ہوتا جاتا ہے اس کی

ظاہری خاطر داری میں کمی ہوتی جاتی ہے مگر آج کل لوگ اس کے عکس کے مختصر رہتے ہیں جو سخت غلطی ہے میرے یہاں یہی ہے کہ جب بے تکلفی ہوگی تو اب کیسی مدارات اور کیسی خاطر الفت کا مقتضاء تو یہی ہے کہ تکلف نہ رہے۔

اسلام کسی کا محتاج نہیں

(ملفوظ ۵۲۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسلام کو کسی کی پروا نہیں اگر دنیا کے تمام بادشاہوں کا بادشاہ بھی اسلام کو چھوڑ دے تو تب اسلام کا کیا ضرر اسلام تو سب سے خطاب کر کے یہ کہتا ہے۔

ہر کہ خواہ گو بیانو ہر کہ خواہ گو برو، دارو گیر و داجب و درباں دریں درگاہ نیست

۳۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

نماز اشراق کے لئے ایک جگہ بیٹھے رہنے کی حکمت

(ملفوظ ۵۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور کی تعلیمات میں جو نور ہے سبحان اللہ اس کا کیا کہنا ہے فرماتے ہیں کہ اگر نماز فجر پڑھ کر رضیٰ یعنی اشراق کی نماز تک اسی جگہ بیٹھا رہے پھر اشراق پڑھ لے تو پورے ایک حج کا درعمرہ کا ثواب ملے گا (جمع الفوائد، سوم مشاہدہ ہے کہ جو نور اور بشارت و انبساط جگہ نہ بدلنے پر ہوتا ہے وہ جگہ پر بدلنے پر نہیں ہوتا صوفیہ نے اسی مشاہدہ سے کہا ہے کہ جس قدر کہ ایک نشست میں ہو سکے زیادہ بہتر ہے اس میں خاص برکت ہوتی ہے ایک دوسری تعلیم لیجئے۔ تاخیر سحر اور تعیل افطار کو اسی واسطے مشروع کیا ہے کہ روزہ کی ابتداء اور انتہا معلوم ہو جائے صوم وغیرہ صوم میں غلط نہ ہو اسی لئے صوم وصال کی مانعت آئی ہے اور میں چاہے ایک ہی سکھو کھالے اسی سے فرق تو معلوم ہو جائے گا سو حضور نے حدود کی رعایت فرمائی ہے ورنہ کبھی ضرور ایسا ہو جاتا اور یہ کچھ بعید نہ تھا کہ سحر و افطار نہ ہونے سے لوگ سمجھتے کہ عشاء کے وقت سے روزہ شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

آج کل کے نیچری اور نیچری عقل

(ملفوظ ۵۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اسی نیچریت نے لوگوں کو زیادہ بد اعتقاد بنادیا ہر بات کو عقل پر جانچتے ہیں بیچاری عقل بھی مخلوق ہی ہے یہ کہاں تک تیر لگائے گی اور کیا خالق کے احکام کا احاطہ کر سکتی ہے اس کا مبلغ پرواز ایک حد تک ہے اس سے آگے وہ معطل ہے احکام کے راز

اسرار کو عقل سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے مثلاً جبر و قدر ہی کے مسئلہ کو دیکھ لیجئے کہ وہاں تک کسی کی عقل کی رسائی نہیں ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خوض و بحث سے روک دیا ہے کسی ایسے ہی مسئلہ کے متعلق کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا تھا کیا خوب فرمایا کہ ۔ عے

انکوں کر ادا مانگ کہ پرسدز باغبان، بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد
بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ حاکم ہونے کی ساتھ حکیم بھی ہیں جو کچھ کرتے ہیں اسی میں بندہ کے لئے مصلحت ہوتی ہے ۔

اسباب کے ساتھ زہد ہونا کمال ہے بزرگ بننا ہو تو کہیں اور جاؤ انسان بننا ہو تو یہاں آؤ (ملفوظ ۵۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں کسی اصل پر متفرع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ صوفیہ کرام علی الاطلاق ترک اسباب کی کبھی اجازت نہیں فرماتے محققین کا یہ قول ہے کہ ایسا زہد خلاف ادب ہے جس میں مطلقاً ترک اسباب ہو کمال یہی ہے کہ اسباب کے ساتھ زہد کو جمع کیا جائے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھنا توکل نہیں اسی طرح کسی جنگل، بیابان میں جا کر بیٹھنا توکل نہیں گھر ہی میں بیٹھو مگر دروازہ کھول کر بیٹھو لیکن دروازہ کی طرف دیکھو مت دروازہ سے آنے والے کی طرف مت دیکھو اس کی کو کسی غیر عارف نے تنگ آ کر اس طرح کہہ دیا ہے ۔

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ، باز میگوئی کہ دامن ترکمن ہشیار باش
لیکن یہ مشکل اسی کے واسطے ہے جو دریا میں تیرنا نہ جانتا ہو اور اس فن سے ماہر نہ ہو باقی جو جانتے ہیں اور فن سے ماہر اور واقف ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن کو صاف بجالے جاتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ محقق ہمیشہ جامع بین الاضداد ہوتا ہے اسباب سے صرف استعمال کا تعلق رکھتے ہیں اور توجہ کا تعلق نہیں رکھتے ۔ کمال توکل یہی ہے کہ اسباب ظاہری ہوں اور پھر ان کی طرف توجہ نہ ہو ان کی طرف نظر نہ ہو اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ مریض دوا بھی پئے اور پھر نظر دوا پر نہ ہو بلکہ خدا پر ہو کہ اگر وہ چاہیں گے تو شفاء فرمادیں گے مگر ان ہی کے حکم کو سمجھے یہی ہے کمال توکل اور اگر بالکل اسباب نہ ہوں اور پھر توکل ہو تو یہ کوئی کمال کا درجہ نہیں جیسے اگر گھر روٹی نہ پکی ہو اور نہ کھائے تو کوئی نہیں مگر روٹی پکی ہو اور چنگیر بھری ہوئی سامنے رکھی ہو اور پھر کم کھائے یہ کمال ہے یہ ہے قلت الطعام کا مصداق مگر یہ سب موقوف ہے صحبت کامل پر کسی کی جو تیاں سیدھی کروڑ غنہ کھاؤ اس کے سامنے ناک رگڑو اس سے حقیقت تک رسائی ہوتی ہے بدون اس کے رسائی مشکل ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ملک التہار بننا آسان

بزرگ بننا آسان قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل کسی نے خوب لکھا ہے۔

زابد شدی و شیخ شدی دانشمند، ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی،
مگر مسلمان نہ شدی سخت کلمہ ہے میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے۔

زابد شدی و شیخ شدی و دانشمند، ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو ولی بننا ہو قطب اور غوث بننا ہو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہو میرے پاس آؤ میں تو انسان بناتا ہوں مگر یہ بنانا ایسا ہوگا جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ مرنا بنانا جانتا ہوں تو ظاہر ہے کہ مرنا جس طرح بنتا ہے اسی طرح بنے گا چنانچہ اول تو اس پھل کو چاقو سے داغ دھبے سے صاف کیا جائے گا پھلکا پھیلا جائے گا پھر اس کو ایک دپچی میں رکھ کر پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا کر نیچے آگ جلائی جائے گی تاکہ اچھی طرح ابل جائے مابعد اس کو کسی چاقو وغیرہ سے کوچا جائے گا تاکہ بیٹھے کا قوام اچھی طرح اندر تک اثر کر سکے پھر چاشنی کے اندر ڈالا جائے گا جس کو قوام کہتے ہیں اتنے قصوں کے بعد مرنا بنے گا اور کھانے کے قابل ہوگا اور وہ آثار پیدا ہوں گے جن کو تم چاہتے ہو یا جس کی بناء پر طبیب نے بتلایا ہے ایسا بنانے والے کو مربی کہتے ہیں تو ایسے ہی مربی کو تلاش کرو جو کلاں کر چھانٹ کر چکر جوش دے کر مرنا بنادے مگر ایسے ہی مربی سے آج کل لوگ کوسوں دور بھاگتے ہیں اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قزوین میں رواج تھا بدن گدوانے کا ایک شخص بدن گودنے والے کے پاس گیا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنادو

اس نے سوئی لے کر ایک طرف کو چہ دیا اس نے ہائے مر گیا ارے کیا بنانا ہے کہ دم اس نے کہا کہ اس دم نے تو میرا دم ہی نکالا ہوتا اس کو چھوڑ دے کیا بے دم کے شیر نہیں ہوتے اس نے اس طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بنانا ہے کہا کہ کان کہا کیا بوجے شیر نہیں ہوتے پھر یہ کانوں سے سنے گا تھوڑا ہی اس نے اس طرف کو چھوڑ کر تیسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بنانا ہے کہا کہ پیٹ کہا کہ کیا یہ کچھ کھائے گا اس نے چوتھی طرف کو چا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بنادوے گا کہا کہ سر کہا کہ بے سر کا بھی تو بن سکتا ہے اس نے سوئی کو ہاتھ سے پھینک کر کہا جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔ عے

شیر بے گوش و سر دشلم کہ دید این چنین شیرے خدا ہم تا فرید
گر بہر زخمی تو پر کینہ شوی، پس کجا صیقل چو آئینہ شوی،
چوں نداری طاقت سوزن زدن، پس تو از شیرتیاں ہم دم مزان

تو صاحبوں کام تو کام ہی کی طرح سے ہوتا ہے اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے اب بننا تو سب کچھ چاہتے ہیں مگر یوں بھی چاہتے ہیں کہ نہ تو کچھ کرنا پڑے اور نہ کوئی کچھ کہے تو گھر سے چلے ہی کس بوتے پر تھے اور اگر دھوکے سے آگئے تو اب لوٹ جاؤ بلانے کون جاتا ہے۔

دنیا کی چیزیں شیخ چلی کا خیال ہیں

(ملفوظ ۵۳۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بدون مجاہد اور جوتے کھائے ہوئے کچھ بننا شیخ چلی والی حکایت سے اور اس کے خیالی حساب سے کم نہیں اسی طرح تم بھی شیخ چلی کا سا گھر بنائے جاؤ اور خوش ہوئے جاؤ یہ شیخ چلی شاید کوئی مسخرے ہوں گے کسی شخص کو اپنا ایک تیل کا گھڑا گھر لیجاتا تھا۔ مزدور کی ضرورت تھی اتفاق سے شیخ چلی نظر پڑ گئے ان سے دریافت کیا کہ تم مزدوری کرتے ہو یہ تیار ہو گئے اس نے کہا چلو یہ گھڑا تیل کا ہمارے گھر تک پہنچا دو ہم تم کو دو پیسہ دیں گے شیخ چلی نے منظر کر لیا اور سر پر گھڑا رکھ کر چلے اب راستہ میں اپنے دل میں یہ منصوبہ گانٹھا کہ آج مزدوری کے دو پیسے ملیں گے ان سے تجارت کرنا چاہئے اور وہ اس طرح کہ ان پیسوں کے دواٹے خریدیں گے ان کو کسی کو راضی کر کے مرغی کے بچے بٹھاؤں گا ان سے دو بچے نکلیں گے ایک مرغ ایک مرغی گویا یہ بھی ان کے قبضہ کی بات تھی کہ زراور مادہ ہی نکلیں گے غرض گھر کی مرغی گھر کا مرغ ہوگا ان سے بہت سے انڈے ہوں گے پھر ان سے بہت سے بچے ہوں گے ان کو بچ کر بکریاں خریدیں گے پھر بہت سی بکریاں ہو جائیں گی ان کو بچ کر گائے خریدیں گے پھر بھینس اور بھینس سے گھوڑوں کی تجارت کریں گے جب بہت سارے پیسے جمع ہو جائے گا تو ایک بڑا محل تیار کرائیں گے اور کسی امیر گھرانے کی لڑکی سے نکاح کریں گے اس بچہ پیدا ہوگا جب بڑا ہو جائے گا تو وہ ہم کو بلانے آئے گا کہ ابا جان اماں جان بلا رہی ہیں چلو ہم اس کو ڈانٹ دیں گے اور کہیں گے کہ بشت ہم نہیں جائیں گے ہمیں کام سے مہلت نہیں اس بشت کہنے پر غفلت میں سر جو ہلا اس پر سے گھڑا گر گیا اور تیل زمین پر پہنچ گیا مالک خفا ہوا کہ نالائق یہ کیا حرکت کی میرا اتنا تیل ضائع کیا تو کہتے ہیں کہ میاں چلو بیٹھو تم اپنے ذرا سے تیل کے نقصان کو لئے پھرتے ہو یہاں بنانا یا گھر ہی برباد ہو گیا میرے نقصان پر نظر نہ کی ساری تجارت ہزاروں روپیہ تمام کنبہ ہی ختم ہو گیا۔ یہ شیخ چلی کا سا خیال قیامت کے دن ظاہر ہوگا کہ نہ تجارت ہے نہ باقی نہ گھوڑے نہ مرغی نہ مرغنا نہ انڈے نہ بکریاں نہ گائے نہ بھینس نہ کیک نہ بسکٹ نہ کھن نہ فوج نہ پلیٹن نہ جاہ نہ عزت نہ جسم نہ خدم نہ محل نہ کٹھی نہ بنگلے نہ بیوی نہ بچے نہ کنبہ نہ روپیہ نہ ملک غرض نہ کوئی ساز نہ

سامان کچھ بھی نہیں اس کا مصداق اس وقت کی یہ حالت ہوگی خواب تھا جو کچھ دکھایا جو سنا افسانہ تھا یہاں پر بڑے بڑے دعوے ہیں کسی کو اپنی شجاعت پر کسی کو حکومت پر کسی کو اپنے حسن و جمال پر کسی کو جاہ اور عزت پر کسی کو اپنے علم پر کسی کو اپنے حسن و جمال پر کسی کو جاہ اور عزت پر کسی کو اپنے علم پر کسی کو اپنے تقدس پر کسی کو بزد اور تقویٰ پر ناز ہے وہاں حقیقت معلوم ہوگی کہ کچھ بھی نہیں تھا کیونکہ ان خیالی منصوبوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گئے اور کیوں آخرت کو بھلا دیا ارے کیا رکھا ہے ان فانی اوجہا ہونے والی چیزوں میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مَسَاعِدُكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ۔

رسول کے قوم کے ہم زبان ہونے سے عموم رسالت میں کمی نہیں آتی

(ملفوظ ۵۳۳) ارشاد فرمایا کہ آگے آباد میں ایک دفعہ جانا ہوا۔ اور سید اکبر حسین صاحب حج اس زمانہ میں کسی مفتی طالب علم سے عربی پڑھتے تھے انہوں نے طالب علم مذکور سے سوال کیا کہ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر رسول کی زبان اس کی قوم کی زبان ہوتی ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی اس بناء پر یہ ہوتا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم یعنی جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے صرف اہل عرب ہوں حالانکہ خود قرآن میں آپ کا رسول الی کافہ الناس ہوا۔ مصرح ہے اور عقیدہ بھی یہی ہے اور یہ مصرح تعارض ہے طالب علم مذکور نے جواب دیا مگر ان کی تفسی نہ ہوئی اس طالب علم نے آکر مجھے ذکر کیا میں نے اس کی زبانی کہلا بھیجا کہ قرآن میں بلسان قومہ آیا ہے۔ بلسان امنہ نہیں آیا جو یہ شبہ ہو۔ اور قوم کہتے ہیں برادری اور خاندان کو پس وہ امت کا مرادف نہیں ہے اور قوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا شک عرب قریش ہی تھے مگر اس امت کا خاص عرب ہونا کیسے لازم آیا۔ پس رسالت عام ہے قوم اور غیر قوم کو۔ اس جواب کو انہوں نے بہت ہی پسند کیا

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کا ترجمہ

(ملفوظ ۵۳۵) ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے درخواست کی کہ ووجدک ضالاً فہدیٰ کا لفظی ترجمہ کر دو پھر کچھ سوال کروں گا وہ سمجھے تھے کہ یہ ضال کا ترجمہ گمراہ کریں گے۔ اور میں اعتراض کروں گا میں نے ترجمہ یہ کیا کہ پایا آپ کو آپ کے رب نے ناواقف پس واقف بنا دیا۔ اس ترجمے سے ان کے سب اعتراض پادور ہوا ہو گئے اور حقیقت میں لفظ ضال محاورہ عرب میں عام ہے۔ مگر اردو میں اکثر استعمال اس کا معنی اول میں ہے اس لئے ہماری زبان کے اعتبار سے ترجمہ گمراہ منشا شکل ہوتا ہے۔

بروں کی صحبت سے اجتناب ہو تو ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟

(ملفوظ ۵۳۶) ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ شریعت میں نیک صحبت کا امر۔ اور بد صحبت سے نفی آئی ہے۔ پس اگر کوئی برا آدمی نیک آدمی کے پاس بیٹھے تو یہ برا آدمی تو بیشک نیک صحبت میں ہوگا۔ اس نے تو اس امر پر عمل کیا مگر وہ نیک اس برے آدمی کے پاس سے اگر نہیں بھاگتا تو نیک نہیں رہ سکتا کیونکہ مخالف ہوا صحبت بد سے نفی کا اور اگر بھاگتا ہے تو وہ بد آدمی پھیر نیک صحبت سے کیسے فائدہ حاصل کرے۔ حاصل یہ کہ اس طرح تو نیک صحبت کسی طرح میسر نہیں آسکتی۔ میں نے جواب دیا کہ تجربہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ طالب ہمیشہ متاثر ہوتا ہے اور مطلوب موثر یہاں پر نیک آدمی چونکہ مطلوب ہے اس لئے وہ صحبت بد سے متاثر نہ ہوگا اور برا آدمی جو طالب بن کر اس نیک آدمی کے پاس آتا ہے بوجہ طالب ہونے کے وہ متاثر ہوگا۔ بس اس اجتماع سے وہ برا متنبع ہوا اور یہ نیک متضرر نہ ہوا اور اس نفی شرعی کا مقصد یہ ہے کہ تم بد کے طالب یعنی تابع بن کر اس کے پاس مت بیٹھو۔ اب اشکال نہ رہا۔

ولا ھ الساحر پر شبہ

(ملفوظ ۵۳۷) ارشاد فرمایا ولا ھ الساحر میں شبہ ہوتا ہے کہ ساحر تو اکثر کامیاب ہوتا ہے پھر باوجود اس کے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ولا ھ الساحر۔ میرے نزدیک یہاں پر ایک قید محذوف ہے جو قصہ موسیٰ علیہ السلام و ساحرین سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ولا ھ الساحر فی معارضة المعجزة (یعنی ساحر معجزہ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا)

سورۃ یسین پڑھنے سے دس قرآن پڑھنے کا ثواب

(ملفوظ ۵۳۸) ارشاد فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ یسین پڑھنے سے دس قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی بعض اور سورتوں کے پڑھنے کا ثواب مثلاً ثلث قرآن یا ربع قرآن کا آیا ہے۔ اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ایک دفعہ یسین پڑھنے کا ثواب دس قرآن پڑھنے کا ہو تو دس قرآنوں میں بھی تو یسین ہے۔ تو ان میں بھی یہی حساب ہوگا۔ پھر ان میں بھی چونکہ یسین ہے اس لئے یہ سلسلہ الی غیر انہما یہ چلے گا۔ اور یہ تسلسل محال ہو جائے گا۔ پس یہ تضاعف اجر (اگر کار بدھنا مستزم ہے) تسلسل محال کو اور مستزم محال کو محال ہے۔ اس کا جواب مشہور یہ ہے کہ تضاعف اجر میں وہ دس قرآن مراد ہیں جن میں سورۃ یسین نہ ہو مگر میرے نزدیک یہ اس لئے بعید ہے کہ یسین جزو قرآن ہے اور انقائے جزو سے انقائے کل لازم ہے تو جب ان

میں یسین نہ ہوئی تو وہ پورا قرآن کیسے ہوگا بلکہ اسکی قریب تو جیہ یہ مناسب ہے کہ تضاعف اجر قراۃ حقیقہ پر ہے پس جو یسین پڑھی گئی ہو اس کی قراۃ تو حقیقی ہے۔ اور جن دس قرآن کا ثواب اس میں ملا ہے ان کی قرات حکمی ہے اور اس حکمی پر تضاعف موعود نہیں۔ پس تسلسل لازم نہیں آیا۔

حدیث سید اشباب اہل الجنۃ پر ایک شبہ کا حل

(ملفوظ ۵۳۹) ارشاد فرمایا کہ حدیث میں مضمون ہے: سید اہل الجنۃ الحسن والحسین و سید اکھول اہل الجنۃ ابوبکر و عمر۔

اس میں خدشہ ہوا کرتا ہے کہ عمر تو مرد و امین کی بھی کہولت کو پہنچی ہے کیونکہ حضرت حسن کا انتقال تقریباً پینتالیس برس کی عمر میں ہوا اور حضرت حسین قریباً چھپن ستادین برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ پھر ان کو شباب کیسے فرمایا اور اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ یہاں شباب شیخوخت (بڑھاپے) کے مقابلہ میں ہے چونکہ امین کی عمر سن شیخوخت تک نہیں پہنچی اس لئے ان کو شباب فرمایا تو اس کی توجیہ تو ہو جائے گی مگر یہ وجہ شیخین میں بھی مشترک ہے پھر ان کو کہول کہنے کی کیا حکمت ہے۔ سو توجیہ انکی یہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرات شیخین وفات کے وقت کہول تھے ان کے مجموعہ وفاتین کی وقت یعنی جب حضرت عمر کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت حسین شباب تھے پس لفظ شباب اپنے معنی پر رہے گا۔

شش عید کے دنوں قضاے روزہ

(ملفوظ ۵۴۰) ارشاد فرمایا کہ بعض فقہائے متاخرین نے جو سوال کے چھ روزوں کے بارے میں یہ جزئیہ لکھا ہے کہ اگر ان ایام میں قضاے رمضان یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھ لے تو اس کے ضمن میں شش عید کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔ سو یہ خلاف تحقیق ہے اور اس مسئلہ کی اصل صاحب مذہب سے کہیں منقول نہیں۔ محض متاخرین نے اس کا قیاس تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد پر کیا ہے یعنی اگر وضو کر کے فرض پڑھ لے یا دخول مسجد کے بعد فرض پڑھ لے تو تحیۃ المسجد بھی ادا ہو گیا مگر یہ قیاس عند التامل الصادق (پوری طرح غور کرنے کے بعد) ٹھیک نہیں کیونکہ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کی مشروعیت میں حکمت و علت یہ ہے کہ کوئی وضو یا کوئی دخول مسجد صلوٰۃ سے خالی نہ ہو۔ سو یہ حکمت اداے فرض سے بھی حاصل ہے۔ بخلاف صیام ایام مذکورہ کے کیونکہ یہاں خود فضیلت ان ایام کے صوم کی الگ مقصود ہے اور فرضیت اور وجوب قضاے رمضان و نذر و کفارہ جدا مقصود ہے

پس یہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ حدیث میں جو وارد ہے کہ رمضان کے بعد ان چھ روزوں کے رکھنے سے (ایسا ہو گیا) گویا تمام سال روزے رکھے تو حدیث ہی میں اس کی وجہ بھی ارشاد ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مَنْ جَسَاءَ بِالْحُسْنِ فَلَهُ عَشْرُ امَّالٍ لَهَا لَہذا رمضان تو برابر دس ماہ کے ہو گیا اور یہ چھ دن برابر ساٹھ دن یعنی دو ماہ کے ہو گئے۔ سو جب چھ روزہ رمضان مثلاً قضا ہو گئے اور ان کو شوال میں ادا کیا تو رمضان کے روزے تو اب پورے ہوئے دس مہینے کا ثواب اب ملا تو یہ ہی چھ روزے دو ماہ بقیہ کے قائم مقام کیسے ہو جائیں گے۔

نابالغ کا ایصالِ ثواب معتبر ہے

(ملفوظ ۵۴۱) مواہبی محمد صاحب متوطن بنگال نے پوچھا کہ نابالغ کچھ پڑھ کر کسی کو بخش سکتا ہے یا نہیں فرمایا کہ ہاں بخش سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے شبہ کیا کہ نابالغ کا تبرع جائز نہیں۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ حکم مخصوص مال کے ساتھ ہے خواہ مال حقیقی ہو یا مال حکمی ہو اور ثواب مال نہیں جو اس کا تصرف غیر معتبر ٹھرایا جاوے دوسرے اس سے قطع نظر تصرف تین قسم کے ہیں۔ ایک نافع محض دوسرے ضار (مضر) محض تیسرے وجہ ضار من وجہ نافع (یعنی ایک طرح نافع اور ایک طرح مضر) سو نافع محض تو بدون ولی کی اجازت کے بھی معتبر ہیں اور ضار محض ولی کی اجازت سے بھی معتبر نہیں اور جو من وجہ ضار اور من وجہ نافع ہیں۔ وہ ولی کی اجازت سے معتبر ہو سکتے ہیں اور ایصالِ ثواب نافع محض ہے کیونکہ نابالغ کا اس میں ذرا بھی ضرر نہیں۔ بلکہ خود اس کو ثواب ملے گا۔ اس لیے اس کے درست ہونے میں شبہ نہیں۔

تقلید شخصی کی ضروری ہونے کی وجہ

(ملفوظ ۵۴۲) ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ اس سے بفضلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشتغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں۔ اس لیے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے۔ ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحت ان کو علاج کی طور پر برتا جاتا ہے۔ اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی۔ اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی۔ صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی۔ جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان

ہو گیا۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوا (خواہش نفسانی) کا غلبہ نہ تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل احتیاط کی بات کرتے تھے۔ بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوا کا ہو گیا۔ طبیعت ہر حکم میں اپنی نفسانی غرض کی موافقت کو تلاش کرنے لگی۔ اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوا کا ردہ جائے گا جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے۔ سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوا کا علاج ہے۔

کافر بتانے اور کافر بنانے میں فرق ہے

(ملفوظ ۵۴۳) ارشاد فرمایا کہ بعض آزاد منش لوگ علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگوں کو کافر بناتے ہیں۔ میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ بناتے نہیں۔ بتاتے ہیں۔ کافر بنتے تو وہ خود ہیں۔ علماء بتلا دیتے ہیں۔

ایمان میں خوف عقلی کافی ہے

(ملفوظ ۵۴۳) ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے شبہ لکھا تھا کہ میں حاکم مجازی کے سامنے بہت ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اتنا خوف نہیں معلوم ہوتا اس سے شبہ ضعف ایمان کا ہوتا ہے۔ میں نے اس کا جواب لکھا تھا کہ یہ خوف طبعی ہے جس کا مدار مشاہدہ ہے تو حاکم مجازی کا زیادہ خوف بہت مشاہدہ کے ہے اور اللہ تعالیٰ کا چونکہ مشاہدہ نہیں۔ اس لئے زیادہ خوف نہیں معلوم ہوتا مگر انسان اس کا مکلف نہیں۔ وہ خوف عقلی ہے جو سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ ہی کا ہے اس لئے شبہ ضعف ایمان کا نہ کرنا چاہئے۔

قبر پر پھول چڑھانا

(ملفوظ ۵۴۵) ارشاد فرمایا کہ ایک صوفی غیر متشرع الہ آباد کے میرے پاس گنگوہ میں آئے اور پھولوں کا ایک ہار مجھے دے کر کہا کہ آج ایک باغ میں سے پھول لایا تھا کچھ تو حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب کے ہاں چڑھائے اور کچھ اس میں کا بچا ہوا تمہارے پاس لے آیا۔ میں نے ان سے ان کے مذاق کے موافق کہا کہ اگر کوئی شخص نہایت لطیف المزاج اسی روپیہ تولد کا عطر لگاتا ہو اور آپ اس کے پاس بالکل معمولی اور خراب چار آنہ تولد کا عطر لے جا کر اس کے کپڑوں میں لگا دیں تو کیا اس کو ناگوار نہ ہوگا۔ سو یہ حضرت اولیاء اللہ جنت کے روائج (خوشبوؤں) سے مشرف ہو چکے ہیں اور ان روئح اور دنیا کے پانچ پھولوں میں یہی نسبت ہے تو ان کے قبور پر ان پھولوں کا چڑھانا ان کو کیسے ناگوار ہوگا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی اور توبہ کر لی اور کہنے لگے آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

داڑھی سے متعلق دندان شکن جواب

(ملفوظ ۵۴۶) ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانی شہید سے کسی دہریہ نے کہا کہ داڑھی ایک زائد اور فضول چیز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ پیدا ہونے کے وقت نہ تھی اس لئے اس کو ہرگز نہ رکھنا چاہئے۔ اس پر مولانا نے جواب دیا تو پھر دانت بھی توڑ ڈالو مولانا عبدالحی صاحب بھی موجود تھے فرماتے ہیں کہ وہ مولانا کیا دندان شکن جواب دیا۔

متبرک چیز کے نقشہ کا جواز و شبیہ کا عدم جواز

(ملفوظ ۵۵۳) مغرب کے فرضوں کے بعد فرمایا کہ آج مدت کے بعد یک بڑا شبہ نماز میں حل ہوا۔ شبہ یہ تھا کہ نقشہ نعل شریف جو بزرگوں نے واسطے تحصیل برکت کے کھیا ہے اور زاد السعید کے آخر میں میں نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اس نقشہ کے مطابق اگر کوئی چڑے کا نعل بنا کر اس کا وہی ادب و معاملہ کرنے لگے جو کہ نقش سے کیا جاتا ہے تو آیا یہ معاملہ ٹھیک ہو گا یا نہیں۔ ہر چند کہ جی اس کو قبول نہیں کرتا تھا کہ چڑے کے نمونہ نعل کے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے۔ جو کہ نقش کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مگر وجہ فرق کی بھی دونوں کے درمیان سمجھ نہیں آتی تھی۔ چونکہ شبہ میرے خیال میں بہت قوی تھا۔ اس لئے میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا کہ امید نہیں تھی کہ جواب شافی میسر ہو سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج نماز میں وہ شبہ نعل ہو گیا اس کے حل ہونے سے اور باقی باتیں حل ہو گئیں۔ حل اس کا یہ ہے کہ نقش کا اب اس وجہ سے ہے کہ وہ دال ہے اصل پر سو نقش کی تو وضع ہی نمونہ دکھانے کے لئے ہے تو اس میں استقلال کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس کو مناسبت بھی اصل سے کم ہے اور چڑے کے نمونہ نعل کے نغوانے میں چونکہ وہ ایک مستقل چیز ہو جائے گی۔ اس لئے غلط کام بھی اس میں اندیشہ زیادہ ہے۔ لہذا اس کے ساتھ وہ معاملہ درست نہ ہوگا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ مکہ معظمہ اور بیت اللہ اور مدینہ منورہ اور روضہ اطہر کے نقشوں سے اگر کوئی معاملہ تقسیم و تکریم اور حصول برکت کا کرے تو جائز ہوگا اور اگر کوئی بیت اللہ یا روضہ اطہر کے نمونہ کے مطابق مکان بنوا لے تو اس مکان سے وہ معاملہ ناجائز ہوگا کیونکہ اس مکان میں محض نمونہ دکھانا ہی نہیں ہے بلکہ خود اس میں ایک گونا گونا استقلال بھی ہے تو اس میں شدہ شدہ غلو کا بھی اندیشہ زائد ہے کہ چند روز میں اس کا حج بطواف نہ ہونے لگے۔

ریاء قرآن سے معلوم ہو سکتی ہے

(ملفوظ ۵۴۷) بعض لوگوں کو رسوم شادی میں جو بنا پر تقاضا صاحب تقریب کرتا ہے کسی کے شریک

نہ ہونے پر یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ریا و نمود متعلق قلب کے ہے اور قلب کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔
 بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ ریا جس طرح اظہار سے معلوم ہو سکتی ہے اسی طرح قرآن سے بھی
 معلوم ہو سکتی ہے حدیث میں آیا ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام
 المتبارین یہ ظاہر ہے کہ فخر کرنے والے زبان سے نہیں کہتے کہ ہم فخر کے لئے کر رہے ہیں۔ پس
 اگر قرآن اس میں معتبر نہ ہوتے تو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی۔ اس سے
 معلوم ہوا کہ قرآن سے بھی فخر معلوم ہو سکتا ہے

معراج جسمانی پر ایک صاحب کے شبہات کے جواب

(ملفوظ ۵۴۸) ارشاد فرمایا کہ رام پور میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور ﷺ کو معراج جسمانی
 ہوئی تھی یا روحانی۔ میں نے کہا کہ جسمانی کہنے لگے کہ ثبوت میں نے کہا نہ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى
 بِعَبْدِهِ الْآيَةِ اور وَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةَ أُخْرَىٰ عِنْدَ رِدْءِ الْمَتْنِ اور حدیثیں کہنے لگے کیا یہ ممکن
 ہے کہ جسم انسانی ایسے طبقہ سے عبور کرے جہاں ہوا نہ ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں ممکن ہے کہنے لگے کہ
 ثبوت۔ میں نے کہا کہ امکان نام ہے عدم الوجوب وعدم الامتناع کا جب وجوب و امتناع نہ ہوگا۔
 تو امکان ثابت ہو جائے اور چونکہ امکان اصل ہے لہذا جو مدعی امتناع یا وجوب کا ہو دلیل اس کے
 ذمہ ہے۔ ہم اصل سے متمسک ہیں۔ ہمارے ذمہ دلیل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج تک کوئی اور
 بھی گیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ نظیر کا مطالبہ ہے ثبوت کا نہیں۔ اور نظیر کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ نہیں
 ہے علاوہ اس کے وہ بھی ایک واقعہ ہوگا اس کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اس نظیر ثانی کے
 لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ الی غیر النہایہ تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور اگر کسی نظیر کو
 کہ وہ ایک واقعہ ہے بلا نظیر آپ مان لیں گے تو اسی واقعہ کو بلا نظیر کیوں نہ مان لیجیوے کیونکہ ایک
 کے بلا نظیر ماننے میں اور ایک کے بلا نظیر نہ ماننے میں ترجیح بلا مرجح ہے۔ انہوں نے کہا کہ صاحب
 یہ تو بالکل محال ہوتا ہے۔ میں نے کہا مستبعد ہے محال نہیں اور مستبعد کا وقوع بطور خرق عادت کے
 ممکن ہے اور استبعاد اور چیز ہے استحالہ اور چیز ہے مگر وہ کسی طرح نہ سمجھے اپنی ہی بات کہتے رہے۔ یہ
 حکایت اس پر بیان کی تھی کہ آج کل اکثر لوگ جس درجہ کا سوال کرتے ہیں۔ اس درجہ کا فہم نہیں
 رکھتے۔ اس لئے جواب نہیں سمجھ سکتے اور خطا نکالتے ہیں۔ اہل علم کی کہ جواب نہیں دے سکیں۔

واقعہ قمر طاس اور حضرت عمرؓ

(ملفوظ ۵۴۹) ایک مہمان نے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا کہ بروقت وصال حضور رسول مقبول

ﷺ نے دوات قلم مانگا اور عمرؓ نے کہا کہ کیا ضرور بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ یہ اعتراض صرف حضرت عمرؓ پر نہیں بلکہ اس میں تو خود حضور ﷺ پر بھی کسمان حق کا اعتراض لازم آتا ہے آپ پر تبلیغ احکام فرض تھی اگر کوئی حکم واجب تھا تو آپ نے کیوں نہ ظاہر فرمایا اگر اس وقت دوات قلم نہیں آئی تھی تو دوسرے وقت منگوا کر تحریر فرما دیتے۔ کیونکہ آپ کئی روز اس واقعہ کے بعد زندہ رہے ہیں چنانچہ یہ واقعہ پنجشنبہ کا ہے اور وفات دوشنبہ کو ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی نیا حکم ارشاد فرمایا نہ تھا بلکہ کسی امر قدیم کی جدید تاکید مقصود تھی چونکہ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اس لئے آپ نے غور انداز نہ فرمایا کہ حضور ﷺ تکلیف فرمائیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ طبیب کسی کو زبانی نسخہ بتلا دے پھر براہ شفقت کہے کہ قلم دوات لاؤ لکھ دوں اور مریض یہ دیکھ کر کہ اس وقت ان کو تکلیف ہوگی کہے کہ کیا حاجت ہے اس وقت تکلیف مت دو اور جواب الزامی یہ ہے کہ قصہ حدیبیہ میں حضرت علیؓ نے صلح نامہ لکھا ہے۔ ہذا اما قاضی علیہ السلام محمد رسول اللہ کفار نے مزاحمت کی کہ ابن عبد اللہ لکھو کیونکہ اس میں تو جھگڑا ہے اگر ہم رسالت تسلیم کر لیں تو نزاع ہی کس بات کی حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اس کو منادوانہوں نے انکار فرمایا پس ایسی مخالفت تو اس میں بھی ہوئی جس طرح حضرت عمرؓ نے مخالفت کی تھی کہ جواب الزامی مجھے پسند نہیں مگر بطور لطیفہ کے اس وقت بیان کر دیا۔

حضرت غوث پاک کا جنتی ہونا

(ملفوظ ۵۵۰) فرمایا میرے پاس ایک مولوی صاحب اور ایک عوامی آئے باہمی نزاع یہ تھی کہ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غوث پاک قطعی جنتی نہیں اور جاہل یہ کہتا تھا کہ اگر وہ جنتی نہیں تو پھر کون ہوگا۔ جاہل سے میں نے کہا کہ ہاں بھائی وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا مولوی صاحب مجھ سے لڑنے لگے کہ کیا دلیل ہے یقیناً جنتی ہونے کی۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریئے پھر میں نے جاہل سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یقیناً جنتی ہیں یا نہیں۔ اس نے کہا بلا شک وہ جنتی ہیں میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا کہ حضور ﷺ کے ارشاد سے پھر میں نے کہا کہ حضرت غوث اعظمؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا کہ اولیائے امت کی شہادت مقبولیت سے میں نے کہا رسول ﷺ کے ارشاد میں اور اولیاء اللہ کے ارشاد میں کچھ فرق ہے یا نہیں اس نے کہا کہ بہت ہے میں نے کہا اتنا ہی اثر دونوں ارشادوں کے اثر میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ضرور ہے میں نے کہا کہ اتنا ہی فرق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جنتی ہونے میں

اور حضرت غوث پاک کے جنتی ہونے میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ہاں ہے میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ حضرت جو آپ کا عقیدہ ہے وہی اس کا بھی ہے صرف فرق عنوان کا ہے یہ اس کو یقینی کہتا ہے آپ غلبظن۔ باقی اصل معنوں میں دونوں متفق ہیں جب حضرت ابو بکر صدیق کے جنتی ہونے کی مرتبہ یقینی سے حضرت غوث پاک کے جنتی ہونے کا مرتبہ متزلزل ماننا ہے اسی کا نام عدم قطعیت ہے مولوی صاحب بہت خوش ہوئے مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ بلا ضرورت عوام الناس کو متوحش بنانا اور بلادلیل ان پر بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

حیات نبوی ﷺ پر ایک نکتہ

(ملفوظ ۵۵۱) فرمایا ایک شخص نے حیات نبوی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے بَلِّغْ أَوْلِيَاءَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اور جو لوگ فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے اور اس نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں اس میں حدیث صریح موجود ہے اور یہ تائید کے درجہ میں ہے۔

بندہ کا ارادہ کچھ نہیں

(ملفوظ ۵۵۲) فرمایا ارادہ بندہ کا کچھ بھی نہیں حضرت علیؑ فرماتے ہیں عرفت ربی بفسخ العزائم یعنی میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے سے بسا اوقات انسان اپنے ارادوں میں ناکامیاب رہتا ہے ہزاروں ارادے محکم کئے مگر کچھ نہ ہوا اسی واسطے ابن عطاء اسکندری فرماتے ہیں کہ ارید ان الارید یعنی میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ارادہ نہ کروں گا اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ یہ عدم ارادہ بھی ارادہ ہی ہے انہوں نے خود کیا اچھا جواب دیا ہے کہ جس ارادہ کی نفی کی جا رہی ہے وہ تو اس لئے قابل ترک ہے کہ وہ خلاف تقویض و رضا ہے اور عدم ارادہ کا خود میں تقویض و موافق رضا ہے اس لئے یہ نفی و قابل ترک نہیں۔

اولاد کی موت پر رونا

(ملفوظ ۵۵۳) فرمایا ایک شبہ ظاہری یہ ہوتا ہے کہ ہمارے حضور ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے انتقال پر روئے۔ اور بعض اولیاء اللہ کی حکایت ہے کہ وقت مصیبت کے انہوں نے الحمد للہ کہا اور ظاہراً الحمد للہ کہنے والے کا مرتبہ رونے والے سے زائد معلوم ہوتا ہے حالانکہ انبیاء کے مرتبے کو کوئی نہیں پاسکتا جواب اس شبہ کا یہ کہ حق فرزند یہ ہے کہ ایسے وقت اس پر روئے حق خالق یہ ہے کہ امر الہی پر صبر کرے۔ ہمارے حضور ﷺ نے دونوں کو جمع فرمایا حق

فرزند بھی حق خالق بھی اور دونوں کو ادا فرمایا اور وہ بعض اولیاء اللہ مرتبے میں کم ہیں کہ ایک حق ان سے ادا ہوا اور دوسرا نہ ہوا اسی طرح حدیث میں ہے کہ قیامت میں بعض انبیاء بعض اولیاء اللہ پر رشک کریں گے ظاہر اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ افضل کو مفضل پر غبط کیوں ہوگا بات یہ ہے کہ غبط کبھی قسم کا ہوتا ہے کبھی تو کمال کے فقدان سے سو یہ تو نہ ہوگا اور کبھی یہ سبب ایک کئی قسم کی عافیت کے مثلاً کوئی بڑے عہدے پر ہو اور ذمہ داریوں کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپیہ والے مجھے سے اچھے کہ آرام سے تو ہیں اس قدر بار حساب کا تو ان پر نہیں حضرات انبیاء علیہ السلام کا رشک کرنا اسی طرح پر ہے کیونکہ انبیاء علیہ السلام کا بڑا مرتبہ ہے امت کی فکر میں مشغول ہوں گے اور بعض اولیاء اللہ ایسی مشغولی سے آزاد ہوں گے پس اس غبط کا یہ محل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کا مطلب

(ملفوظ ۵۵۲) فرمایا کہ کسی نے دریافت کیا ہے کہ: لِبَعْضٍ لَّكَ اللَّهُ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذُنُوبِكَ سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں فرمایا معاف قلب میں جواب میں یہ بات آئی کہ جب کوئی شخص نہایت خائف ہوتا ہے تو وہ ڈر کر کہتا ہے کہ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہو معاف کر دیجئے حالانکہ اس سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہوتا اور دوسرا اس کی تسلی کے لئے کہہ دیتا ہے کہ اچھا ہم نے تمہارا سب معاف کیا اسی طرح چونکہ اس خیال سے آپ کو غم رہا کرتا تھا کہ مجھ سے کوئی لغزش نہ ہوگئی ہو حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی۔

کھانے کے بعض مسنون آداب کی تحقیق

(ملفوظ ۵۵۳) فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَوَانٍ وَلَا مَسْكُوفَةٍ وَلَا خَبْزِ لَهُ رِذَاقٍ یعنی رسول ﷺ نے چوکی اور تشری پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکی۔ مشہور یہ ہے کہ جس کام کو آپ نے نہیں کیا وہ نہ کرتا چائے اور اس قاعدہ کی اس سے تائید کی کہ عیدین میں مثلاً اقامت اور اذان آپ کے وقت میں نہیں ہوئی لہذا اجتماعاً نہ کرنا چاہئے لیکن قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک تو ہے عدم الفعل (کسی کام کو نہ کرنا) اور ایک ہے ترک الفعل (کسی کام کو چھوڑنا) ان دونوں میں بڑا فرق ہے پس عدم الفعل تو عدم قصد سے بھی ہوتا ہے اور ترک میں اس کے اعدام (منانے) کا قصد ہوتا ہے پھر یہ قصد جس مرتبہ کا ہوگا اسی قدر عدم الفعل سے تو اس کا کرنا ناجائز نہیں ہوتا بشرطیکہ اور کوئی قباحت شرعی لازم نہ آئے اور ترک الفعل البتہ ناپسندیدگی پر دال ہے اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ اس

وقت ایسے تکلفات نہ تھے پس مدلول اس کا عدم الفعل ہے نہ کہ ترک الفعل اب اگر کوئی تشریح میں کھائے یا چپاتی کھائے جائز ہے مگر ازراہ افتخار نہ ہو میز پر کھانے میں چونکہ افتخار و تشبہ کا قبح ہے وہ اس مستقل دلیل سے ممنوع ہوگا

سلطنت شخصی یا جمہوری؟

(ملفوظ ۵۵۵) فرمایا بعض لوگ آیت: **وَسَاوِ دُھُم فِی الْأُمْرِ** سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سلطنت شخصی ہو مآخذاً قرآن کے ہے شاور ہم سے کثرت رائے مفہوم ہوتی ہے جو حاصل ہے سلطنت جمہوری کا مگر اس استدلال کی غلطی خود اس آیت کے اگلے جزو سے ظاہر ہے۔ **وَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوشورہ مطلوب ہے مگر بعد مشورہ مدار شخص آپ کے عزم اور رائے پر ہے اس سے تو بالعکس سلطنت کا شخصی ہونا ثابت ہوا البتہ یہ ضروری ہے کہ شخصی واحد پر مشورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن مدار کثرت رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس مستشیر (مشورہ لینے والے کو) اطلاق آیت سے اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ بمقابلہ جماعت کے ایک کے مشورہ کو قبول کر کے اس کے موافق عزم کر لے۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

(ملفوظ ۵۵۶) فرمایا یہ اعتراض کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ محض غلط ہے اس وجہ سے کہ اسلام میں اول جزئیہ کا حکم ہے جب جزئیہ قبول کر لیا اب تلوار مسلمان نہیں اٹھا سکتا۔ اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو قابل غور ہے کہ اسلام نے مخالفین کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ڈھال دے رکھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی کلمہ پڑھ لے فوراً چھوڑ دہ تو اس طرح ہر کافر وقت پر مسلمان کی تلوار کو بند کر سکتا ہے مثلاً کسی کافر نے کسی مسلمان پر خوب ظلم کیا ہو۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے ہوں اس کے اہل و عیال کو قتل کر ڈالا ہو غرض ہر طرح کا ظلم کیا ہو۔ اور باوجود ان مظالم کے پھر کون ایسا ہے کہ موقع ملے اور قدرت ہو اور بدلہ نہ لے۔ مگر اسلام میں ایسا حکم ہے کہ اگر اس شخص کا یا اس کے کسی یار مددگار کا اس پر قابو پڑ جائے اور وہ اس کا کام تمام کرنا چاہنے اور زبان سے کلمہ شریف پڑھ لے اور قرآن سے معلوم بھی ہو کہ دل سے نہیں پڑھا تب بھی حکم ہے کہ تلوار مت اٹھاؤ یہ کتنی بڑی ڈھال مخالف کے ہاتھ میں ہے پس جس مذہب کا یہ قانون ہو اس میں کیسے ممکن ہے کہ اسکی ترقی تلوار سے ہو سکے اب فرمائیے کہ اسلام بزور شمشیر کیونکر پھیلا۔

کفار کے لئے دائمی سزا کی وجہ

(ملفوظ ۵۵۶) فرمایا بظاہر اس پر کہ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا گناہ کون سا کیا کہ سزائے دائمی تجویز کی گئی کیونکہ زندگی محدود گناہ محدود۔ پھر سزائے غیر محدود کا کیوں حکم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کفر و شرک کی حقیقت ہے بغاوت۔ دنیا میں بھی قاعدہ ہے کہ سلاطین باغی کو جلا وطن عبور در پائے شور و غیرہ مراد دیتے ہیں کیونکہ سلاطین بجز اس کے کہ عمر بھر کے لئے دے سکیں زیادہ پر قدرت نہیں رکھتے اس وجہ سے زائد سے مجبور ہیں مگر اتنا ظاہر ہو گیا کہ بغاوت کی سزا غیر محدود ہونا چاہئے اور یہ امر بمقتضائے عقل ہے چنانچہ جو سلاطین پابند ملت بھی نہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں یہ جواب تو الزامی ہے اس کی حقیقت میں غور کرنا چاہئے حق تعالیٰ مالک حقیقی ہیں اور ان کے صفات غیر متناہی ہیں اور ہر صفت کا ایک حق ہے اب جو شخص ایسے مالک جامع کمالات غیر متناہیہ کے حقوق کو ضائع کرے گا اس کی سزا بھی غیر متناہی ہونا چاہئے پس یہ سزا عین موافق عقل کے ہوئی۔

الحمد لله حصہ سوم الافاضات الیومیہ کا تمام ہوا۔



حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے سینکڑوں تصانیف کا مجموعہ

تحفۃ العلماء

جلد اول کے مضامین ترتیب مولانا مفتی محمد زید صاحب (انڈیا)

مدارس کی افادیت، منتظمین و مدرسین کیلئے طریق کار، مفید ہدایات، ضروری تنبیہات، علماء کا معاشی مسئلہ اور اس کا حل، طلباء کیلئے ضروری و مستور العمل، نیز علماء، طلباء، کی اصلاح کا طریق کار مدارس کے تمام شعبے، مہتمم و مدارس کے اوصاف و شرائط اور ان کی فقہی حیثیت، ہنگامہ سٹرائٹیک، احکام چندہ، جلسہ، دستار بندی اور مدارس و باب مدارس پر اعتراضات و جوابات اور علماء و عوام کے لئے مفید انجمنیں، استاد و شاگرد کے حقوق اور تعلیم و تربیت کے طریقے اور مفید تجاویز۔

جلد دوم کے مضامین

فقہ حنفی کے اخلاقی اصول و قواعد جن کا مطالعہ مسئلہ فقہ حنفی کے سلسلہ میں غلطی محفوظ رکھنے کی کامل ضمانت ہے

آداب افتاء و استفتاء مسائل پوچھنے اور بتلانے والوں کیلئے سوالوں کے جواب سے متعلق ضروری ہدایات، معلومات، مفتی و مسائل کی ذمہ داریاں، اخلاقی مسائل میں جواب کا انداز اور بے شمار مفید نمونے

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ ائمہ اربعہ کی تقلید کی حقیقت کیا ہے؟ اجتہاد و قیاس اور اجتہادی اختلافات کی کیا بنیادیں ہیں؟ امام ابوحنیفہ کی تقلید شخصی ہی کیوں ضروری ہے؟ اہل حدیث اور غیر مقلدین کیا ناحق پر ہیں؟ اور اس جیسے بے شمار مسائل کا حل۔

اصول مناظرہ مناظرہ کی اہمیت و افادیت، حدود و شرائط، اصول و آداب احکام و اقسام، محل، مواقع اور فرقہ باطلہ کے رد کے مختلف طریقے اور مفید نمونے اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

جدید ترتیب و تزئین:

ادارہ عالیہ تحفۃ الشرفیہ

محمد اسحاق مٹانی

اشرفیہ منزل، نزدیکی آفیس، چوک فورہ،
پرائی غلام نبی ملتان
540513 - 41501

خدا سے ملانے والی راہنما کتاب

اصلاحِ دل

یعنی

مکتوبات و ملفوظات اشرفیہ

حضرت مولانا الحاج محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ کی آپ بیتی کہ کس طرح
راہ معرفت پر ان کے سفر کا آغاز ہوا دل کی دنیا بدلتی چلی گئی اور بالآخر شیخ کامل
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی نظر کیسا اثر نے
انہیں محبت و قرب خداوندی کی منزل مقصود تک پہنچا دیا اور پھر بڑے بڑے
علماء نے ان سے اپنی اصلاح کرائی آج ان کی یہ آپ بیتی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے
اور اس آپ بیتی کو پڑھ کر کتنے لوگ خدا رسیدہ ہو چکے ہیں
آخر میں حضرت والا کی اہلیہ محترمہ کے اصلاحی خطوط بھی شامل ہیں کہ
انہوں نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے کس طرح مکمل طور پر اپنے
حالات لکھے اور اصلاح کرائی، یہ خطوط خواتین کیلئے اصلاحی نسخے ہیں

عام فہم اردو تفسیر

القرآن الکریم

فی کشف اسرار القرآن

(کامل ۹ جلد)

تیس اور عام فہم زبان میں اردو کی سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کا خصوصی اہتمام، دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواظظ و نصائح کی تشریح، اسباب نزول کا مفصل بیان، تفسیر وحدیث اور کتب فقہ کے حوالوں کیساتھ

محقق العصر محمد عاشق الہی مہاجر مدنی
حضر مولانا مفتی

دَوْرِ حَاضِرِ كِی مُسْتَنْدِ تَفَاسِیرِ كَا جَامِعِ خِلَاصِہ

گلدستہ تفاسیر

(کامل سات جلد)

تفسیری افادات و نکات	اول مکمل تفسیر عثمانی
حضرت شیخ احمد ربیعہ الف ثانی مد	تفسیر مظہری ☆ تفسیر عزیزی ☆ تفسیر ابن کثیر
مجتہد المذہب حکیم الامت حضرت تھانوی مد	معارف مفتی اعظم مد
حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب مد	آخر میں رسالت تاریخ تفسیر مفسرین
حضرت مامون الاندلسی الحق افغانی مد	

ملشد فرزند

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی
 حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی
 حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی
 حضرت مولانا محمد موسیٰ کراماوی مدظلہ العالی
 حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی

مترتب

حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہ العالی
 مسترشد خاص
 شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی
 نور اللہ مرقدہ

ہزاروں ملفوظات
25 جلدوں میں

ملفوظات حکیم الامت کیا ہیں؟

تفصیل

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، ماسشقان الہی ذوالاحترام کی حکایت و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل، جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغتہ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شراب عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے پیش بہا نرائن کا دھینہ ہے۔ اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

الافاضات الیومیہ جلد نمبر 1 تا 10 - 1290/-

جدید ملفوظات جلد نمبر 11 - 150/-

مقالات حکمت (حصہ اول) جلد نمبر 12 - 150/-

مقالات حکمت (حصہ دوم) جلد نمبر 13 - 150/-

فیوض الخالق و عہد الحق جلد نمبر 14 - 150/-

مزید الجبید - ملفوظات الطہر - جلد نمبر 15
خیر الافادت، فیوض الرحمن - 150/-

حسن العزیز (کامل 5 حصے)

جلد 16 تا 20 - 810/-

انفاسِ نبوی (حصہ اول) جلد نمبر 21 - 135/-

انفاسِ نبوی (حصہ دوم) جلد نمبر 22 - 135/-

22 جلدیں چھپ چکی ہیں۔ قیمت - 3120/-

نورِ طبع

الکلام الحسن - مجالس الحکمت - مجالس حکیم الامت - آمینہ تربیت

ملفوظات حکیم الامت مرتب مصلح الامت شاہد وصی اللہ صاحب "ملفوظات اسعد الابرار"

جلد 23
تا 25

41501 اشرف منزل - نزدیکی آٹس چوک فورہ ملتان -
540513 پرانی غلام مذی ملتان -

ادارہ تالیفات اشرفیہ

خطبات حکیم الامت

دعواتِ عہدیت اور دوسرے سینکڑوں مواعظ کا مجموعہ 32 جلد

بترتیب
جدید

171/-	①7	سنت ابراہیم	159/-	①	دنیا و آخرت
180/-	①8	مفسد گناہ	180/-	②	علم و عمل
180/-	①9	آداب انسانیت	163/-	③	دین و دنیا
173/-	②0	حقوق الزوجین	177/-	④	حقوق و فرائض
195/-	②1	تدبیر و تدبیر	177/-	⑤	میلاد النبی ﷺ
180/-	②2	ذکر و فکر	177/-	⑥	نظام شریعت
171/-	②3	راہِ نجات	180/-	⑦	حقیقت عبادت
141/-	②4	موت و حیات	189/-	⑧	حقیقت مال و جاہ
180/-	②5	حد و وقوف	195/-	⑨	فضائل صبر و شکر
195/-	②6	اصلاح اعمال	180/-	⑩	فضائل صوم و صلوة
186/-	②7	فضائل علم	180/-	⑪	حقیقت رخصت و تقویٰ
180/-	②8	اصلاح ظاہر	177/-	⑫	محاسن اسلام
165/-	②9	اصلاح باطن	150/-	⑬	دعوت و تبلیغ
195/-	③0	خیر الاعمال	150/-	⑭	جزا و سزا
165/-	③1	رحمت دو عالم ﷺ	177/-	⑮	تسلیم و رضا
181/-	③2	فہرست عنوانات	171/-	⑯	برکات رمضان

تقریباً سولہ ہزار صفحات پر مشتمل خوبصورت 32 جلدیں قیمت 5620/-
مکمل سیت خریدنے پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔